ماہنامہ
جوابِ عرض
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
ویران زندگی نمبر
RS:85
www.paksociety.com

ماہنامہ جواب عرض مارہ مارچ 2014 کے شمارے کی جھلکیاں

(پبلشر: شہزادہ عالمگیر ۔ پرنٹر: زاہد بشیر ۔ ریٹی گن روڈ، لاہور)

حضرت امام حسینؓ

حضرت محمد ﷺ کے نواسے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے فرزند حضرت امام حسینؓ 3 شعبان 4ھ بمطابق 5 جون 626ء کو پیدا ہوئے۔

آپؓ حضرت حسنؓ سے دس ماہ چھوٹے تھے۔ پیدائش کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو گود میں لیا اور کان میں اذان دی، جبکہ ساتویں دن آپ کا نام حسینؓ رکھا گیا۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپؓ کا نام حرب رکھنا چاہتے تھے، لیکن رسول اکرم ﷺ نے حسین تجویز کیا اور آپؓ کے سر کے بالوں کے ہم وزن چاندی اللہ کی راہ میں خیرات کی۔

رسول اکرم ﷺ کو اپنے نواسے سے کس قدر محبت تھی، اس کا اندازہ ان واقعات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

واقعات

1- حضرت رسول اکرم ﷺ نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد نبوی ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ کی گود میں حضرت حسینؓ تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے قریب بٹھایا اور نماز پڑھانے لگے۔ آپ ﷺ سجدے میں گئے تو حضرت حسینؓ اٹھے اور آپ کی پیٹھ پر سوار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اپنے نواسے کو نیچے اتارنے کے بجائے سجدے کو طویل کر دیا۔ نماز کے اختتام پر لوگوں نے معلوم کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آج سجدہ بہت طویل تھا۔ اس کی کوئی خاص وجہ؟

آپ نے ارشاد فرمایا "میرا نواسہ مجھ پر سوار ہو گیا تھا" میں نے اس کو ہٹانا مناسب نہ سمجھا، بلکہ سجدے کو طویل کر دیا۔

2- ایک مرتبہ آپ ﷺ گوشۂ دل اور لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہرہ کے گھر کے قریب سے گزر رہے تھے تو آپ ﷺ نے حضرت حسینؓ کے رونے کی آواز سنی۔ آپ ﷺ فوراً اندر آ گئے اور فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے حسینؓ کے رونے سے تکلیف ہوتی ہے۔

3- حضور اکرم ﷺ سے ایک صحابی حضرت امام حسینؓ کے زمانے تک زندہ تھے، مگر عمر زیادہ ہونے کے باعث سخت بیمار تھے۔ وہ بہت زیادہ بیمار ہوئے تو حضرت امام حسینؓ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ انہیں اس کی کچھ زیادہ فکر نہیں تھی، کیونکہ وہ جانتے تھے موت کا ایک دن مقرر ہے اور سب کو ایک دن فنا ہونا ہے انہیں صرف اس بات کی فکر تھی کہ ان کے سر پر قرض کا بوجھ ہے اور وہ موت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ مقروض اس دنیا سے رخصت ہوں۔ حضرت امام حسینؓ نے پریشانی کی وجہ دریافت کیا۔ انہوں نے وجہ بیان کر دی، آپؓ نے پوچھا کہ قرضہ کتنا ہے۔ صحابیؓ نے بتایا۔ ڈیڑھ ہزار درہم آپؓ نے فوراً کہا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ میں آپ کا قرضہ ابھی ادا کرتا ہوں۔ آپؓ اپنے گھر آئے اور ان کا سارا قرضہ ادا کر دیا۔

3- آپؓ عبادت و ریاضت میں بھی بہت زیادہ وقت صرف کرتے۔ آپؓ ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہتے۔ جب آپ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو خوف خدا کی وجہ سے آپؓ کا چہرہ زرد ہو جاتا اور جسم تھر تھر کانپنے لگتا۔

آپؓ عفو و درگزر میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

غلام عباس صابر ———— منڈی بہاؤالدین

غزلیں نظمیں

یہ عشق

چاہ کر بھی ہم تمہیں بھلا نہیں سکتے
سلگ رہی جو دل میں آگ بجھا نہیں سکتے
چاہتے ہیں تمہیں اور چاہیں گے لحد تک
شامل ہو میرے خون میں کہیں اور جا نہیں سکتے
مانگا ہے تجھے رب سے تو ہوا ہے گمان یہ
ہاں بن تیرے اُس سے کچھ اور چاہ نہیں سکتے
کرتے ہیں دعا ہر پل تیری خوشی کے لئے
خود اپنے لئے تو ہاتھ پھیلا نہیں سکتے
کہیں دنیا سے کچھ تو یہ توہین الفت ہے
بات دل کی مگر تم سے کوئی چھپا نہیں سکتے
مہک اٹھتی ہیں میری سانسیں جب سوچتا ہوں تمہیں
دیکھتا ہوں صرف تمہیں نظریں چرا نہیں سکتے
کیسے سمجھاؤں دنیا کو محبت ہے تو سب کچھ ہے
بنتے ہیں اسی سے تاج محل نفرت سے کچھ بنا نہیں سکتے

☆ .... مدثر عمران ساحل-تکواڑہ

ہم سے سیکھا ہے

ہوا نے چلنا تم سے ہی سیکھا ہے
ہر کام پر بدلنا تم سے سیکھا ہے
کبھی موج میں ہو تم تھم کے چلتی ہے
کبھی طوفان میں ڈھلنا تم سے سیکھا ہے
تم ہی سے لئے انداز گھٹاؤں نے
رم جھم برسنا تم سے سیکھا ہے
رنگ تمہارے گلستان میں نظر آتے ہیں
پھولوں نے کھلنا تم سے سیکھا ہے
شمع کو بھا گیا انداز تیرے جلنے کا
محفل کے لئے جلنا تم سے سیکھا ہے
ہم میں بھی کہاں تھی سخن تاب
ہم نے بھی شعر کہنا تم سے سیکھا ہے

☆ سردار محمد اقبال خان مستوئی-سردار گڑھ

غزل

وفا کی راہ بڑی پُرخار لگتی ہے
زیست آنسوؤں کی دیوار لگتی ہے
میں نے چاہا نہیں تھا پھر سے کسی کو
ہر سوچ اپنی غمگسار لگتی ہے
زندگی ڈھل گئی پھر غم کے سانچے میں
تیری ہر خوشی ہمیں یادگار سی لگتی ہے
جا کے کوئی نہیں آتا پھر زمانے میں
تیری یاد بھی اب تو پُرنور لگتی ہے
کسی سے جب ملاقات ہوئی ہے جاوید
اس کی ہر بات پھر ہمیں تلوار لگتی ہے

☆ .... محمد اسلم جاوید-فیصل آباد

کہا تھا ناں!

تم بدل جاؤ گے...... موسموں پہ پھر بھی
......اعتماد کیا تھا میں نے...... تیرے ہر
ستم پہ مسکرا دیتے...... تیری ہر ادا کو اپنا ہم
......خیال کا محور سمجھتے...... تیری محبت میں
پاگل ہو گئے...... تم سے اتنی امیدیں
وابستہ تھیں...... مگر میرا خیال فقط یہی تھا
موسم نہیں بدلتا...... بے وفائی سیکھی کہاں
سے تم نے...... میرے دل کو جلانا سیکھا
کہاں سے...... کہا تھا ناں!...... تم بدل
جاؤ گے...... موسموں پہ پھر بھی...... اعتماد
کیا تھا میں نے

☆ .... اے ڈی ناز-ساہیوال

غزل

نہیں ملتا دل کو سکون تیرے بغیر
زندگی میں کچھ مزہ ہی نہیں تیرے بغیر
اکیلا ہوتا ہوں تیری یادیں ہوتی ہیں
کسی محفل میں دل نہیں لگتا تیرے بغیر
تجھ سے دور ہوں مجبور ہوں میں
اِک پل کو سکون نہیں ملتا تیرے بغیر
سونی سی لگتی ہے ہر چیز
دل کی بستی ویران ہے تیرے بغیر
درد دل اب کیسے رُک [illegible] ہے
گہرا ہوا ہے زخم تیرے بغیر

☆ .... محمد ہارون قمر-بیج پور ہزارہ

اُسے کہنا یہ دنیا ہے

یہاں ہر موڑ پر ایسے بہت سے لوگ ملتے ہیں
جو اندر تک اترتے ہیں، ابد تک ساتھ رہنے کی
اکٹھے درد سہنے کی، ہمیشہ بات کرتے ہیں
اُسے کہنا یہ دنیا ہے
یہاں ہر شخص مطلب کی حدوں تک ساتھ چلتا ہے
جونہی موسم بدلتا ہے محبت کے سبھی دعوے
سبھی وعدے، سبھی قسمیں اچانک ٹوٹ جاتے ہیں
اُسے کہنا یہ دنیا ہے
یہاں ہر موڑ پہ اپنی سدا آنکھیں کھلی رکھنا
کوئی کتنا بھی اچھا ہو مگر اعتبار نہیں کرنا
یہاں پر پیار مت کرنا، یہاں پر پیار مت کرنا
اُسے کہنا یہ دنیا ہے

☆ .... شعیب شیرازی-جوہر آباد

ہر شخص کا ہو جانا

ہر درد کو چھین لینا ہر خواب میں کھو جانا......
کیا اپنی طبیعت ہے ہر شخص کا ہو جانا......
اک شہر بسا لینا بچھڑے ہوئے لوگوں کا
...... پھر شب کے جزیروں پر...... دل
تھام کے سو جانا موقع سخن کچھ ہوتا دیر
اسے تکنا...... ہر لفظ پہ رک جانا ہر بات پہ
کھو جانا...... کیا اپنی طبیعت ہے ہر شخص کا
ہو جانا...... آنا تو بکھر جانا سانسوں میں
مہک بن کر...... جانا تو کلیجے میں کانٹے
سے چبھو جانا...... جاتے ہوئے چپ
رہنا...... ان...... بولتی آنکھوں کے
خاموش تکلم سے پلکوں...... کو بھگو بھگو
جانا...... کیا اپنی طبیعت ہے ہر شخص کا ہو
جانا

☆...... عبدالوحید بندیال

شہزادہ عالمگیر کی یادمیں

روز محشر تک یہ دنیا تیرے گیت گائے گی
تیرے دیوانوں کو ایک پل بھی نیند نہیں آئے گی
یہ دیوانے کس کو حال دل سنائیں گے
ہمدرد نہ ملا تو بھی کو تیری یاد ستائے گی
آپ کے احسانات ہم کبھی بھی نہیں بھولیں گے
جب فرمائشیں پوری نہ ہوئیں تو آپ کی یاد آئے گی
اندھیری راتوں ساون کی برساتوں میں اکثر
تیرے دیوانوں کو تیری یاد تڑپائے گی
اے خدا ہمارے محسن کی قبر گلزار کر
سبھی کی زباں یہی لفظ دہرائے گی
بھری محفل میں بھی آپ کی یاد آ گئی عالمگیر
تو خدا کی قسم اسی وقت آنکھ بھر آئے گی

☆...... آصف سانول۔بہاولنگر

پیار کی بازی

یہی پیار کا صلہ ہے تو کوئی بات نہیں
یہ درد اس نے دیا ہے تو کوئی بات نہیں
اتنا بہت ہے کہ اس نے تھوڑی قدر کی
اب اس نے ٹھکرا دیا ہے تو کوئی بات نہیں
کس کی مجال ہے جو مجھے بے وفا کہے
اگر یہ آپ نے کہا ہے تو کوئی بات نہیں
یہ میرے بس میں کہاں تجھے چھوڑ سکوں بھلا
تو اگر مجھے چھوڑنا چاہتا ہے تو کوئی بات نہیں
تنہا تو مجھے ہونا تھا اس کے جانے کے بعد
لے دے کے ہم کو تو اس کے ہی سہارے تھے
ان کے سنگ جو گزری خوب گزری شائی
وہ بھی جیت سکے نہ بازی ہم ہی پیار میں ہارے تھے

☆. انتخاب: فاروق احمد شائی۔چکوال

تیری جدائی

چھوڑ دی تیری دنیا تیری خوشی کے لئے
جی سکیں گے نہ اب ہم کسی کے لئے
تیرا ملنا اور بچھڑنا اک خواب تھا
تیری چاہت تو تھی دل لگی کے لئے
میرے آنگن میں ہر سو اندھیرا رہا
چراغ ڈھونڈا بہت روشنی کے لئے
اپنی قسمت میں اشکوں کی سوغات تھی
ہم ترستے رہے اک ہنسی کے لئے
تیری جدائی سے بڑھ کر اور کیا غم ہو گا
زخم کافی ہیں یہی زندگی کے لئے

☆...... ایم شفیع تنہا۔امرہ خورد

غزل

سراپا عشق ہوں میں اب بکھر جاؤں تو بہتر ہے
جدھر جاتے ہیں یہ بادل ادھر جاؤں تو بہتر ہے
ٹھہر جاؤں یہ دل کہتا ہے تیرے شہر میں کچھ دن
مگر حالات کہتے ہیں کہ گھر جاؤں تو بہتر ہے
دلوں میں فرق آئیں گے تعلق ٹوٹ جائیں گے
جو دیکھا جو سنا اس سے مکر جاؤں تو بہتر ہے
یہاں ہے کون میرا جو مجھے سمجھے گا اے فراز
میں کوشش کر کے اب خود ہی سنور جاؤں تو بہتر ہے

☆ زیب ظہور احمد بلوچ۔ڈیرہ مراد جمالی

محبت کیسی ہوتی ہے

ہاں دیکھ لیا میں نے محبت کیسی ہوتی ہے
آنکھوں میں شرارے رکھتی ہے پر اندھوں جیسی ہوتی ہے
دکھ میں اکثر ہمدم سی زخموں پہ جیسے مرہم سی
پیار میں اکثر پیاری سی اور کچھ نفرت جیسی ہوتی ہے
ہاں دیکھ لیا میں نے محبت کیسی ہوتی ہے
دل میں ارادوں جیسی بھی ہاتھوں میں وعدوں جیسی بھی
دل دریاؤں کے رکھتی ہے پر حرارت جیسی ہوتی ہے
ہاں دیکھ لیا میں نے دیکھ لیا محبت کیسی ہوتی ہے
کافر کی اداؤں والی بھی شرک کی جیسے گالی بھی
بلو جا اک من داسی کی پر کہتے ہیں عبادت ہوتی ہے
ہاں دیکھ لیا میں نے دیکھ لیا محبت کیسی ہوتی ہے
چاند کے پہلو جیسی بھی اور خوشبو کے رشتوں ناطوں سی
آنکھوں میں اشکوں جیسی بھی اور شرارت جیسی ہوتی ہے
ہاں دیکھ لیا میں نے دیکھ لیا محبت کیسی ہوتی ہے
سوچوں میں ہے پرندوں سی قفس میں شاید درندوں سی
انسانوں سے کبھی کھیلتی ہے پھر بھی شرافت جیسی ہوتی ہے
ہاں دیکھ لیا میں نے دیکھ لیا محبت کیسی ہوتی ہے
فضول سی بس یہ ہوتی ہے بس ایسی ویسی ہوتی ہے

☆...... یاسر ساقی۔مانسہرہ

محبت

کبھی زندگی کا نام ہے محبت
کبھی موت کا پیغام ہے محبت
کبھی محبت سے ملتی ہے خوشی
کبھی غم کی شام ہے محبت
کبھی محبت آنسو کی بارش ہے
کبھی ہنسی کا جام ہے محبت

کبھی محبت دل کی جلن
کبھی دل کا آرام ہے محبت
کبھی محبت ہے بے نام زندگی
کبھی زندگی کہتی ہے میرا نام ہے محبت
☆ انتخاب: سید عبادت علی-ڈی آئی خان

غزل

رسم سجدہ بھی اٹھا دی ہم نے
عظمت عشق بڑھا دی ہم نے
جب کوئی تازہ شگوفہ پھوٹا
کی گلستان میں منادی ہم نے
جب چمن میں نہ کہیں چین ملا
در زندان پہ صدا دی ہم نے
آنچ صیاد کے گھر تک پہنچی
اتنی شعلوں کو ہوا دی ہم نے
خون دل سے در میخانہ پر
تیری تصویر بنا دی ہم نے
دل کو آنے لگا بسنے کا خیال شاد
آگ جب گھر کو لگا دی ہم نے
☆ محمد آفتاب شاد-کوٹ ملک دوکوٹہ

غزل

بہاروں کی مستی کا اکثر اچھا نہیں ہوتا
شجر سوکھا ہوا ہو تو ثمر اچھا نہیں ہوتا
جو ممکن ہو تو راستے سے کوئی جگنو پکڑ لینا
اندھیری رات کا تنہا سفر اچھا نہیں ہوتا
ملو کچھ اس طرح کہ دل آپس میں مل جائیں
تعارف دوستوں سے مختصر اچھا نہیں ہوتا
وہیں بیٹھو جہاں سایہ ملے اپنے درختوں کا
کسی کے گھر کے آنگن کا شجر اچھا نہیں ہوتا
اچھا ہوا ہم دہلیز ہی سے پلٹ آئے عباس
جہاں اپنے نہ بستے ہوں وہ گھر اچھا نہیں ہوتا
☆ ... غلام عباس جتوئی-محمد پور دیوان

بے قرار نہ کر

سامنے آ کر مجھے اور بے قرار نہ کر
ماضی کی یادوں کو اور تازہ نہ کر
کیوں خوش ہو مجھے جلتا دیکھ کر
میرے ان زخموں کو اور تازہ نہ کر
رنج و الم وابستہ ہیں ساتھ میرے
منہ پہ پھیکی مسکراہٹ لایا نہ کر
نشہ ہو جاتا ہے دیکھتے ہی تجھے
اور ہمیں مزید جام پلایا نہ کر
اب تو تمنا نہیں رہی دل میں میرے
اتنی پیاری یادیں دل میں بسایا نہ کر
مرنے کے بعد تیری روح کو چین نہ ہوگا
بار بار کہتا ہے مجھ کو ستایا نہ کر
☆ .... حسن رضا-رکن ٹی

تو کہاں نہیں ہے

آنکھوں کی تختیوں پہ کیا کیا بیاں نہیں ہے
یہ جب تلک ہوں زندہ دل بے زباں نہیں ہے
تم بہہ رہے ہو میرے احساس کی رگوں میں
کوئی فاصلہ ہمارے اب درمیاں نہیں ہے
رنج و الم کے جالے پڑ جائیں جن دلوں میں
اُن سے بڑا کوئی بھی اجڑا مکاں نہیں ہے
میری روح کی بقا ہے تیرے تصوروں میں
تمہیں موت بھی بھلا دے تو وہ گماں نہیں ہے
تقدیر کو نہ جانے تھا کیا عناد ہم سے
ہر سانس یوں لگا کہ یہ مہرباں نہیں ہے
بے ذوق سے جہاں میں میرا فن بھٹک رہا ہے
جو اس کو جان پاتا وہ قدرداں نہیں ہے
لفظوں کی دھڑکن میں سوچوں کی آنکھوں میں
تو ہی بتا جاناں کہ تو کہاں نہیں ہے
جھرنا نشاط گل کا کریم کی ٹہنیوں سے
اب گلستانِ لب میں ایسا سماں نہیں ہے
☆ .... کریم بگٹی-سوئی گیس فیلڈ

بارش برستی ہے

ہر روز جب شام ڈھلتی ہے ...... تمام پرندے اپنے گروں کو چلے جاتے ہیں ...... جب رات کو آسمان پر چاند ستارے چمکتے ہیں ...... جب سورج کی کرنیں زمین پر روشنی بکھیرتی ہیں ...... جب بارش برستی ہے جب شمع ساری رات جلتی ہے ...... جب نیند نہیں آتی ...... جب محبت جاگتی اور زمانہ میٹھی نیند سوتا ہے ...... ان لمحوں میں مجھے صرف تم یاد آتی ہو
☆ .... ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ

غزل

شب بھر میرے دل کو جلایا نہ کرو
یوں تم میری آنکھوں کو رلایا نہ کرو
دے کر غم دنیا بھر کے میری جھولی میں
پھر کتنے ہو کہ یہ آنسو بہایا نہ کرو
کسی ٹوٹے ہوئے دل کی بددعا نہ لگ جائے
دل توڑ کر کسی کا تم مسکرایا نہ کرو
تم سمجھا کرو کسی کے آنسوؤں کی قدر
یوں کسی کی راہوں میں کانٹے بچھایا نہ کرو
بہت عجب ہوتے ہیں یہ دلوں کے رشتے
چند لمحے ساتھ رہ کر کسی کو بھلایا نہ کرو
فقط تم بھی انسان ہو ہمارے جیسے واصف
پھر یوں آسمانوں سے دل لگایا نہ کرو
☆ ..... واصف علی آرائیں-بھریا روڈ

غزل

میری داستان حسرت وہ سنا سنا کے روئے
میرے آزمانے والے مجھے آزما کے روئے
کوئی ایسا اہل دل ہو کہ افسانہ اے محبت

میں اسے سنا کے روؤں وہ مجھے سنا کے روئے
میری آرزو کی دنیا دل ناتواں کی حسرت
جسے کھو کے شادماں تھے آج اسے پا کے روئے
تیری کچھ اداؤں پر تیری بے وفائیوں پر
کبھی سر جھکا کے روئے کبھی منہ چھپا کے روئے
جو سنائے اپنے شب غم کی آپ بیتی
کئی رو کے مسکرائے کئی مسکرا کے روئے
☆ .... بوٹا دکھی-بہاولپور

غزل

مرنے کی دعائیں کیوں مانگوں جینے کی تمنا کون کرے
یہ دنیا ہو یا وہ دنیا اب خواہش دنیا کون کرے
جب کشتی ثابت و سالم تھی ساحل کی تمنا کس کو تھی
اب ایسی شکستہ کشتی پہ ساحل کی تمنا کون کرے
جو آگ لگائی تھی تم نے اس کو تو بجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے
دنیا نے ہمیں چھوڑا برسوں ہم چھوڑ نہ دیں کیوں دنیا کو
دنیا کو سمجھ کر بیٹھے ہیں اب دنیا دنیا کون کرے
☆ ..... پرنس عبدالرحمٰن گجر-نین لانجھ

غزل

رخصت ہوا تو میری بات مان کر گیا
جو اس کے پاس تھا وہ مجھے دان کر گیا
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا
دلچسپ واقعہ ہے کہ کل اک عزیز دوست
اپنے مفاد پر مجھے قربان کر گیا
کتنی سدھر گئی ہے جدائی میں زندگی
ہاں وہ جفا سے مجھ پہ احسان کر گیا
منیر میں بات بات پہ کہتا تھا جس کو جان
وہ شخص آخرش مجھے بے جان کر گیا
☆ انتخاب: محمد منیر تنہا-جلالپور پیروالہ

جی تو چاہتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور لکھوں
...... مگر پھر میں سوچتا ہوں ...... اگر میں
کچھ لکھوں گا تو ...... اس تحریر میں لازمی
...... تیرا نام بھی آئے گا ...... مگر ...... میں
اپنی تحریر میں تو ...... تیرا نام لانا نہیں چاہتا
...... اور ہاں ...... تیرے نام کے علاوہ
...... میں کوئی اپنی تحریر ...... تو میں لکھ نہیں
سکتا ...... کیوں کہ ...... تم تو میری زندگی
ہو ...... اور جان تمنا ہوں ...... اور کوئی
اپنی جان کے بغیر ...... زندہ نہیں رہ سکتا
☆ ..... مسٹر ایم ارشد وفا-گوجرانوالہ

ٹوٹے دِل کی دعا

دو پل ساتھ چل کر چھوڑ دیا تم نے
وفا کی ڈوری کو توڑ دیا تم نے
ذرہ بھر بھی تم نے خیال کیا نہ ہمارا
میری روح کے تاروں کو جھنجھوڑ دیا تم نے
کہاں گئیں وہ قسمیں وہ تیرے وعدے
کیوں ہم سے مکھ موڑ لیا تم نے
خوش رہو ہمیشہ یہی ہے دعا میری
بیشک اس معصوم دل کو توڑ دیا تم نے
☆ .... محمد محسن ساغر-عارف والہ

غزل

کسے کہوں اس جہان میں اپنا
جو تھے اپنے وہ بیگانے بن گئے
دل میں آباد تھے جو خوشیوں کے چمن
وہ چمن اب ویرانے بن گئے
بسائے تھے جو پھول دامن میں
وہ پھول اب کانٹے بن گئے
پیار کرنا سکھایا تھا جنہوں نے ہمیں
اب وہی پیار سے انجانے بن گئے
کسے کرے گا اب تو گلہ یاسر
آنسو تو تیرا مقدر بن گئے
☆ .... یاسر ساقی-مانسہرہ

غزل

وہ اس انداز کی مجھ سے محبت چاہتا ہے
مرے ہر خواب پر اپنی حکومت چاہتا ہے
مرے ہر لفظ میں جو مجھ سے بڑھ کر بولتا ہے
مرے ہر لفظ کی مجھ سے وضاحت چاہتا ہے
بہانہ چاہئے اس کو اب ترکِ وفا کا
میں خود اس سے کروں کوئی شکایت چاہتا ہے
اسے معلوم ہے میرے پروں میں دم نہیں ہے
مرا صیاد اب مجھ سے بغاوت چاہتا ہے
وہ کہتا ہے کہ میں اس کی ضرورت بن چکی ہوں
تو گویا وہ مجھے حسب ضرورت چاہتا ہے
کبھی اس کے سوالوں سے مجھے لگتا ہے ایسے
کہ جیسے وہ خدا ہے اور قیامت چاہتا ہے
اسے معلوم ہے میں نے سچ لکھا ہے
وہ پھر بھی جھوٹ کی مجھ سے حمایت چاہتا ہے
☆ .... جنید اقبال-اٹک

گمنام سپاہی

میں اس دھرتی کا اک گمنام سپاہی ہوں
میں نے اپنی جان اس دھرتی پر وار دی
میں نے اپنا آج تمہارے کل پر وار دیا
میں نے اپنے ہو سے اپنے پرچم کی آبیاری کی
ہر سال میری فرضی قبر پر پھول چڑھائے جاتے ہیں
میری اصل قبر کہاں ہے یہ مجھے بھی معلوم نہیں
کیونکہ میں اس دھرتی کا اک گمنام سپاہی ہوں
میری گمنام قبر پر کوئی بلبل اپنی
میٹھی سی آواز میں کوئی بول بولتا ہے
کوئی جگنو اندھیری رات میں آ کر اس جگہ کو جگاتا ہے
آنے والوں کو وہ منزل کا پتہ بتاتا ہے
میری اصل منزل کہاں ہے یہ مجھے بھی معلوم نہیں

جانِ تمنا

کیونکہ میں اس دھرتی کا اک گمنام سپاہی ہوں
☆ .... واصف مغل

کچھ نہیں

درد و غم کے سوا عشق میں کیا ملا کچھ نہیں
جو تھا کھو بیٹھے حاصل ہو کچھ نہیں
میں نے لکھ کے بھیجا تھا کیا لگتا ہوں تیرا
اس نے لکھ کے بھیجا کچھ نہیں
میں نے کہا رک جا میں جاگوں تیرے بن
وہ ایسے چل پڑا جیسے سنا اس نے کچھ نہیں
آج اک بزرگ کی آنکھیں بھر آئیں میری حالت دیکھ کر
پھر اس نے کہا تیری لکیروں میں لکھا کچھ نہیں
☆ ... ظہیر عباس انجم کمبوہ-حاصل پور

یاد

آج ہمدرد مجھے یاد پرانے آئے
پھر تصور میں وہی گزرے زمانے آئے
یاد آئی وہ سر شام کی محفل اپنی
یاد وہ رات کے کچھ خواب سہانے آئے
ایک مدت سے میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں
ایک منظر جو مرا چین چرانے آئے
وہ اگر مجھ سے خفا ہے تو کوئی بات نہیں
وہ کسی سے ملنے کے بہانے آئے
میری اتنی ہی تمنا ہے میرے ساتھ چلے
کب یہ کہتا ہوں کہ میرے ناز اٹھانے آئے
☆ .... راجیہ عمر-تھوتھال

اچھا لگا

میری زندگی میں اس کا آنا
آ کر مسکرانا اچھا لگا
ارباب وفا کو چھوڑ کر
بے وفا سے دل لگانا اچھا لگا
خوشیوں سے بڑھ کر غم ملیں زندگی میں
لیکن پھر بھی غموں میں مسکرانا اچھا لگا
کشتی بھی تھی سمندر بھی تھا کنارہ بھی تھا عباس
لیکن پھر بھی اس پاگل دل کو ڈوب جانا اچھا لگا
☆ .... عباس علی گجر-چکسواری

غزل

بہت دلکش ہے تیری یہ تصویر
مگر تم ہو کسی اور کی تقدیر
میں اپنی محبت کو عنوان نہیں دے سکتا
اس جہاں میں نہیں ایسی کوئی تحریر
سارا جہاں مجھ سے لے لو جاناں
میری ہستی کو بنا لو اپنی جاگیر
میں تیرے اخلاق کا گرویدہ ہوں
میں اپنی گفتگو میں ہوں حقیر
تیرے کوچے میں کھائے ہیں کئی پتھر
لیکن میں تیرے ہی در کا ہوں فقیر
راہ میں پتھر اور پا میں کانٹے بچھا دو
رہوں گا میں اس منزل کا راہگیر
دامن میرا لہولہان ہوا ہے زیب
تیری چاہ میں کھائے ہیں کئی تیر
☆ ..... ڈاکٹر اورنگزیب بھٹی-گجرات

ہاتھوں کی لکیریں

اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو پڑھ کر دیکھا ساجن
جلتے ہوئے سورج کو تنہا دیکھا ساجن
ستاروں کی بارات میں چاند بھی اکیلا
روتے ہوئے تنہائی میں چاند کو دیکھا ساجن
نہ کرو ناز جوبن پہ اپنے کلیو!
ٹوٹی ہوئی شاخوں سے کلیوں کو دیکھا ساجن
سانسوں میں رم جھم بوندوں کی بارش
کسی کی یاد میں کسی کو روتے ہوئے دیکھا ساجن
ہاتھوں کی لکیروں کو کون مانتا ہے کنول
آج بغیر ہاتھوں کی تقدیر کو دیکھا ساجن
☆ .... اے ڈی کنول-ڈھلیار

کبھی یاد کرو

وہ میری محبت کو خیال سمجھ کے بھول گئے
ماضی کا قصہ ماضی کا سال سمجھ کے بھول گئے
لکھے تھے اُن کے نام محبت کے ہزاروں خط
وہ ایک شکاری کا جال سمجھ کے بھول گئے
کیا وہ مجھ سے محبت کرتا ہے دل و جاں سے
وہ کسی نصاب کا سوال سمجھ کے بھول گئے
لکھا تھا ایک تحفہ بھیجا ہے اُن کے نام
وہ اُسے دسمبر کی شال سمجھ کے بھول گئے
اُسے کہنا پھر آیا ہے موسم بہار کا
افسوس صد افسوس وہ سلسلہ وصال سمجھ کے بھول گئے
رضا وہ کیا جانے محبت کے مرحلوں کو
جو محبت کو ایک وبال سمجھ کے بھول گئے
☆ .... منیر رضا-ساہیوال

غزل

دل کی چوکھٹ پہ جو اک دیپ جلا رکھا ہے
تیرے لوٹ آنے کا امکان سجا رکھا ہے
سانس تک بھی نہیں لیتے ہیں تجھے سوچتے وقت
ہم نے اس کام کو بھی کل پہ اٹھا رکھا ہے
روٹھ جاتے ہو تو کچھ اور حسیں لگتے ہو
ہم نے یہ سوچ کے ہی تم کو خفا رکھا ہے
تم جسے روتے ہوئے چھوڑ گئے تھے اک دن
ہم نے اسی شام کو سینے سے لگا رکھا ہے
چین لینے نہیں دیتا کسی طور مجھے
تیری یادوں نے جو طوفان اٹھا رکھا ہے
جانے والے نے کہا تھا کہ وہ لوٹے گا ضرور
اک اسی آس پہ دروازہ کھلا رکھا ہے
مجھ کو کل شام سے وہ یاد بہت آنے لگا
دل نے مدت سے جو اک شخص بھلا رکھا ہے
☆ ..... خالد فاروق آسی-فیصل آباد

غزل

اک مدت تک میں اس کی ضرورت بنا رہا
پھر یوں ہوا کہ اس کی ضرورت بدل گئی
چلتا رہا ساتھ میرے وہ بہت دیر تک
پھر یوں ہوا کہ اس کی منزل بدل گئی
وہ اکثر کہتا تھا عادت ہے میری ٹوٹ کر پیار کرنا
پھر یوں ہوا کہ اک دن اس کی عادت بدل گئی
اس نے خوابوں میں تعبیر کیا تھا اک تاج محل
پھر یوں ہوا کہ اس کے خوابوں کی تعبیر بدل گئی
یاد آیا وہ آج بہت شدت سے
پھر یوں ہوا کہ میری زندگی کی شام بدل گئی

☆ .... نرگس ناز-سکھر

غزل

آ میرے آنگن میں ذرا شام کے بعد
مل کے مانگیں گے محبت کی دعا شام کے بعد
جن کی تقدیر میں خواب نہیں نیند نہیں
اوڑھ لیتے ہیں ستاروں کی ردا شام کے بعد
آؤ مل بیٹھ کے کچھ وقت گزاریں جاناں
میں سناؤں تجھے، تو اپنی سنا شام کے بعد
تم مجھے چھوڑ گئے شام سے پہلے پہلے
یہ نہ پوچھو میرا کیا حال ہوا شام کے بعد
تم یہاں تھے تو ہر اک شام بھی رہتی تھی
اب تو لگتا ہے شام ہوتی نہیں شام کے بعد

☆ .... یٰسین احمد-میانوالی

غزل

آنکھوں سے کہو پیار کا انداز نہ بدلیں
سانسوں سے کہو درد کا یہ ساز نہ بدلیں
آئے گا کبھی پیار کا موسم بھی کسی روز
دھڑکنوں سے کہو روح کا ہم راز نہ بدلیں
یوں سوچنا اور جاگنا قسمت میں ہے دن رات
یادوں سے کہو پیار کی پرواز نہ بدلیں
ملتے ہیں دور جا کر دریا کے دو کنارے
چاہت سے کہو سفر کا انداز نہ بدلیں
بنتے ہیں ہر آہٹ میں اس کے آنے کی آواز فقط
پاؤں سے کہو چلنے کا انداز نہ بدلیں

انتخاب اعجاز احمد چدھڑ-ننکانہ صاحب

غزل

ہم کہ مجرم خوشی کے مجرم ہیں
لوگ اب زندگی کے مجرم ہیں
اور کوئی گناہ ہے یا نہیں
سجدے بے خودی کے مجرم ہیں
استغاثہ ہے راہ و منزل میں
راہزن راہبری کے مجرم ہیں
مے کدے میں شور کس کا ہے
بادہ کش بندگی کے مجرم ہیں
ہم فقیروں کی زندگی پہ نہ جا
خدمت آدمی کے مجرم ہیں

☆ .... ماہ پارہ-چوکی

کسی سے باتیں کریں

روٹھ گئیں گلشن سے بہاریں کسی سے بات کریں
کیسے منائیں کس کو پکاریں کسی سے بات کریں
ہم نے خود ہی پیدا کی ہے ایک نئی تہذیب
آنکھ گل دل میں نکھاریں کسی سے بات کریں
روٹھ گئی گلشن سے بہاریں کسی سے بات کریں
ہم کیسے شام گزاریں کسی سے بات کریں
قاتل وقت ہوا ہے ہم سے کیوں اتنا ناراض
خود کو اور کہاں تک ماریں کسی سے بات کریں
روٹھ گئی گلشن سے بہاریں کسی سے بات کریں
آگ لگاتا ہے تو دل کو پیار کی آگ لگا
تو ہی بتا جلتی دیواریں کسی سے بات کریں
روٹھ گئی گلشن سے بہاریں کسی سے بات کریں

☆ .... محمد سعید احمد شیخ

تم یاد آئے

میرے دل کے اجڑے آنگن میں
کوئی پھول کھلا تم یاد آئے
تیرے شہر کے بسنے والوں میں
کوئی شخص ملا تم یاد آئے
وہ کہتا تھا کہ بعد میرے، بس یاد مجھے تم کرنا
سچ پوچھو کسی کی آنکھوں سے
کوئی اشک گرا تم یاد آئے
دن بھر تو میں اس دنیا کے
کاموں میں ہی کھویا رہا
دن گزرا اور دیواروں سے
جب دھوپ ڈھلی تم یاد آئے
ہاں تم یاد آئے بہت یاد آئے سحر

☆ .... غلام شبیر سحر-بھلوال

وہ جو ہمارے دل میں رہتا ہے

ہم ساری عمر...... اک معصوم سی خواہش ...... اپنے دل میں لئے پھرتے ہیں...... کسی کے دل میں گھر کرنے کی...... کسی کو اپنا بنانے کی...... ہم نہ جانے کیا کیا کرتے ہیں...... اس وقت ہم بھول جاتے ہیں...... اس ایک ذات کو...... جو ہمارے دل میں رہتا ہے...... جو ہم سے محبت کرتا ہے...... جو صرف ہماری اک توبہ سے معاف کر دیتا ہے...... ہماری ساری خطاؤں کو

☆ .... ایس امتیاز احمد-کراچی

قطعہ

ہم پھول سمجھ کے جس کو ہونٹوں سے لگا بیٹھے
وہ پھول نہیں انگارہ تھا ہونٹوں کو جلا بیٹھے
پھول کے رنگ سا رنگ تھا اس کا
جمیل فدا خیرپوری دھوکا کھا بیٹھے

☆ . جمیل فدا خیرپوری-خیرپور میرس

❖▲❖

بات سچی زباں پہ لاؤں میں
جھوٹی قسمیں کبھی نہ کھاؤں میں
کہنا اپنے بڑوں کا مانوں میں
اور اسی میں بھلائی جانوں میں
اپنے اعمال پر ہوں شرمندہ
ہوں کرم کی امید پر زندہ

☆ -------- واصف علی آرائیں- بھریار روڈ

غزل

بے ربط سے تحریر عبارت نہیں ہوتی
ہاتھوں کی لکیروں میں تو قسمت نہیں ہوتی
سجدے میں دکھاوا ہو تو سجدہ نہیں ہوتا
گردن کے جھکنے سے عبادت نہیں ہوتی
وہ شخص محبت سے ہمیشہ رہا محروم
اوروں کے لئے جس کے دل میں محبت نہیں ہوتی
چہرے کا سنگھار کبھی نہیں گیا نہ کم ہوا ہے
سیرت کے بنا کبھی صورت نہیں ہوتی
شہکار کی تکمیل میں شامل نہ ہوا ہے گو فکر ہادی
تصویر تو بن جاتی ہے یہ مورت نہیں ہوتی

☆ ---- حماد ظفر ہادی- منڈی بہاؤالدین

غزل

میری ہر اک ادا میں چھپی تھی اس کی محبت
اس نے محسوس نہ کیا یہ اور بات ہے
میں نے ہر دم اس کے خواب دیکھے
مجھے تدبیر نہ ملی یہ اور بات ہے
میں نے جب بھی اس سے بات کرنا چاہی
مجھے الفاظ نہ ملے یہ اور بات ہے
میں اس کی محبت میں بہت دور تک گیا
مجھے ساحل نہ ملا یہ اور بات ہے
قدرت نے تو لکھا تھا اسے میری قسمت میں ہادی
لیکن ہم نہ تھے اس کی قسمت میں یہ اور بات ہے

☆ -------- حماد ظفر ہادی- گوجرہ

غزل

تیرے بعد کیسی ہے حالت نہ پوچھو
اٹھانے پڑے کتنے ذلت نہ پوچھو
ہے ویران دنیا جہاں لٹ گیا ہے
کیسے ٹوٹی ہو پر قیامت نہ پوچھو
وہ رنگین راتیں وہ خوشیوں کے لمحے
ہوئے چور کیسے وہ چاہت نہ پوچھو
تمہیں زندگی سے بڑھ کر زیب چاہا
تمہاری تھی کتنی ضرورت نہ پوچھو

☆ - زیب ظہور احمد بلوچ- ڈیرہ مراد جمالی

غزل

تمہارے خط میں نیا اک سلام کس کا تھا
نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا
وہ قتل کر کے مجھے ہر کسی سے پوچھتے ہیں
یہ کام کس نے کیا ہے یہ کام کس کا تھا
وفا کریں گے نبھائیں گے بات مانیں گے
تمہیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا
نہ پوچھ کچھ تھی کس کی وہاں نہ آؤ بھگت
تمہاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا
تمام بزم جسے سن کے رہ گئی مشتاق
کہو وہ تذکرۂ ناتمام کس کا تھا
ہمارے خط کے تو پرزے کئے پڑھا بھی نہیں
سنا جو تو نے بدل وہ پیام کس کا تھا

☆ - زیب ظہور احمد بلوچ- ڈیرہ مراد جمالی

عدل

کسی سے بات کرنا بولنا اچھا نہیں لگتا
تجھے دیکھا ہے جب سے دوسرا اچھا نہیں لگتا
تیری آنکھوں میں جب سے میں نے اپنا عکس دیکھا
میرے کو کوئی آئینہ اچھا نہیں لگتا
تیرے بارے میں دن بھر سوچتا رہتا ہوں میں لیکن
تیرے بارے میں سب سے پوچھتا اچھا نہیں لگتا
میں یہاں اس عمر بھر برباد رہتے ہیں
یہ درد ہے ایسے کچا گھڑا اچھا نہیں لگتا
میں اب چاہت کی اس منزل پر آ پہنچا ہوں
تیری جانب کسی کا دیکھنا اچھا نہیں لگتا
میں تیرے ساتھ رہوں زندگی کی طرح
یہ اور بات ہے کہ زندگی وفا نہ کرے

☆ - اعجاز اشرف ساگر جٹ- بورے والا

غزل

یہ پیار بھی راحت ہے دنیا نہیں سمجھے گی
دل والوں کی دولت ہے دنیا نہیں سمجھے
احساس کی خوشبو میں چاہت کی ہوا چھائی
اللہ کی عنایت ہے دنیا نہیں سمجھے گی
کیا چین ملے دل کو اب ہوش ہوش نہیں آتا
اک ایسی قیامت ہے دنیا نہیں سمجھے گی
بدنام زمانے میں ہر دل کو یہ کرتی ہے
چاہت وہ شہرت ہے دنیا نہیں سمجھے گی
اے دوستو وفاؤں کی عظمت کو سمجھنے میں
اک دل کی ضرورت ہے دنیا نہیں سمجھے گی

☆ ----- مدثر حسین بلوچ- چک واں دلاور

پرانی یادیں

میری محبت کو وہ خواب سمجھ کے بھول گئے
پرانی کتاب کا پرانا باب سمجھ کے بھول گئے
کل تک تو وہ مجھ میں تھا بڑا محو
آج مجھ کو قطرہ شراب سمجھ کے بھول گئے
ذرا سوچو تو ماضی کی یادوں میں ہم اور تم
خیالوں کی پرانی کتاب سمجھ کے بھول گئے
سرگوشیاں آج بھی بتائیں گی میری بیقراری کا عالم
وہ صفحۂ زیست کو عذاب سمجھ کے بھول گئے
مجھ میں کون میرے دن رات شمار کرتا ہے
وہ قصۂ سوال و جواب سمجھ کے بھول گئے
نئے پھولوں کے خریدار تھے وہ رضا
شاید ہماری دوستی نایاب سمجھ کے بھول گئے

☆ ------------ منیر رضا- ساہیوال

غزل

وہ گیا کہ ابھی تک لوٹ نہ سکا
لوٹ آنے کی بہت دعا کی ہم نے
دل آئینہ میں آج بھی ہے تیری تصویر
تیری یادوں سے بھی وفا کی ہم نے
کوئی اس طرح تنہا چھوڑ نہیں جاتا
کون سی ایسی خطا کی ہم نے
تمہیں ٹوٹ کے چاہا زمانے سے

تجھ پہ ہر پل جان فدا کی ہم نے
ہماری جان جانے سے تیری محفل کا تھا بھرم
تیرے لئے یہ قیمت بھی ادا کی ہم نے
کون اتنا اسے پیار دے گا رضا
اس کی محبت میں ٹوٹ جانے کی التجا کی ہم نے
☆ ------ منیر رضا۔ساہیوال

غزل

درد بڑھتا ہی رہے ایسی دوا دے جاؤ
کچھ نہ کچھ میری وفاؤں کا صلہ دے جاؤ
یوں نہ جاؤ کہ میں رو بھی نہ سکوں فرقت میں
میری راتوں کو ستاروں کی ضیاء دے جاؤ
اک بار آؤ کبھی اتنے اچانک پن سے
ناامیدی کو تحیر کی سزا دے جاؤ
دشمنی کا کوئی پیرایہ نادر ڈھونڈو
جب بھی آؤ ہمیں جینے کی دعا دے جاؤ
وہی اخلاص و مروت کی پرانی تہمت
دوستو کوئی تو الزام نیا دے جاؤ
کوئی صحرا اگر راہ میں آئے جانی
دل یہ کہتا ہے اک بار صدا دے جاؤ
☆ ------ ایم جنید جانی۔اکبر پورہ

غزل

دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے
گور کس دل جلے کی ہے یہ فلک
شعلہ اک صبح یاں سے اٹھتا ہے
بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو
جو تیرے آستاں سے اٹھتا ہے
تو اٹھے آہ اس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہاں سے اٹھتا ہے
عشق اک جانی بھاری پتھر ہے
کب یہ تجھ ناتواں سے اٹھتا ہے
☆ ------ محمد جنید جانی۔اکبر پورہ

غزل

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے
جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
یہ تیری پری چہرہ لوگ کیسے ہیں حسن
غمزہ و عشوہ ادا کیا ہے
☆ ------ حسن رضا۔رکن شی

غزل

ہم تم ہوں گے بادل ہو گا
رقص میں سارا جنگل ہو گا
وصل کی شب اور اتنی کالی
ان آنکھوں میں کاجل ہو گا
کس نے کیا مہمیز ہوا کو
شاید ان کا آنچل ہو گا
پیار کی راہ پہ چلنے والے فراز
رستہ سارا دلدل ہو گا
☆ ------ حسن رضا۔رکن شی

غزل

ملیں ہم کبھی تو ایسے کہ حجاب بھول جائے
میں سوال بھول جاؤں تو جواب بھول جائے
تو کسی خیال میں ہو اور اسی خیال ہی میں
کبھی میرے راستے میں تو گلاب بھول جائے
کبھی تو جو پڑھنے بیٹھے مجھے ہر حروف میں دیکھے
تیری آنکھیں بھیگ جائیں تو کتاب بھول جائیں
ترے ذہن پر ہو حاوی میری سوچ اس طرح سے
کہ تو اپنی زندگی کا یہ نصاب بھول جائے
تو جو دیکھے میری جانب تو بچوں کی طرح
تجھے دیکھ لوں تیری مستوں نگاہوں کی طرف
تیری نگاہوں کا اتنا اثر کہ میں شراب بھول گیا
☆ ------ آصف کنول۔گونیاں

چاند ستارے

کٹ گئے مجھ سے مرے چاند ستارے لوگو!
کوئی تو شخص مجھے چھت سے پکارے لوگو!
اس نے سندور کسی اور کی چاہت کا بھرا
وہ مجھے چھوڑ گیا کس کے سہارے لوگو!
اس کی خوشبو میرے آنگن میں اتر آئی ہے
اب کوئی آ کے میری زلف سنوارے لوگو!
کتنا دشوار تھا وہ چند مہینوں کا سفر
کس طرح میں نے وہ دن رات گزارے لوگو!
مجھ کو یہ زعم اسے بھول کے جی لینا ہے
مجھ سے پورے نہ ہوئے اس کے خسارے لوگو
☆ ------ ڈاکٹر رئیس اقبال شاد۔جہلم

روکتا کیوں؟

اسے کیوں روکتا جانے سے پہلے
وہ خود ہی سوچتا جانے سے پہلے
کبھی توڑا نہ اس نے خامشی کو
وہ کچھ تو بولتا جانے سے پہلے
مجھے پہلے ہی اس نے کچھ دیا تھا
وہ کس سے پوچھتا جانے سے پہلے
جو دل میں لوٹنے کی بات ہوتی
نہ آنچل بھیگتا جانے سے پہلے
اگر ملنا وفا کی شرط ہوتی
گھڑا کیوں ڈوبتا جانے سے پہلے
برا دل کا اگر ہوتا وہ رئیس
نہ مڑ کر دیکھتا جانے سے پہلے
☆ ------ ڈاکٹر رئیس اقبال شاد۔جہلم

غزل

تمہیں جب کبھی ملیں فرصتیں
میرے دل سے بوجھ اتار دو
میں بہت دنوں سے اداس ہوں
مجھے کوئی شام ادھار دو
مجھے اپنے روپ کی دھوپ دو
کہ چمک سکیں میرے خال و خد
مجھے اپنے رنگ میں رنگ دو
میرے سارے زنگ اتار دو
کسی اور کو میرے حال سے

نہ غرض ہے نہ کوئی واسطہ
میں بکھر گیا ہوں سمیٹ لو
میں بگڑ گیا ہوں سنوار دو
میری وحشتوں کو بڑھا دیا
تیری جدائیوں کے عذاب نے
میرے دل پہ ہاتھ رکھو
ذرا میری دھڑکنوں کو قرار دو
کوئی بات کرنی ہے چاند سے
کسی شاخسار کی اوٹ میں
مجھے راستے میں یہیں کہیں
کسی کنج گل میں اتار دو

☆ ---------- ایم مجاہد چاند۔فیصل آباد

غزل

شمع مزار تھی نہ کوئی سوگوار تھا
تم جس پہ رو رہے تھے یہ کس کا مزار تھا
تڑپوں گا عمر بھر دل مرحوم کے لئے
کم بخت نامراد لڑکپن کا یار تھا
سودائے عشق اور ہے وحشت کچھ اور شے
مجنوں آ کا کوئی دوست فسانہ نگار تھا
جادو ہے یا طلسم تمہاری زبان میں
تم جھوٹ کہہ رہے تھے مجھے اعتبار تھا
کیا کیا ہمارے سجدے کی رسوائیاں ہوئیں
نقش قدم کسی کا سرراہ گزر تھا
اس وقت تو وضع میں آیا نہیں فرق
تیرا کرم شریک جو پروردگار تھا

☆ ---------- آصف کنول۔گونیاں

کنگن

کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا
تو بڑے پیار سے چاؤ سے بڑے مان کے ساتھ
اپنی نازک سی کلائی میں چڑھاتی مجھ کو
اور بے تابی سے فرقت کے خزاں لمحوں میں
تو کسی سوچ میں ڈوبی جو گھماتی مجھ کو
میں تیرے ہاتھ کی خوشبو سے مہک سا جاتا
جب کبھی موڈ میں آ کر مجھے چوما کرتی
تیرے ہونٹوں کی میں حدت سے دہک سا جاتا
کچھ نہیں تو یہی بے نام سا بندھن ہوتا
کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا

☆ ---------- محمد عمران بٹ۔ڈھوک ڈل

غزل

دل میں یکطرفہ محبت کو چھپا رکھا ہے
تو نے جو مجھ سے نہ ملنے کی قسم کھائی ہے
ہم تمہیں پیار سے دیکھیں تو بگڑ جاتے ہو
تیری صورت پہ مجھے پیار بہت آتا ہے
تم کو آئے نہ کبھی شب کی تیرگی کا خیال
تیری رحمت سے میں مایوس نہیں ہوتا ہوں
دیکھنا ہے کہ وہ کس روز یہاں آتے ہیں
عین ممکن ہے کہ تیرے نام روانہ کر دوں
اس بہانے ہی تمہیں یاد میں کر لیتا ہوں.
جی میں آتا ہے کہ کوئی ہم سے محبت کرتا
کون کرتا ہے یہاں ہم سے محبت جانی

☆ ---------- محمد جنید جانی۔پشاور

انگارے

کاش وہ میرے قریب ہوتے
اسے گلے سے لگا لگا کے روتے
تنہائی میں ہر وقت اسے دیکھتے
چپکے چپکے ہر دم وہ روتے
کاش وہ میرے قریب ہوتے
اس کی پلکوں سے ہم کھیلتے
اس کو اپنا بنانے کا خواب دیکھتے
اور جب وہ مسکراتے ہر پل
وہ میرے ہوش اڑا کے لے جاتے
کیا تھی آنکھیں اس کی میری محبت میں
جیسے آتش سے نکلتے ہیں انگارے
اور اس کو صنم کے نام سے پکارتے
اس کو دل کی دھڑکن سے پکارتے
اور اس کو اپنے دل میں بساتے
کاش وہ میرے قریب ہوتے

☆ ---------- محمد جنید جانی۔پشاور

تم بن

تم بن وہ چشم پرنم ہے
اس دل میں بہت غم ہے
ہر سو اندھیرا ہے، ہر شخص تنہا ہے
ہر شب اداس ہے، تجھ سے ملن کی آس ہے
کتنا دکھ ہے زندگانی میں، درد سمٹا ہے کہانی میں
رات بھی طوفانی ہے، موجوں میں روانی ہے
ساری زیست میں ویرانی ہے، بس یہی اپنی کہانی ہے

☆ ---------- عمران انجم راہی۔ستہ پانی

بہت اداس ہوں میں

دل میں کچھ درد ہے بہت اداس ہوں میں
رات بھی کچھ سرد ہے بہت اداس ہوں میں
اپنے خوابوں کے یوں بے وقت ٹوٹ جانے پر
پرنم آنکھوں میں جمی کچھ گرد ہے بہت اداس ہوں میں
اسے کھو کر نہ ہم رو سکے نہ شب بھر سو سکے
بس آنکھوں میں کچھ کرب ہے بہت اداس ہوں میں
وہ جس کا راج ہے دل و جان پہ میرے
اوروں کی نظر میں اک فرد ہے بہت اداس ہوں میں
کھو کر مجھے وہ بھی پشیمان رہتا ہے اکثر
عمران سنا ہے چہرہ اس کا زرد ہے بہت اداس ہوں میں

☆ ---------- عمران انجم راہی۔ستہ پانی

غزل

اور تو کوئی بس نہ چلے گا ہجر کے درد کے ماروں کا
صبح کا ہونا دوبھر کر دیں رستہ روک ستاروں کا
جھوٹے سکوں میں بھی اٹھا دیتے ہیں اکثر سچا مال
شکلیں دیکھ کے سودا کرنا کام ہے ان بنجاروں کا
اپنی زبان سے کچھ نہ کہیں گے چپ ہی رہیں گے عاشق لوگ
تم سے تو اتنا ہو سکتا ہے پوچھو حال بیچاروں کا
جس بھی کا ذکر ہے تم سے دل کو اسی کی کھوج رہی
یوں تو ہمارے شہر میں اکثر میلا لگا ہے نگاروں کا
ایک ذرا سی بات تھی جس کا چرچا پہنچا گلی گلی
ہم گمناموں نے پھر بھی احسان نہ مانا یاروں کا
درد کا کہنا چیخ اٹھو دل کا تقاضا وضع نبھاؤ
سب کچھ سہنا چپ چپ رہنا کام ہے عزت والوں کا
انشاء اب انہیں اجنبیوں میں چین سے باقی عمر کٹے
جن کی خاطر بستی چھوڑی نام نہ لے ان پیاروں کا

☆ ---------- آصف کنول۔گونیاں

◆❖◆

"رشتے ناطے" کالم کے لئے ہر ماہ بہت سے رشتے وصول ہو رہے ہیں۔ جو خواتین و حضرات اپنے رشتے فوری شائع کروانا چاہیں وہ اپنے شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی بھی ارسال کریں۔ رشتے ناطے کالم میں اپنے رشتے شائع کرانے کے لئے اپنے خطوں کے رشتے ارسال کرتے وقت اپنے شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی ضرور ارسال کریں۔ جن رشتوں کے ہمراہ شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی نہیں ہوگی وہ رشتے شائع نہیں کئے جائیں گے۔

☆ مجھے اپنی شادی کے لئے ایسی لڑکی کا رشتہ درکار ہے جو جواب عرض مستقل پڑھتی ہو، ایک اچھی رائٹر اور اچھی شاعرہ ہو یا ان دونوں چیزوں اور خواہشوں کو پورا کرنے کا شوق رکھتی ہو۔ جواب عرض میں لکھنے والی لڑکیاں اپنے والدین کی اجازت کے ساتھ اپنے مکمل کوائف اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی اور اپنے موبائل نمبر کے ساتھ رابطہ کر سکتی ہیں۔ میری تصویر اور مکمل ایڈریس اسی ماہ کے جواب عرض کے شمارے میں کالم ملاقات سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے فوراً خط لکھیں۔ ذات اور عمر کی قید نہیں ہے۔ میرا تعلق آرائیں فیملی سے ہے۔ میری ذات کا ہر پہلو میری کہانیوں اور میری شاعری کی صورت جواب عرض کے ہر شمارے میں موجود ہے۔ خط کے اندر قومی شناختی کارڈ کی کاپی اور تصویر اور موبائل نمبر کا آنا بہت ضروری ہے۔
(محمد خاں انجم۔ دیپالپور، اوکاڑہ)

☆ اس ماہ فروری کے شمارے میں کالم رشتے ناطے میں جس نے بھی رشتے کا اشتہار دیا ہے ان کا کوئی رابطہ نمبر نہیں ہے۔ مجھے بھی ایک رشتہ کی ضرورت ہے جن کے پاس رشتے ہیں میں ان سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں ہیں محمد اکمل گجرات، عائشہ قندیل فیصل آباد اور محمد امجد ریاض ملتان۔ جناب آپ لوگوں کا میرے پاس نمبر نہیں ہے۔ ماہ جولائی 2011ء کے شمارے میں میرا نمبر ہے اگر آپ لوگ مجھ سے رابطہ کریں تو میں آپ سے رشتہ کر سکتا ہوں۔ شکریہ۔ انتظار رہے گا۔ (زیب ظہور احمد بلوچ۔ ڈیرہ مراد جمالی)

☆ میرے کزن کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے۔ میرا کزن جو کہ مزدور ہے۔ جس کا قد چار فٹ ہے اور وہ کمشنر کا نائب قاصد ہے۔ جس کی تنخواہ 16000 ہزار روپے ہے۔ وہ لڑکی کو بہت خوش رکھے گا۔ لڑکی شریف ہو، ان پڑھ ہو تو بھی کوئی بات نہیں مگر شریف ہو، خواہش مند حضرات رابطہ کر سکتے ہیں۔ لڑکی خود رابطہ کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ (الطاف حسین ناز۔ گوٹھ سید محمود)

☆ مجھے اپنی چھوٹی بہن کے لئے ایک عدد رشتہ درکار ہے۔ میری بہن میٹرک پاس ہے جو بیوٹی پارلر کا کام کرتی ہے اور اچھے خاصے پیسے کما لیتی ہے۔ قد تقریباً چار فٹ نو انچ، رنگ گندمی، نین نقش خوبصورت، قوم آرائیں۔ لڑکا شریف ہو کسی قسم کا نشہ وغیرہ نہ کرتا ہو، کوئی بری عادت نہ رکھتا ہو، لڑکا کم از کم ایف اے پاس ہونا چاہئے اور اپنی ازدواجی ذمہ داریوں کو سمجھتا ہو۔ لڑکا سرکاری ملازم ہو یا اس کا اپنا کاروبار ہو۔ آرائیں فیملی سے تعلق ہونا ضروری ہے۔ خواہشمند حضرات یا والدین رابطہ کریں۔
(شاہین ذوالفقار۔ لاہور)

O

دکھ درد ہمارے

"دکھ درد ہمارے" کالم کے لئے جو قارئین بھی اپنا دکھ شائع کرانا چاہتے ہیں وہ اپنے دکھ لکھ کر ہمراہ اپنے شناختی کارڈز کی کاپی بھی ارسال کریں۔ "دکھ درد ہمارے" کالم کے لئے جن قارئین کے شناختی کارڈز کی کاپی ہمراہ نہیں آئے گی ان کو "دکھ درد ہمارے" کالم میں جگہ نہیں دی جائے گی۔ ایسے تمام قارئین کے آئے ہوئے خطوط ضائع

☆...... میں اپنا دکھ کس کو جا کے سناؤں مجھے آج اپنے آپ پر بہت دکھ ہو رہا ہے کہ میں اتنا عرصہ R کو دھوکہ دیتا رہا، اس سے جھوٹ بولتا رہا اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتا رہا۔ آج مجھے شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ مجھے اس کو دھوکہ نہیں دینا چاہئے تھا وہ مجھ سے دل سے سچا پیار کرتی تھی کرتی ہے اور کرتی رہے میں R سے بس اتنا کہوں گا کہ R پیار کرنے والوں کا دل بہت بڑا ہوتا ہے وہ اپنے پیار کو معاف کر دیتے ہیں اور خدا معاف کرنے والوں کو اپنا دوست بناتا ہے۔ R اگر تم مجھے اس قابل سمجھو تو مجھے معاف کر دو اور مجھے پتہ ہے تم پہ اعتماد ہے کہ تم مجھے معاف بھی کر دو گی کیونکہ تمہارا بہت بڑا دل ہے R میں اب صرف تمہارا ہوں اور تم میری ہو پلیز اب مجھے معاف کر بھی دو اور پلیز اب مجھ سے لڑائی نہ کیا کرو۔ (ایم اشفاق بٹ۔ آلہ موسیٰ)

☆...... جب سے آنسو میرے مقدر ہو گئے، نفرتیں دل معصوم پر نشتر بن کر انمٹ اور گہرے گھاؤ لگانے لگیں میری وفا کا آنگن محبت کے درد سے بے خبر ان حسیں چہروں اور شوخ چنچل مزاجوں کا مسکن بن گیا۔ نوع انساں کی فرض شناسی آوارگی کے سانچوں میں ڈھل گئی۔ میرا پیار ایک آہنی اور فولادی دیوار بنتے بنتے ریت اور کانچ کو تخلیق کر گیا۔ دل کے شیشوں کا مسیحا جب کوئی نہ رہا۔ الفت کا انداز جب میرے چاہنے والوں کو انتہائے عشق کی جانب گامزن کرنے کی بجائے فنائے جذبات کی پستی کے مقام پر لے گیا، ہم کچی محبت کی چاہ میں اب بھی سرگرداں ہیں۔ جب مغربی ثقافت کی یلغار ہمیں اپنے ہی ارمانوں کے اشکوں میں ڈبو رہی ہے۔ کاش اے کاش! کسی کے پاس تو محبت ہیرے کی مانند ہوتی کاش کسی کو تو محبت اس مقام پر لے جاتی۔ جہاں اس کی سوچ بھی نہ پہنچ پاتی جب ہم اپنائیت کے ساگر میں غوطہ زن نہ ہو سکیں تو تب تنہائیوں کا زہر ہمارا نصیب ہو گا۔ کسی کی نظر تو ایسی ہو جو ہمیں اپنے وجود میں پیوست کر لے اگر نہیں تو پھر یہ خلش یہ دھوپ کا سفر یہ ہجر کے طوفانوں کا قہر یہ ہماری شفاف سوچوں کو کچلتی ہوئی فرسودہ رسمیں مجھے اور مجھ جیسے کروڑوں محبت کے پیاسوں کو لقمہ اجل کے منہ میں لے جائیں گی۔۔۔ "تلاشِ زیست اور راہِ محبت کے فیصلے سارے...... معلوم نہ تھا یہی ہوں گے دکھ درد ہمارے"۔ (محمد خاں انجم۔ دیپالپور)

☆...... آدمی سوچتا کچھ ہے اور قدرت کچھ اور کرتی ہے۔ دکھ درد بھی انسانی زندگی کا ایک حصہ ہیں۔ میرے دکھ میرے ساتھ ہوتے ہیں تو مجھے ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اب تو میں نے دکھوں کو ہی اپنا دوست سمجھ لیا ہے۔ میں نے زندگی میں اتنے دکھ دیکھے ہیں کہ اب ان کا درد بھی مجھے سکون دیتا ہے۔ ایک کے بعد ایک دکھ میری زندگی میں آتا ہے اور میں بہت خوش ہوتا کہ اللہ نے مجھے ایک اور دکھ دے کر مجھے یہ بتایا ہے کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ دکھ سہنا بھی ایک فن ہے لہذا یہ فن میں نے سیکھ لیا ہے اپنے دکھوں سے۔ (محمد سرفراز نشتر۔ سردار آباد)

■

ویران زندگی

تحریر: کشور کرن۔ پتوکی۔ حصہ اول

محترم بھائی شہزادہ التمش۔
سلام عرض ہے۔ میں ایک بار پھر آپ کے جواب عرض میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ اس کو شائع کرکے میری حوصلہ افزائی کریں گے اسے میں نے بہت محنت سے لکھا ہے اور اس میں ایک سبق ہے ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے لیے اگر کسی ایک نے بھی اس پر عمل کیا تو میں سمجھ جاؤں گی کہ میری کہانی کے لکھنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ یہ کہانی دو حصوں پر مشتمل ہے اس کا عنوان میں نے میری دکھی زندگی۔ رکھا ہے امید ہے کہ آپ کو پسند آئے گا کیونکہ یہ ایسی عورت کی کہانی ہے جس کا خاوند جوانی میں ہی اس کو ہمیشہ کے لیے بیوہ کر گیا اس نے اپنی زندگی کیسے گزاری یہ سب کچھ اس کہانی میں پڑھیں۔ مجھے لکھنے کا بہت ہی شوق ہے اگر آپ نے میری حوصلہ افزائی کی تو میں لکھتی رہوں میرے پاس بیشمار کہانیاں ہیں جو میں لکھتی رہوں گی میں کئی سالوں سے جواب عرض کے لیے لکھ رہی ہوں اور اس میں لکھنا مجھے بہت ہی اچھا لگتا ہے اس نے مجھے ایک پہنچان دی ہے ایک عزت دی ہے ایک وقار دیا ہے اور میری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔
جواب عرض کی پالیسی کے مطابق اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے مقامات کے نام بدل دیے ہیں تا کہ کسی کے دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا رائٹر نہ ہوگا۔ آخر میں سب کو خلوص بھرا سلام۔

ارے سکینہ آنٹی اتنے سال ہو گئے تمہیں روتے ہوئے مگر تمہارا بیٹا نہیں آیا۔ رو رو کر آپ نے اپنا کیا حشر کرلیا ہے اب تو مجھے خود آپ پر ترس آتا ہے کہ کوئی پل ایسا نہیں جو آپ نے اپنے بیٹے کو دیکھے بغیر گزارہ ہو پتہ نہیں وہ کہاں ہے کس حال میں ہے اب تو وہ ویسے بھی آپ کو بھول چکا ہوگا۔ ہوسکتا ہے اسے دنیا کا عیش و آرام مل گیا ہو یا پھر اس نے شادی کرلی ہو اور اپنے بیوی بچوں میں بہت خوش ہو۔
نہیں کرن نہیں وہ شادی نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی منگیتر اس کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہے وہ بھی مجھے اتنا ہی یاد کرتا ہوگا جتنا کہ میں کرتی ہوں اور پھر وہ اپنی بچپن کی منگیتر سے بے حد پیار کرتا تھا ایک درد سے بھری داستان آیئے سکینہ آنٹی سے سنتے ہیں۔
قارئین کرام میرا نام سکینہ ہے میرا شوہر میری جوانی میں مر چکا تھا۔ جب میں بچے کی ماں بننے والی تھی تو میرا شوہر کسی زمیندار کی زمینوں میں کام کر رہا تھا۔ ایک دن وہ کھیتوں میں کام کر رہا تھا۔ کہ نجانے کون سے غنڈہ نما لوگ آ گئے زمین میں ٹریکٹر چلانے لگے میرے شوہر نے جب یہ سب دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا اور ان کے راستے میں آ گیا ایسا کام نہیں کرنے دوں گا یہ زمینیں ہمارے چوہدری کی ہیں تم لوگ یہاں کچھ بھی نہیں کر سکتے اس کے منع کرنے پر سیدھی فائرنگ کر کے اسے موقع پر ختم کر دیا

یہ خبر سن کر میں بے ہوش ہوگئی جب ہوش آیا تو اس کی چارپائی میرے گھر کے صحن میں پڑی تھی سب گاؤں والے جمع تھے کچھ دور قریب کے رشتہ دار بھی موجود تھے گاؤں کی دو عورتوں نے مجھے پکڑا اور چارپائی کے پاس لاکر بیٹھایا میں روتی رہی اسے جگاتی رہی۔

اٹھ رحمن تو تو کہتا تھا جس دن تو باپ بنے گا تیرا سرتاج پورے گاؤں میں مٹھائی بانٹے گا۔ رحمن میں نے تجھے کتنی بار ہاتھ جوڑ کر منع کیا تھا کہ چوہدری کا خاندانی جھگڑا ہے تم اس کے ہاں کام مت کرو مگر تم نے میری ایک نہ سنی اس بچے کو خوشیاں دینے کی بجائے تو اس کی زندگی بھر کی یتیمی دے گیا اس کے سر سے باپ کا سایا چھین لیا ہے تم نے۔

میں روتی رہی وہ لیٹا ہوا سنتا رہا آخر وہ وقت بھی آگیا جب لوگوں نے اسے اٹھایا اور قبرستان میں رکھ دیا دو چار دن تو میرے گھر میں لوگوں کا آنا جانا لگا رہا پھر میں تھی اور اس کی یادیں اس کی باتیں یاد کر کے روتی رہتی تھی وہ کہتا تھا کہ کامران کے گھر بیٹا اور میرے گھر بیٹی ہوئی تو ہم نے ان کا رشتہ کردینا ہے اگر میرے گھر میں بیٹا اور اسکے گھر میں بیٹی ہوئی تب بھی یہ رشتہ ہوجائے گا اس دن کامران جو کہ اس کے ساتھ چوہدری کے ہاں کام کرتا تھا ان دونوں کی بہت دوستی تھی جبکہ ایک دن میں پانچ قتل ہوئے تھے ایک میرا شوہر رحمن دوسرا اس کا دوست کامران دو چوہدری کے بھتیجے اور ایک چوہدری کا بیٹا جس دن یہ واقعہ آیا اس دن گاؤں میں ایک قیامت نما حشر تھا۔ لوگ گھروں میں دبکے رہے خون کی ندیاں چلنے لگیں تمام لوگ بے بس ہوچکے تھے وہ جانتے تھے کہ چوہدری کی کسی کے ساتھ دشمنی چل رہی ہے کبھی یہ اپنے آدمی لے کر ان کے ڈیرے پر چلا جاتا تھا اور کبھی وہ لوگ آجاتے تھے یہ دشمنی تھی کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی دونوں طرف سے ہی کوئی بھی جھکنے کو تیار نہیں تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گاؤں میں قتل ہونے لگے۔

میری طرح کاموکی بیوی بھی اکیلی ہوگئی تھی میں عدت کیا پوری کرتی تکلیف سے میری جان جانے لگی پھر چوہدری کی گاڑی میں مجھے ہسپتال لے گئے مجھے گھر سے نکلنے کا دکھ بہت تھا لیکن وہ دکھ ایک خوشی میں بدل گیا کہتے ہیں کہ اگر عورت کا شوہر فوت ہوجائے تو اسے گھر میں ہی عدت پوری کرنی چاہیے میں عدت کیسے پوری کرتی جس خدا کی ذات نے مجھے یہ دن دکھائے اسی ذات نے مجھے بیٹے کی خوشی بھی دی میں ایک پیارا سا بیٹا گود میں لے کر گھر آگئی دن گزرنے لگے اب میں اکیلی اپنے رحمن کی یادوں سے لڑنے کے بجائے اپنے معصوم سے کھلونے سے کھیلتی رہتی میرے دن رات کیسے گزرے مجھے پتہ نہیں چلا میں سارا سارا دن اپنے بیٹے سے باتیں کرتی وہ میری باتوں کے جواب میں مسکرانے لگتا اسے مسکراتا ہوا دیکھ کر میں سارے دکھ بھول جاتی پھر ایک دن کاموکی بیوی نے مجھے پیغام بھیجا۔ کہ میں تکلیف میں ہوں میرے پاس آؤ۔ میں نے اپنا لال سینے سے لگایا اور ان کے گھر گئی جب دیکھا تو اس کی حالت بہت خراب تھی وہ بار بار بے ہوش رہی تھی مجھے دیکھ کر بولی۔

سکینہ بہن شکر ہے تو آگئی جیسی میری حالت ہے مجھے نہیں لگتا کہ میں اپنے بچے کا منہ دیکھ سکوں گی۔ میں بھی اپنے کامران کے پاس جانے والی ہوں اگر میری بیٹی ہو تو اس کا رشتہ اپنے بیٹے سے کرنا اگر بیٹا ہو تو اسے اپنے بیٹے کا بچا کھچا پلاتی رہنا مگر کسی اور کو مت دینا مجھے اپنے خون پر فخر ہے میرا بچہ اتنا برا نہیں ہوگا یہ آپ کا فرمانبردار رہے گا۔

یہ سن کر تو میں ایک سرد سی آہ بھر کر رہ گئی پھر میں کیوں نہ پریشان ہوتی وہ واقع ہی ایسی حالت میں تھی کہ میں نے اسے حوصلہ دیا۔

نہیں، بہن تمہیں کچھ نہیں ہوگا تم اپنے بچے کے

سر پر رہو گی تم ہی تو اس کا سب کچھ ہو اس بچے کے صدقے خدا تجھے لمبی عمر دے تم اس کے دکھ سکھ کی دنیا ہو ایسی باتیں نہیں کرتے دیکھنا تم بھی ٹھیک رہو گی اور تمہارا ہونے والا بچہ بھی لیکن خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو گیا تو بے شک میں اس کو ماں بن کر پال ہی لوں گی اگر بیٹی ہوئی تو میں اسے اپنے بیٹے کے لیے قبول کرتی ہوں کیونکہ ان مرحوموں کی روح کو بھی چین آ جائیگا وہ یہ ہی کہتے تھے کہ ہم دوستی کو ایک اچھے رشتے میں بدلیں گے۔

یہ سن کر وہ تھوڑا سا مسکرائی جیسے اس کو درد سے سکون ملا ہو بولی۔

سکینہ بہن اس رشتے پر میرے گلے لگو۔

میں نے اس کا سر اپنی گود میں لے کر ماتھا چوما اور کہا کہ تم بھی کہو تمہیں کچھ نہیں ہوگا اللہ نہ کرے اگر تمہیں کچھ ہو گا تو میں اسے اپنے بچے سے زیادہ پیار کروں گی اس بات پر اس نے میرا ہاتھ چوما اس کی چیخوں میں ایک درد تھا وہ توبہ توبہ کرتی رہی اللہ میرے بچے کو نیک بنانا اسے زندگی دینا انہیں دعاؤں کے ساتھ وہ ایک پیاری بچی کو دنیا میں لے آئی جیسے ہی بچی نے رونا شروع کیا وہ کچھ مسکرائی اور آنکھیں بند کر کے میرا ہاتھ تھام کر بولی۔

مبارک ہو تمہیں بھول گئی اب مجھے کچھ سکون ہے میں نے روتی ہوئی بچی کو اس کے سامنے کیا اس نے بچی کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی اللہ تمہیں نیک اور فرمانبردار بنائے اور لمبی عمر دے میری بچی اب تیری ماں میں نہیں یہ ہے بڑی ہو کر اس کا سہارا بننا تیری ماں باپ ساس سسر سب کچھ یہ ہے ایک بار پھر ہاتھ اس کے سر پر پھیر کر ایک سرد آہ بھری اور آنکھیں بند کر لیں میں آوازیں دیتی رہ گئی مگر وہ سب کچھ چھوڑ کر اپنے کامران کے پاس چلی گئی شاید وہ اس بچے کے لیے زندہ تھی خدا کے کئے کو کون ٹال سکتا ہے اسے ہاتھ لگایا تو وہ بالکل ٹھنڈی ہو چکی تھی میری گود میں دو بچے جو مجھ سے زیادہ رو رہے تھے اب میں کس بچے کو دودھ پلاتی اگر اس ماں کی طرح دونوں کو ایک دودھ پلاتی تو ان کا رشتہ بہن بھائی کا بنتا میں بہت پریشان تھی کیا کرتی کیا نہ کرتی میں چوہدری کو بھی بہت اچھی طرح جانتی تھی وہ عورتوں کو دیکھ کر شیطان بن جاتا تھا اور پھر مجھ پر تو بھرپور جوانی تھی بہت حسین تھی خدا نے گو کہ غریب بنایا تھا لیکن حسن ایسا دیا تھا کہ جو بھی ایک بار دیکھ لیتا تو میرے ہی کلمے پڑھنے لگ جاتا۔ میں نے اپنے چہرے کو اچھی طرح ڈھانپا اور چوہدری صاحب کے پاس گئی اور منت کی۔

مجھے بچوں کے لیے گائے کا دودھ دے دیا کریں اس نے ایک گہری نظر میرے جسم پر ڈالی جو چادر میں چھپا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود بھی میرے ہاتھ پاؤں واضح دکھائی دے رہے تھے جنہیں وہ بہت غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

تم دودھ لے جایا کرو جو بھی روٹی سالن بچے گا لے جایا کرو مگر ہمارے گھر میں کام کیا کرو میں نے دل میں پر ہاتھ رکھا اور ایک آہ نکلی میں بت بنی کھڑی رہی کہ میرے اوپر یہ کیسا امتحان ہے مجھے اپنی غربت پر افسوس ہو رہا تھا کہ خدا نے کسی کو اتنا دیا کہ وہ خدا بنے بیٹھے ہیں کسی کے پاس ایک وقت کی روٹی بھی نہیں ہے پھر بھی میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ میرے بچوں کے لیے دودھ تو ملے گا میں برتن میں دودھ لے آئی آ کر گرم کر کے بچوں کو پلایا بچے دودھ پی کر سو گئے میں نے آسمان کی طرف منہ کر کے اپنے رب سے بچوں کے لیے دعا مانگی اور ساتھ میں یہ بھی التجا کی یا خدا میرے لیے یہ بہت سخت وقت ہے مجھے ہر قدم پر کامیاب کرنا پہلے بڑوں کا کہنا ہے کہ جب تک بچہ سوا مہینے کا نہیں ہوتا تب تک ماں اور بچے کا گھر سے نکلنا نقصان دہ ہو سکتا ہے لیکن میں نے مجبوراً یہ سب چلا توڑا تھا میں دوسرے دن ہی چوہدری کی حویلی میں آ گئی تھی اور ایک فریاد کی۔

جب تک میرے بچے سوا مہینے کے نہیں ہوتے تب تک میں انہیں اکیلا چھوڑ کر نہیں آسکتی پلیز مجھے ایک ماہ کا ٹائم دیں پھر میں خود کام پر جایا کروں گی۔میری اس بات پر چوہدری بھڑک اٹھا اور بولا۔

چھوکری اگر ہمارا حکم ٹھکرایا تو پورا گاؤں تجھے ٹھکرائے گا سنا تم نے۔ میں جو کہتا ہوں بس وہ ہونا چاہیے۔

یہ سن کر میری آنکھوں میں سے اشک بہنے لگے دل میں ٹھیس سی اٹھی میں روتی رہی میرا دل ورد میں جانتی تھی یہ چوہدری لوگ واقعی ہی اپنے آپ کو خدا سمجھنے لگتے ہیں ان کے آگے ہم غریبوں کی زندگی تو کچھ بھی نہیں ہوتی۔ یہ لوگ تو اللہ کو بالکل ہی بھول جاتے ہیں میں نے چوہدری کی بیوی کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ مجھے کچھ دودھ دے دو اس نے مجھے کچھ دودھ دیا جو میں لے کر گھر آگئی مجھے چوہدری کے الفاظ اچھی طرح یاد تھے کہ وہ جو کہتا ہے کرتا ہے اگر میں نے اس کا حکم نہ مانا تو وہ کچھ بھی میرے ساتھ کرسکتا ہے اور میں نہیں چاہتی تھی کہ میرے ساتھ کچھ ایسا ہو میں اپنے مرحوم شوہر کی ملکیت تھی اور ہمیشہ اس کی ملکیت ہی بن کر رہنا چاہتی تھی مجھے ان لوگوں سے اپنی عزت کو بچانا تھا اور میں نے ایسا ہی کیا خود کو گھر سے باہر نکلتے ہی چادر سے ڈھانپ لیتی کہ کوئی میرے وجود کا ایک حصہ بھی نہ دیکھ سکے۔ میں نے بچوں کو لایا ہوا دودھ پلایا اور سلا کر ساتھ والی عورت کے گھر بچے لٹانے گئی اور اس سے کہا۔

بہن تم جانتی ہو کہ میرا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے میں ہوں اور یہ دو بچے ہیں میرے علاوہ ان کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے تم ان بچوں کو کچھ دیر اپنے گھر میں رکھ لے میں حویلی میں کام کرنے جارہی ہوں یہ معصوم کہیں ڈر نہ جائیں اور یہ دودھ جب وہ اٹھیں تو انکو پلا دینا یہ پی کر پھر سو جائیں گے۔

ابھی میں وہاں ہی بیٹھی ہوئی تھی کہ اس عورت کا بچہ سیڑھی پر سے گرا اور اس کے سر سے خون بہنے لگا وہ عورت رونے لگی اور غصے سے چیختی ہوئی بولی۔

لے جاؤ منحوس ان دونوں بچوں کو اس لڑکی نے تو پیدا ہوتے ہی ماں کو مار دیا میرے گھر میں آتے ہی میرا بچہ خون میں لت پت ہو گیا۔ انہیں لے کر یہاں سے چلی جاؤ ورنہ کچھ بھی کر دوں گی۔

یہ سن کر میں نے دونوں کو سینے سے لگایا اور جلدی سے روتی ہوئی گھر آگئی بچوں کو لٹا کر میں دائی اماں کے پاس گئی اس کی منت کی کہ وہ میرے گھر آئے وہ آئی تو میں نے کہا۔

ماں جی تم کچھ دن ادھر آجایا کرو میرے بچوں کے پاس پھر اس نے ساری بات پوچھی جو میں نے بتادی میں نے اسے یہ بھی کہا کہ میں تیرے کھانے پینے کا خود کرلیا کروں گی تیرے کپڑے بھی دھو دیا کروں گی یعنی تم جو کہو گی وہ کرون گی لیکن میرے بچوں کے پاس آجایا کرو چوہدری نے کہا ہے کہ تم ہمارے گھر میں کام کیا کرو گی امیں ان ننھی سی جانوں کو ساتھ نہیں لے جاسکتی۔

یہ سن کر وہ بولی بیڑا غرق ہو اس چوہدری کا ساتھ ہی اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی بیٹی خدا نہ کرے اگر کہیں کوئی کیس آگیا اور میرا جانا ضروری ہو گیا تو چلی جاؤں گی ورنہ مجھے کوئی اعتراض نہیں اور ہاں اگر جانا بھی پڑے گا تو میں اپنی پوتی کو ان کے پاس بٹھا کر جایا کروں گی اس کی اس بات پر میرا دل خوش ہو گیا کہ شکر ہے کوئی تو ان کا خیال رکھے گا میں نے اماں کا شکریہ ادا کیا اور چارپائی کے ساتھ دو ڈوپٹے باندھ کر جھولا بنایا بچوں کو سلا کر چوہدری کے گھر آگئی۔

میرا پورا دن انکے کاموں میں گزر گیا شام کو دودھ لے کر گھر آگئی۔ تو اماں کی جگہ ایک بچی بیٹھی تھی جو روتے ہوئے بچوں کو مسلسل جھولے دے رہی تھی

میں نے دودھ رکھا بچوں کو نکال کر پیار کیا اور لٹا کر
دودھ بنایا اور انہیں پلایا دودھ پی کر وہ کھیلنے لگے پھر
میں نے اپنے لیے کھانا بنایا اس بچی کو دیا ساتھ
میں پانچ روپے کا سکہ بھی دیا کہا۔

بیٹی کل پھر آجانا وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

ٹھیک ہے آنٹی میں آجاؤں گی۔

مجھے کچھ سکون ملا پوری رات میں بچوں کو پیار
کرتی رہی بار بار سینے سے لگاتی رہی چومتی رہی پیار
کرتی رہی۔ پورا دن غموں کا بوجھ اٹھاتے گزرتا رات
کو ان بچوں کا منہ دیکھتی تو سارے غم بھول جاتی۔ اللہ
کی قدرت پر قربان جاؤں کتنی پیاری صورتیں بنائی
ہیں اور نصیب کتنا برا ہے خیر میرے دن رو دھو کر
گزرتے چلے گئے میرے بچے پروان چڑھتے رہے
چار ماہ بعد میں نے انہیں اوپر کی چیزیں کھلانا شروع
کردیں پھر اپنے ساتھ لے جاتی چوہدری کی حویلی
میں جہاں جانور ہوتے وہاں ان کے نوکر بھی کام
کرتے تھے میں نے ایک آدمی سے بات کی جو مجھے
ایک نیک انسان دکھائی دیا تھا کیونکہ اس کا لہجہ بات
کرنے کا طریقہ بہت اچھا تھا۔ وہ مجھے بہن ہی کہتا تھا
اور یہ بات مجھے بہت اچھی لگتی تھی۔ میں نے۔

ان بچوں کو تمہارے پاس سلا دیا کروں گی تم
اپنے کام کے ساتھ ساتھ ان پر نظر رکھنا جب یہ
جاگیں تو مجھے بلا لیا کرنا اس پر وہ مان گیا وہ آدمی
میرے شوہر یعنی رحمن کو جانتا تھا اس لیے مان گیا میرا
کام آسان ہو گیا میں ایک دو بار حویلی میں آتی تو وہ
آدمی اپنا کام کرے بچوں کو کھلا رہا ہوتا۔ میرے بچے
کھیلتے دیکھ کر میرا دل خوش ہو جاتا مجھے دیکھ کر وہ نیک
انسان کہتا۔

باجی تم فکر نہ کیا کرو میں پورا دن اسی حویلی
میں رہتا ہوں اب میں ان کو سنبھال لیا کروں گا تو مجھے
کچھ سکون ملتا۔

اب میرے بچے ایک سال کے ہو گئے وہ ہر چیز
کھانے پینے لگے تھے میں چوہدری کے گھر کے بچا
ہوا کھانا لے جاتی خود بھی کھاتی اور انہیں بھی کھلاتی
رات بھر پیار کرتی اور یہ میں جانتی تھی کہ یہ ایک سال
میں میں نے کیسے گزارا تھا ڈر ڈر کر اپنی عزت کی
حفاظت کر کر کے گزارا تھا کسی کی بھی بری نظر اپنے
اوپر نہیں پڑنے دی تھی میں نے بننا سنورنا چھوڑ دیا تھا
میں چاہتی تھی کہ میں ایسی بن جاؤں کی لوگ مجھے
جوان نہ سمجھیں بلکہ کوئی بوڑھی عورت سمجھیں نہ میں
اچھا پہنتی تھی اور نہ ہی کچھ اور کرتی تھی بس منہ دھول
لیتی تھی اور میرے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

اسی طرح وقت پر لگا کر اڑتا چلا گیا میں کبھی
رو لیتی کبھی ہنس دیتی کبھی اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو
دیکھتی کہ مٹ چکی ہیں مگر نہیں لکیریں ہوتی ہیں
لکیروں کی رفتار رک جاتی ہے میں نے جو خواب
دیکھے تھے سب چکنا چور ہو گئے تھے اتنا سب کو بدلنے
کے باوجود بھی میرے سر پر جوانی تھی حسن تھا کہ ہر کسی
کو اپنی طرف کھینچتا اور میں سب کچھ جانتی تھی چوہدری
کی نظروں کو بھی جانتی تھی اور میں یہ بھی جانتی تھی کہ
میں اس کے ہاتھوں سے اب تک کیسے بچتی چلی آرہی
ہوں ورنہ اس نے تو کوئی بھی موقع ہاتھ سے نکلنے
نہیں دیا تھا یہ میں ہی تھی کہ اس کی نظروں میں ہوس
دیکھ کر اونچی آواز میں بولنا شروع ہو جاتی تھی اور وہ
چپ ہو جاتا تھا اور پھر میں گھر آکر بہت روتی تھی
ایک جوان عورت کی زندگی بھی کیسی ہوتی ہے یہ
میں جانتی تھی کتنے لوگوں سے لڑنا پڑتا تھا کتنے لوگوں
سے بچنا پڑتا تھا مجھ سے بہتر کون جانتا تھا۔ ایک دن
چوہدری کی بیوی کہنے لگی۔

سکینہ تم شادی کرلو کوئی ایسا رشتہ میں دیکھتی ہوں
اس طرح تمہارے بچوں کا باپ کا پیار ملے گا
اور تمہیں زندگی کا سہارا ایک شوہر کا پیار اس طرح
لوگ تیری زندگی کو عذاب بنا دیں گے اگر تیرے سر پر
یہ شوہر کا سایا ہوگا تو ہر کوئی سوچ سمجھ کر تیرے اوپر انگلی

اٹھائے گا سوچ سمجھ کر تیرے بارے میں بات کرے گا۔ تم خود ہی سوچو اکیلی جوان عورت زمانے کے منہ بند نہیں کر سکتی زمانے اسے بری نظروں سے دیکھتا ہے کس کس کی نظروں سے بچو گی۔ کس کس کو اپنی صفائی بیان کرو گی تمہیں نہیں پتا چوہدری صاحب نے تیرے بارے میں دو مرتبہ بات کی ہے مگر میں نے اسے جواب دے کر چپ کروایا ہے اگر اس نے تجھ سے اس بارے میں بات کی تو تو کیا جواب دے گی انکار یا اقرار یہ سن کر میں لرز گئی ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اے خدا آپ تو سب کے سر پر ہیں میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے کیا کیا میرے بچوں کے لیے یا میرے لیے تیری اتنی بڑی کائنات میں دکھ درد کے سوا کچھ بھی نہیں اے میرے پروردگار مجھے جواب دو کیوں میرا نصیب ایسا بنایا آپ نے یہ بھی تیری کائنات ہیں یہ بھی عورت ذات ہیں مگر مجھ میں اور ان میں زمین آسمان کا فرق ہے کیوں بنایا یہ فرق مالک جواب دو ایک طرف عورتیں نوکروں میں کھیل رہی ہیں اور ایک طرف میں بدنصیب اپنے معصوم بچوں کو اپنا پورا پیار بھی نہیں دے سکتی ہوں۔

اے مالک میں نے سب کچھ تیرے اوپر چھوڑا ہے اگر یہ بچے دیئے ہیں تو ان کو بری نظروں سے بھی آپ ہی نے بچانا ہے میں اتنی بدنصیب ہوں کہ اپنے بچوں کی حفاظت بھی نہیں کر سکتی اے مالک ایک ماں کی دعا کو رد مت کرنا خود ان معصوم بچوں کی حفاظت فرمانا۔

شام کو گھر آ کر دونوں بچوں کو میں نے گلے سے لگایا اور بہت روئی۔ دونوں معصوم بہت غور سے میری طرف دیکھنے لگے اور سہم سے گئے میں کسی اور کی نہیں ہو سکتی میں انکو کسی اور کی نظروں کا نشانہ نہیں بننے دوں گی۔ میں خود کو اس رشتے سے آزاد نہیں کر سکتی تھی میں رحمٰن کی تھی بس اسی کی رہونگی اگر خدا نے مجھے آزمائش میں ڈالا ہے تو میں اس آزمائش پر پورا اتروں گی۔ اگر میرے ساتھ دنیا نے دھوکہ کیا ہے تو تو یہ میرا نصیب ہے نہیں نہیں بلکہ میرے نصیب نے بھی مجھے دھوکہ دیا ہے۔

دھوکہ کیوں دیا مجھ ہاتھوں کی لکیروں نے
سب چھین لیے سپنے بے درد تعبیروں نے
کرن آزاد کروں کیسے خود کو ان رشتوں سے
مر مر کے زندہ ہوں جکڑا ہے زنجیروں نے

میرے بچے اب چلنے لگے تھے دن گزرتے رہے ان کی معصومیت اور خوب صورتی میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ میں انہیں دیکھ کر جیتی تھی یہ اپنے قدموں پر چلنے لگے تھے وقت کے ساتھ ساتھ میں ان کو دنیا کے طور طریقے پر چلانا چاہتی تھی گاؤں کے لوگ مجھے بیوہ اور ان بچوں کو یتیم سمجھ کر اپنا صدقہ خیرات دے دیا کرتے تھے میرا گزر بسر ہوتا رہا جو کوئی پیسے دیتا میں وہ جمع کرتی رہی میرے بچے دس سال کے ہو گئے خیراتی سکول میں پڑھ رہے تھے فائیو کلاس میں ہوئے تو میرا بیٹا حسن بولا۔

امی جان میں کام کرنا چاہتا ہوں یہ سن کر میں نے اپنے بیٹے کو گلے سے لگا لیا کہا۔

ابھی تو ان ہاتھوں میں قلم کتاب اچھے لگیں گے بیٹا میں ہوں ناں یہ بوجھ اٹھانے کے لیے ابھی تم بہت چھوٹے ہو تمہارے سر پر وہ بوجھ نہیں رکھنا چاہتی کہ تمہاری ننھی ننھی ٹانگیں چل نہ سکیں ابھی تم پڑھو بیٹا میں تمہیں پڑھانا چاہتی ہوں ابھی ایسا مت سوچو میں اپنے اور تیرے باپ کی طرح تیری زندگی نہیں بننے دوں گی۔

امی جان میں بڑا ہو کر اپنے بابا کا بدلہ ضرور لوں گا اور اس چوہدری سے تیرے ایک ایک آنسو کا حساب لوں گا۔ بس آپ اپنا اور اپنی بہو تانیہ کا خیال رکھنا۔

میرے بچے کا منہ چھوٹا مگر بات بہت بڑی تھی

میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔
بیٹا مت بولو ایسا دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں تانیہ بیٹی یہ سب دیکھتی کھڑی رہی اور بولی۔
امی جان محسن سچ کہہ رہا ہے اب ہم بڑے ہوتے جا رہے ہیں آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے بس جو زندگی گھٹ گھٹ کر جینی تھی وہ جی لی اب بھول جاؤ گزرے وقت کو اب تیرا محسن لڑکی نہیں جو چوڑیاں پہن کر بیٹھا رہے گا آپ کے اشکوں نے اسے بہادر بنا دیا ہے گھر کی غربت نے اس کا دل بہت بڑا کر دیا ہے یہ اکثر میرے آگے چوہدری سے بدلہ لینے کے فیصلے کرتا ہے میں اسے روکے ہوئے ہوں کہ ابھی تم بہت چھوٹے ہو امی جان میں اس کے ہاتھوں میں بارود بھروں گی ماں اب چوہدری کا کھیل ختم ہو چکا ہے۔
میں بچوں کی باتیں سن کر حیران کھڑی رہی کہ انہوں نے بہت بڑے فیصلہ کر لیے ہیں انکا اللہ حافظ ہے میں نے دونوں بچوں کو پیار کیا اور سمجھایا کہ ابھی نہ جانے کتنی مشکلیں آئینگی۔ تم ابھی چھوٹے ہو اگر کسی نے سن لیا تو مصیبت آ جائے گی۔ دونوں چپ ہو گئے مگر ان کے دلوں میں ایک آتش پھوٹ رہی تھی کہ وہ چوہدری کو ایسی موت ماریں گے کہ اس کی سات نسلیں یاد رکھیں گی خیر میں نے بات ختم کی۔
میرا بچہ اب کام کرنے پر تیار تھا میں اپنے بچے کو کہیں بھیجنا نہیں چاہتی تھی اس نے اپنے گھر کے سامنے سبزی لگالی اور بیچنے لگا آج اور کل اور اس نے ہمارا خرچہ اٹھالیا ایک دن میں چوہدری کے گھر گئی ہوئی تھی کہ تانیہ روتی ہوئی آ گئی۔ اور بولی۔
امی جان کچھ لوگ آئے ہیں اور محسن کو تھپڑ مار کر اٹھا کے لے گئے ہیں وہ رو رو کر مدد کے لیے پکارتا رہا مگر انہوں نے جیپ میں پھینکا اور چلے گئے میں چوہدری کے پاس گئی اور اس کو سب کچھ بتا دیا وہ بولا۔
چھوکرے کو کچھ نہیں ہو گا وہ آ جائے گا ایک دن تیری بیٹی ہوتی تو میں اپنے آدمی بھیج کر منگوا لیتا اب جاؤ کوئی شور شرابہ مت کرنا سنا تم نے میں نے سر ہلایا اور واپس آ گئی آ کر میں گاؤں کی گلیوں میں ادھر ادھر اسے ڈھونڈنے لگی مگر ناکام رہی اعلان بھی کروائے مگر کچھ پتہ نہ چلا شام کو دونوں ماں بیٹی نے کچھ نہ کھایا محسن کے آنے کی دعائیں کرتی رہیں مگر نہ آیا نا جانے وہ کون لوگ تھے کس کے کہنے پر اسے اٹھا کر لے گئے خدا جانے کس جرم کی سزا دینے کے لیے لے گئے تھے اس نے تو کچھ ایسا نہیں کیا تھا جو اسے کوئی سزا دیتے میرا لال پتہ نہیں کہاں ہو گا کس حال میں ہو گا۔ مجھے پتا ہے وہ ہمارے بغیر کچھ نہیں کھائے گا وہ تو میرے بغیر سوتا بھی نہیں تھا کتنا رویا ہو گا اس سے وہ لوگ کیا کروا رہے ہوں گے کہیں میرے بچے کو وہ نہ بنا دیں کہیں اسے مار نہ ڈالیں یا اللہ میرے لال کی حفاظت کرنا اے خدا اگر دیا ہے تو اسے کچھ نہ کرنا۔ میں رو رو کر دعائیں کرتی رہی میرے ساتھ تانیہ بیٹی بھی کبھی مجھے چپ کرواتی تو کبھی خود رو دیتی اور دعائیں کرتی دو دن پھر تین چار دن اسی طرح کئی دن گزر گئے مگر محسن نہ آیا تانیہ کہتی۔
امی جان میں سکول نہیں جاؤں گی میرا محسن میرے ساتھ نہیں ہوتا ہے مجھے اچھا نہیں لگتا ہے مجھے گھر سے باہر نکلتے ہوئے خوف آتا ہے نجانے وہ کہاں چلا گیا ہے کتنے دن ہو گئے ہیں وہ گیا ہوا ہے ابھی تک واپس نہیں آیا ہے میں ہر روز ہر پل اس کا انتظار کرتی ہوں لیکن ہر رات مایوس ہو کر سو جاتی ہوں بس آج کے بعد میں سکول نہیں جاؤں گی۔
مگر میں نے اسے تسلی دی کہ بیٹی ایک نہ ایک دن تیرا محسن ضرور آئے گا یہ رشتہ تمہارے پیدا ہونے سے پہلے ہی خدا نے منظور کر لیا تھا اس لیے اس رشتے کو کوئی نہیں توڑ سکتا تم پڑھو گی اس نے تعلیم جاری رکھی وہ دن بدن حسن کی دیوی بنتی جا رہی تھی جیسے ہی اس نے میٹرک کیا میں نے اسے گھر بٹھا لیا لوگوں کی بری

نظروں سے بچانے کے لیے اسے گھر میں چھپا کے رکھنے لگی۔ کوئی دن ایسا نہ تھا کہ جب ہم نے محسن کو یاد نہ کیا ہوگا تانیہ یہی کہتی۔

محسن مجھ میں کوئی بھی کمی نہیں ہے تم جہاں کہیں بھی ہو آجاؤ اب ہم جلد شادی کرلیں گے محسن لوگ مجھے شک کی نظروں سے دیکھتے ہیں محسن میں اپنی حفاظت کیسے کروں گی۔ اگر چوہدری نے مجھے دیکھ لیا تو کچھ بھی کروا سکتا ہے محسن تم بھی جوان ہو گئے ہو گے تمہارے منہ پر مونچھیں کیسی لگتی ہوں گی میں تمہیں دیکھنے کے لیے بے چین ہوں آجاؤ اور دیکھ لو میں کیسی لگتی ہوں پھر میں نے تانیہ کو چپ کروایا اور اسے پیار کیا کہا۔

بیٹی وہ ضرور آئے گا وہ بھی تیری طرح اتنا ہی پیارا لگتا ہوگا جتنی تم ہو اس پر بھی جوانی کا حسن ہوگا۔ اس کا چہرہ بھی کھلا ہوا ہوگا بے شک وہ کسی کے ٹکڑوں پر پلا ہے مگر لال جھونپڑوں میں ہی پلتے ہیں وہ بھی ہم دونوں کو ایسے ہی یاد کرتا ہوگا دیکھ میری حالت اس کے بغیر کیسی ہوگئی ہے ایک رات بھی ایسی نہیں ہے جو میں سوئی ہوئی ہوں روتی رہتی ہوں اس کو یاد کرتی رہتی ہوں نجانے وہ کون ظالم تھے جو میرے لال کو تمہارے محسن کو اٹھا کر لے گئے ہیں پتہ نہیں ان کی ہم سے کیا دشمنی تھی ہم کو ایسی سزا کیوں دی ہے انہوں نے صبر کرتی ہوں لیکن پھر صبر بھی ٹوٹ جاتا ہے روتی ہوں آنکھوں سے آنسو خشک ہو جاتے ہیں بیٹی میں اکیلی عورت اس کو کہاں ڈھونڈوں کہاں تلاش کروں کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا ہے کہ کہاں جاؤں اس کو تلاش کرنے۔ آج دس سال ہوگئے ہیں مجھے اس کی جدائی میں جلتے ہوئے اس کی جدائی میں روتے ہوئے۔

ہاں امی جان آج اسے دس سال ہوگئے ہیں کوئی دن یا کوئی پل اس نے ہمیں یاد کیے بغیر نہیں گزارا ہوگا ہمارے ساتھ گزرا ہوا ایک ایک پل اسے رولاتا ہوگا وہ بے چین ہوگا ہم سے ملنے کو ہاں تانیہ بیٹی تم بھی دعا کرتی رہو کہ ایک نہ ایک دن اللہ امی جان بے شک اللہ کی ذات جو چاہے کرتی ہے اور امی جان اب مجھے گھر میں اکیلے ڈر لگتا ہے آپ مجھے چھوڑ کر مت جایا کریں اگر کسی دن کوئی گھر میں گھس گیا تو کیا ہوگا اب چوہدری کے ہاں کام چھوڑ دو میرے پاس ہی رہا کرو۔

مگر بیٹی اگر میں کام نہ کیا تو وہ کچھ بھی کرسکتا ہے میں خود بھی اس کی حویلی میں جانا نہیں چاہتی ہوں میں جانتی ہوں کہ وہ انسان نہیں ہے انسانی روپ میں درندہ ہے مجھے اپنے ساتھ ساتھ تیری بھی فکر ہونے لگی ہے میں تو زندگی کا مقابلہ کرتی آرہی ہوں لیکن جب تمہیں دیکھتی ہوں تو نجانے مجھے کیا ہو جاتا ہے میری تو ساری عمر ہی اس کی غلامی میں گزری ہے بے شک میں نے ساری زندگی انکے کپڑے دھو کر جھاڑو کوچی کر کے گزاری ہے اس کے بدلے میں مجھے کوئی انعام نہیں بلکہ وہ کسی بھی وقت کسی کو بھی مروا سکتا ہے بس دعا کرتی رہا کرو کہ محسن واپس آجائے۔

مگر امی جان کیا اب ہمیں ایسے ہی جینا پڑیگا میں نے بچی کو گلے لگایا اور تسلی دی۔

نہیں بیٹی خدا کی لاٹھی بے آواز ہے وہ کبھی کسی بھی وقت چوہدری کو لگ سکتی ہے۔

لیکن ماں یہ ہر چوہدری لوگ ایسے ہوتے ہیں

بیٹی میرا واسطہ تو اس کے ساتھ پڑا ہے اب پتہ نہیں مگر اتنا ضرور جانتی ہوں کہ چوہدری لوگ کوئی اتنا ظالم نہیں بھی ہوتا تو ہر چوہدری مغرور تو، غرض ضرور ہوتے ہیں ان لوگوں کو کسی غریب کی عزت یا مجبوری کا کوئی احساس نہیں ہوتا دولت نے ان لوگوں کی آنکھیں بند کیں ہوتی ہیں یہ لوگ بس دولت کی پوجا کرتے ہیں گاؤں کے لوگوں کا حق کھا کھا کر یہ دولت مند بن جاتے ہیں۔ خیر چھوڑو بیٹی سب باتیں میں چلتی ہوں۔

نہیں ماں میں آپ کو نہیں جانے دوں گی آج آپ گھر میں ہی رہو نا جانے مجھے کیوں آج ڈر لگ رہا ہے ایسا لگتا ہے جیسے گاؤں میں کچھ ہونے والا ہے تانیہ ڈرتے ہوئے بولی۔

اللہ خیر کرے بیٹی کسی غریب کو کچھ نہ ہو اور کسی کے صدقے میں خدا ہم پر بھی رحم کرے۔

آمین امی جان۔

میں اور تانیہ بیٹی نے جی بھر کے باتیں کیں۔ دوپہر ہوگئی گرمی کی دوپہر بھی سردی کی ٹھنڈی اور خاموش رات کی طرح ہوتی ہے کوئی انسان گلی محلے میں نظر نہیں آتا ہم ماں بیٹی بھی ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شامل باتیں کرتی رہیں اچانک فائرنگ ہونے لگی بے حساب شور تھا میری چیخ نکل گئی تانیہ نے مجھے سہارا دیا ہم کمرے میں سہم کر بیٹھ گئیں اور باہر سے آنے والی آوازوں پر غور کرنے لگی خدا کرے کسی کو کچھ نہ ہو کافی دیر فائرنگ ہوتی رہی پھر بعد میں پتہ چلا کہ بہت سے ڈاکو آئے تھے چوہدری کی حویلی میں اور سارے جانور لے گئے ہیں اور چوہدری کے دو ملازم اور ایک بیٹے کو مار گئے ہیں۔ اوہ میرے خدایا اب پتہ نہیں کیا ہوگا اس گاؤں کا اب یہ چوہدری گاؤں کے غریبوں کا خون پیئے گا تانیہ بیٹی بولی۔

امی جان ہم یہاں سے کہیں دور چلے جاتے ہیں مجھے بہت ڈر لگنے لگا ہے۔

مگر بنی میں اتنی پیاری سونے کی چڑیا کو کہاں چھپا کر رکھوں گی کہاں جائیں گے ہم لوگ ہمارا کون ہے جو ہمیں ایسے حالات میں دور لے جائے گا۔

امی جان ایک دن وہ آئے گا ضرور آئیگا۔

دن گزرنے لگے چوہدری کے گھر کا ماتم ٹھنڈا ہوتا جا رہا تھا ایک دن چوہدری میرے گھر میں آیا اسے اپنے گھر دیکھتے ہی میں کانپ کر رہ گئی مجھے تانیہ بنی کی باتیں یاد آنے لگیں کہ امی مجھے بہت ڈر لگتا ہے اگر کسی دن چوہدری ہمارے گھر آ گیا تو وہ ہمیں ذلیل کر دے گا۔ میں نے تانیہ کو چھپانے کی کی اور اپنے جسم کو بھی پوری طرح ڈھانپ لیا۔ وہ آتے ہی بولا۔

سکینہ کہاں ہو تمہیں گھر والے بلا رہے ہیں۔

نجانے کیسے اس نے تانیہ کو دیکھ لیا اور بولا سکینہ یہ تیری بیٹی ہے واہ کیسی جوانی اس پر آئی ہے اسے لے کر حویلی کیوں نہیں آئی ہو۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ اس لڑکی کی شادی کر دے میں تو کہتا ہوں اس کی شادی میرے پوتے سے کر دے یہ سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی میں نے کچھ نہیں دیکھا بولی۔

چوہدری اپنی اوقات میں رہے گا تو بہتر ہے میں تیری باتوں اور تیری نظروں کا مطلب خوب جانتی ہوں۔ اگر دوبارہ تو نے میری بیٹی کے بارے میں ایسی بات کی تو پھر میری جان جاتی ہے تو جائے مگر میں یہاں سے تیرا خون بہا کر بھیجوں گی ذلیل اتنا کچھ تیرے ساتھ ہو گیا مگر تم نے اپنے کرتوت نہیں بدلے جیسا تو حرامی ہے ویسے ہی تیرا خاندان دفع ہو جا یہاں سے پھر تانیہ بھی بول پڑی۔

چوہدری اس سے زیادہ بکواس کی تو ہم سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ تیری ہمت کیسے ہوئی میرے بارے میں ایسی بات کرنے کی۔ میں محسن کی ہوں اس کی ہی ہو کر مروں گی تم لوگ چوہدری ہوں گے مگر اپنے گھر میں میرا محسن تجھے کتے کی موت مارے گا۔ تم کیا سمجھتے ہو غریبوں کے پاس دل نہیں ان کے ہاتھ نہیں یا تم جیسے درندوں کو جواب دینے کے لیے انکے پاس زبان نہیں اب اپنا کفن منگوا کے رکھنا بہت جلد تیری باری آنے والی ہے۔ ہمیں سب پتہ ہے کہ ہماری ماں کو تو کس نظر سے دیکھتا ہے یہ خدا کا کرم ہے کہ وہ تیرے ہاتھوں سے بچی ہوئی ہے اور اب مجھے دیکھ لیا ہے اور میرے بارے میں شروع ہو گیا ہے۔

واہ واہ۔ قد کے ساتھ ساتھ اس چھوکری کی زبان بھی بہت لمبی ہوگئی ہے وہ سچ کہتے ہیں کہ

ہمارے ٹکڑوں پر پلنے والے کتے ہمیں ہی کاٹتے ہیں چوہدری غصہ سے غرایا۔

سچ کہا تو نے سن تیرے نمک میں اثر نہیں ہے تیری طرح تیرا نمک حرام ہے ورنہ ہم لوگ تو تمہارے کلمے پڑھتے اب یہاں سے چلا جا ورنہ تیرے گھر والے تجھے اٹھا کر لے جائیں گے میں اور تانیہ اس پر برس رہی تھیں۔

وہ بولا چلا جاتا ہوں کل تک فیصلہ کرلو میں کل شام کو پھر آؤں گا سچ پوچھو تو اس لڑکی کو دیکھ کر اپنے پوتے کی زندگی کے لیے سوال کیا تھا ورنہ تم جیسے لوگوں کو تو میں اپنے تلوے چاٹنے کی ڈیوٹی لگاتا ہوں اب کل سوچ کر بتانا یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے ابھی وہ گھر بھی نہیں پہنچا تھا کہ شور کی آواز آنے لگی۔ فائر بھی ہونے لگے پتہ چلا کہ کسی نے چوہدری اور اس کے پوتے کو اغوا کرلیا ہے چوہدری کے گھر کے آس پاس پولیس کا پہرہ لگ گیا تھا پورا گاؤں سکتے میں آگیا کہ آخر یہ لوگ کون ہیں جو ہمارے گاؤں پر بار بار وار کررہے ہیں لگتا ہے کہ یہ گاؤں ختم ہونے والا ہے یہاں پر کوئی چوہدری سے بھی بڑا طاقتور انسان ہے لیکن جو بھی ہے کون ہے پولیس کو چکر دے کر چوہدری پر بار بار حملہ کررہا ہے لگتا ہے کہ یہ بھی چوہدری کا ستایا ہوا ہوگا ورنہ پورا گاؤں پڑا ہے وہ کسی اور کے گھر پر حملہ کیوں نہیں کرتا میں اور تانیہ بیٹی طرح طرح کی قیاس آرائیوں میں مبتلا تھیں۔

ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ وہ لوگ پر آگئے چوہدری کی عورتوں کو باندھ کر سارا زیور نقدی اور قیمتی اشیاء لے گئے اور چوہدری کے پوتے کی لاش پھینک گئے پورا گاؤں سکتے میں تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے چوہدری کے گھر میں ایک ماتم کا سماں تھا چوہدری زندہ یا مردہ نہیں آیا ابھی بہت کچھ ہوگا میں بولتی جارہی تھی اور تانیہ سنتی جارہی تھی پھر بولی۔

امی جان خدا کرے محسن آجائے ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں۔

میں نے ایک دم سرد آہ بھری اور کہا بیٹی بیس سال ہوگئے ہیں انتظار کی سولی پر لٹکتے ہوئے میں جانتی ہوں کہ میں نے تمہیں کیسے جوان کیا کن کن مصیبتوں کا مقابلہ کیا کن کن نظروں سے بچی بیٹی ہر روز تھا اس کا انتظار کرتی ہوں لیکن اگر اس نے آنا ہوتا تو کب کا آگیا ہوتا۔

ماں وہ ضرور آئے گا ماں میں تو کہتی ہوں ہم یہاں سے چلے جائیں یہ گاؤں دشمنی والا ہے پتہ نہیں کتنے بے قصور لوگ مریں گے۔

لیکن بیٹی ہر جگہ ہر موڑ پر ہر راستے پر اب پولیس کا پہرہ ہے جب سے چوہدری کے پوتے کا قتل ہوا ہے پولیس نے ناکہ لگا رکھا ہے یہاں سے نکل کر ہم کسی نئی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔

ماں ہم کسی سے ملنے کے بہانے شہر جانے والے راستے پر چل پڑتے ہیں اور شہر چلے جاتے ہیں۔ تانیہ کی بات میرے دل کو لگی وہ ٹھیک کہہ رہی تھی ہماری عزت اسی میں محفوظ تھی کہ ہم یہ گاؤں چھوڑ جائیں اور کسی شہر میں جاکر ٹھکانہ بنالیں۔ میں نے کہا۔

ہاں بیٹی اگر چوہدری آگیا تو کچھ بھی کرسکتا ہے تم صبح تک تیار ہوجاؤ ہم لوگ یہ گاؤں چھوڑ جائیں گے میرے پاس اتنے پیسے ہیں کہ ہم دونوں شہر میں کرائے کا مقام لے کر دو تین ماہ گزار سکتے ہیں پھر وہاں کوئی نوکری ڈھونڈ لوں گی لیکن تمہیں گھر سے باہر نہیں نکلنے دوں گی۔

ٹھیک ہے ماں جو آپ کا حکم ہوگا کروں گی میرا تو سب کچھ آپ ہی ہیں۔

ہم لوگ تیار ہوگئے صبح کا انتظار کرنے لگے خدا خدا کرکے رات ختم ہوئی ہم نے پیسے پکڑے کچھ کپڑے لیے گھر کو تالا لگا کر نکل گئیں ناکہ پر پہنچی تو

پولیس نے شاپر چیک کیا اور ہمیں جانے دیا ہم دونوں شہر کے راستے پر تھیں گاؤں سے ہم بہت دور نکل آئی تھیں میں دل ہی دل میں بہت خوش تھی کہ ہم عزت کے ساتھ گاؤں سے نکل آئے ہیں لیکن ہمیں کیا پتہ تھا کہ اس سے بڑھ کر اذیت ہمارا انتظار کر رہی ہے ابھی اب سڑک پر پہنچی ہی تھیں کہ اچانک کچھ گاڑیاں آتی ہوئی نظر آئیں ہمارے پاس آکر رک گئیں ان میں کچھ لوگ سوار تھے انہوں نے تانیہ کو گہری نظروں سے دیکھا میں اور تانیہ دونوں ہی ڈر گئیں وہ گاڑی سے نیچے اتر آئے میری بچی کو گاڑی میں پھینکنے کی کوشش کی لیکن اس نے مجھے نہ چھوڑا وہ ہم دونوں کو الگ کر کے بچی کو لے جانا چاہتے تھے لیکن ہم نے ایک دوسرے کو نہ چھوڑا تانیہ مجھے کھینچ رہی تھی اور میں اس کو کوئی بھی ہمیں بچانے والا نہ تھا تانیہ چیخ رہی تھی اور میں بھی رو رہی تھی آخر کار میں نے منت کی۔

تم جو کوئی بھی ہو ہمیں کیوں اور کہاں لے جا رہے ہو اس پر وہ بولے۔

یہ لڑکی ہمیں پسند آ گئی ہے اپنے لیے نہیں ہمارے بوس کے لیے ہمارے باس کا حکم ہے جو لڑکی نیلی آنکھوں والی لمبے بالوں والی ہوگی میں اس سے شادی کروں گا اس لیے ہم تو کوئی اور کام جا رہے تھے مگر ایسی لڑکی پر نظر پڑی تو پہلے یہ کام کرنا ہمارے لیے ضروری ہے کیونکہ یہ لڑکی ویسی ہے جیسی ہمارے بوس کی خواہش ہے یقیناً ان کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوں گے ان کو کئی سالوں سے انتظار ہے اس چہرے کا جو وہ کئی سالوں سے دیکھتے آرہے ہیں بس اب تم ہٹ جاؤ ورنہ یہاں سے تمہاری لاش اٹھانے والا کوئی نہیں ہوگا اس کو تو ہم نے ہر حال میں اٹھا کر لے جانا ہے چاہے تمہیں جان سے ہی کیوں نہ مارنا پڑے ۔ان کی باتیں سن کر میں رونے لگی چیخنے لگی اور ساتھ ہی میں انہیں مارنے لگی۔

نہیں نہیں تم میری بچی کو کہیں نہیں لے جا سکتے ہم لوگ وقت کے ستائے ہوئے لوگ ہیں ہمیں مت ستاؤ تانیہ سے رہا نہ گیا روتے سسکتے ہوئے بولی۔

اگر مجھے لے جانا ہے تو میری ماں کو کچھ مت کہنا اسے بھی میرے ساتھ ہی لے جاؤ تا کہ اگر ہم مریں تو اکٹھی اور اگر زندہ رہیں تو اکٹھی۔ ہم دونوں کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے ہم پر رحم کرو ہمیں جدا کر کے مت مارو اگر تم لوگ مجھے لے گئے تو میری ماں مر جائے گی میں ہاتھ جوڑتی ہو ہمیں چھوڑ دو ان میں سے ایک آدمی یہ سب سن کر بولا۔

دونوں کو پھینکو گاڑی میں ٹائم ضائع مت کرو جلدی کرو۔

انہوں نے ہمیں گاڑی میں بٹھالیا ہم بے بس ہو کر ان کے ساتھ بیٹھ گئیں ہم دونوں ہی رو رہی تھی میں اس وقت کو کوس رہی تھی جب میں گاؤں سے نکلی تھی ہم تو اپنی عزت کو بچانے کے لے گاؤں سے نکلی تھیں لیکن ہمیں کیا پتہ تھا کہ ہماری بچائی ہوئی کسی بھی وقت ہمارے ہاتھ سے نکل جائیگی۔

گاڑی ایک سنسان راستے پر چلنے لگی پھر جنگل آنے لگا پتہ نہیں یہ لوگ ہمیں یہاں پر لا کر کیسی موت ماریں گے میں میں اپنی بیٹی کو روتے ہوئے دیکھ دیکھ کر سوچ رہی تھی مگر انکا حکم تھا اگر بولتیں یا شور کرتیں تو وہ دونوں کے گلے کاٹ دیتے۔ اس سے اچھا ہے کہ موت آ جائے لیکن نہیں جن کے نصیب برے ہوں اسے موت بھی جلدی نہیں آتی ہم ان کے خوف سے چپ چاپ بیٹھی رہیں۔

گاڑی ایک جنگل سے ہوتی ہوئی ایک شاندار بنگلے کی طرف جانے لگی اللہ خیر کرے کیا ہونے والا ہے ہم ماں بیٹی کو ایک کمرے میں لے جایا گیا ہم دونوں کو کسی ایسی چیز کی تلاش تھی کہ جس سے ہماری موت ہو جائے جان جانے کا دکھ نہیں ہوگا یہ عزت چلی گئی تو ہم پوری زندگی نہ مر سکیں گی نہ جی سکیں گی بہتر ہے ایک ہی بار مر جائیں اچانک کچھ آدمیوں نے

بولنے کی آوازیں آنے لگیں۔
باس ہم آپ کی پسند کی لڑکی لائے ہیں اگر آپ دیکھ لیں تو اس کے بھی نصیب جاگ جائیں بہت ہی پیاری لڑکی ہے ویسی ہے جیسی آپ کہا کرتے تھے بہت ہی سندر ہے نیلی آنکھیں ہیں لمبے لمبے بال ہیں اونچا قد ہے اور بہت ہی پیارا جسم ہے۔ وہ لوگ تانیہ کی تعریف کر رہے تھے۔
مگر لائے کہاں سے ہو۔
یہ سب چھوڑیں باس ایک غلطی بھی ہو گئی ہے۔
وہ کیا۔
لڑکی اکیلی نہیں ہے اس کی ماں بھی اس کے ساتھ ہیں دونوں ہی سڑک پر اکیلی جا رہی تھیں ہماری ان پر نظر پڑ گئی لڑکی کو دیکھا تو ہمیں یوں لگا جیسے یہی وہ لڑکی ہے جس کی آپ کو تلاش تھی لیکن اس لڑکی نے اپنی ماں کا دامن نہیں چھوڑا اور رو رو کر کہتی کہ اگر لے جانا ہے تو دونوں کو لے جاؤ اس طرح میری ماں مر جائیں گے لگتا ہے دونوں کا بہت پیار ہے ویسے بھی ہر ماں ہر بیٹی پیار بہت ہوتا ہے لیکن سر جو اس نے بات کی تھی وہ بہت عجیب تھی۔
کیا بات کی تھی۔
یہ کہ لڑکی کہہ رہی تھی کہ اس دنیا میں میری ماں کے سوا کوئی ہمارا نہیں ہے اور عورت کہہ رہی تھی کہ میری بیٹی ہی میرا سب کچھ ہے لگتا ہے دونوں ماں بیٹی ہی ہیں بس۔
باس بولا ہاں یار دنیا میں بہت کچھ ہو رہا ہے اگر لڑکی مجھے پسند آ گئی تو پھر یہ بنگلا میرا سب کچھ اسی کا ہوگا اگر نہیں تو ان کو جہاں سے اٹھایا ہے وہی چھوڑ آنا۔ میں کسی کی عزت کے ساتھ کھیلنا نہیں چاہتا ہوں سنا تم نے اور کسی کنیز کو بھیج کر اس لڑکی کو تیار کرواؤ۔ پہلے ان کی مہمان نوازی پھر عزت سے باقی کام بعد میں دیکھا جائے گا۔
او کے۔ باس جو حکم ہو یہ کہہ کر خاموش ہو گئیں

میری بیٹی میرے ساتھ ایسے چپکی ہوئی تھی جیسے ابھی اس کا جسم ٹھنڈا ہو جائے گا۔ مگر نہیں میں دل میں سوچ رہی تھی کہ چوہدری کے ڈر سے نکلے تو عزت کے لیٹرے اٹھا کر لے گئے ہم تو اس چڑیا کی طرح تھیں جو اڑے تو باز کھائے بیٹھی رہے تو شکاری مار دے۔ اب ہماری جان مٹھی میں تھی اچانک کمرے کا دروازہ کھلا ایک بہت ہی پیاری لڑکی جو کسی پری سے کم نہیں تھی ہاتھ میں ڈش اٹھائے اندر آ گئی اس نے ایک گہری نظر ہم پر ڈالی پھر بہت ادب سے بولی۔
آنٹی یہ آپ کا کھانا ہے پلیز کھا لیں میں اس کی طرف دیکھتی رہ گئی پھر پوچھا۔
تم کون ہو۔
وہ بولی میں یہاں کی نوکرانی ہوں باس جو کہے وہ کرتی ہوں۔
تمہارا باس کون ہے۔ کیا کوئی وہ کوئی بدمعاش ہے۔ میں نے پوچھا۔
توبہ توبہ آنٹی ہمارا باس تو بہت ہی اچھا ہے جیسے ہی ان کے پاس کوئی لڑکی آتی ہے اسے بہن بیٹی کہہ کر واپس کر دیتے ہیں یعنی ان کی پسند کی لڑکی نہیں مل رہی۔ بہت سی لڑکیوں کو عزت اور دولت کے ساتھ واپس بھیجا ہے انہوں نے آپ دونوں پریشان نہ ہوں یہاں باس کی مرضی کے علاوہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا یہاں پر آپ ہر طرح سے محفوظ ہیں دعا کرو کہ آپ کی بیٹی کی قسمت سنور جائے یہ سن کر میرے آنسو نکل آئے۔
نہیں بیٹی نہیں اس کی منگنی ہو چکی ہے۔ بس شادی کی تیاریاں تھیں۔
ٹھیک ہے آنٹی اگر آپ بیٹی نہ مانی تو باس آپ کو اس کے جہیز کا خرچہ دے کر اسی جگہ پہنچا دیں گے جہاں سے اٹھایا ہے لیکن تم دونوں ذرا بھی پریشان مت ہونا کھانا کھا لیں پھر میڈم کو تیار کرنا ہے یہ سن کر تانیہ بولی۔

نہیں میں تیار نہیں ہوں گی تم جاؤ او کے۔ میں پھر آؤں گی۔

یہ کہہ کر وہ چلی گئی میں نے اپنی سسکتی ہوئی بیٹی کا سر گود میں رکھا چپ کروانے لگی میری بچی کو بخار نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ بہت تیز بخار ہو چکا تھا میں نے کہا۔

بیٹی ہم نے صبح کا کچھ نہیں کھایا کچھ تو تھوڑا بہت کھالو لگتا ہے یہ لوگ ظالم نہیں ہیں ہم پر ضرور رحم کریں گے۔

لیکن ماں اگر یہ لوگ ظالم نہیں تو پھر اس طرح کیوں کسی کو اٹھا لاتے ہیں۔

بیٹی پیسے والے لوگ جو چاہیں کرتے ہیں تم کھانا کھاؤ میں نے اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے تھوڑا سا کھانا کھلایا خود بھی ظالم پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے کھایا۔

رات کافی ہو چکی تھی پھر کچھ لوگوں کی آواز سنائی دی کہ باس چوہدری تھانے میں فون نہیں کر رہا بہت کہا ہے۔

تو تم لوگ اسے دوسری طرح مناؤ ورنہ میرے پاس لے آؤ۔ باس کی آواز سنائی دی۔

او کے باس۔ ہم اسے لے کر آتے ہیں۔

کچھ دیر بعد پھر باتیں ہونے لگیں وہ لوگ کسی آدمی سے کہہ رہے تھے تھانے فون کرو اور کہو کہ ہمارا مسئلہ حل ہو گیا ہے تم اپنی پوری پولیس کو بلا لو چوہدری نے فون کیا اور چوہدری کو کہیں لے گئے اب پھر ہماری باری تھی وہ لڑکی کچھ میک اپ کا سامان اٹھا لائی اور تانیہ سے مخاطب ہوئی۔

بہن اٹھو تانیہ نے سب کچھ خود اٹھا کر دور پھینک دیا رونے لگی اور بولی۔

جاؤ اپنے باس سے کہہ دو کہ میں کچھ نہیں کروں گی وہ لڑکی چلی گئی کچھ دیر بعد پھر آ گئی۔

باس کا حکم ہے کہ یہ لڑکی کو سادگی میں ہی لے آؤ آج تک کسی نے ہمارا حکم نہیں ٹھکرایا یہ لڑکی کوئی عام نہیں لگتی۔

مگر تانیہ نے انکار کر دیا کچھ دیر میں وہ پھر آ گئی اور بولی۔

ابھی باس آرام سے کہہ رہے ہیں اور کچھ نہیں کہیں گے بس ایک نظر دیکھ کر نام پوچھیں گے اور واپس بھیج دیں گے دیکھو بہن اگر تیری جا گہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اتنی دولت کے لالچ میں خود کو تیار کر لیتی۔

تانیہ بولی بکواس بند کرو کمینی عزت دار لوگوں کو اپنی عزت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے میں تھوکتی ہوں ایسی دولت پر دفع ہو جاؤ یہاں سے اور اپنے باس سے کہہ دو میرے ٹکڑے کروا دے جاؤ اب یہاں مت آنا یہ سن کر وہ لڑکی بولی۔

دیکھو اگر باس کو غصہ آ گیا تو کچھ بھی ہو سکتا ہے تم اپنے آپ [illegible] سمجھتی ہو تم جیسی کتنی آئیں کتنی گئیں۔ اگر باس نے کوئی غلط فیصلہ کر لیا تو اس کی ذمہ دار آپ دونوں ہوں میں چلتی ہوں تم سوچ لو جب کچھ فیصلہ کر لو تو یہ ساتھ والا بٹن دبا دینا میں آ جاؤں گی اتنا کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔ اور میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے اگلا شمارہ ضرور پڑھیے۔

اندر کی ٹوٹ پھوٹ نے ویران کر دیا ہمیں
ورنہ ہم کو ناز تھا کہ آفتاب ہیں ہم
محمد عمیر مظہری۔تبکیاں

کبھی خود پہ کبھی حالات پہ رونا آیا
بات نکلی تو ہر اک بات پہ رونا آیا
یوائے راجپوت۔اسلام آباد

اب سوچا تھا کہ اسے یاد نہ کریں گے
خیال آیا ہی تھا اس کا کہ آنکھیں چھلک پڑیں
محمد واصف۔واہ کینٹ

اک دن کہا اس نے آؤ اک نئی دنیا بساتے ہیں
اسے سوجھی شرارت تھی یہ دل کچھ اور سمجھا

آخری خواہش

تحریر: ایم شفیع تنہا، امرہ خورد | 0346-6207338

محترم شہزادہ صاحب!

السلام علیکم امید کرتا ہوں کہ آپ جواب عرض کی محفل سجائے بیٹھے ہوں گے۔ مجھ ناچیز کو جواب عرض میں جگہ دینے کا شکریہ۔ اس بار اک نئی سٹوری جس کا نام ''آخری خواہش'' ہے کیسے حاضر ہوں امید ہے میری گزشتہ سٹوریوں کی طرح سے بھی کسی قریبی شمارے میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ جن دوستوں نے میری تحریریں پڑھ کر میری حوصلہ افزائی کی ان کا شکریہ ضرور ادا کرنا چاہوں گا۔ نور جمال کے نثار احمد حسرت کا شکریہ کہ انہوں نے طویل کال کی اور مجھے داد دی۔ اس کے علاوہ ایم اشفاق بٹ لالہ موسیٰ، سحر منڈی بہاؤالدین، کرن گجرات، سعدیہ میر پور آزاد کشمیر، شہزاد سلطان کیف اور ملک عاشق حسین ساجد ان سب دوستوں کا بہت شکریہ اور میں اپنے چھوٹے بھائی سر نوید کو جواب عرض کی محفل میں شرکت کرنے پر دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہتا ہوں۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

میسر گوشت کی یخنی ہے امیروں کے کتوں کو دوا کے واسطے غریب کا بچہ سسکتا ہے ماسی نے کپڑوں پر استری کی برتن دھوئے صاحب جی کے کمرے کی صفائی کی اور آج پھر کرسی پر بیٹھ گئی تو بیگم صاحبہ اُسے دیکھتے ہی غصے سے دھاڑیں۔ بیگم صاحبہ اس کرسی پر کتا بیٹھ سکتا ہے مگر ماسی کیوں نہیں بیٹھ سکتی، کتے میں اور تجھ میں بہت فرق ہے کتا تم لوگوں سے زیادہ وفادار ہوتا ہے ارو پھر یہ بہت اعلیٰ نسل کا کتا ہے تمہاری طرح نیچ ذات نہیں سمجھی تو؟

جی بیگم صاحبہ...... بیگم صاحبہ کی نچی اوقات میں رہا کر سر چڑھ کر نہ بولا کر یہاں کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو جا جا کر لیو اور ٹائیگر کے لیے گوشت اُبالنے کے لیے رکھ دے۔ دونوں بھوکے ہیں...... اچھا بیگم صاحبہ وہ کہتی ہوئی باور چی خانہ کی طرف چل دی البس نے اپنی زندگی میں بہت سے گھروں میں کام کیا تھا صاحب اور بیگم صاحبہ کی شکل میں اُسے طرح طرح کے لوگ ملے تھے مگر ان جیسے نہیں تھے یہ میاں بیوی بہت مغرور بے رحم اور کنجوس تھے ہر وقت ماسی کو اُس کی اوقات یاد دلاتے رہتے تھے اس سے زیادہ سے

زیادہ کام لیتے مشقت کے عوض ماسی کو صرف ماہانہ آٹھ سو روپے ملتے تھے یا پھر اس کے علاوہ بیگم صاحبہ نے دو چار برتن بھی اس شرط پر دے رکھے تھے کہ جب وہ ملازمت چھوڑے گی تو برتنوں کپڑوں یا ان کی دی ہوئی کسی چیز کو وہ ساتھ نہیں لے جا سکتی ہے اس کے لیے مہینہ بھر کا راشن منگوا دیا جاتا تھا جس میں آٹا، دالیں، چاولوں کا ٹوٹا اور تھوڑا سا گھی شامل ہوتا تھا جسے وہ خود پکاتی تھی۔ فریزر میں صاحب اور بیگم صاحبہ کے لیے کافی مقدار میں بکرے کا گوشت رکھا ہوا تھا اور کتوں کے لیے بھی بہت سارا گوشت رکھا ہوا تھا گوشت بھرے اس فریزر سے ماسی کو دو بوٹیاں بھی نصیب نہیں ہوتی تھیں کبھی اُن کا جی چاہتا تو اپنا جھوٹا گوشت ماسی کو دے دیتے اس طرح ہفتے میں ایک آدھ بار بوٹی، ہڈی اور تھوڑا سا شوربہ اسے بھی میسر آ جاتا لیکن وہ بھی اس وقت جب سالن اتنا کم ہوتا کہ فریزر میں نہ رکھا جا سکے ورنہ تو بچا ہوا سالن پلاسٹک کی تھیلی میں محفوظ کر کے فریزر کر لیا جاتا تھا۔ کنجوسی کا یہ عالم تھا کہ مہینوں ہفتوں پرانا سالن فریزر میں پڑا رہتا تھا لیکن کسی کو دیتے نہیں تھے تقریبات کا آیا ہوا کھانا بھی فریزر میں رکھ دیا جاتا تھا جب بھی صاحب یا بیگم صاحبہ کے بے حد عزیز مہمان آ جاتے تو اس وقت طرح طرح کے کھانوں کی تھیلیاں نکال کر ان کو گرم کر لیا جاتا یا کبھی اپنا کھانا پکوانے کی بجائے فریزر کی ہوئی تھیلیوں سے گزارا کرتے تھے۔ ماسی کو رہنے کے لیے کوٹھی سے کافی فاصلے پر ایک چھوٹی سی کوٹھڑی دی ہوئی تھی یہ کوٹھڑی نہ تو سردیوں کے لیے مناسب تھی نہ گرمی اور برسات کے لیے اس کی ٹوٹی ہوئی چھت سے بارش کا پانی رستا رہتا تھا گرمیوں میں یہ کوٹھڑی تندور بن جاتی تھی اس کی ٹوٹی پھوٹی کھڑکیوں سے دھوپ اندر آ جاتی تھی سردیوں کی سرد ہوائیں برف کی سی ٹھنڈک پیدا کر دیتی تھیں اس کا بارہا جی چاہا کہ اتنی بڑی کوٹھی میں سے ایک چارپائی کی جگہ اسے بھی مل جائے تا کہ وہ بھی آرام سے زندگی بسر کرے ایک بار اس نے اپنی خواہش کا اظہار بھی کیا تھا۔ جواب میں اسے بیگم صاحبہ نے خوب جھاڑا تھا اس کے بعد وہ ان کمروں کے بند دروازوں کو دیکھا کرتی جو کبھی سال دو سال میں مہمانوں کی آمد پر دو چار روز کے لیے کھلتے تھے اس کے برعکس بیگم صاحبہ کے دونوں کتے آزادی سے ڈرائنگ روم، بیڈ روم، گیسٹ روم بلکہ ہر جگہ گھومتے پھرتے رہتے تھے ان پر کوئی پابندی نہیں تھی کھانا بھی بیگم صاحبہ خود اپنی گود میں کتے کو بٹھا کر کھلاتی تھیں اور خود بھی کھاتی تھیں۔ لیو اور ٹائیگر دونوں بیگم صاحبہ کے کتوں کے نام تھے کتے بیڈ روم میں صوفے پر بیٹھ کر ٹی وی دیکھا کرتے تھے صاحب کو یہ منظر اتنا اچھا لگتا تھا کہ فوراً اپنا کیمرہ اٹھا لاتے اور لیو اور ٹائیگر کی حرکات و سکنات کو محفوظ کر لیتے اور دوست احباب کو بڑے فخر سے یہ تصویریں دکھائی جاتیں۔ یہ دونوں کتوں صاحب اور بیگم صاحبہ کی زندگی بن گئے تھے اگر کبھی یہ بیمار ہو جاتے تو علاج کے لیے بڑے سے بڑے ڈاکٹر کو بلوایا جاتا اور پرہیزی کھانا کھلایا جاتا دوائیاں وقت پر دی جاتیں تیمارداری میں صبح و شام ایک ہو جاتے اس کے برعکس اگر ماسی بھی سر درد یا بخار کا شکار ہو جاتی تو بیگم صاحبہ اسپرین یا پیراسٹامول کی گولی اس کے ہاتھ میں تھما دیتی ماسی کو ان دنوں نجانے کیا ہو گیا تھا ہر وقت اپنا اور کتے کا مقابلہ کیا کرتی تھی جب اسے خود پر کتے کی برتری کا احساس ہوتا تو وہ رو پڑتی اور آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے اس کے دل میں شدت سے یہ خواہش اُبھرتی کہ کاش وہ بھی کتا ہوتی اعلیٰ نسل کا تو آج کسی عالیشان کوٹھی میں بڑی شان سے حکومت کر رہی ہوتی آج اسے کوئی ان پڑھ جاہل اور اجڈ کہہ کر نہ پکارتا۔ اس قسم کے خیالات اسے ان دنوں زیادہ آ رہے تھے ایک اسے نزلہ ہو گیا تھا اور حرارت بھی تھی جسم میں درد کی وجہ سے کوشش کے باوجود اس سے صبح پانچ بجے نہ اُٹھا گیا طبیعت

خراب ہونے کے باوجود اس کا ذہن اپنے انجام کے بارے میں سوچتا رہا کہ اسے دیر سے اُٹھنے پر گالیوں سے نوازا جائے گا گندی نالی کے غلیظ کیڑے کہہ کر پکارا جائے گا ابھی وہ یہ سب سوچ رہی تھی کہ کسی نے پوری قوت سے دروازہ کو دھکیلا دروازہ تیزی سے دیوار سے ٹکرایا اور آنے والا گرتے گرتے بچا یہ کوئی دوسرا نہیں از خود بیگم صاحبہ تھیں جو آندھی طوفان کی طرح کوٹھڑی میں داخل ہوئی تھیں اور دل دہلانے والے بادلوں کی طرح گرجی تھیں...... کم بخت...... نامراد...... غلاظت کی پوٹلی...... عیش کرنے آئی ہے یہاں پر کیا......؟ کب سے تیرا انتظار کر رہے ہیں مگر مہارانی پڑی آرام فرما رہی ہیں...... لے پکڑ اپنی تنخواہ اور دفع ہو جا یہاں سے مجھے نہیں چاہیے تیرے جیسی مریل اور کام چور نوکرانی۔ بیگم صاحبہ نے پانچ اور دس کے چار پانچ نوٹ اس کے منہ پر دے مارے......

نہیں بیگم صاحبہ مجھے نوکری سے مت نکالو میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا ٹھکانہ ہے میں کہاں ماری ماری پھرتی رہوں گی مجھے آج بخار ہے بیگم صاحبہ اس لیے اُٹھنے میں دیر ہو گئی آپ کو یقین نہیں تو خود ہاتھ لگا کر دیکھ لو یہ کہہ کر اس نے اپنی کلائی بیگم صاحبہ کے آگے کر دی۔ ہٹا میرے سامنے سے اپنا ہاتھ تم لوگ اس قدر گندے رہتے ہو ہزاروں جراثیم تمہارے جسم پر چلتے ہیں مجھے احساس ہے اس بات کا......؟ مگر تم جاہل گنواروں کو کیا معلوم چل کپڑے بدل کر فوراً باہر آ...... آئندہ بھی ایسی حرکت کی تو ایک نہیں سنوں گی بھی۔ اسی وقت کان پکڑ کر باہر کھڑا کر دوں گی۔ جی بیگم صاحبہ اب ایسا نہیں ہو گا...... ماسی اپنا بخار سے تپتا ہوا جسم گھسیٹتی ہوئی بیگم صاحبہ کے پیچھے چل دی صاحب اور بیگم صاحبہ اپنے اپنے کتوں کو نہلانے نکل گئے اور وہ اپنی بیماری کو بھول کر جلدی جلدی شامی کباب بنانے لگی۔ ابھی وہ پورا ناشتہ بھی نہ بنا سکی تھی کہ بیگم صاحبہ ہانپتی کانپتی کمرے میں داخل ہوئی اور اس کے پاس آ کر پھولی ہوئی سانس سے بولی۔ ماسی غضب ہو گیا آج تو...... کیا ہوا بیگم صاحبہ خیریت تو ہے......؟ خیریت کہاں ہے تیرے صاحب کے کتے ٹائیگر نے میرے لیو پر حملہ کر دیا۔ پتہ نہیں آج ٹائیگر کو کیا ہو گیا تھا ویسے غلطی لیو کی بھی تھی نہ ٹائیگر سے حسد کرتا اور نہ اس قدر زخمی ہوتا صاحب بھی ٹائیگر کا کچھ زیادہ ہی خیال رکھتے ہیں اور لیو برداشت نہیں کر پایا۔ کہاں ہے آپ کا لاڈ...... بدبخت لاڈ نہیں سیدھا نام پکارو لیو کو تیرے صاحب اور چوکیدار نے چھڑایا ہے ٹائیگر تو چھوڑ ہی نہیں رہا تھا ایسا لگ رہا تھا لیو کی جان لے لے گا تو دعا کر ماسی میرا لیو بچ جائے بیگم صاحبہ رو رہی تھیں۔ گھبراؤ نہیں ڈارلنگ میں نے کتے کے ڈاکٹر کو فون کر دیا ہے ابھی آتا ہی ہو گا۔ صاحب بیگم صاحبہ کو دلاسہ دے رہے تھے۔ سیم میرا لیو بچ تو جائے گا نا......؟ صاحب کا نام سلیم تھا اور بیگم صاحبہ کا نام منزہ، صاحب بیگم صاحبہ کو مون کے نام سے پکارتے تھے اور بیگم صاحبہ سلیم کو سیم کہہ کر بلاتی تھیں اصلی نام بھی ماسی کو ان کے رشتہ داروں سے معلوم ہوئے تھے وہ جب بھی آتے ان دنوں کو اصل نام سے پکارتے تھے سیم اور مون تو دور جدید کی پیداوار تھے ماسی کو اس وقت بہت ہی تکلیف ہوئی جب کتے کا علاج باقاعدگی سے پورے تین مہینے ہوا روز ڈاکٹر گھر پر آتا انجکشن لگاتا دوائیں دیتا اور پورے پانچ سو روپے فیس لے کر چلا جاتا صاحب اور بیگم صاحبہ اپنے ہاتھوں سے کتوں کے زخموں پر دوائیاں لگاتے اور دودھ پلاتے لاڈ پیار کرتے شب و روز کتے کی تیمارداری میں صرف کر دیے تب جا کر کتا دوڑنے بھاگنے کے قابل ہوا تھا جس قدر کتے کی قدر تھی ماسی کی اتنی ہی ناقدری تھی اس احساس اور صبح شام کی ڈانٹ ڈپٹ نے ماسی کو بیمار کر دیا تھا وہ اکثر نڈھال سی رہتی مگر اپنے فرائض سے غفلت نہ برتتی تھی ایک بار اس کے سر میں شدید درد تھا وہ اپنی کوٹھڑی سے نکل

کر بیگم صاحبہ کے کمرے کی طرف چل دی۔
بیگم صاحبہ نے کہا کیا بات ہے اندر آ جاؤ وہ دونوں کمبل اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ ساتھ میں دونوں کے کتے بھی بیٹھے تھے ٹی وی پر کوئی انگلش فلم چل رہی تھی پاس ہی خشک میوہ رکھا تھا دونوں باتیں کرتے اور کھاتے جاتے تھے۔
مجھے کوئی گولی چاہیے بیگم جی...... گولی مل جائے گی تمہیں پہلے تم یوں کرو ہمیں چائے کے دو کپ بنا دو اس وقت بہت ہی اچھا ہوا جو تم خود چلی آئی۔ بیگم صاحبہ پہلے گولی دے دو سر میں بہت درد ہو رہی ہے۔ چائے تو بنا کر لاؤ پھر گولی بھی مل جائے گی صاحب نے حکم دیا اچھا صاحب وہ نا چاہتے ہوئے بھی چائے بنانے کے لیے چلی گئی دو کپ چائے بنانے کے بعد تھوڑی سی چائے بچ گئی تو صاحب نے کہا اسے بھی لے آؤ میرا ٹائیگر بھی آج چائے پیئے گا سیم کیا بے وقوفی ہے ٹائیگر چائے نہیں پیتا ہے ماسی رہنے دو......
ماسی کے دل میں آیا کہ صاحب سے کہوں کہ وہ چائے میں پی لوں مگر اسے یہ بات کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی وہ دل کی بات زبان پر نہ لا سکی۔
ماسی تو بھی انڈین فلم دیکھ بہت اچھی ہے تیرے سر کا درد دور ہو جائے گا تھوڑی دیر بعد میں تمہیں گولی دیتا ہوں وہ صاحب کے کہنے پر خاموشی سے قالین پر بیٹھ گئی اس کے تصور میں گرم گرم چائے کا کپ ناچتا رہا کمتری کے احساس نے اس کے دماغ کو بھی چائے کے کپ کی طرح گرم کر دیا تھا۔
سیم تم نے اسے قالین پر بیٹھنے کو کیوں کہہ دیا اس کے گندے کپڑوں میں بے شمار جراثیم بھرے ہوں گے یہ سن کر ماسی اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔ جراثیم مجھ میں نہیں تم لوگوں کے دماغ میں بھرے ہوئے ہیں غرور اور تکبر کے جراثیم۔ گمراہی اور جہالت کے جراثیم آخر تم امیر لوگ ہم غریبوں کو کیڑے مکوڑے کیوں سمجھتے ہو کیا ہم غریبوں کے سینے میں دل نہیں ہے کیا ہماری حسرتیں نہیں ہیں آخر ہم بھی تم جیسے انسان ہیں اور انسان کو انسان کی قدر کرنی چاہیے مگر تم لوگ تو کتوں کی قدر کرتے ہو۔
آخ تھو تم جیسے امیروں پر...... ماسی خوب گرج رہی تھی اسے اپنے دادا کی باتیں یاد آنے لگیں جو گاؤں والوں کو اچھی اچھی باتیں بتاتے تھے اور کہتے تھے خدا کے نزدیک ہر انسان برابر ہے خواہ امیر ہو یا غریب آقا ہو یا غلام آقا اور غلام کے تصور سے صاحب اور بیگم کا سلوک اسے تکلیف دیتا اللہ کی نظر میں ہر انسان برابر ہے مگر یہ لوگ انسان پر کتے کو اہمیت دیتے ہیں ان لوگوں نے انسان کو کتا بنا دیا ہے اور کتے کو انسان اس کا جی چاہا ٹائیگر اور لیو کو صوفے سے نیچے اتار پھینکے اور خود صوفے پر بیٹھ جائے اس لیے کہ وہ افضل ہے وہ اور بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر مارے خوف کے کچھ نہ کہہ سکی اس کے اندر کتے اور انسان کی جنگ ہوتی رہی وہ کتے کو کمتر اور خود کو برتر ثابت کرتی رہی اور پھر ماسی یک لخت گر پڑی اور......
ارے سیم اسے دیکھو کیا ہوا اس کی گردن ٹیڑھی ہو گئی ہے کہیں مر تو نہیں گئی یہ...... مون یہ غریب اتنی آسانی سے نہیں مرتے بڑے ڈھیٹ ہوتے ہیں ویسے میرا خیال ہے یہ سو گئی ہے۔
نہیں سیم یہ سوئی نہیں لگتا ہے مر گئی ہے یا پھر بے ہوش ہے مون اگر مر بھی گئی ہے تو اسے میں گھبرانے والی کون سی بات ہے ہمیں کوئی دوسری نوکرانی مل جائے گی...... سیم میں اس لیے نہیں گھبرا رہی کہ ہمیں اور ملازم نہیں ملے گا بلکہ پریشانی اس بات کی ہے کہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے جہاں اس کو چھوڑ آئیں۔
مون اتنا وقت کہاں ہے کہ میں اس کا وارث تلاش کرتا پھروں میں اس کو مردہ خانے میں ڈلوا دوں گا...... لیکن سیم قریب جا کر دیکھو ہو سکتا ہے زندہ ہو۔
اے فاس کیا ہوا مر تو نہیں گئی...... پھر ماسی کو ہوش آ گیا...... نہیں صاحب ہم لوگ بڑے ڈھیٹ ہیں اتنی

آسانی سے مرنے والے نہیں ہیں...... وہ اُٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

بڑی زبان چل رہی ہے بیگم صاحبہ غصے سے بولیں۔

ارے ماسی گولی لیتی جا...... نہیں صاحب اب اس کی ضرورت نہیں ہے میری طبیعت ٹھیک ہو گئی ہے...... سیم میں نہ کہتی تھی کہ یہ لوگ بڑے مکار ہوتے ہیں۔

ماسی کے قدم آج اپنی کوٹھڑی کی طرف جاتے ہوئے ڈر رہے تھے وہ کوٹھڑی کے پاس پہنچ تو گئی لیکن اندر داخل ہونے کی اس میں ہمت نہ ہوئی وہ دو منٹ تک کھڑی سوچتی رہی پھر ہولے ہولے چلتی ہوئی کوٹھڑی سے کافی دور چلی گئی۔

پھر اسے پرانے صاحب جی باہر کھڑے مل گئے۔ ارے ماسی اتنی رات گئے کہاں جا رہی ہو......

• صاحب آپ ہی کے گھر آئی ہوں...... بولو کیا بات ہے ماسی...... صاحب جی مجھے مردہ خانے سے بہت ڈر لگتا ہے میں مر جاؤں تو آپ مجھے کفن دے کر دفنا دینا۔ ماسی کیا اول فول بک رہی ہو طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری...... صاحب میں نے آپ کے گھر میں کام کیا ہے آپ نے اور بیگم صاحبہ نے کہا تھا کہ جب مجھے کسی چیز کی ضرورت پڑے تو آ جانا۔

آخر مسئلہ کیا ہے وہ چونک کر بولے۔ صاحب میں آ گئی ہوں مجھے کفن کی ضرورت ہے یہ کہتے ہی وہ زمین پر گر پڑی اور خالق حقیقی سے جا ملی۔

دینو شکورے ماسی کو اٹھا کر اندر لے چلو۔ اس کی طبیعت خراب ہے انہوں نے آواز دی تو ملازم وہاں پہنچ کر بولے صاحب جی ماسی تو ختم ہو گئی ہے۔ اچھا اس کو اٹھا کر اندر لے چلو اس کی آخری خواہش کا احترام کرنا ہمارا فرض ہے اس بے چاری نے ہماری بہت خدمت کی ہے۔

❀❀❀

غزل

یہ دل کبھی تیری یاد سے غافل نہیں رہا
مجھے شکوہ ہے کہ تو پھر بھی میرا حاصل نہیں رہا
میری نظروں کے سامنے سب ہی پار اترتے رہیں
جب میری باری آئی تو ساحل نہیں رہا
میں انجان تھی وہ پاگل تھا میری ہر ادا کے واسطے
بنا کے مجھے پاگل وہ اب پاگل نہیں رہا
کتنے ہی کٹھن دور آئے گزر گئے
کوئی بھی درد اتنا مسلسل نہیں رہا
منظروں سے دور ہوا تو دل سے بھی اتر گیا
حد یہ ہے کہ اب دعا میں بھی شامل نہیں رہا
اسے ٹوٹ کے چاہا ہے کس قدر آمنہ
جو شخص تیری نفرت کے بھی قابل نہیں رہا

(آمنہ، راولپنڈی)

غزل

یہاں پل پل جلنا پڑتا ہے
ہر رنگ میں ڈھلنا پڑتا ہے
ہر موڑ پہ ٹھوکر لگتی ہے
ہر حال میں چلنا پڑتا ہے
ہر دل کو سمجھنے کے لیے
خود سے لڑنا پڑتا ہے
کبھی کبھی خود کو کھونا پڑتا ہے
کبھی چھپ چھپ کے رونا پڑتا ہے
کبھی نیند نہ آئے پھولوں پہ
کبھی کانٹوں پہ سونا پڑتا ہے
کبھی مر کے جینا پڑتا ہے
کبھی جی کے مرنا پڑتا ہے
کبھی تو خوشیاں لوٹ کے آئیں گی
اس آس پہ جینا پڑتا ہے

(آمنہ، راولپنڈی)

بے جرم مجرم

---تحریر: ثمینہ طاہر بٹ۔ لاہور---

محترم بھائی شہزادہ التمش۔
سلام عرض ہے۔ میں پہلی بار آپ کے جواب عرض میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ اس کو شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے اسے میں نے بہت محنت سے لکھا ہے اور اس میں ایک سبق ہے ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے لیے اگر کسی ایک نے بھی اس پر عمل کیا تو میں سمجھ جاؤں گی کہ میری کہانی کے لکھنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ یہ ایسے گھر کی کہانی ہے جس میں ایک عورت نے پورے گھر کو تباہ کر دیا وہاں کا اس گھر کے ہر فرد کا جینا حرام کر دیا۔ اور ان کو اس حال میں پہنچا دیا کہ اس گھر میں اموات ہونے لگیں۔ ایک ایک کر کے ہی سب موت کے منہ میں جانے لگے۔
جواب عرض کی پالیسی کے مطابق اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کے دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا رائٹر نہ ہو گا۔ آخر میں سب کو خلوص بھرا سلام۔

کہتے ہیں یہ معاشرہ مردوں کا ہے اور اس مردوں کے معاشرے میں عورت ہمیشہ سے مظلوم رہی ہے بے چاری مظلوم۔ معصوم۔ شکست خوردہ۔ قابل رحم۔ اور مظلومیت کی علمبردار مگر کسی نے شاید یہ کبھی نہیں سوچا ہو گا کہ یہ ہی عورت ظالم بھی ہے۔ سخت دل اور مکار بھی اور وہ بھی ایک مرد کے لیے اور وہ بھی اس مردوں کے معاشرے میں کیونکہ عورت کا عورت پر ظلم تو سارے زمانے میں مشہور ہے ہی نند بھاوج ہو یا ساس بہو ان کا آپس کا جھگڑا نہ تو کبھی ختم ہوا ہے اور نہ ہی شاید کبھی ختم ہو مگر عورت کا مرد پر ظلم اور تشدد یقین نہیں آ رہا ناں آپ کو کیسے آئیگا بھلا ایسے واقعات کہاں ہمارے قصے کہانیوں کا حصہ بنتے ہیں مگر کبھی کبھی غیر معمولی واقعات بھی تو وقوع پذیر ہو ہی جاتے ہیں ناں اور اگر یہ واقعات چشم دید اور جگ بیتی ہونے کی بجائے ہڈبیتی ہوں تو تو کیا آپ پھر بھی یقین نہیں کریں گے آئیے صاحب مجھ سے ملیئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون۔

میرا نام علی ہے میں اپنے والدین بڑے بھائی اور بہنوں کا بے حد لاڈلا تھا خاص طور پر امی اور بھیا میرے بہت لاڈ اٹھاتے میری ہر خواہش بن کہیے ہی پوری کی جاتی کہ مجھے خود پر ناز ہونے لگتا کیونکہ میں اپنے سب بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ اس لیے سب کی آنکھوں کا تارہ تھا ہمارا گھر صحیح معنوں میں جنت کا گہوارہ تھا ابا جی نے بڑی محنت اور ایمانداری سے ایک چھوٹی سی فیکٹری کی بنیاد رکھی تھی اور خوب محنت سے اس کی آبیاری کی جلد ہی ولی بھیا نے انکے شانے سے شانہ ملا کر ان کی ذمہ داریوں کا بوجھ کافی حد تک اٹھا لیا ابا جی

اور بھیا کی شب و روز محنت سے فیکٹری خوب اچھی چلنے لگی معاشی حالات تو ہمارے پہلے بھی خاصی برے نہ تھے اللہ کے فضل سے بہت اچھا گزارا ہو رہا تھا۔ جیسے جیسے ہمارے حالات اور بہتر ہوتے گئے ویسے ویسے آپیوں کے لیے بہتر سے بہترین رشتے آنے لگے یوں تو ولی بھیا ہی سب سے بڑے تھے اور اصولی طور پر پہلے شادی بھی ان کی ہی ہونی چاہیے تھی مگر اباجی نے بھیا کے مشورے سے پہلے آپیوں کی شادیاں کرنے کا فیصلہ کرلیا ہماری امی بے حد بے ضرر معصوم اور محبت کرنے والی ہستی تھیں میری امی کا خمیر جس مٹی سے اٹھایا گیا تھا اس میں بغض لالچ حسد اور کینہ کی آمیزش نام کی کوئی بھی چیز نہیں تھی اس لیے تو وہ ہر حال میں ہمیشہ مطمئن رہتیں اور اپنے رب کے ہر فیصلے پر راضی۔

جلد ہی اباجی نے نور آپا اور ایمان باجی کے رشتے طے کردیئے سلطان بھائی اور سلیم بھائی بھی اپنا بزنس کرتے تھے سلطان بھائی کا شاپنگ پلازہ تھا۔ اور سلیم بھائی کی سپیئر پارٹس بنانے کی فیکٹری ہر طرف سے اطمینان کرلینے کے بعد اباجی نے شادی کی تاریخ طے کردی یہ ہمارے گھر کی پہلی پہلی شادیاں تھیں لہذا پوری شان کے ساتھ ہر فنکشن ارینج کیا گیا۔ اور اس سلسلے میں صباحیہ آپی کے ساتھ ساتھ میں نے بھی بھرپور حصہ لیا تھا صباحیہ آپی ان دنوں فورتھ ائیر میں تھیں اور میں سیکنڈ ائیر میں لہذا ہمارا پرجوش ہونا تو بنتا تھا شادی میں دور نزدیک کے تمام رشتہ دار مدعو تھے اور ہر کسی کے لبوں پر ایک ہی سوال تھا۔

ارے بھئی ولی کی شادی کب کرو گے باری تو ولی کی تھی ارے بھابھی ولی کی شادی کے لڈو کب کھلا رہی ہیں۔ اور بھابھی امی بھلا کیا بتاتیں کہ وہ تو خود اباجی اور بھیا کی منطق نہیں سمجھ پا رہی تھیں کہ [illegible] بیٹے تو چھوڑ چھوٹی بیٹیوں کو پہلے بیاہنے لگے۔ سب کی دعاؤں کے سائے میں آپیاں خیر خیریت سے رخصت ہوکر اپنے اپنے گھر آباد کرنے چلی گئیں۔ اور ہمارا آنگن بالکل سونا کر گئیں۔

اباجی اور بھیا ایک بار پھر فیکٹری اور کاروبار میں مصروف ہوگئے میں اور صباحیہ آپی اپنی پڑھائی میں ہم سب کی مصروفیات نے امی کو بالکل تنہا کردیا اور اس تنہائی سے وہ ایک دم بوکھلا گئیں مگر جلد ہی اباجی نے گھر کے اس سناٹے کو ختم کرنے کا سامان کردیا انہوں نے اپنے کزن کی بیٹی کے ساتھ ولی بھیا کی منگنی کردی جو ہی بھابھی بے حد خوبصورت تھیں اتنی خوبصورت کہ جو دیکھتے بس دیکھتا رہ جائے۔ ہم سب بھیا کی منگنی اور جلد متوقع شادی سے بے حد خوش تھے امی کے ساتھ ساتھ آپیوں نے بھی شادی کی تیاریاں زور و شور سے شروع کردیں۔

امی آپ دھیان سے سن لیں ہمیں بھیا سے نیگ میں سونے کی انگوٹھیاں ہی چاہیں اس سے کم پر ہم نہیں ٹلیں گی کہہ دیا ہے ہم نے آپ اباجی کو بھی بتادیجئے گا۔ ایمان آپی نے ڈھیر سارے رنگ برنگے کپڑوں سے الجھتے ہوئے اپنا فرمائشی پروگرام نشر کیا تو ہم سب ہنس دیئے۔ ظاہر ہے جب انسان کے اندر خوشی کی فصل کھلی ہو تو باہر بھی خوشیوں کی بہار نظر آتی ہے۔

ارے بدھو انگوٹھی تو بھیا دیں گے صباحیہ کی بچی کو اور اپنی سالی کو دودھ پلائی میں ہم تو کنگن لیں گے کنگن اور وہ بھی جڑاؤ بھئی آخر کو شادی شدہ بہنیں ہیں سسرال میں رعب نہیں ڈالنا کیا بھائی سے ملے کنگن کا۔ نور آپ نے ہنستے ہوئے ایمان باجی کو نیا مشورہ دیا۔

تو آپ اگر آپ لوگوں کا ایسا تگڑا اینگ لینے کا ارادہ ہے تو پھر معذرت کے ساتھ آپ خود [illegible]

توانائیاں خرچ کر رہی ہیں بھئی ہماری پیاری معصوم اور سیدھی سادی امی کہاں آ کو دلوائیں گی آپ کی پسند کے کنگن آپ تو اباجی کو بھی چھوڑیں اور سیدھے سیدھے ولی بھیا سے رابطہ کریں شرطیہ کہتا ہوں کل ہی آپ کا مطالبہ مان لیا جائے گا اور اگر یہاں وہاں سفارش ڈھونڈتی پھریں گی تو کچھ ہاتھ آنے والا نہیں ہے لکھوالیں مجھ سے۔ میں نے بھی بنے قیمتی مشورے سے انہیں نوازا تو ان تینوں کی آنکھیں چمک اٹھیں اور پھر فوراً ہی بھیا کو گھیر گھار کر ادھر ہی لایا گیا بری کا سامان انہیں دکھانے ان سے چھیڑ چھاڑ کرتے ان سے لاڈ کرتے آپ نے کچھ اس انداز سے اپنی فرمائش انکے گوش گزار کی بھیا فوراً مان گئے اور واقعی اگلے ہی دن ان تینوں کو اپنے ساتھ لے جا کر ان کی پسند کے کنگن انہیں دلوا بھی دیئے بلکہ اپنی سالیوں کو نیگ میں دینے کے لیے آپا اور باجی کے مشورے سے طلائی انگوٹھیاں بھی خرید لی گئیں۔

بڑے ارمانوں بڑی خوشیوں اور بہت چاہتوں کے ساتھ ہم جوہی بھابھی کو بیاہ لائے۔ شادی کے شروع دنوں میں ہم تو خوشیوں کے ہنڈولے میں جھول رہے تھے اور اسی لیے بھابھی کے لیے دیئے انداز کو ہم نے ان کی شرم اور جھجک ہی سمجھا۔ مگر کب تک تین چار مہینے گزرنے کے بعد بھی ان کے رویئے میں کوئی واضح تبدیلی نہ آئی تو ہم کھٹک گئے بھابھی جتنی خوبصورت تھیں ہمیں امید تھی کہ اتنی ہی خوب سیرت بھی ہوں گی کیونکہ ہم سب تو ایسے ہی تھے حسن ہمارے لیے کوئی نئی چیز نہ تھا ہمارے تو پورے خاندان میں عورتیں تو عورتیں مرد بھی مردانہ وجاہت اور ذہانت کے شاہکار تھے اور بھابھی بھی تو ہماری ہی فیملی سے ہی تھیں اس لیے یہ نا کہ وہ اپنے رعب حسن کی وجہ سے مغرور ہوئی جاتی تھیں بالکل غلط تھا یہ رعب حسن نہ تھا شاید نیت کا فتور تھا۔ جو آہستہ آہستہ سب پر کھلنا شروع ہو گیا۔ جوہی بھابھی بھیا کی طرح اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھیں ان کے بعد ان کی چار بہنیں اور تھیں۔ اور ایک ہی بھائی جو ابھی ٹین ایج میں تھا بھابھی کی ایک بہن چمپا باجی کی شادی بھی بھابھی کے ساتھ ہی ہوئی تھی اور سننے میں آرہا تھا کہ ان کا رویہ بھی اپنے سسرال میں بالکل ہی ویسا ہی تھا جیسے بھابھی کا ہمارے ساتھ۔

اباجی جوہی مان نہیں رہی ہیں تو اسے سمجھا سمجھا کر تھک گیا ہوں۔ مگر اس کی سوئی ابھی تک وہی اڑی ہوئی ہے کہتی ہے اپنی بہنوں کی نیگ میں جڑاؤ کنگن دیئے اور میری بہنوں کو صرف انگوٹھیاں کیوں۔ ان کے لیے بھی کنگن لیتے جان نکلتی تھی آپ کی یا پھر آپ کی بہنوں نے منع کیا تھا اب آپ ہی بتائیں اباجی ایسی صورت میں میں کیا کروں میری تو سمجھ میں نہیں آرہا کچھ بھی۔ ولی بھیا کی تھکی تھکی آواز میرے اردگرد جیسے خطرے کی گھنٹیاں سی بجا گئی۔ وہ اس وقت اباجی کے بیڈ پر ان کے ساتھ بیٹھے ان سے راز و نیاز میں مصروف تھے میں کمرے کے باہر سے گزر رہا تھا۔ کہ میرے کان میں بھیا کی آواز پڑ گئی اور اباجی کی طرح میں بھی پریشان ہو گیا مگر یہ تو شروعات تھی اس کے بعد تو گھر کا ماحول عجیب سا ہو گیا ہمارا وہ گھر جو جنت کا گہوارہ ہوتا تھا آہستہ آہستہ اس کا شیرازہ بکھرنے لگا بھابھی کے ساتھ جانے کیا مسئلہ تھا وہ اس گھر سمیت بھیا پر اپنا اور صرف اپنا حق سمجھتی تھیں نہ تو ان کی نور آپ سے دوستی ہو پائی تھی اور نہ ہی ایمان باجی سے اور صباحہ آپی تو انہیں ماتھے سے دکھتی تھیں اور رہا میں تو شروع شروع میں تو انہوں نے مجھے بھی اپنے جوتے کی نوک پر ہی رکھا تھا مگر پھر جانے کیا ہوا آہستہ آہستہ

انکار و یہ میرے ساتھ تبدیل ہونے لگا۔ اوران کے اس التفات نے میرے ساتھ ساتھ میری بہنوں کے کان بھی کھڑے کر دیئے تھے لیکن ہم اپنے پیارے بھیا کی وجہ سے خاموش تھے ہم نہیں چاہتے تھے کہ ہمارے کسی بھی عمل کی وجہ سے بھیا کو کوئی دکھ پہنچے جیسے ہی صباحیہ آپی کی تعلیم مکمل ہوئی ان کی شادی پھوپھو کے بیٹے کے ساتھ طے کر دی گئی۔ ہماری ایک ہی پھوپھو تھیں اور اباجی سمیت تینوں چچاؤں کی بے حد لاڈلی تھیں بہت اچھی ٹیچر کی بہت محبت کرنے والی خاتون جتنا اپنے بھتیجوں بھتیجیوں سے پیار کرتی تھیں اس سے کہیں زیادہ پھوپھاجان کے بھانجوں بھانجیوں بھتیجوں بھتیجیوں پر جان چھڑکتی تھیں اور ہماری جو ہی بھابھی پھوپھو کے جیٹھ کی بیٹی تھیں اور یہ رشتہ بھی پھوپھو نے ہی کروایا تھا بھیا سمیت ہم سب اگر اب تک اس رشتے کو اچھے سے نبھا رہے تھے تو پھوپھو کی وجہ سے یا پھر بھیا کے معصوم بچوں کی وجہ سے جن میں ہماری جان بھی اور جب صباحیہ آپی اور عمر بھائی کا رشتہ طے ہوا تو ہم نے ایک واضح قسم کی بے چینی ایک عجیب طرح کی ہلچل بھابھی اور ان کے گھر والوں کے رویئے میں محسوس کی۔

جس دن آپی کی ڈیٹ فکس ہوئی تھی اس دن گھر میں صبح سے خوشگوار سی ہلچل مچی ہوئی تھی آپا اور باجی بھی بچوں کے ساتھ آئی ہوئی تھیں سارے گھر میں ایک ہڑبونگ کا عالم تھا اشتہار انگیز پکوانوں کی خوشبوئیں ادھر ادھر چکراتی پھر رہی تھیں سارے بچے اندر باہر دوڑتے پھر رہے تھے اور آپیوں کے کام تھے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے اس قدر مصروفیت کے عالم میں بھی بھابھی کی بے چینی اور اضطراب صاف نظر آرہا تھا ان کا زیادہ وقت فون کے ساتھ گزر رہا تھا کبھی انہیں کوئی بات یاد آجاتی تو کبھی ان کی امی یا بہنوں کو پھر وہ ہوتیں اور بے چارہ فون جانے کیا بات تھی مگر بھیا بھی صبح سے ہی بہت پراسرار اور پریشان لگ رہی تھیں امی اور آپا نے دو ایک بار پوچھنے کی کوشش بھی کی مگر ادھر سے نو لفٹ کا بورڈ لگا دیکھ کر خاموشی سے اپنے اپنے کاموں میں لگ گئیں۔

وقت مقررہ پر پھوپھاجان اپنے بڑے بزرگوں کے ساتھ پہنچ گئے عمر بھائی چونکہ انکے اکلوتے بیٹے تھے لہذا وہ شادی کی ہر رسم پورے جوش اور شگن کے ساتھ کرنا چاہتے تھے اس لیے وہ اپنی طرف سے تقریبا تمام بڑے اور معزز رشتہ داروں کو لائے تھے اور ظاہر ہے بھابھی کی والدہ بھی ان کے ساتھ تھیں ہم نے بہت خوش دلی سے سب کا استقبال کیا۔ فنکشن اچھا چل رہا تھا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب لوگ ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر معاملات طے کرنے لگے مگر بھابھی نے اچانک ہی ایک نیا فضیحتہ کھڑا کر دیا۔ ایک دم اٹھنے والے شور اور بھابھی کی تیز تیز بولنے کی آوازیں سن کر میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کا اندر کی طرف بھاگا مگر بار بار اپنے نام کی تکرار سن کر بیچ دروازے میں ہی کھڑا رہ گیا اندر کا منظر بہت عجیب ہو رہا تھا بھیا مجرموں کی طرح سر جھکائے بیٹھے تھے اندر موجود تمام نفوس خاموش اور سنجیدہ بیٹھے میز پر بکھرے سامان کو دیکھ رہے تھے اور بھابھی اور ان کی امی غصہ سے بھری سب کو کڑے تیوروں سے گھور رہی تھیں۔

بس دیکھ لیں ثبوت اتنے ثبوت کافی ہیں یا اور کسی گواہی کی ضرورت ہے آپ کو بڑے ابو اب آپ ہی فیصلہ کریں صباحیہ آپ کا خون ہے یا بیا!۔ اگر صباحیہ کی منگنی کے سال بعد ہی اس کی شادی کا غلغلہ اٹھایا جا سکتا ہے تو پھر میری بہن تو تین سال سے کیوں لٹکا رکھا ہے ان لوگوں نے پوچھیں آپ

ان سے جواب طلب کریں ابھی یہاں سب کے سامنے۔ بھابھی کی غصے سے بھری آواز نے جیسے ان بے جان بتوں میں جان ڈال دی تھی جو پتھرائی نگاہوں سے ان ثبوتوں کو گھورے جا رہے تھے جو یہاں وہاں بکھرے پڑے تھے۔

لیکن جو ہی بیٹا یہ کیسی منگنی ہے جس کا نہ تو لڑکے کو علم ہے اور نہ ہی لڑکے کے گھر والوں کو کیا علی جانتا ہے اس رشتے کے بارے میں۔ یا پھر بھائی جان اور بھابھی کے علم میں ہے کوئی بات بھابھی کے بڑے تایا ابو جنہیں سب بڑے ابو کہتے تھے نے حیرت اور غصے کے غلبے سے نکلتے ہوئے پوچھا۔

کیوں بڑے ابو کیا ہم علی کے بڑے نہیں ہیں بڑے بھائی بھابھی بھی تو ماں باپ کی جگہ ہوتے ہیں ناں آخر کو اتنے سالوں سے آپ بھی تو خاندان کے بڑے بنے بیٹھے ہیں ناں اور ہم سب بھی تو اپنا ہر مسئلہ لے کر آپکے پاس ہی آتے ہیں اور آپ کا ہر فیصلہ ہر کوئی مانتا ہے تو پھر ہم میں اور ولی کیوں نہیں علی کے بڑے بنکر اس کی زندگی کا کوئی فیصلہ کر سکتے اور ضروری تو نہیں کہ اپنے ہر فیصلہ کے لیے سب کے سامنے جواب دہ بھی ہوں میری امی جانتی ہیں ابو جانتے تھے ولی جانتے ہیں اور کوئی جانے یا نہ جانے ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے آپ بس اتنا کریں کہ صباحیہ کی شادی کی تاریخ رکھتے ہوئے بیلا اور علی کے نکاح کی تاریخ بھی رکھ دیں۔ صباحیہ کی رخصتی بیلا اور علی کے ولیمے والے دن ہی ہوگی ورنہ صباحیہ کی شادی بھی نہیں ہوگی بھابھی کے لفاظ تھے یا پگھلتا ہوا سیسہ جس نے میرے ساتھ سب کے تن من کو جھلسا دیا۔

جو ہی تم ہوش میں تو ہو شرم نہیں آتی تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے نکاح لڑکی کی منگنی کیسے ہو سکتی ہے بھابھی بیلا کا نکاح تو پانچ سال پہلے ہی احمر کے ساتھ ہو چکا اور اب اسی کی رخصتی کا شوق چرا رہا ہے

تمہیں تو اپنے ماموں ممانی سے رابطہ کرو یہاں تماشہ کھڑا کرنے کی کیا ضرورت ہے ہم اپنے بیٹے کی خوشیوں کے ارمان سجا کر آئے ہیں یہاں اور تم ہماری ہر خوشی پر پانی پھیرنا چاہتی ہو ایسی فضول حرکتیں کر کے۔ بہت دیر سے خاموش بیٹھے سب دیکھتے اور سنتے پھوپھا کی برداشت بھی جیسے ختم ہو گئی اور وہ پھٹ پڑے۔

ٹھیک کہہ رہی ہوں چاچا جان آپ کو میری کسی بات کا یقین نہیں آ رہا تو دیکھیں ناں تصویریں یہ ولی ہی ہیں ناں بیلا کو مٹھائی کھلاتے ہوئے یہ سلامی دیتے اور یہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے ساری خوشیوں کا وعدہ دیتے غور سے دیکھیں یہ وہی کنگن ہیں ناں جو تصویروں میں بیلا کے ہاتھوں میں سجے ہیں علی کے نام کے کنگن بھابھی نے پھوپھا جان کے غصے کو نظر انداز کرتے ہوئے میز پر بکھری تصویروں اور کنگنوں کو غصے سے لہراتے ہوئے کہا۔

ولی بیٹا یہ بہو کیا کہہ رہی ہے اتنی دیر سے اور تم کیوں خاموش بیٹھے ہو اب تو کچھ بولو بیٹا کب تک خاموش رہو گے اس گتھی کو اب تم ہی سلجھا سکتے ہو بیٹا بہو کی گول گول باتیں تو ہمیں سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اباجی نے سر جھکا کر بیٹھے بھیا سے کہا تو بھیا نے ایک بے بس سی نظر سب پر ڈالی اور پھر انکی نگاہیں جیسے مجھ پر جم گئیں۔

اباجی آپ کو یاد ہے تین سال پہلے جب ضمیر چاچا بھابھی کے ابو کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا اس کے پیچھے یہ ہی وجہ تھی احمر کو بیلا پسند نہیں تھی مگر والدین کی ضد کے آگے مجبور ہو کر اس نے نکاح کروالیا مگر جیسے ہی اسے موقع ملا اس نے اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کر لی اور بیلا کو لندن سے ہی طلاق بھجوا دی ضمیر چاچا اس صدمے کو سہہ نہ پائے اور انہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا جو بھی ان دنوں علیان کی پیدائش کے بعد وہاں رہنے گئی ہوئی تھی ان سے

سب کو مجبور کیا کہ اس طلاق کی خبر کسی کو نہ ہونے دی جائے کیونکہ اس طرح چچی کے میکے کی بدنامی ہو جاتی اس واقعہ کے بعد چاچا جان تو موت کے منہ میں گئے ہی بیلا کی دماغی حالت پر بھی بہت برا اثر پڑا آپ سب کو یاد ہوگا کہ وہ بھی شدید بیمار پڑ گئی تھیں اور سب نے یہ ہی سمجھا تھا کہ وہ اپنے ابو کی بیماری کو دل پر لے گئی ہے میں بھی سب کی طرح اصل حقیقت سے لاعلم تھا پھر ایک دن جوہی نے مجھے بوی ایمرجنسی میں وہاں بلایا اس کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر میں فوراً وہاں پہنچا تو آگے یہ سب میرا مطلب ہے بیلا دلہن بنی بیٹھی تھی چاچا جان بھی خوش لگ رہے تھے اور پھر میرے پہنچتے ہی جوہی نے بیلا کو وہ کنگن پہنا دیئے جو میں نے آپ کے مشورے پر اس وقت دلوائے تھے جب اس نے شادی کے نیگ میں نور لوگوں کو اور چمپا وغیرہ کو دیئے جانے والے کنگنوں اور انگوٹھیوں پر جھگڑا اٹھایا تھا۔ میں خود اس ساری صورتحال سے بے حد پریشان ہو گیا اور تب میرے استفسار پر جوہی نے مجھے سارے حالات بتائے مگر ساتھ ہی عیان نومان کے سر پر ہاتھ رکھ کر مجھے قسم دلوائی کہ میں اس راز کو راز ہی رکھوں جب تک مناسب موقع نہیں آجاتا بیلا کو اپنے طور پر ہی علی سے منسوب کرنے کے بعد ہی اس کا رویہ علی کے ساتھ بدلا تھا میں تو آپ سب کو بہت پہلے ہی یہ سب بتانا چاہتا تھا مگر پھر ضمیر چاچا کی وفات کے بعد میں بھی خاموش ہو گیا میرا خیال تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بیلا بھی سنبھل جائے گی اور جوہی بھی سمجھ جائے گی مگر یہ میری بھول تھی مجھے اگر ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ آج اس طرح بھری محفل میں یہ [illegible] اور میری بہن کا تماشہ بنائے گی تو میں خود [illegible] سب کو سب کچھ پہلے سے ہی بتا دیتا [illegible] حسیب [illegible] تو میں نے بھی کی ہے [illegible] ہوہ۔ مجھے نہیں پتہ مگر آپ لوگ

جو بھی فیصلہ کریں مجھے جو بھی سزا دیں مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ بھیا نے سر جھکائے ہوئے کہا۔

غلطی تو تم سے واقعی ہوئی ہے برخوردار اور اب اس کا خمیازہ بھی صرف تمہیں نہیں ہم سب کو بھرنا پڑیگا اگر صباحیہ ہماری بیٹی ہے تو بیلا بھی ہمارا خون ہے زیادتی تو ہم اس کے ساتھ بھی نہیں ہونے دیں گے لیکن اس طرح یکطرفہ فیصلہ کر کے کیا تم لوگوں نے علی کے ساتھ زیادتی نہیں کی اور اب اس فیصلہ پر تصدیق کی مہر لگوا کر کیا زیادہ بڑا جرم نہیں کروانا چاہ رہے ہو تم لوگ ہم سے۔

جوہی تمہیں اتنا بڑا کھڑاک پیدا کرنے سے پہلے ایک بار تو ہم سے مشورہ کر لینا چاہیے تھا۔ غضب خدا کا اتنا کچھ ہو گیا ہمارا بھائی اتنا بڑا دکھ لے کر دنیا سے رخصت ہو گیا اور ہمیں کسی نے کانوں کان خبر بھی نہ ہونے دی بھابھی یہ آپ نے اچھا نہیں کیا صرف اپنے میکے کی آن اور اپنے بھائیوں کی عزت بچانے کے لیے آپ نے ہماری عزت کا جنازہ ہی نکال دیا ناں۔ بیلا ہماری بھی بیٹی ہے اس کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا اگر ہمیں بروقت علم ہو جاتا تو کیا ہم اس کے حق کے لیے آواز نہ اٹھاتے اور معاف کیجئے گا بھابھی جان آپ کی اعلیٰ تربیت تو چیخ چیخ کر اپنے اعلیٰ پن کا ثبوت دے رہی ہے مگر اب ہم اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دین گے ٹھیک ہے فیصلہ آپ نے اور ہمارے مرحوم بھائی نے چھپ چھپا کر کر بھی لیا ہوگا مگر اس فیصلے کو ماننے یا نہ ماننے کا اختیار ہم سب کے سامنے علی کو دیتے ہیں اگر اسے بیلا کے ساتھ شادی کرنے پر کوئی اعتراض نہیں تو ہم بخوشی اس کی تاریخ بھی رکھ لیتے ہیں اور اگر اس کو یہ منظور نہیں تو کوئی اس پر زور زبردستی نہیں کر سکتا [illegible] اور نہ ہی تم بڑے ابو نے فیصلہ ہ سار [illegible] رکھے دیتے ہوئے بھابھی اوران کی امی کے ساتھ ساتھ

بھیا کو بھی ڈانٹتے ہوئے کہا تو میں قدم قدم چلتا بھیا کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔

کون کرے گا انکار میری بہن کے ساتھ شادی کرنے سے اور کیوں کرے گا یہ انکار یہ میرا گھر ہے یہاں جو بھی ہوگا میری مرضی سے ہوگا آپ علی کی بہکانے کی کوشش نہ کریں بڑے ابو شادی تو علی کو میری بہن سے ہی کرنی ہوگی ورنہ حشر کر دوں گی میں سب کا بتا رہی ہوں سب کو۔ میرے کچھ بھی بولنے سے پہلے ہی بھابھی ایکدم بھڑک کر بولیں تو میں جو بھیا کی محبت میں ان کی مجبوری اور بے بسی کو محسوس کرتے ہوئے شادی کے لیے ہاں کرنے جا رہا تھا ایک دم جیسے ہوش میں آ گیا۔

بڑے ابو ابا جی بھیا آپ لوگ جس سے کہیں گے جہاں کہیں گے میں شادی کر لوں گا چاہے وہ کوئی بھی ہو جیسی بھی ہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا مگر بھابھی کی بہن سے نہیں۔ ہرگز نہیں مر جاؤں گا تب بھی نہیں کبھی بھی نہیں ۔ میں نے بھابھی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پھنکارتے لہجے میں بھابھی جیسے ہی انداز میں اپنا فیصلہ سنایا اور کسی کا بھی جواب سنے بغیر میز کو زوردار ٹھوکر مار کر باہر نکل گیا۔

صاحیہ آپی اور عمر بھائی کی شادی خوب دھوم دھام سے ہوئی مگر اس پر آنے والے خرچے نے میرے صحیح معنوں میں ہوش اڑا دیئے جب سے میں نے فیکٹری جانا شروع کیا تھا میرا ہی کام میرے خوب کام آ رہا تھا۔ فیکٹری کا فنانس اور آرٹ وغیرہ میں ہی دیکھتا تھا اس لیے شاپنگ پر اٹھنے والے اخراجات میرے خیال سے بہت زیادہ تھے مگر کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ساری شاپنگ اور تیاریاں بھیا بھابھی کر رہے تھے حالانکہ پھوپھو اور پھوپھا جان نے بڑی سختی سے جہیز کے لیے منع کر دیا تھا اس لیے آپی کے صرف کپڑے اور زیورات ہی تیار کروائے گئے تھے مگر اس کے لیے اتنے اخراجات میں جب زیادہ الجھ گیا تو میں نے ابا جی سے ذکر کیا میری بات سن کر ابا جی تو سر جھکا کر خاموش ہو گئے مگر آپا خاموش نہ رہ سکیں جو وہی بیٹھی آپی کے جوڑے ٹانک رہی تھیں۔

خرچہ تو ہوگا علی خرچہ تو اس سے بھی زیادہ ہوگا میرے بھائی کیونکہ بھابھی اب اپنی آئی پر آ گئی ہیں وہ صاحیہ کی شاپنگ کے چکر میں اپنی تینوں بہنوں کا جہیز بھی بنا رہی ہیں پھوپھو نے تو کوئی بھی چیز لینے سے منع کر دیا ہے مگر بھابھی کو کون منع کرے حالانکہ بیلا نے تو شادی کے فوراً بعد امریکہ چلے جانا ہے رہ گئی چنبیلی اور نرگس تو انکا تو ابھی دور دور تک کوئی پتہ نہیں مگر پھر بھی بھابھی تمہاری فرد اور خار میں بھیا کا خرچے پر خرچہ کروائے جا رہی ہیں بس اللہ ہی ہدایت دے انہیں ت شاید سمجھ پائیں کچھ ورنہ آثار تو کوئی نہیں ہیں سمجھنے کے ان کے۔

نہیں بیٹا ایسا نہیں کہتے اللہ سے ہدایت سب کے لیے مانگتے ہیں اور اپنے لیے بھی کیونکہ اگر ہم اپنے لیے دعا نہ کریں تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ ہم بہت کامل ہیں میں رب کے فضل اور ہدیات کی ضرورت ہی نہیں ۃ ے یہ درست عمل نہیں ہے بیٹا۔ کیونکہ یہ غلطی تو شیطان ابلیس سے بھی ہوئی تھی ابا جی نے بڑے پیار سے آپا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو بات کسی اور طرف نکل گئی مگر مجھے اس حقیقت کو جاننے کے بعد بہت دکھ ہوا کیونکہ آپا شاید ٹھیک ہی کہتی تھیں بھابھی کو نہ تو کوئی سمجھا سکتا تھا اور نہ ہی منع کر سکتا تھا میرے انکار کے بعد بھابھی کو بہت مشکل سے قابو کیا گیا تھا پھوپھا جان کے علا.. وہاں موجود سب بزرگوں نے بیلا کے علا.. چنبیلی اور نرگس کی شادی کی ذمہ داری اٹھائے کا.. بیا بلکہ پھوپھا نے تو صاحیہ آپی سے پہلے بیلا کو رخصت

کروانے کی ہامی بھری تو بھابھی پانہیں اور اب یہ فضول خرچیاں اسی بات کا شاخسانہ تھیں پھوپھا جان نے اپنے وعدے کی لاج نبھائی اور اگلے ہی ہفتے میں اپنے دیرینہ دوست کے بھانجے عباد جن کی پوری فیملی امریکہ میں سیٹلڈ تھی اور وہ عباد کی شادی کے لیے ہی آئے تھے کے ساتھ رشتہ کروا دیا۔

کہتے ہیں جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں مگر انکا ملن زمین پر ہوتا ہے بیلا اور عباد کا جوڑا بھی اوپر کہیں بن چکا تھا۔ اور بلاشبہ عباد ہی اس کا نصیب تھا نہ احمر اور نہ ہی میں۔ لہٰذا کچھ بھابھی کی ضد اور انا کے چکر میں اور کچھ عباد لوگوں کو واقعی بہت جلدی تھی صباحیہ آپی کی شادی سے اٹھ دن پہلے بیلا اور عباد کی شادی خوب دھوم دھڑکے سے انجام پائی۔ صباحیہ آپی بھی رخصت ہوئیں اور ہمارا گھر جیسے بالکل ویران ہو گیا کہتے ہیں بیٹیاں آنگن کی چڑیاں ہوتی ہیں ان کی چہکاروں سے گھر آنگن میں رونق لگی رہتی ہے بالکل ٹھیک کہتے ہیں آپیوں کی شادی سے پہلے ہمارا آنگن بھی ان میناؤں کی میٹھی آوازوں سے بھرا رہتا تھا ان کی قلقل کرتی ہنسی نہ ختم ہونے والی مسلسل باتیں کچن میں نئی نئی ریسپیز ٹرائی کرنے کی کوششوں میں ہونے والے برتنوں کے ٹکراؤ کا مدھر شور اور پھر ہم سب بے حد خیال رکھتے ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوششوں میں ان کا ہاتھ ہونا سب جیسے خواب ہوا اب گھر میں ہر وقت سناٹوں کا راج رہتا۔ بھابھی کی تو پہلے ہی کسی کے ساتھ بنتی نہیں تھی اب تو وہ بالکل ہی الگ تھلگ ہو گئیں بچے بھی فل ان کے کنٹرول میں تھے اور تو اور اب تو بھیا بھی ہم سے دور ہونے لگے تھے آہستہ آہستہ نامحسوس انداز میں بیا نے بھابھی کے ہاتھ بھیا کی کون سی کمزوری آ [illegible] تھی جس کا وہ خوف فائدہ اٹھا رہی تھی شادیوں [illegible] اے [illegible] با اخراجات کو پورا کرنے کے [illegible] ہمیں صحیح معنوں میں دن رات کام

کرنا پڑ رہا تھا۔ مگر سچی بات ہے کہ کام کا بوجھ نامحسوس انداز میں میرے کاندھوں پر زیادہ آ گیا تھا میں میں فیکٹری مالک سے صرف ورکر بن کر رہ گیا بھیا نے آہستہ آہستہ سارا اکاؤنٹ اور آڈٹ مجھ سے لے کر اکاؤنٹ کے سپرد کر دیا تھا جسے بھاری تنخواہ پر رکھا گیا تھا۔ اور مجھے فیلڈ ورک سونپ دیا گیا۔ گھر میں کیا ہو رہا ہے کیسی کیسی کھچڑیاں پک رہی ہیں مجھے حقیقتاً اس کا علم نہ تھا میں تو صبح سویرے فیکٹری چلا جاتا اور پھر رات ڈھلے واپس آتا کھانا کھاتا اور پڑھ کر سو رہتا مگر بھیا مرضی سے آتے اور مرضی سے جاتے وقت کا دھارا اسی طرح بہہ رہا تھا اور وقت کے پلوں کے نیچے سے کتنا پانی گزر گیا میں نے کبھی دیکھنے کی کوشش ہی نہ کی بیلا کے بعد چنبیلی کی شادی بھی بھابھی نے اسی شان و شوکت سے کروائی تھی جس طرح وہ چاہتی تھیں اب رہ گئی نرگس اور فاروق حسن ان کا چھوٹا بھائی فاروق حسن کو بیلا نے اپنے پاس امریکہ بلوا لیا تھا پڑھنے اور مستقبل بنانے کے لیے۔

میں عمر عزیز کی بتیس بہاریں دیکھ چکا تھا مگر ابھی تک میری شادی کے شادیانے نہیں بج پائے تھے اس لیے نہیں کہ میرے والدین اور یا بہنوں کو اس کا خیال یا خواہش نہیں تھی بلکہ اس لیے کہ بھابھی ایسا نہیں چاہتی تھی امی اور آپیوں نے جہاں جہاں میرے رشتے کے لیے کوششیں کی بھابھی نے بڑے آرام سے ان تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ ان کے اس عمل سے سب ہی بہت پریشان تھے اور اسی پریشانی میں ایک دن پھوپھو نے بھابھی کو ڈانٹ دیا مگر وہ بھی بھابھی تھیں۔

اچھا کیا چاچی جو آپ نے آج یہ بات سب کے سامنے پوچھ لی میں بھی اس وعدے کا بوجھ ڈھوتے ڈھوتے اب تھک چکی ہوں جو میں نے

اپنے آپ سے کیا تھا اور آپ سب کے سامنے کیا تھا
کہ علی کی شادی ہوگی تو صرف میری بہن سے کسی
دوسری لڑکی کو تو میں اس گھر کی بہو بننے نہیں دوں گی
یہ میرا گھر ہے میری ریاست ہے اور میں اس میں
کسی دوسری عورت کی اجارہ داری ہرگز برداشت
نہیں کروں گی اس لیے علی کی دلہن بن کر
یہاں آئے گی تو صرف میری بہن پھر چاہیے وہ بیلا
ہو یا نرگس کیا فرق پڑتا ہے کان کھول کر سن لو تم علی
جس تنفر سے تم نے دعویٰ کیا تھا ناں کہ بھابھی کی
بہن سے مر کر بھی شادی نہیں کروں گا تو اب نہ تو
میں تمہیں مرنے دوں گی اور نہ ہی کسی اور کا ہو کر
جینے دوں گی اب تمہاری زندگی میں صرف نرگس کی
جگہ ہے صرف نرگس کی۔ اور اس بار میں دیکھتی ہوں
کہ مجھے کون روکتا ہے اب میں یہ شادی کروا کر
رہوں گی یاد رکھنا آپ سب جوہی بھابھی نے ایک
بار پھر دھماکہ کیا تھا ایسا دھماکہ جس نے ہمیں پوری
طرح ہلا کر رکھ دیا تھا ان کا فیصلہ سن کر میرے ساتھ
ساتھ سب کے حواس معطل ہوگئے مجھے لگ رہا تھا
کہ میرا سانس بند ہونے لگا ہو میں اپنے آپ کو ایک
عجیب طرح کے نادیدہ شکنجے میں جکڑا بے بس محسوس
کر رہا تھا۔

یہ۔ یہ کیا کہہ رہی ہو جوہی۔ تم کیوں اس
غریب کے پیچھے پڑ گئی ہو کیا بگاڑا ہے علی نے تمہارا۔
ساری دنیا میں تمہیں دشمنی پالنے کے لیے میرا ہی
بھائی ملا ہے کب تک آخر کب تک چپ چاپ سب
سہتا رہوں میں اور اب میرے بعد میرا بھائی میرا
علی۔ نہیں جوہی نہیں خدا کے لیے یہ ظلم نہ کرو ہم پر تم
نے آج تک جو چاہا کیا جو کہا وہ میں نے بلا
چوں چرا مان لیا تمہاری ہر خواہش کو حکم کا درجہ
دیا۔ تم۔ تم نے کیا دیا ہے بدلے میں صرف جلن
حسد [illegible] اور [illegible]۔ کیا ہے جوہی کیوں تمہارے
[illegible] سرد نہیں ہوتی کچھ تو بتاؤ یار تم چاہتی کیا
ہو۔

بھیا نے اس قدر ٹوٹے بکھرے انداز میں
بھابھی سے کہا کہ اگر ان کی جگہ واقعی کوئی دل والی
ہوتی تو اپنا سب کچھ ہار دیتی اپنی ضد انا۔ عناد ایک
طرف رکھ صرف بھیا کے دل کی سنتی ان کی محبت
میں سب بھلا دیتی مگر وہ تو بھابھی تھیں جوہی
بھابھی۔ انہیں تو صرف اپنی بات ہی رکھنی تھی۔ سو
انہوں نے صرف اپنی بات ہی رکھی جو کہا تھا ڈنکے
کی چوٹ پر کر کے بھی دکھایا۔

نرگس میری جیون ساتھی کے روپ میں میری
زندگی میں شامل ہوگئی میں نے اسے اپنا نصیب سمجھ
کر بخوشی اسے اپنا لیا کیسے نہ اپناتا میرے بھیا کی گھر
ہستی داؤ پر لگی تھی میرے ابا جی بستر مرگ پر پڑے
تھے ہمارے خاندان کی عزت بدنامی کے دھانے پر
کھڑی تھی تو میں ان سب کو ان مشکلات سے نکالنے
کے لیے کیسے نہ آگے بڑھتا اس دن کے ہنگامے کے
بعد ہم سب نے بھابھی کا مطالبہ ماننے سے سختی سے
انکار کیا تو بھابھی نے وہ ہنگامہ کھڑا کیا کہ خدا کی
پناہ۔ خوب لڑ جھگڑ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے
بعد وہ اسی وقت بچوں کے ساتھ اپنے میکے چلی گئیں
اور اگلے ہی دن خلع کا دعویٰ دائر کر دیا۔ شاید اب کی
بار انہوں نے پوری تیاری کے ساتھ پلاننگ کی تھی
اس لیے ان کا ہر وار ہمارے لیے جان لیوا ثابت
ہو رہا تھا بھابھی اور ان کے گھر والوں کی اس حرکت
کے بعد ابا جی ہارٹ اٹیک کے نتیجے میں ہاسپٹل
جا پہنچے متوقع بدنامی اور ذلت کے خوف نے الگ
ہماری جان عذاب میں ڈال رکھی تھی ان سارے
حالات کو دیکھتے ہوئے خاندان کے بڑے بزرگ
صلح کروانے آگے آئے تو ادھر سے صاف اور واضح
طور پر ایسی شرطیں رکھی گئیں کہ جن کا ماننا بھی مشکل
اور نہ ماننا بھی عذاب لگ رہا تھا۔

مگر میں نے بھابھی کی ہر شرط بغیر ہی مان لی اتنے دنوں سے امی نے بچوں کو نہیں دیکھا تھا اور بچوں میں تو ہم سب کی جان تھی لہٰذا بھیا کا گھر بچانے اور اپنے گھر کی عزت کے لیے میں نے خوشی خوشی نرگس سے شادی کرلی اپنی انا اپنی ضد پوری کرنے کے بعد بھابھی اس قدر خوش اس قدر مطمئن تھیں کہ ان کے اطمینان پر سب کو حیرت ہوتی ہمارا گھر لگتا تھا کہ ایک بار پھر خوشیوں کا گہوارہ بن گیا ہو امی بھی اس خوشگوار ماحول کے زیر اثر بہت خوش بہت مطمئن رہنے لگیں مگر کہتے ہیں کہ ناں کہ سکھ تو صرف نصیب کی عطا ہے اور نصیب کب تک ساتھ دیں یہ کوئی نہیں بتا سکتا۔

بھابھی کے غرور اور انا کے پندار کو پہلا جھٹکا بہت جلد لگا تھا وہ جانے کیا سوچ کر اور کس طرح کی پلاننگ کرکے نرگس کو دیورانی بنا کر لائی تھیں مگر یہ بھول گئی تھیں کہ سب سے بہتر پلاننگ کرنے والی ذات صرف رب کی ہے اس کی پلاننگ کے سامنے بڑے بڑوں کی سوچ منصوبے اور پلان دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں نرگس بھی آخر جو ہی بھابھی کی ہی بہن تھی وہ بھلا کیسے کسی سے دب کر رہ سکتی تھی بلکہ وہ ہی کیا انکی تو باقی کی ساری بہنیں بھی ڈنکے کی چوٹ پر اپنی اپنی سسرال میں اسی طرح راج کررہی تھیں تو پھر بھلا نرگس کیسے ان سے ہٹ کر کچھ کرتی بہت جلد اس نے اپنے اوپر سے دلہناپے کی شرم اور اخلاق کا لبادہ اتار پھینکا اور پھر ان دونوں بہنوں کی دن رات کی جنگوں نے ہمارا رہا سہا سکون بھی غارت کرڈالا۔

یہ کیا بکواس کررہی ہو نرگس۔ تم اپنے ہوش میں تو ہو یہ کس لہجے میں اور کس انداز میں بات کررہی ہو میرے ساتھ بھول گئیں میرے احسان لولی منہ ... لگتا تھا تمہیں تمہاری یہ سڑی ہوئی شکل دیکھ کر سب بھاگ جاتے تھے کالو کہیں کی میں نے میں نے اپنا گھر داؤ پر لگا کر پورے خاندان سے ٹکر لے کر اپنی پوری سسرال کو تگنی کا ناچ نچا کر تمہارے راستے ہموار کیے اپنے اتنے خوبصورت فرمانبردار اور سیدھے سادھے دیور کا نصیب پھوڑا تمہارا پھوٹا نصیب جگانے کے لیے اس دن کے لیے یہ دن دیکھنے کے لیے کہ تم میرے کیے کرائے پر پانی پھیر رہی ہو میرے ہی سامنے حساب کتاب کرنے کھڑی ہو جاؤ گی تم---

نصیب اس کا نہیں میرا پھوٹ گیا آپ کی باتوں میں آکر آپ پر اعتبار کرکے آپ کی سازشوں اور پلاننگز کا حصہ بن گئی اس سے تو کہیں بہتر تھا کہ میں انکار کردیتی علی کے اور ولی بھیا کے صاف اور واضح انکار کو سمجھتی اور اپنی عزت نفس کو داؤ پر لگا کر آپ کی باتوں میں ہرگز نہ آتی ایک بار نہیں ہزار بار لعنت بھیجتی ہوں آپ پر اور آپ کے لائے رشتے پر اور کسی اور رشتے کو ہاں کردیتی برباد کردی زندگی آپ نے میری اور اس غریب علی کی بھی یہ تھی بھابھی اور نرگس کی ضد کا انجام اور یہ تو شروعات تھیں اب تو آئے دن ایسے معرکہ ہوتے ہی رہتے۔

کم بخت میرے منہ لگتی ہے میرے منہ میرے سامنے تو آج تک ولی کی جرات نہیں ہوئی بولنے کی اعتراض کرنے کی تو تم۔ تم کیسے میرا راستہ کاٹنے کی جرات کرسکتی ہو کم بخت ناگن کہیں کی میں نے تمہیں دودھ پلایا اور تم مجھے ہی ڈسنے چلی ہو۔ میرے گھر میری راج بھائی میری سلطنت پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہی ہو حرام خور کالی ناگن کہیں کی یہ میرا گھر ہے صرف میرا گھر ملکہ ہوں میں یہاں کی یہاں میری مرضی کے بغیر پتا بھی نہیں ہل سکتا۔ بھی تم۔ اور تم چلی ہو میری ہی حکومت ہلانے میرے معاملات میں دخل دینے کی جرات یہ رنا بھی۔ تم اب میری بہن نہیں رہی شریک بن گئی ہو دوران

اور تمہیں تمہاری اوقات دکھانی ہر پڑے گی اب مجھے چپ چاپ اپنے شوہر کی طرح سر جھکا کر میری جی حضوری کرنا سیکھو کہ یہ ہی تمہارے حق میں بہتر ہے ہونہہ آئی بڑی۔

زبان سنبھال کر بات کریں آپ میرے ساتھ غلام یار کھیل نہیں ہوں میں آپ کی اور اگر ولی بھائی آپ کے رچائے ڈراموں کی وجہ سے بے وقوف بن سکتے ہیں تو آپ کے خیال میں باقی سارے کے سارے بھی الو کے پٹھے ہیں جو آپ کے بچھائے جال میں پھنستے چلے جائیں گے اور اگر میں ناگن ہوں تو آپ مجھ سے بڑی ناگن ہیں کیونکہ خون تو ہماری رگوں میں ایک ہی دوڑ رہا ہے ناں باجی جان اور رہا گھر ریاست راج بھائی تو بھول جائیں ملکہ عالیہ۔ کہ آپ صرف اکیلی مالک ہیں اس ریاست کی جتنا حق آپکا ہے اس گھر میں اتنا ہی میرا بھی ہے میں بھی آپ کی ہی بہن ہوں اگر آپ شریک بن رہی ہیں تو اس شریکے داری کو بھی آپ سے بڑھ کر نبھاؤں گی جٹھانی جی اور ویسے بھی تربیت یافتہ تو آپ کی ہی ہوں ناں تو چلیں دیکھتے ہیں اب چپ چاپ سر جھکائے فرمانبرداری سے زندگی گزارنا ہے اور ہاں آئندہ میرے منہ لگنے سے پہلے سوچ لیا کیجئے اچھی طرح سے کہ اب آپ کے سامنے ولی بھائی یا ان کے گھر والے نہیں ہیں آپ کی لاڈلی چھوٹی بہن نرگس ہے جسے آپ ساری دنیا سے لڑ کر بیاہ کر لائی ہیں اپنی راج دھانی میں ۔ بھابھی کے تابڑتوڑ حملوں کے جواب میں ڈٹ کر کھڑی رہنے والی اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والی نرگس نے نہ صرف بھابھی کو بلکہ ہم سب کو ناکوں چنے چبوا دیئے بھابھی اگر حسن اور خوبصورتی میں یکتا تھیں تو نرگس ان کے بالکل الٹ سانولی موئی شام جیسی رنگت کے ساتھ ادب واخلاق سے جس کا دور دور تک واسطہ نہ تھا اور نہ صرف وہ ہی کیوں بھابھی سمیت ان کی تو ساری ہی بہنوں سے لگتا تھا حسن سیرت اور اخلاق بھی ڈر کر ہزار گز دور بھاگتا تھا۔

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

جی ہاں اب تو عمر رواں کا آخری پڑاؤ ہے مگر میں نے سکھ کی زندگی صرف اس وقت دیکھی جب تک جو ہی بھابھی ہماری زندگی میں نہیں آئی تھیں بھابھی اور نرگس کے آئے روز کے معرکوں نے بہت جلد ابا جی اور پھر امی کو ہم سے چھین لیا آپیوں نے بھی میکے آنا تقریباً چھوڑ دیا کیونکہ ان کو اب چائے پانی پوچھنے والا بھی کوئی نہ تھا بھیا کی جانے کون سی مجبوری کون سی کمزوری بھابھی کے ہاتھ لگی تھی کہ وہ چپ چاپ سب کچھ دیکھتے سنتے رہتے۔ منہ سے کچھ بھی نہ کہتے اور پھر ایک دن وہ بھی اسی طرح خاموشی سے چپ کے ساتھ مجھے ہمیشہ کے لیے اکیلا چھوڑ کر منوں مٹی تلے جا سوئے۔ میں اس روز بہت رویا ٹوٹ کر رویا مجھے لگا کہ جیسے آج میں صحیح معنوں میں یتیم ہو گیا ہوں بھیا جو بھی تھے جیسے بھی تھے میرا سائبان تھے میرے دل کے ہر درد سے آشنا نرگس کے کسے گئے شکنجے سے جب میرا سانس رکنے لگا تو بھیا فوراً میری مدد کو آ گے آتے میں ان کے شانے پر سر رکھ کر روتا اور بھیا میرے سینے سے لگ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتے تھے مگر اب وہ سہارا بھی نہیں رہا تھا۔

نرگس اور بھابھی کی جنگیں ابھی بھی جاری تھیں حتیٰ کہ ہمارے بچے بھی جوان ہو گئے اور ظاہر ہے بچوں نے بھی وہ ہی کرنا تھا جو انہوں نے اپنی اپنی ماؤں کو کرتے دیکھا تھا۔ نجانے کب اور کیسے بھابھی نے فیکٹری اور گھر کی پاور آف اٹارنی اپنے نام کروالیں تھیں اسی لیے بھیا کی وفات کے بعد بھابھی نے سب سے پہلا کام گھر اور فیکٹری بیچنے کا

ہی کیا۔ اور ساری رقم سمیٹ کر اپنی امی کے گھر شفٹ ہوگئیں۔ مجھے اپنی امی کی وفات کے بعد وہ لوگ کرائے پر چڑھا چکے تھے اور اب بھابھی نے خالی کروا کر اپنے لیے آراستہ کروالیا تھا بھابھی تو وہاں چلی گئیں مگر ہم کہاں جاتے کیونکہ ہمارے حصہ تو کچھ آیا ہی نہ تھا سوائے عمر بھر کی خواری اور چاکری کے مگر نرگس ایک بار پھر بھابھی کے سامنے ڈٹ گئیں اس نے اتنا واویلا مچایا کہ پورا محلہ اکھٹا کرلیا اور یہی نہیں وہ جھانسی کی رانی تو پولیس اسٹیشن جا پہنچی اور بھابھی کے خلاف رپورٹ لکھوادی بھابھی کو جیسے ہی ایف آئی آر کی خبر ملی وہ الٹا سارے ثبوت بھیا اور اباجی کی دستخط شدہ وصیتیں پاور آف اٹارنیز لے جا کر انسپکٹر کے منہ پر مار آئیں اب پولیس کیا کرسکتی تھی بھلا۔ وہ اسے خاندانی معاملہ کہہ کر چلتے بنے۔ نرگس نے یہ وار خالی جاتے دیکھ کر سارے خاندان کو اکٹھا کرلیا۔ پھوپھو جان سمیت اپنے سارے بزرگوں کو درمیان میں پڑ کر فیصلہ کرنے کا کہا مگر یہاں بھی اس کی ایک نہ چلی کہ اب ان دونوں بہنوں سے مزید عزت افزائی کروانے کو کوئی بھی راضی نہیں تھا۔ مگر بھابھی شاید نہیں جانتی تھی کہ وہ بھی نرگس ہے ان ہی کی بہن اب اس نے ان کی چال اس طرح الٹی کی اپنا ساز وسامان اٹھا کر وہ بھی اپنے میکے جا پہنچی ایک بار پھر دونوں بہنوں میں گھمسان کا رن پڑا مگر اب کی بار انکے میکے کے محلہ داروں اور بہنوئیوں نے ثالثی کرواتے ہوئے ہمیں اس گھر رہنے کا اختیار دلوایا اور بھابھی پوش ایریے میں بنگلہ خرید کر وہاں شفٹ ہوگئیں ان کے بچے تو جوان ہو چکے تھے عیان اور نعمان نے گھر کی ذمہ داری اچھے طریقے سے سنبھال لی تھی اور پھر ۔ سے جیسا ۔ ۔یا اور میں نے ملک چھوڑا تھا ان دونوں بہنوں کو خوب کھل کھیلنے کا موقع ملا تھا اب تو میں ۔ ۔ ایک مشین تھا نوٹ چھاپنے والی مشین

میرا کام صرف اتنا تھا کہ نرگس کی دن رات کی فرمائشیں پوری کروں میں چاہ کر بھی نرگس کی قید سے خود کو آزاد نہیں کر پارہا تھا اور کرتا بھی کیسے جو صیاد نرگس کی طرح ہوشیار اور شاطر ہوں وہ مجھ جیسے بے وقوف اور بدھو قیدیوں کو کبھی آزاد نہیں ہونے دیتے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میری جان کی طوطے میں ہے اور اس نے وہ طوطا میری اکلوتی بیٹی رمشہ کو اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔ اور یہ میری کمزوری تھی جس پر وہ جب چاہے پاؤں رکھ دیتی میں بلبلا کر رہ جاتا صرف پھڑ پھڑا سکتا تھا کچھ کر نہیں سکتا تھا کہ میرے بس میں واقعی کچھ نہ تھا۔

آہ آج سوچتا ہوں کہ کس جرم کی سزا پائی ہے ساری زندگی میں نے میرے والدین اور شریف النفس بھائی نے یاد ہی نہیں آرہا عام طور پر تو لوگوں کو اس کے جرم وخطا کی ہی سزا ملتی ہے مگر ہم شاید اسے ہی مجرم تھے جن کا نہ تو کوئی جرم تھا اور نہ ہی خطا مگر سزا ابھی تک بھگت رہے ہیں۔ میں آج عمر کے آخری پڑاؤ پر ہوں مگر آج تک خالی دامن ہوں اس میں محبت کے کھنک دار سکے ہیں اور نہ ہی چاہت کے انمول موتی صرف اور صرف دکھوں کے انگارے بھرے ہیں وہ دکھ جو ہی بھابھی نے مجھے انعام میں دیئے ان کی بے پناہ عزت کرنے کا انعام ان کا گھر بچانے کا انعام ان کی بات مان کر اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنی زندگی بھی انہیں دینے کا انعام اور وہ دکھ جو میری نصف بہتر نے مجھے دیئے نارسائی کا دکھ شک کا دکھ کہ اسے ساری عمر مجھ پر شک ہی رہا کہ میں کسی اور کی محبت میں گرفتار ہوں طعنوں کا دکھ اور سب سے بڑھ کر میری جان میری اکلوتی بیٹی کی ہمیشہ کی جدائی کا ۔ ۔ہاں ہاں ہمیشہ کی دائمی جدائی۔

نرگس کو جس طرح اپنے من کی کرنی کی عادت تھی اس نے رمشہ کے معاملہ میں بھی اپنے من کی

ہی کی اور میری گڑیا میری رمشہ کا نکاح بیلا کے بیٹے ارمغان کے ساتھ کروایا میں نے اعتراض کرنے کی کوشش کی تو اس نے مجھے بے نقط سنائیں اور پھر میری ضد میں نکاح ہی نہیں رخصتی بھی کروا دی یہ سوچے بغیر کہ ایک بہن کے ساتھ تو خود اس کی ساری زندگی نہیں بنی تو میری شہزادی بیٹی کی اس کی دوسری بہن کسے سکھ دے گی اور بہن بھی وہ جسے میں بھری برادری میں ریجیکٹ کر چکا تھا بیلا بھی شاید اس واقعے کو نہیں بھولی تھی اس لیے وہ بڑی خوشی خوشی جوش وخروش سے بیاہ کر تو لے گئی مگر وہاں سترہ ہزار میل دور امریکہ میں اس کے ساتھ جانے کیا کیا ہوا کہ شادی کے صرف آٹھ ماہ بعد ہی اٹھارہ سال کی عمر میں میری بچی جان کی بازی ہار گئی۔ میری شہزادی جیسی بیٹی دلہن کا روپ سجائے ڈھیروں ارمان اور خواب لیے پیا دیس سدھاری مگر واپس سفید کفن میں لپٹی تابوت میں بند ہو کر آئی۔

آہ یہ دکھ میری کمر توڑنے کو کافی تھا میں اندر سے ڈھے گیا اس دن میں اتنا رویا اتنا رویا کہ لگتا تھا ساری زندگی کا رونا آج ہی رولوں گا۔ میرے آنسو میرا بلکنا تو پہاڑوں کا کلیجہ پانی کر رہا تھا مگر نرگس تو لگتا تھا کہ خود پتھر ہو گئی ہو رمشہ کی لاش دیکھ کر اس کی دماغی حالت ایسی الٹی کہ وہ پاگل ہو گئی اور مزے کی بات اس سمیت اس کی بہنیں اس سارے حادثے کا ذمہ دار مجھے ہی سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو سب سے بڑا مجرم تو میں ہی تھا کہ نہ میں بیلا کو انکار کرتا اور نہ ہی یہ سب ہوتا۔

میں آج بھی اپنی بیٹی کو اپنے امی ابو اور بھیا کو یاد کر کر کے بلک بلک کر روتا ہوں یا پھر سوچتا ہوں کہ گناہ کہاں ہوا مجھ سے سزا کس جرم کی مل رہی ہے مجھے اور وہ بھی اتنی شدید کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہی اتنا سب پیش ہونے کے بعد بھی نرگس ابھی تک میری ہی ذمہ داری ہے اور ساری زندگی اس کے عناد۔ انا۔ ضد اور غصہ کو جھیلنے کے بعد اب میں اس کے پاگل پن کو جھیل رہا ہوں۔

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میرا جرم کیا ہے کیوں مجرموں کی طرح سزا سہتے گزر گئی۔ عمر میری ساری اگر آپ کو سمجھ میں آئے تو پلیز مجھے بتایئے گا ضرور۔

اداس شاموں بجھے دریچوں میں لوٹ آیا
بچھڑ کے اس سے میں اپنی گلیوں میں لوٹ آیا
چمکتی سڑکوں پہ کوئی میرا نہیں تھا سو میں
ملول پیڑوں اجاڑ رستوں میں لوٹ آیا
خزاں کے آغاز میں یہ اچھا ہوا کہ میں بھی
خود اپنے جیسے افسردہ لوگوں میں لوٹ آیا
میں کھل کے رویا نہیں تھا پچھلے کئی برس سے
ایازی وہ سیلاب پھر سے آنکھوں میں لوٹ آیا

ایاز نعیم ایازی۔ ملکوال

غزل

زمین سے آسمان کی طرف چاند اچھال کوئی
بتا دے دنیا کو اگر رکھتا ہے تو کمال کوئی
تجھ پہ افسوس ہے دل میں جذبہ ہوتے ہوئے بھی
آج تک چل نہیں سکا تو اس جیسی چال کوئی
اس کی تلاش میں نکلے تھے میرے ساتھ ہمدرد
وہ بھی ساتھ چھوڑ گئے گزرا تو نہ تھا سال کوئی
اپنی تلخ کلامی کی وجہ سے محدود ہوں چوکھٹ تک
کس کو بتاؤں میرا پوچھتا نہیں حال کوئی
جنم لیا اک مسلمان کے گھر، ہم دم کلمہ پڑھا
میرے خلوص و پیار میں میرا نہیں کمال کوئی

ایاز نعیم ایازی۔ شمھاری

ڈریم گرل

۔۔۔تحریر: سائرہ ارم۔ جہلم۔

محترم بھائی شہزادہ التمش۔

سلام عرض ہے۔ میں ایک بار آپ کے جواب عرض میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ اس کو شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے اسے میں نے بہت محنت سے لکھا ہے اور یہ کہانی گو کہ جواب کی پالیسی سے کچھ ہٹ کر ہے لیکن اس کے باوجود بھی میں نے لکھ دی ہے پلیز اس کو جواب عرض میں شائع ضرور کرنا۔ اس میں پیار محبت تو ہے لیکن جس سے پیار کیا جاتا رہا وہ انسان نہ تھا وہ انسانی دنیا سے ہٹ کر تھا ایک دوسری مخلوق سے اس کا تعلق تھا۔ امید ہے کہ میری حوصلہ افزائی کریں اور اس کو اس شمارے میں جگہ دے کر مجھے شکریہ کا موقع دیں گے میں مزید کچھ لکھنے کی کوشش کرتی ہوں۔

جواب عرض کی پالیسی کے مطابق اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کے دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا رائٹر نہ ہوگا۔ آخر میں سب کو خلوص بھرا سلام۔

ایک ایسی لڑکی کی کہانی جو خوابوں میں پیار کر بیٹھی حقیقت میں وہ چہرہ اسے کبھی دکھائی دیا ہی نہیں۔ ڈریم گرل روز اپنے سپنوں کے شہزادے سے ملتی جبکہ وہ یہ جانتی تھی کہ یہ ایک سپنا ہے۔ جو آنکھ کھلنے پر ہمیشہ ٹوٹ جاتا ہے۔ دن ہفتوں میں ہفتے مہینوں میں گزرتے رہے مگر ملائیکہ آج بھی بالکل اسی کنڈیشن میں تھی۔ صاعقہ کی شادی کو دس برس بیت گئے تھے مس روحی دنیا فانی سے کوچ کر گئی تھی صاعقہ اپنے بچوں کے ساتھ لندن میں شوہر کے ساتھ مقیم تھیں۔ مسٹر ریحان اور مس روحی کا شاندار گھر اک اجڑا کھنڈر بن گیا تھا قریب کے رہائشی گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ مگر ملائکہ آج بھی اسی احساس میں گرفتار تھی وہی شامیں وہی خامشی وہی سناٹا اور ایسے میں گھنگھروں کی آوازیں اور پھر ایسے عالم میں اسکا جھولا جھولنا۔ اور کسی انجان سے رشتے میں بندھی انجان سائے کے ساتھ کتنا سفر طے کر رہی تھی نہ تو کبھی کسی نے اس کے حالات کو جانا اور نہ ہی جاننے کی کوشش کی اسی طرح ملائیکہ نے بھی تو اس دنیا کو تسلیم ہی نہ کیا۔ اس کی دنیا تو شام کے منظر میں پرندوں کی چہچاہٹ پر کھل کر ہنسنا اور پھر صبح ہونے پر دل کھول کر رونا رات بھر خوابوں کی دنیا میں بن دیکھے سپنوں کے شہزادے کو محسوس کرنا اس کے حصار میں خود کو مبتلا کرنا اگر اس کے بس میں ان سب چیزوں سے جان چھڑانا ممکن ہوتا تو آج یہ آزاد ہوتی کیا اس کی زندگی ہمیشہ ایسے ہی اس کھنڈر میں گزرے گی۔

دسمبر کی ٹھنڈی تاریک رات میں بیٹھی ملائیکہ ہمیشہ کی طرح خود کو کسی دوسری ذات میں شامل کر لیتی وہ وجود بھی انوکھا سا جس کا کوئی نشان تک نہیں آخر کیوں کیا ماجرا ہے۔

جو بھی ملائیکہ کو چھوتا ہے جان دے دیتا ہے ملائیکہ اک ایسی لڑکی جو دیکھتا اس کی طرف مائل ہو جاتا۔ بیس برس کی ملائیکہ اور خوبصورتی میں کمال کیوں نہ بنی کسی گھر کا لال۔

آج سے اٹھارہ سال پہلے کی بات ہے جب مس روحی اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ جھیل سیف الملوک گھومنے گئی۔ مس روحی اپنے شوہر کی وفات کے بعد بالکل تنہا ہو گئی تھی سوائے دو بیٹیوں کے اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا یہی اس کا کل اثاثہ تھیں بڑی بیٹی صاعقہ اور چھوٹی ملائیکہ۔ مس روحی شام میں اکثر اپنے شوہر کی یادوں میں کھو جاتی تھی وہ اپنے بیتے دنوں کو یاد کرنے لگیں جب وہ مسٹر ریحان کے ساتھ روز شام میں آؤٹینگ کے لیے جاتی تھیں دونوں میں بہت پیار وا تفاق تھا لیکن شاید یہ سب بہت کم وقت کے لیے تھا مسٹر ریحان کی ناگہانی ڈیتھ کے بعد مس روحی بہت کبھی کبھی رہتی تھیں وہ جب بھی اس منظر کو یاد کرتی تو آپ سے باہر ہو جاتیں ایسے میں صاعقہ اور ملائیکہ مس روحی کے حالت سے بہت نروس ہو جاتیں۔ مسٹر ریحان کی آج پہلی برسی تھی مس روحی نے قرآن خوانی کا اہتمام کیا صبح سے شام ہو گئی مہمانوں کا ہجوم دھیرے دھیرے کم ہو گیا مس روحی اور صاعقہ جلدی ہی خواب گوش میں چلی گئیں لیکن ملائیکہ تو اپنی ہی دھن میں مگن تھی گارڈن میں لگے ہوئے پھولوں کی خوشبو چہار سو ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوائیں رات کا سناٹا چاند کی چاندنی اور ایسے میں تنہا بیٹھی ملائیکہ اپنی ننھی منی گڑیا ہاتھ میں تھامے ایک انجانی سی خواہش لیے جگنو کی روشنی پر گڑیا کو لوری سناتے سناتے نیند کی آغوش میں چلی گئی رات کا آخری پہر تھا ہر ایک میٹھی نیند میں سو رہا تھا۔

ادھر آسمان میں اڑتا ہوا شاہی خاندان اپنے بچوں کے ہمراہ پرستان جا رہا تھا کہ شہزادہ حاطم کی نظر نیچے پڑی تو جھٹ سے بولا۔

ماما جان چلیں یہاں تھوڑی دیر ہم رکتے ہیں بہت تھک گئے ہیں اور دیکھیں کتنی خوبصورت میری ہم عمر بچی یوں باغ میں اکیلی سو رہی ہے۔ مما رکیے ناں۔

نہیں ہم یہاں نہیں رک سکتے پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے ویسے بھی شہزادہ گل ہمیں بہت ڈانٹیں گے۔

پر ماما۔

میں نے کہاں ناں نہیں۔

شہزادہ حاطم ملائیکہ کے پاس آیا اور دھیرے سے کان میں بولا میں آج کے بعد تیرے خوابوں میں آؤں گا۔ چلو شہزادہ حاطم شاہی خاندان اپنے بچوں کے ہمراہ پرستان جا رہے تھے چھوٹے شہزادے کی نگاہ ملائیکہ پر پڑی ماں کا حکم بجا لا کر وہ وہاں سے نا چاہتے ہوئے بھی چل دیا۔

ملائیکہ ملائیکہ تم کہاں ہو مس روحی اپنی بچی کو نہ پا کر فوراً چیخنے چلانے لگی۔

جی ماما کیوں اٹھا دیا مجھے ملائیکہ اپنے چھوٹے چھوٹے قدم آگے بڑھا کر بولی۔

تم کہاں تھی۔

میں جہاں بھی آپ کو کوئی مسئلہ۔

بیٹی تمیز سے بات کرو میں تمہاری ماما ہوں۔

ماں ہوتی تو مجھے بھی آپ صاعقہ کی طرح اپنے ساتھ سلاتی نہیں ہو تم میری ماں۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو ملائیکہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

ملائیکہ اس رات کے بعد بالکل بدل چکی تھی اس نے ایک نیا انداز اپنا لیا تھا شاید اس کی وجہ سے اس کا عمر شہزادہ حاطم تھا جس نے صرف ایک جھلک میں دیکھا تھا۔

وقت گزرتا چلا گیا۔ ملائیکہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی بچپن میں بھی کمال کی خوبصورتی لیکن جوانی میں تو ملائیکہ پر اتنا حسن تھا کہ جو دیکھتا وہ بہت نقصان اٹھاتا۔ اس کی کیا وجہ تھی جو کوئی بھی آج تک اسے ہمہ

ہی نہ پایا تھا یہاں تک کہ اس کی اپنی ماں مس روحی بھی اکثر اوقات اس کی بدلتی رنگت دیکھ کر بہت پریشان ہو جاتیں ملائیکہ ہمیشہ کی طرح دن اپنی فیملی میں گزارتی رات ہوتے ہی خود کو سنوارتی نکھرتے بال لال گال خوبصورتی کمال خود کو ایسے تیار کرتی جیسے حقیقت میں کوئی اسے دیکھنے آ رہا ہو لیکن یہ سب تو بڑا عجب منظر تھا شام ہوتے ہی باغ میں بنے جھولے میں بیٹھنا اپنی ہی دھن میں جھولنا خوب ہنسنا یہاں تک کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ شاید یہ لڑکی پاگل ہے جو اکیلی ہی ہنس رہی ہے۔ اس کے ساتھ تو ایک جادوئی منظر تھا وہ تو کسی کے عشق میں بچپن سے ہی گرفتار تھی اسے شام میں پھولوں کے گرد منڈلاتے شام میں پرندوں کی چہچہاہٹ پر خوش ہونا اور پھر جب جب اندھیرا چھاتا اسے بے حد سرور ملتا یہ سب تو اس کی زندگی میں بچپن سے ہی شامل تھا۔

ملائیکہ بیٹی۔

جی ماما۔

میں نے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔

جی بولیے۔

کالج جانے سے پہلے ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھی مس روحی ڈرتے ڈرتے ملائیکہ سے مخاطب تھی۔ بیٹی کل شام صائقہ کی منگنی ہو رہی ہے۔

یہ کیا جوک ہے ماما۔

یہ جوک نہیں ہے بیٹی حقیقت ہے۔

مگر ماما آپ مجھے ابھی بتا رہی ہیں۔ اور صائقہ آپی آپ کب سے باتیں چھپانا شروع ہوئیں ہیں

نہیں ملائیکہ وہ بات یہ ہے کہ ہم جب بھی تم سے بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں تمہارا موڈ خراب ہوتا ہے۔

واٹ یہ کیا کہہ رہی ہیں آپی۔ بھلا میرا موڈ کیوں خراب ہوگا ملائیکہ بیگ اٹھاتے ہوئے ٹھیک ہے ماما شام میں بات ہوگی ملائیکہ نارمل انداز میں کہہ کر چلی گئی۔ رستے میں گاڑی خراب ہوگئی دیکھتے ہی دیکھتے طوفان نے گھیر لیا گاڑی بھی جنگل کے قریب ہی خراب ہوئی۔ یا اللہ یہ صبح صبح اتنا طوفان او شٹ یہ گاڑی یہ راستہ کتنا خوفناک لگ رہا ہے اے اللہ میری مدد فرمایا یہ مجھے کیا ہو رہا ہے یہ منظر تو مجھے شام میں اچھا لگتا ہے مجھے اس طوفان میں بھی کتنا سکون مل رہا ہے کیا منظر ہے یہ۔

شہزادہ حاطم جو ملائیکہ کے خوابوں میں آنے والا اجنبی چہرہ تھا۔ جسے وہ دن کے اجالوں میں اکثر ڈھونڈتی تھی مگر وہ نہ ملتا روز خوابوں میں آ کر اس کو دیدار کراتا اسے میٹھی نیند سلاتا ساری رات خواب میں اس کو یہ احساس دلواتا کہ میں تمہارا ہوں لیکن میں ایک جن ہوں صبح ہوتے ہی یہ سارا منظر غائب ہو جاتا۔ آخر کیوں یہ کیا ماجرہ ہے۔ دن کے تین بج رہے تھے ملائیکہ نیم مدہوشی کے عالم میں بولی۔

آپ کہاں ہو پھولوں کی خوشبو کیوں نہیں میرا جھولا کیوں نہیں ہل رہا۔ ٹھنڈی ہوائیں بھی نہیں ہیں ملائیکہ چیخ کر بولی کہاں ہو آپ پاس بیٹھی ہوئی مس روحی تھر تھر کانپنے لگی او یہ تو مجھے کیا ہو گیا ہے ماما مجھے کیا ہوا میں کیوں سو رہی ہوں۔

اللہ جانے تجھے دن بدن کیا ہوتا جا رہا ہے انجان سا ایک چہرہ تھا جو تجھے گھر تک چھوڑ گیا ہے کہہ رہا تھا کہ محترمہ رستے میں پڑی تھی شاید انہیں کوئی مسئلہ تھا۔

کون تھا ماما۔

پتہ نہیں بیٹی۔ میں نے بہت پوچھا۔ پر اس نے بتانا مناسب نہ سمجھا میں نے چائے کا بھی بولا لیکن وہ رکا نہیں۔ بھلا ہو اس کا جو تجھے گھر تک چھوڑ گیا۔

خیر ماما ابھی میں ٹھیک ہوں میں اپنی دوستوں کے ساتھ شاپنگ کرنے کے لیے چلی جاؤں نہیں۔

کیوں نہیں ماما۔ ملائیکہ غصے سے بولی مس روحی یکدم ڈر گئیں۔ فوراً بولی۔

چلی جاؤ خیال سے جانا اور ہاں جلدی آنا۔
بائے ماما۔ ملائیکہ تیزی سے پلٹی گرنے ہی لگی تھی کہ کسی انجان سے سائے نے اسے تھام لیا۔ ملائیکہ رات اس سائے کو خواب میں دیکھتی جو اس کے پہلو میں ہوتا اور سحر میں غائب ہو جاتا پھر دن بھر اپنے دماغ میں یہی سوچتا کہ یہ سب کیا ہے وہ میرے سپنوں میں تو آتا ہے حقیقت میں کیوں نہیں آخر میرا یہ خواب حقیقت کب بنے گا۔ اسی سوچ میں ڈوبی ملائیکہ فروا اور اروا کے پاس پہنچ گئی جو پہلے سے ہی جانے کی تیاری میں تھی۔

ہیلو ملائیکہ تم ہمیشہ کی طرح کتنی خوبصورت لگ رہی ہو تیری آنکھوں جیسی اے کاش ہماری آنکھیں ہوتیں۔

اچھا تو پھر کیا ہوتا ملائیکہ چلا کر بولی۔

ویسے ملائیکہ تم نے اپنی کوئی بات ہم سے کبھی شیئر نہیں کی۔

کون سی بات کیسی بات۔

ارے اتنی بچی بھی نہ بنو تم بیوٹی فل گرل ہو کیا تمہاری لائف میں ابھی تک کوئی پرنس نہیں آیا۔

پرنس کا نام سنتے ہی ملائیکہ کے جسم میں ایک جھرجھری سی پیدا ہوئی۔ آنکھیں لال ہو گئیں۔ بدلتی آنکھیں دیکھ کر دونوں نے فوراً سوری کر لی مجھے نفرت ہے ان مردوں سے جو عورتوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں مجھے اپنی ذات کے علاوہ ان انسانوں سے کوئی پیار نہیں جو مجھے بری نظر سے دیکھے تو مجھے گھن آتی ہے مجھے نہیں تم لوگوں کے ساتھ جانا بائے میں جا رہی ہوں واپس اور نیکسٹ ٹائم مجھ سے بات بھی کرنے کی کوشش بھی نہ کرنا ورنہ میں چھوڑوں گی نہیں۔

ملائیکہ کے اچانک بدلتے تیور دیکھ کر اروا اور فروا دونوں سہم گئیں۔ ملائیکہ ایک لمحے اپنی فرینڈز سے [illegible] تھی اور دوسرے لمحہ میں گھر۔ یہ شہزادہ حاتم [illegible] ساتھ ساتھ رہتا تھا اس کی حفاظت کرتا تھا۔

ارے اتنی جلدی آ گئی ہو تم صائقہ بولی۔

کیوں تمہیں کوئی مسئلہ ہے۔

نہیں تو میں نے تو ایسے ہی پوچھا ہے۔

یہ میں کیا اتنے غصے میں بول دیتی ہوں سوری آپی۔ میں نے آپ سے بدتمیزی کی سوری۔

کوئی بات نہیں ملائیکہ۔

بات سنو۔

جی بولیں آپی۔

شام میں انکل حیدری لوگ آ رہے ہیں تم پلیز آج اپنا ٹائم ہمارے ساتھ گزارنا۔

اوکے ڈیئر آپی آپ فکر نہ کریں میری پیاری آپی کی منگنی ہو رہی ہے اور میں شرکت نہیں کروں میں فریش ہو کر آتی ہوں۔

شام پانچ بجے مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ مس روحی کے جاننے والے لوگ دھیرے دھیرے مسٹر ریحان کی چوکھٹ پر قدم رکھ رہے تھے۔ ادھر ملائیکہ کی پریشانی کا عالم حیرت انگیز تھا اک سوچ کہ میں ان سب میں نہیں بیٹھ سکتی مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ میری شام میری سہانی شام پھیل رہی ہے میں کیسے خود کو سنبھالوں گی۔ میں کیا کروں کہیں بھری محفل میں میں کوئی بدتمیزی نہ کر دوں جس کی وجہ سے ماما اور آپی کو کوئی تکلیف پہنچیں۔

آ۔۔ آ میں جا رہی ہوں۔ جھولے میں۔ مجھے کوئی احساس کھینچ رہا ہے نہیں جاؤں گی آج۔ دیکھتی ہوں میں خود کو روک سکتی ہوں یا نہیں۔ یہ خوشبو یہ چہچاہٹ مجھے کیوں تنگ کر رہی ہیں اور یہ گھنگھرو کی آواز اور تیز ہو رہی ہے میں کیا کروں مجھے گھن آ رہی ہے میں کیا کروں۔

ملائیکہ چیخنے لگی۔ ملائیکہ آسمانی مخلوق کی طرح تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی مہمانوں کی بھیڑ سے نکلتی ہوئی سیدھی گارڈن میں چلی گئی ملائیکہ کی یہ حرکت دیکھ کر

لوگ کافی باتیں کرنے لگے۔ لیکن ملائیکہ تو آؤٹ آف کنٹرول تھی کبھی اس کی ذات پر تنقید کرتے تو کبھی اس کی خوبصورتی پر باتیں لیکن ملائیکہ تو یہ سب چھوڑ کر ایک انجانے سائے کی طرف بھاگ رہی تھی جس کی شاید کوئی منزل نہ تھی وہ جو بھی تھا ملائیکہ کی زندگی میں بری طرح حائل ہو چکا تھا جو ملائیکہ کو ہر روز ہی اپنی فیملی سے دور لے جاتا تھا۔ کیا ملائیکہ کسی اور کی بن سکتی ہے یا اس کی ساری زندگی یونہی شام ڈھلے گزرے گی رات بھر ایک جن کی بانہوں میں میں یا کبھی اس کی لامحدود دنیا میں۔ کیا وہ ملائیکہ کی دنیا کو نہیں ایسا بھی ممکن نہیں۔

ویسے صاعقہ مجھے کہنا تو نہیں چاہیے پر تمہاری بہن کو اس وقت تمہارے ساتھ ہونا چاہیے تھا صوفی دھیرے سے تھکیکے انداز میں بولی۔ جانتی ہو پر یہ بچپن سے ہی بہت مغرور ہے کسی سے اتنا فری ہو کر بات ہی نہیں کرتی اور نہ ہی اتنا ٹائم دیتی ہے اس کی نیچر ہی ایسی ہے، ہم تو اس کے عادی ہو چکے ہیں بہت تکلیف ہوتی ہے لیکن زور نہیں چلتا ہمارا اس پر بہت ضدی لڑکی ہے ضد میں آ کر خود کو نقصان دیتی ہے۔ ماما اس کی وجہ سے بہت پریشان رہتی ہیں ادھر صاعقہ کی منگنی ہو گئی تھی اس کی زندگی میں اس کا ہمسفر آ گیا تھا۔ دو ماہ بعد اس کی شادی تھی صائقہ اپنی ماما کی وجہ سے بہت غم کھائے جا رہی تھی کیونکہ صائقہ ہی تھی جو اپنا زیادہ وقت مس روحی کے ساتھ گزارتی تھی ماں کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک تھی میرے بعد کیا ملائیکہ ماما کا خیال رکھ پائے گی ماما کتنی اکیلی ہو جائے گی۔ زندگی میں ایسا بھی ہوتا ہے کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جنہیں چاہ کر بھی ہم ان سے منہ موڑنا نہیں چاہتے لیکن وقت بہت ظالم ہے اب ملائیکہ کی زندگی کھنڈر نما گھر میں ویرانی شام کے علاوہ کے کچھ نہیں تھی۔ سب ختم ہو گیا مگر ملائیکہ نہیں۔۔ اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔

میڈم ایسی کہانیاں جواب عرض کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کے لیے لکھیں اس بار جواب عرض میں لگا رہے ہیں اور ساتھ خوفناک ڈائجسٹ میں۔ تا کہ خوفناک ڈائجسٹ کے قارئین کو بھی آپ کی یہ کہانی پڑھنے کو مل سکے۔ ادارہ۔

داستانِ محبت

تحریر: ذوالفقار علی سانول، ضلع منڈی بہاؤالدین 0345-6823689

محترم شہزادہ التمش صاحب!

سلام محبت! کے بعد عرض ہے کہ سب سے زیادہ ہمیں خوشی اس بات کی ہے کہ ہمارا محبوب ڈائجسٹ اسی طرح ہمیں مل رہا ہے جیسے شہزادہ صاحب شائع کرواتے تھے ان کی کمی تو کبھی پوری نہیں ہوسکتی جناب کو ایک اور کہانی ''داستانِ محبت'' ارسال کرر ہا ہوں جو کہ حقیقت پر مبنی ہے میرے خیال سے یہ کہانی بہت سبق آموز ہے جب تک سانسوں نے اجازت دی بچ لکھتا رہوں گا میں رائٹرز اور قارئین کا انتہائی مشکور ہوں جنہوں نے مجھے لاتعداد کالیں اور میسج کر کے میری حوصلہ افزائی کی کیوں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی لاتعداد کالیں آئیں اتنے زیادہ نام نہیں لکھ سکتا حوصلہ افزائی کا انتہائی شکریہ۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ھیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ھو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

محبت محبت ارے یہ محبت کیا ہے یہ سب ہوتی ہے کیسے ہوتی ہے اور کیوں ہوتی ہے اس کا انجام اگر کسی کو پتہ ہو تو خدرا کبھی بھی کوئی اس کے نزدیک نہ جائے پلیز پلیز میری ان لڑکیوں سے گزارش ہے کبھی بھی گھر سے بھاگ کر شادی مت کرنا ورنہ ساری عمر روتی رہو گی پھر وہی چاہنے والا جو آپکو معصوم شکل بنا کر کہتا تھا میں آپ کے بغیر ایک منٹ نہیں رہ سکوں گا اور اس کے الفاظ کیا ہوں گے اس کے الفاظ ہوں گے محترمہ اگر آپ اچھی ہوتیں تو کبھی بھی بھاگ کر شادی مجھ سے نہ کرتی تجھے اپنی والدین کی عزت کا خیال نہیں آیا تم میرا کیا خیال کرو گی آپ کا پریمی ایک فلمی ہیرو کی طرح آپ کو مطمئن کرتا رہا اور پھر آپ کو بھاگ جانے پر مجبور کرتا پھر یہ الفاظ اس نے آپ سے کیوں کئے کیوں ایسا کہا اس کو پہلے نہیں پتا تھا کہ میں خود آپ کو کورٹ میرج کیلئے مجبور کر رہا ہوں قارئین آپ کو پتہ ہے ایسا کرنے سے کتنے حادثات ہو رہے ہیں جو اپنے والدین رشتہ دار سب کو چھوڑ کر آ جاتی ہے اگر آپ اسے مارو گے تشدد کرو گے وہ کیا کرے گی کس دربار پر زندگی گزارے گی خود کشی کرے گی یا پھر وہ بازاری عورت بن جائے گی پلیز سوچو کچھ خیال کرو اگر آپ کے بلانے پر ہمیشہ کیلئے سب کو چھوڑ کر جو آپ کے پاس آ جاتی ہے تو پھر اس کا ساتھ دو میری لڑکیوں سے بھی گزارش ہے ایسا ہرگز مت کریں جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں پیار محبت کا مطلب ہرگز

نہیں کہ آپ کی شادی ضروری ہو یہ تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہ سکتی ہے اگر کسی کو میری بات بری لگی ہو تو معافی چاہتا ہوں اور اب اصل کہانی کی طرف آتا ہوں داستان محبت لیلیٰ کی زبانی سنیں۔

میرا نام لیلیٰ ہے ہم چھ بہنیں اور دو بھائی ہیں میرے دونوں بھائی انگلینڈ ہوتے ہیں باقی چار بہنیں بھی اپنے شوہروں کے ساتھ انگلینڈ سیٹل ہیں ہم دو بہنیں اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں میں اپنی سب بہنوں سے چھوٹی ہوں تو قارئین جب میں پیدا ہوئی اور ہوش سنبھالا تو مجھے اپنی بہنوں کے ساتھ سکول داخل کروا دیا گیا ہمارا شہر میرپور آزاد کشمیر کے ساتھ ہی گاؤں ہے جہاں ہماری پیدائش ہوئی ہمارے والد صاحب نے ہوٹل بنا رکھا تھا بڑی مشکل سے گزر بسر ہو رہی تھی کیوں کہ یہ بڑے عرصہ کی بات ہے ہم لڑکیاں مل کر پیدل سکول جایا کرتی تھیں لیکن اس وقت کچھ اوباش آوارہ لڑکے ہمیں بہت تنگ کرتے تھے اس لئے ہم اکٹھی سکول جاتیں میں سب لڑکیوں میں سے حوصلہ والی تھی کئی دفعہ ایسے تنگ کرنے والے واقعات آئے ایک دفعہ ایک لڑکا سکول جاتے میرے سامنے آ گیا اور کہا کہ تم بہت چالاک ہوشیار ہو اس وقت میں آٹھویں جماعت میں پڑھتی تھی میں نے زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا پھر کیا وہ دھمکیاں دیتے ہوئے چلا گیا۔ گھر بھی ذکر نہیں کیا تھا کہ کہیں گھر والے ہمیں پڑھائی سے روک نہ دیں اس واقعہ کے بعد وہ لڑکا گروپ کی شکل میں آ گیا میں نے گھر ضد کر کے اپنے لئے ایک سائیکل بھی خرید لی بھی سائیکل پر چلی جاتی بحر حال بڑی شکل سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور سکول کو خیر باد کر دیا کیوں کہ آوازیں کسنا راستہ روکنا یہ حرکتیں شروع سے آ رہی ہیں اور ابھی تک ہو رہی ہیں میرے ابو نے ذاتی ملکیتی ہوٹل بنا رکھا تھا گزر بسر کچھ اچھی نہ تھی ابو کی اچانک حالت خراب ہوتی جا رہی تھی انھوں نے میری دو بہنوں اور دو بھائیوں کی شادیاں کر دیں اور خود کو اپنی بیماری کے ساتھ مقابلہ کیا اور سارا راز اپنے اندر رکھا ابو کو کینسر تھا جب حالت زیادہ بگڑی تو ان کو بھائی ہسپتال لے گئے اور ڈاکٹر صاحب نے اصل بیماری سے آگاہ کیا سب کچھ بیچ کر ان کے اوپر لگا دیا وہ فوت ہو گئے لیکن اللہ سب جانتا ہے حالات بدلتے دیر نہیں لگتی میرے دونوں بھائی اپنی بیویوں کے ساتھ انگلینڈ چلے گئے کیوں کہ ان کے سسرال انگلینڈ سیٹل تھے یوں کچھ عرصہ بعد ہمارے پاس بھی کوٹھیاں کاریں سب کچھ آ گیا باقی بہنوں کی بھی امیر فیملی میں شادیاں ہو گئیں وہ بھی بیرون ملک چلی گئیں میری ایک بہن کچھ عرصہ بعد واپس آ گئی اور یہاں اپنے سسرال آ گئی اب بس میری شادی کی باری رہ گئی تھی ہمارے ایک قریبی رشتہ دار کی شادی تھی ہم ولیمہ والے دن وہاں چلے گئے لباس اچھا پہنا ہوا تھا ویسے بھی مجھ پر اللہ کا کرم تھا میں بہت خوبصورت تھی جب ہم ولیمہ کھانے کیلئے ہوٹل داخل ہوئے تو بہت رش اور گہما گہمی تھی جب میری نظر ایک لڑکے پر پڑی تو وہ مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا نا جانے کیوں مجھے بھی دلچسپی سی ہو گئی ہم بات تو نہ کر سکے بس ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیتے مختصر یہ کہ ہم اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے نہ مجھے پتہ چل سکا کہ وہ کون ہے اور نہ اسے میں ہر وقت اس کے سپنوں میں کھوئی رہتی اب تو بہت سے رشتے ہمارے آنے لگے میری انکاری پر امی سب پریشان ہوتیں ایک دن میری بہن بھی آئی اس نے بھی مجھے سمجھایا لیکن میرے دل میں ایک ہی بات تھی کہ شادی کروں گی تو صرف اسی شخص سے کچھ عرصہ بعد میں گھر کے کام کاج میں مصروف تھی کہ ہمارے دروازے پر دستک ہوئی کچھ عورتیں اور وہ ہی شخص ہمارے گھر آ گیا۔ ایک دم جب میری نظر پڑی تو میں بہت خوش ہوئی امی بھی ان لوگوں سے ملی جلدی سے کولڈ ڈرنکس کا بندوبست کیا اور ہم دونوں بس

چور نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے کچھ دیر اور وہ جانے لگے اور جاتے ہوئے میرے خوابوں کے شہزادے نے مجھے ایک کاغذ تھما دیا اس کے اوپر اس کا نام فہد لکھا ہوا تھا میں گھر میں اکیلی اور ساتھ والدہ رہتی تھیں کئی دفعہ امی سودا سلف لینے چلی جاتیں یوں ہماری گھنٹوں فون پر باتیں ہوتیں فہد نے مجھے کہا کہ ہم اتنے قریبی تو نہیں البتہ دور کے رشتہ دار ہیں مجھے آپ پہلی نظر میں پسند آ گئی۔

میں آپ سے بے پناہ محبت کرتا ہوں میں نے سارا میرپور چھان مارا جہاں جہاں ہماری رشتہ داری تھی لیکن مجھے آپ نظر نہ آئیں کیوں کہ اس ولیمہ پر تو ہم بات نہ کر سکے ویسے بھی پہلی ملاقات تھی آخر کار میں آپ کے پاس پہنچ گیا یہ فہد کی اور میری پہلی کال تھی میں فہد کی باتیں سن سن کر بہت خوش ہو رہی تھی اور خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کر رہی تھی ہیلو میڈم آپ نہیں بول رہیں نام تو آپ کی امی سے میں نے سن لیا تھا لیلیٰ نام ہے آپ کا جیسے آپ پیاری ہیں ایسے ہی آپ کا نام پیارا ہے۔ عورت تو پیار کی بھوکی ہوتی ہے میں سب سن کر مسکرا دی فہد دیکھ کر ہار گئی اور اس کے بعد کیسے دن گزرے وہ میں جانتی ہوں آپ کو دیکھنے کے لئے فہد جی میری آنکھیں ترس گئیں جس وقت آپ اچانک میرے سامنے آئے تو مجھے کچھ حوصلہ ہوا دیکھیں عورت صرف پیار کی بھوکی ہوتی ہے میرے پاس سب کچھ ہے۔ کار بنگلہ بینک بیلنس بس مجھے کچھ نہیں چاہیے پلیز فہد اگر مجھ سے سچ میں پیار کرتے ہو تو میری ایک شرط ہے۔ جی میری جان بولیں ایک تو آپ میرے گھر میرا رشتہ لینے آئیں دوسرا یہ کہ میں بھی زندگی میں دوسری عورت برداشت نہیں کر سکوں گی اگر آپ کا کسی کے ساتھ پہلے افیئر چل رہا ہے تو اس کو ختم کرنا ہوگا فہد بولا ارے میری جان میں ایسا دکھ بھی بھی آپ کی زندگی میں نہیں آنے دوں گا باقی میرے بھائی دوسرے انگلینڈ ہیں میں واپس آ چکا ہوں اور اب یہاں کوئی کاروبار کرنا چاہتا ہوں اللہ کا دیا سب کچھ میرے پاس ہے فہد وہ سب کچھ ہمارے پاس بھی ہے۔ بس مجھے سچا پیار چاہیے۔ جی ضرور بس۔

اب میں ہر وقت خوش رہتی شاپنگ کرنا کوکنگ شوق سے کرنا مجھے سب کچھ بہت اچھا لگتا میرے بھائی میری بہنیں مجھے اکثر فون کرتے رہتے۔ امی نے بھی سب سے بات کی اور ساتھ میں سب کو کہا کہ آپ واپس چھٹی آئیں لیلیٰ کی شادی کرنی ہے میں نے اس بارے کسی سے کوئی بات نہ کی کہ مجھے فہد بہت پسند ہے رات کو میں نے فہد کو کال کر کے سب کچھ بتا دیا فہد نے کہا کہ آپ شاپنگ کے بہانے مارکیٹ آ جانا وہاں بیٹھ کر فائنل کریں گے میں نے صبح سویرے گاڑی اسٹارٹ کی اور مقررہ جگہ پر چلی گئی فہد بھی آ گیا میں نے فہد سے کہا کہ مجھ پر شادی کا دباؤ ڈالا جا رہا ہے آپ پلیز اپنے گھر والوں کو بھیج دیں ایک دوسرے کے ساتھ عہد و پیمان کئے اور گھروں کو چلے گئے قریباً سہ پہر کو فہد نے کال کی کہ کل میرے گھر والے آ رہے ہیں میں یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور اللہ کے حضور دعا کی مہمانوں کے آنے سے پہلے میں نے بھی بندوبست کر دیا نوکرانی کو میں نے رات تاکید کر دی تھی کہ صبح مکمل صفائی ہونی چاہیے مالی نے بھی پودوں پھولوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کی کچھ کرسیاں لان میں رکھ دیں۔

قریباً دو بجے مہمان ہمارے گھر آ گئے کیوں کہ فہد کے والدین کو میری امی جانتی تھی وہ ہمارے دور کے رشتہ دار تھے میں ڈریسنگ کے سامنے ہار سنگھار کر رہی تھی امی خود بھی ان تیاریوں سے حیران تھی جنہوں نے مہمانوں کے آنے سے پہلے دو دفعہ مجھ سے پوچھا لیلیٰ بیٹی خیر ہے ناں ہاں امی جی ویسے گھر کی صفائی کروائی ہے جوں ہی مہمان گھر داخل ہوئے میں دوسری منزل پر چلی گئی موبائل بھی اوپر میرے کمرے میں پڑا تھا قریباً پچاس کالیں فہد کی سکرین پر موجود

تھیں میں نے اسی وقت اپنے جان من کو بیک کال کی ارے لیلیٰ کہاں مصروف تھیں جناب میں مہمانوں کیلئے کچھ تیار کر رہی تھی اتنے میں نوکرانی نے مجھے آواز دی بی بی جی نیچے امی بلا رہی ہیں میں نے فہد سے اللہ حافظ کہا اور جلدی سے نیچے اتر گئی تین عورتیں اور دو مرد تھے سب کا مجھے پہلے سے فہد نے بتا دیا تھا مجھے دیکھ کر سب اٹھ کھڑے ہوئے امی نے مجھے باہر نکلنے کا اشارہ کیا اور کہا کہ مہمان آئے ہیں ان کیلئے کھانا تیار کراؤ اچھا امی جی کھانا تو تقریباً میں نے پہلے سے تیار کروالیا تھا بس امی کو پتہ نہیں چلنے دیا تھا اور میں کچن میں چلی گئی نوکرانی کو میں نے سمجھایا ہوا تھا کہ امی کو جو کھانا تیار کیا ہے وہ نہیں بتانا کہنا ہے ابھی تیار کیا ہے میں نے نوکرانی کو کہا کہ جہاں مہمان بیٹھے ہیں وہاں کسی بہانے جا کر بات چیت سنو کچھ دیر بعد اس نے آ کر بتایا بی بی جی مہمان ابھی تو آپ کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے بڑی بی بی جی کہہ رہی ہیں پہلے کھانا کھالیں پھر بات کرتے ہیں کچھ دیر بعد کھانا مہمانوں کے آگے رکھ دیا انھوں نے رشتہ کی بات کی میری دوسری بہن بھی آ گئی شاید امی نے کال کر کے بتایا تھا امی نے ان کو دوٹوک لفظوں میں کہا کہ ابھی لیلیٰ کی شادی کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں۔ آپ کو کال کر کے بتا دیں گے اور ساتھ میری بہن نے بھی یہی کہا مجھے یہ الفاظ سن کر اچھا نہ لگا مہمان مایوس ہو کر چلے گئے تھوڑی دیر بعد مجھے فہد نے کال کی لیلیٰ گھر والوں کو مایوسی ہوئی ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ ناممکن سی بات ہے نہیں فہد دراصل بات یہ ہے کہ پہلے میرے لئے کئی رشتے آ چکے ہیں میں نے وہ سب ٹھکرا دیئے آپ فکر مت کریں لیلیٰ صرف فہد کی ہے صرف فہد کی لیلیٰ اگر آپ کے گھر والے نہ مانے تو میں مرجاؤں گا پلیز فہد ایسی کوئی منحوس بات مت کرنا گھر والوں کو منانا میرا کام ہے بس آپ دعا کریں۔

شام کو امی نے کہا لیلیٰ بیٹی یہ لوگ آپ کا رشتہ لینے آئے تھے بہت بری بات ہے۔ ہر کسی کو جواب دینا میں کل آپ کی خالہ کو فون کروں گی ہم آپ کی منگنی کرنا چاہتے ہیں ساتھ بہن نے بھی کہا امی میں نے خالہ کے ہاں شادی نہیں کرنی کیوں لیلیٰ وجہ پھر ماموں کے گھر مطلب ماموں کے بیٹے سے کروالو نہیں امی جو مہمان آئے تھے۔ میں ان کے بیٹے فہد سے شادی کرنا چاہتی ہوں یہ بات کرنی ہی تھی کہ امی غصے میں لال پیلی ہونے لگی اچھا تو اس کا مطلب ہے ان لوگوں کو بلوایا گیا ہے۔ جی امی جی اچھا تو اگر یہ بات ہے تو پھر یہ تمھاری بھول ہے یہ کبھی مت سوچنا تمھاری شادی یا تمھاری خالہ یا ماموں کے گھر ہو گی میں نے باجی کو سب کچھ بتا دیا باجی نے کہا لیلیٰ بات تو آپ کی ٹھیک ہے لیکن کل کو آپ کو کیا گارنٹی ہے کہ وہ فہد کیسا ہے اور اس کا بیک گراؤنڈ کیا ہے۔ جو بھی ہے اچھا ہے باجی بھی شام کو اپنے گھر واپس لوٹ گئی رات کو امی نے مجھے اپنے کمرے میں بلوا کر سمجھایا میں نے کہا نہیں امی میں شادی کروں گی تو فہد سے امی نے تین چار تھپڑ میرے منہ پر دے مارے میرا ایک ہی سوال رہا کہ شادی صرف فہد سے ہو گی امی نے میری باقی بہنوں کو بھی کال کر کے بتا دیا انھوں نے بھی مجھے باری باری سمجھایا لیکن میں اپنی بات پر ڈٹی رہی میں نے بھی امی کو اپنا فیصلہ سنا دیا کہ امی میں بھاگ کر کورٹ میرج کرلوں گی یا مرجاؤں گی میرا بس یہ پہلا اور آخری فیصلہ ہے امی نے مجھ پر بے پناہ تشدد کر دیا۔

میں نے رات کو کال پر آگاہ کر دیا کہ صبح مجھے ریسٹورنٹ میں ملو یا پارک میں میں نے آپ سے ضروری بات کرنی ہے صبح میں نے گیراج سے گاڑی نکالی اور فہد کے پاس ہوٹل پہنچ گئی میری آنکھیں رو رو کر سوج چکی تھیں ارے میری لیلیٰ کیا آپ رات روتی رہی ہو ہاں فہد میں نے آپ کی خاطر مار کھالی میری ساری فیملی ان دنوں واپس آ رہی ہے اب میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے رسوا مت کرنا

مجھے دھوکہ مت دینا میں روزانہ جواب عرض پڑھتی ہوں اپنی مرضی کرنے کا انجام بہت برا ہوتا ہے میں اپنے پیار کی خاطر سب کچھ چھوڑ دوں گی ساری رات آپ کا چہرہ میری آنکھوں سے نہیں ہٹتا اگر آپ نے مجھے رسوا کیا تو میری موت ہو گی فہد نے اپنا ہاتھ میرے منہ کے آگے رکھ دیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر ساری زندگی میرا ساتھ دینے کا وعدہ کیا یوں میں واپس لوٹ آئی اور کچھ دنوں بعد میری بہنیں بھائی واپس آ گئے مجھے بہت سمجھایا لیکن میں اپنی ضد پر رہی انھوں فہد کے گھر والوں کو بلا کر ہاں کر دی میری امی پھر بھی نہ مانیں بھائیوں نے مجھے کہا لیلیٰ فہد ٹھیک آدمی نہیں ہے ورنہ ہمیں آپ کی شادی پر کوئی اعتراض نہ تھا میری ضد میرا پیار تھا آخر کار میری شادی کے دن مقرر کر دیئے گئے میرے گھر والوں نے کہا کہ کبھی بھی ہم پر کسی قسم کی امید مت رکھنا ہمارے گھر کے دروازے آپ کے لئے بند ہو گئے یوں میں اپنے فہد کی دلہن بن کر چلی گئی میرے گھر والوں نے مجھے بہت سا سامان جہیز دیا اور قریباً بیس تولے زیور پہنایا کچھ عرصہ بعد ہی جھوٹے فہد نے رنگ دکھانے شروع کر دیئے رات گئے گھر آتا اور نشے میں دھت ہوتا لیکن میں گھر والوں کو کیا بتاتی سب کچھ الٹا نکلا ایک روز میں نے فہد کو خوشخبری سنائی کہ میں ماں بننے والی ہوں تو فہد کو کوئی خوشی نہ ہوئی اسی کشمکش میں اللہ تعالیٰ نے مجھے چاند سا بیٹا دیا فہد کے بھائی مجھے خرچہ بھیج دیتے لیکن فہد کو اپنے بیٹے کی بھی کوئی خوشی نہ ہوئی۔

ایک رات فہد نشے میں دھت آ کر سو گیا تو اس کے موبائل پر کال آ گئی کسی لڑکی کی آواز تھی میں نے کہا تم کون ہو میں فہد کی بیوی بات کر رہی ہوں۔ اس نے مجھے برا بھلا کہا کہ تم کون ہوتی ہو فہد کے موبائل سے بات کرنے والی صبح میں نے فہد سے لڑائی کی الٹا فہد نے مجھے مارا پیٹا میں دکھ سہتی رہی روتی رہی ایک روز میں فہد کی دوکان پر گئی کیوں کہ فہد نے کپڑوں کی بڑی دوکان بنا رکھی تھی۔ وہاں پر جو اس نے لڑکا رکھا ہوا تھا اس سے میں نے پوچھا فہد کہاں ہے اس نے کہا باجی اس دوکان کے سامنے جو گھر ہے وہ وہاں گئے ہیں ادھر ہی زیادہ جاتے ہیں مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ اسی لڑکی کا گھر ہے میں اس گھر کے اندر داخل ہو گئی ایک لڑکی صحن میں بیٹھی ہوئی تھی مجھے دیکھ کر وہ ششدر سی ہو گئی میں نے فہد کا پوچھا اور ساتھ ہی ایک کمرے میں داخل ہو گئی فہد اور ایک لڑکی قابل اعتراض حالت میں پڑے ہوئے تھے اور وہ کچھ دیکھا جو کوئی عورت برداشت نہیں کر سکتی میں نے اس لڑکی کو بالوں سے پکڑ کر مارنا پیٹنا شروع کر دیا فہد خاموشی سے باہر چلا گیا کافی لوگ اکٹھے ہو گئے جنہوں نے مجھے بتایا کہ فہد ساری کمائی ان کو کھلاتا ہے۔ میں واپس گھر چلی گئی اور اپنی قسمت پر رونے لگی کیوں کہ فہد نے گاڑی بھی بیچ دی تھی اور میرا سارا زیور بھی مجھے یہ کہا کہ میں نے دوکان کے لئے کپڑا منگوانا ہے اب مجھے ساری سٹوری کا علم ہو چکا تھا فہد شام کو آیا اس وقت میں حاملہ تھی مجھے دوسری پیدائش ہونے والی تھی مجھے فہد نے آ کر مارنا پیٹنا شروع کر دیا میرے سر پر گہری چوٹیں لگیں۔ میرے سسر ترس کر کے مجھے ہسپتال لے گئے۔ جس کوٹھی میں میں رہ رہی تھی وہ سسر کے نام تھی شاید وہ بھی اگر فہد کے نام ہوتی بیچ دیتا میرے دیور مجھے خرچہ بھیجتے اسی کشمکش میں میری دو بیٹیاں پیدا ہوئیں میں نے ساری داستان بہنوں کو سنائی انھیں فون کیا انہوں نے مجھے کہا کہ تمھیں کئے کی سزا مل رہی ہے یہی انجام ہوتا ہے میرے دیوروں نے بھی مجھ سے منہ موڑ لیا۔ اور مجھے خرچہ بھیجنا بند کر دیا میری بہنوں نے مجھے دو لاکھ روپیہ بھیجا وہ بھی فہد نے مجھ سے چھین لیا میری بہنوں نے امی کی منت سماجت کر کے امی کو میرے گھر بھیجا امی میری حالت دیکھ کر رو پڑیں اور مجھے کہا کہ اپنی مرضی کریں تو یہ ہی ہوتا ہے۔ میری امی نے پھر مجھے زیور بنوا کر دیا اور میری مالی

امداد کی میری بہنیں مجھے ہر ماہ خرچہ بھیج دیتی ہیں جو کہ میرے لئے کافی ہوتا ہے۔ فہد کی وہ ہی عادت ہے اس نے سب کچھ ان لڑکیوں پر لٹا دیا ہے امی نے مجھے کہا کہ بچے فہد کے حوالے کرو اور واپس گھر چلو میں نے کہا نہیں امی میں اپنے بچوں کو کبھی نہیں چھوڑ سکتی امی پھر ناراض ہو چکی ہیں فہد نہ تو مجھ سے کوئی بات کرتا ہے اور نہ ہی بولتا ہے کبھی کبھی اپنے بچوں کو کچھ پیسے دے دیتا ہے میرے سر پر جو چوٹیں لگی تھیں ابھی تک میں بے ہوش ہو جاتی ہوں فہد بہت بدل گیا ہے میں اپنے بچوں کی خاطر زندگی کے دن پورے کر رہی ہوں فہد کہتا ہے کہ میں کبھی تمہیں پیار نہیں دے سکتا۔

یہ تھی فہد اور لیلیٰ کی داستان تو قارئین آپ ضرور اس کہانی سے سبق سیکھو گے اور وہ لڑکیاں جو والدین کی مرضی کے بغیر شادی کرتی ہیں ان کا انجام یہی ہوتا ہے تو پلیز لیلیٰ اور فہد کے لئے دعا کریں کہ فہد لیلیٰ سے ٹھیک ہو جائے اور اس سے پیار کرے فہد کے وہ وعدے کہاں گئے لیلیٰ جس نے سب کچھ فہد کے لئے کیا اور آج عذاب کی زندگی گزار رہی ہے۔

❁❁❁

غزل

محبت میں امتحان ہوا کرتے ہیں
راستے مشکل و آساں ہوا کرتے ہیں
جس جگہ ہو محبت حد سے زیادہ
وہاں بچھڑنے کے امکاں ہوا کرتے ہیں
پہلے جو نظریں ملا کہ بنا لیتے ہیں اپنا
بعد میں وہی لوگ انجاں ہوا کرتے ہیں
دل عاشقوں کے اس طرح جلاتے کیوں ہو
آخر عاشق بھی تو انساں ہوا کرتے ہیں
جس کی وفا پر رشک کیا کرتے تھے ہم
آج اس کی بے وفائی پر حیراں ہوا کرتے ہیں
پہلے جو جان دینے کی کھاتے تھے قسمیں شاد
پھر وہی لوگ دشمن جاں ہوا کرتے ہیں

(محمد آفتاب شاد، کوٹ ملک دوکوٹہ)

غزل

اس دنیا کے حسرت میں بڑے ہم نے عذاب دیکھے
عشق کی دور منزل تھی راستے سارے خراب دیکھے
لا علاج اس مرض میں کیا کیا علاج دیکھے
کسی نے گھنگھرو باندھ لئے کئی پیتے شراب دیکھے
تیرے بن گن گن وقت گزرا ہجر کی لمبی راتیں دیکھی
نیند تو مجھے قلیل آئی جاگ راتے بے حساب دیکھے
وفا ہے روایت اپنی پھر بھی ہم غریب ٹھہرے
بے وفائی کا تاج پہنے بہت ہم نے نواب دیکھے
کیا بتائیں اس نیند کے لمحے میں ہم نے کیا دیکھا ہادی
وہی تنہائی وہی جدائی اس سے ملنے کے خواب دیکھے

(حماد ظفر ہادی، منڈی بہاؤالدین)

غزل

عروج پر ہے تمہارا موسم
خزاں میں تم کو خرید لیں گے
بنو گے ہم سے رحم کے طالب
نہ تم کو موقع مزید دیں گے
ادا کے قصے ہوئے پرانے جفا کا موسم ختم ہی سمجھو
کریں گے تم سے حساب جاناں

دل، درد کا سمندر

تحریر: مجید احمد جائی ملتانی (ملتان) 0301-7472712

محترم شہزادہ التمش صاحب!

مزاج گرامی! حسب وعدہ اپنی ذاتی آپ بیتی جو کہ قارئین کے بے حد اصرار پر لکھی ہے۔ آپکو ارسال خدمت ہے۔ جس کا نام ''دل درد کا سمندر ہے'' شائع کر کے حوصلہ افزائی کریں۔ کہتے ہیں زندگی میں دکھ درد نہ ہوتے تو یہ کبھی ختم نہ ہوتی۔ میری زندگی بھی لمحہ لمحہ موت کی طرف سفر کر رہی ہے۔ نا جانے کس شام یہ مجھ سے الوداع ہو جائے۔ بہت سے دوست کالز کے ذریعے ایس، ایم ایس کے ذریعے اپنی محبتوں کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ تمام کا ممنون و مشکور ہوں۔ میری ذاتی کہانی قارئین پڑھ کر اندازہ کر سکیں گے کہ میں کس اذیت، کس کرب سے گزرا ہوں۔ مجھے آپ سب کا ساتھ چاہیے باقی رب کا دیا سب کچھ ہے۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

جلتے ہوئے آشیانے کو دیکھتا رہا
ایک تنکا بھی نہ بچایا میں نے
زخم اتنے تھے میرے سینے میں
اک زخم بھی کسی کو نہ دکھایا میں نے
روتے رہے شب تنہائی میں ہم
پر حال دل کسی کو نہ سنایا میں نے

نشتر ہسپتال کی وارڈ نمبر 14، بیڈ نمبر 6 پر پڑا ایک نوجوان زندگی اور موت کی کش مکش میں تھا۔ درد کی شدت سے وہ چیخ رہا تھا۔ اس کی چیخ و پکار پوری وارڈ میں سنائی دے رہی تھی۔ جو بھی دیکھتا ہمدردی کے چار بول نچھاور کرتا چلا جاتا۔ جب اس کی چیخ و پکار حد سے بڑھ جاتی تو بے ہوشی کا انجکشن لگا کر اسے پرسکون سلا دیا جاتا۔ بستر مرگ پر آئے ہوئے اس نوجوان کی بیماری کوئی جان نہیں پایا تھا۔ جو مسلسل آٹھ دن سے درد کی سوغاتوں کے حوالے تھا۔ الٹرا ساونڈ کیے جاتے۔ انجکشن لگائے جاتے، گولیاں کیپسول اس کے حلق کے نیچے اُتارے جاتے، لیکن اُسے کوئی افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ بڑے بڑے پروفیسر اسے چیک کر چکے تھے، لیکن کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکے تھے۔ اس کا کزن، اس کی دیکھ بھال پر معمور تھا۔ خادم حسین آرمی میں ڈاکٹری کے شعبے سے منسلک تھا۔ لیکن وہ بھی کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔ روز نئی رپوٹوں کے ساتھ کبھی کیسی پروفیسر کے پاس، تو کبھی کسی سرجن کے پاس چکر پہ چکر کاٹ رہا تھا۔ مریض درد سے تڑپ رہا تھا۔ کوئی دوائی اسے سودمند نہیں ہو رہی تھی۔ روز خون کی بوتلیں لگائی جاتی۔ کمزوری حد سے بڑھ گئی تھی۔ نقاہت کی وجہ سے وہ بول نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح کے بے شمار مریض اس کے اردگرد اپنے اپنے بیڈ پر زندگی اور موت کی کش مکش میں تھے۔ لیکن اس کی کیفیت عجیب و غریب

تھی۔ کوئی اس کی مرض کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ جانتے ہو یہ نوجوان کون تھا۔؟ نہیں جانتے ناں۔؟ یہ درد کا مارا۔ اپنوں کے ستموں سے چور چور، زمانے کا ستایا ہوا، کوئی اور نہیں آپ سب کا اپنا مجید احمد جائی ملتانی تھا۔ جس سے بہت سے دوست، قارئین۔ پوچھتے ہیں کہ مجید اپنی زندگی کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ اور یہ پھیکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجا کر کہتا میرے دوست میں بہت خوش ہوں اپنی زندگی میں۔ دوست پھر آپ اتنے دکھی کیسے ہیں آپ کی ہر تحریر درد میں ڈوبی ہوتی ہے۔ اور یہ دردوں کا مارا بات ٹال مٹول کر جاتا۔ چلو آج آپکے تمام گلے شکوے دُور کیے دیتے ہیں۔

میں آفس میں تنہا بیٹھا سوچوں کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ گھڑی کی ٹک ٹک ماحول میں شور برپا کیے ہوئی تھی۔ ہر طرف رات کی تاریکی نے پہرے لگا لیے تھے۔ رات کے دو بجے میں زندگی کے صفحے پڑھ رہا تھا۔ سبھی دوست خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ ایک میں تھا کہ ماضی کے دیپ جلائے آنسو بہا رہا تھا۔ آنکھوں سے چھم چھم برسات کا پانی، دامن بھگوتا زمین بوس ہو رہا تھا۔ دوسروں کو خوشیاں دینے والا آج زندگی کی بھیڑ میں تن تنہا تھا۔ کوئی اس کے پاس نہیں تھا۔ اپنے پرائے ہو گئے تھے۔ دشمن تیر پر تیر برسا رہے تھے۔ دوستوں نے منہ موڑ لئے تھے۔ رشتے داروں نے کہاں پوچھنا تھا۔؟ یہ لاچار، مفلسی میں پسا ہوا، غموں سے چور چور بھلا کس کے کام آسکتا تھا۔؟ آنکھیں برس برس کر سُرخ لال ہو چکی تھیں۔ نیند نجانے کب کی روٹھی ہوئی تھی۔ ؟ سوچوں کی یلغار میں ایسا کھویا کہ 25 سال پیچھے جا کر ماضی کی کھڑکیاں اوپن ہوئی۔

ایک آنسو سب کہہ گیا دل کا حال
میں سمجھا تھا یہ ظالم بے زبان ہے

میرا نام مجید احمد جائی ہے تخلص ملتانی ہے۔ میں ملتان کے نواحی گاؤں چاہ جائی والا موضع بلی والا کا رہائشی ہوں۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو ایک غریب گھرانے میں کھیلتے کودتے پایا۔ والد صاحب پُرچون کی دُکان چلایا کرتے تھے۔ امی جان زمینداروں کے کھیتوں میں کام کرتی نظر آتی تھی۔ اسی طرح گھر کا چولہا جل رہا تھا۔ میرا خاندان آٹھ افراد پر مشتمل ہے۔ مجھ سے ایک بھائی بڑا سعید احمد، پھر میرا نمبر ہے۔ اس کے بعد تسلیم بانو، خلیل احمد، وکیل احمد اور آخر میں یاسمین نازش ہے۔ میں بچپن میں بہت شرارتی تھا۔ چھوٹی چھوٹی شرارتوں سے بھی محظوظ ہوتے تھے۔ بڑا بھائی چاچو مشتاق کے ساتھ اسکول جایا کرتا تھا۔ دیکھا دیکھی میں میں نے بھی اسکول جوائن کر لیا۔ مجھے آج بھی یاد ہے چھ سال کی عمر میں بھائی مجھے سکول لے گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے دو کمروں پر مشتمل ایک عمارت میں سبھی بچے جمع ہوتے تھے۔ یہی تو میرا اسکول تھا۔ اتنے میں ایک نوجوان سکول نما اس عمارت میں داخل ہوا۔ سبھی بچے کھڑے ہو گئے۔ دیکھا دیکھی میں، میں بھی کھڑا ہو گیا۔ شاید یہی استاد تھے۔ پھر اسمبلی ہوئی۔ اس کے بعد باری باری سبھی بچوں کے نام پکارے گئے۔ میں تو گمنام رہا۔ بعد میں علم ہوا کہ یہاں داخلہ لیا جاتا ہے۔ نام پکارنے کو حاضری لگوانا کہتے ہیں۔ جب میرا ایڈمشن ہوا تو اُستاد صاحب نے میرا نام پوچھا تھا۔ جو میں نے اپنی توتلی زبان میں بتایا تھا۔ اس کے بعد ساری معلومات میرے بھائی نے دی، اسی طرح میرا داخلہ ہو گیا۔ وہ دن میری پردہ اسکرین پر آج بھی کسی فلم کی طرح تر و تازہ ہے۔ اُسی دن ایک اور لڑکا جس کا نام عبدالرحمان ہے داخل ہوا۔ وہ درس گاہ اتنی شاندار نہیں تھی۔ ٹاہلی کے درخت کے نیچے زمین پر ہم ٹاٹ بچھا کر بیٹھا کرتے تھے۔ ہمارے بیگ میں پلاسٹک کا ایک تھیلا ہوتا تھا جس میں زمیندار کھاد وغیرہ لے آتے تھے۔ اُسی کا ہم نے ٹاٹ بنایا ہوا تھا۔ روز بیگ میں ڈال کر

لے آتے اور اسکول پہنچ کر اُسے زمین کے فرش پر بچھا کر اوپر بیٹھ جاتے تھے۔

وقت کا گھوڑا اپنی مستی میں گم دوڑے جا رہا تھا۔ ہم روز اسکول 7 کلومیٹر کا پیدل سفر کر کے پہنچتے تھے اور واپس گھروں کو لوٹتے تھے۔ عبدالرحمان کے ساتھ میری اچھی دوستی بن گئی تھی۔ بچپن تو بچپن ہوتا ہے، تب کسی غلطی کی اتنی بڑی سزا نہیں ملتی۔ تب شرارتیں بھی چھوٹی ہوا کرتی تھیں۔ سزا بھی نہیں ملتی تھی۔ کسی کو مار دیا، کسی سے مار کھالی، کسی کو تنگ کر دیا، کسی سے کچھ چھین لیا، کسی کا کچھ چھپالیا۔ یہ سب بچپن کے قصے بن کر رہ گئے ہیں۔ اب جبکہ جوانی میں قدم رکھا ہے تو ہر طرف سے دکھ، درد ستم منہ اٹھائے چلے آتے ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ ان کے پاس سہنے کے لئے برداشت بھی ہے یا نہیں۔

نجانے زندگی اتنے دکھ کیوں دیتی ہے۔؟

اکیلا ہوں مگر آباد کر لیتا ہوں ویرانیاں فراز
بہت روئے گی میرے بعد میری شام تنہائی

بچپن کے دوست کہاں بھولتے ہیں۔؟ ان کی یادیں، ان کی باتیں پل پل ہمہ گیر ہوتی ہیں۔ ابھی میں تیسری جماعت میں تھا۔ زندگی نے رُخ تبدیل کیا۔ مجھے ایک بیماری نے آلیا۔ میرے پورے جسم پر پھوڑے نکل آتے تھے۔ جن کا موسم مئی سے ستمبر تک ہوتا تھا۔ اسی عرصے میں ان کا عروج ہوتا تھا۔ جیسے جیسے موسم سرد ہوتا، یہ خود بخود ختم ہو جاتے تھے۔ بڑے بڑے کڑوے شربت، گولیاں حلق سے نیچے اتارے جاتے۔ لیکن بے سود۔ کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ مجھے آج بھی یاد ہے سخت گرمیاں کے دن تھے سورج کی تمازت انسان کو جلا رہی تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ ہر چرند پرند حتی کہ اشرف المخلوقات بھی سائے میں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ میری دادی اماں مجھے اٹھائے ڈاکٹر کے پاس جانے کو تیار تھی۔ میرے جسم سے خون فوارے کی طرح بہہ رہا تھا۔ جسم کا کوئی حصہ زخموں سے خالی نہیں تھا۔ ہر دیکھنے والا فوراً منہ، ناک پر رومال رکھنا نہیں بھولتا تھا۔ لیکن میری دادی اماں کا جگر دیکھو۔ جو خون میں لت پت اپنے پوتے کو کندھوں پر اٹھائے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہی تھی۔ اس نے اپنے کپڑوں کا بھی خیال نہ کیا کہ خون کے داغ پڑ رہے ہیں۔ جب گھر سے بس اسٹینڈ پر پہنچے تو بس والے سے سیٹ بک کروائی۔ اپنے اسٹاپ سے لاڑی اڈے جا اُترے تو بس کی سیٹ خون سے سُرخ لال ہو رہی تھی۔ مجھے میری دادی اماں نے کندھوں پر اٹھایا۔ ہمیں پاک گیٹ جانا تھا۔ وہاں مشہور حکیم رہتا تھا جس سے دوائی لینی تھی۔ پاک گیٹ کی طرف تانگے جایا کرتے تھے۔ میری دادی اماں مجھے کندھوں پر اٹھائے ایک کے بعد دوسرے تانگے والے کے پاس جاتی، لیکن کوئی بھی لے جانے کو آمادہ نہیں تھا۔ کسی کو میری حالت پر ترس نہیں آ رہا تھا۔ جس تانگے کے پاس سے گزرتے، وہاں سے سواریاں دور بھاگنے لگتی۔ آخر کار میری دادی اماں کی آنکھیں اشک بار ہوئی۔ رب کے حضور فریاد کرنے لگی۔ وہی تو سب کی سنتا ہے۔ ہماری بھی رب نے سن لی۔ کافی تگ و دو کے بعد ایک تانگے والا رضامند ہوا۔ اے مائی ایک شرط پر لے جاؤں گا۔ ؟وہ کیا۔؟ میری دادی اماں نے پوچھا۔ اسپیشل لے جاؤں گا۔ مکمل سواریوں کا کرایہ لوں گا کیونکہ آپ کے علاوہ کوئی سواری نہیں بیٹھتی۔ میں کافی دیر سے دیکھ رہا ہوں، آپ جہاں بھی جاتی ہو وہاں کی سواریاں اٹھ کر چلی جاتی ہیں۔ آخر کار ہم نے اُسے پورا کرایہ دیا۔ پاک گیٹ چوک کے اندر والی گلی میں وہ حکیم رہتا تھا۔ شاید اب بھی ہو۔ جس کی بڑی شہرت تھی۔ ہم بھی اس کے پاس گئے۔ اس نے بڑی بڑی کڑوی شربت کی بوتلیں دی اور کچھ پسی ہوئی دوائی بھی دی۔ ہم نے فیس دی اور واپس روانہ آ گئے۔ یونہی میں کڑوے شربت پی، پی کر بچپن سے

جوانی میں قدم رکھا۔

معلوم ہو گا پھر تمہیں بے تابیوں کا حل
غم سے اگر تمہارا کبھی واسطہ پڑے

یہ تھا میرا بچپن۔ شرارتوں اور دوائیوں کی نظر ہونے والا۔ کبھی مسکراہٹ کے پھول تو کبھی درد وغم کے لیے آنسو۔ کبھی گنگناتی صبح۔ تو کبھی درد کی سیاہ لمبی راتیں۔ میں وقت کے ساتھ ساتھ۔ پہلی جماعت سے دوسری، پھر تیسری، اسی طرح پرائمری پاس کر چکا تھا۔ وہ دن کیسے بھول سکتا ہوں۔ جب میں پانچویں میں فرسٹ آیا تھا۔ مجھے انعام سے نوازہ گیا تھا۔ کبھی دوست مجھے مبارک باد کے پھول پیش کررہے تھے۔ استاد میرا ماتھا چومتے نہیں تھکتے تھے۔ اس اسکول کی عمارت آج بھی قائم ہے۔ جب بھی میں وہاں جاتا ہوں۔ آنسوؤں کا سیلاب امڈ آتا ہے۔ بچھڑے دوستوں کی یادیں ستاتی ہیں۔ کیونکہ کبھی دوست اپنی اپنی زندگی میں کھو چکے ہیں۔ کچھ دوست اس فانی دُنیا سے کنارہ کر گئے ہیں۔ اور جو حیات ہیں اُنہیں فرصت ہی نہیں ملتی۔ کوئی چور بن گیا تو کوئی سپاہی۔ کوئی وزیر بن گیا تو کوئی غلام۔ سب بکھر گیا۔ بچپن گزر گیا۔

نرسری سے پانچویں تک کا سفر بہت حسین اور سُہانا تھا۔ دوستوں کے ساتھ شرارتیں۔ ہوم ورک کرنا، کھیلنا کودنا۔ کتنا سہانا وقت تھا۔؟ لیکن اب سب کچھ تبدیل ہو کر رہ گیا ہے۔ کاش بچپن کبھی جدا نہ ہوتا۔ وقت کی چڑیا گنگناتی رہی۔ لمحے منٹوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ دن راتوں میں ڈھلتے رہے۔

درد بانٹنے کے لئے کس کس کا ہاتھ تھامتا پھروں
لوگوں کو اپنی خوشبوؤں سے فرصت نہیں ملتی

جب چھٹی میں داخل ہوا تو ابو نے مجھے نجانے کتنی محنت کے بعد نئی سائیکل خرید کردی تھی۔ میں نئی سائیکل لے کر بہت خوش تھا۔ چھوٹی چھوٹی خوشیاں زندگی رنگین کردیتی تھیں۔ اب تو ایک خوشی کے بدلے ہزاروں غموں سے لڑنا پڑتا ہے۔ میں روز صبح سویرے سائیکل پر اسکول جاتا تھا۔ دوپہر ڈھلنے کے بعد گھر آ جاتا تھا۔ پیدل سفر کرنے کا معمول ختم ہو گیا تھا۔ عبدالرحمان بھی میرے ساتھ ساتھ تھا۔ ہر جمعہ المبارک کو ہم کرکٹ میچ کھیلا کرتے تھے۔ میں لفٹ ہینڈ بیٹنگ اینڈ بولنگ کرتا تھا۔ بولنگ میں میں بہت مشہور تھا۔ جس میچ میں، میں نہ ہوتا ہماری ٹیم وہ میچ ہی ہار جاتی تھی۔ زندگی کا سفر یونہی گزرتا رہا۔ آج چھوٹا کل بڑا۔ زندگی کے دن پورے ہوتے رہے۔ میں ساتویں پھر آٹھویں اسی طرح میٹرک میں آ گیا۔ میں ریاضی میں بہت تیز تھا۔ ساری کلاس والے مجھ سے سوالات حل کرواتے تھے۔ استاد بھی بڑی محبت کرنے والے ملے تھے۔ اپنی اولاد کی طرح پیار دیتے تھے۔ ہم ان کی اولاد ہی تو تھے۔ غربت کی یہ حالت تھی کہ میں یونیفارم سال ہا سال ایک ہی استعمال کررہا تھا۔ ہفتے میں صرف ایک بار دھوئی جاتی تھی۔ اسکول کی فیس ادا کرنے کی سکت نہیں ہوتی تھی۔ کبھی دوست، لڑکے تفریح ٹائم سکول سے باہر جاتے۔ قلفیاں، نمکو، مونگ پھلیاں اور نجانے کیا کیا کھاتے تھے۔؟ میں کلاس روم میں بیٹھ کر ہوم ورک کیا کرتا تھا۔ تاکہ نہ باہر جاؤں گا نہ میری بے عزتی ہوگی۔ میرا مذاق نہیں اڑایا جائے گا۔ امیر گھروں کے لڑکے نت نئے فیشن کرکے آتے تھے۔ ایک میں تھا حسرت کی نگاہوں سے ان کا چہرہ تکتا رہتا تھا۔

ابو جو خرچی دیتے تھے وہ اکٹھی کرتے تھے جس سے کتابیں، کاپیاں، قلم اور سیاہی وغیرہ خریدا کرتے تھے۔ اسکول میں فیس معافی کی درخواستیں جمع کرواتے تھے جو رد کردی جاتی۔ ہمیشہ کرپشن ہمارے ملک پر چھائی رہی ہے، جس کا حق ہوتا ہے، وہ محروم رہتا ہے۔ اکثر مجھے فیس لیٹ ہونے پر مار کھانی پڑتی تھی۔ استاد کہتے تھے مجید تو نے آج تک پڑھائی میں مار نہیں کھائی لیکن جب بھی فیس کا

معاملہ آتا ہے تو مار کھاتا ہے۔ کیا تو فیس کی رقم گھر سے لے کر خرچ کر دیتا ہے۔؟ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے تھے۔ کچھ کہہ نہیں پاتا تھا۔ اب استاد کو کیا خبر کہ میرے گھریلو حالات کیسے ہیں۔ ؟میری درخواستیں تو رد کر دی جاتیں تھیں۔

شام کو جب گھر لوٹتا تھا۔ امی میرے سُرخ لال ہاتھ دیکھتی تو رونے لگ جاتی تھی۔ وجہ پوچھی جاتی تو وہی فیس کا معاملہ، ماں کی ممتا مجھے سینے سے لگاتی اور پھر ہمسائیوں سے ادھار رقم لے کر فیس ادا کر دی جاتی تھی۔

خود تمہیں چاک گریباں کا شعور آجائے گا
تم وہاں تک تو آ جاؤ جہاں تک ہم آ چکے ہیں

پڑھنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ میں پڑھ لکھ کر کچھ بننا چاہتا تھا۔ لیکن قسمت میں کچھ اور لکھا تھا۔ نجانے وہ لوگ کیوں علم حاصل نہیں کرتے جن کے پاس دولت ہوتی ہے۔؟ کاش میرے پاس وسائل ہوتے تو میں ہر ڈگری حاصل کر لیتا۔ لیکن خواب تو خواب ہی ہوتے ہیں۔ یہ کب پورے ہوتے ہیں۔؟ آنکھیں دھندلا جاتی ہیں۔ تعبیر پھر بھی نہیں ملتی۔ نوکریاں بھی ان کو ملتی ہیں جن کے پاس رشوت دینے کے لئے گرین نوٹ ہوتے ہیں۔ غریب تو ہمیشہ غلامی کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔ ہونا تو وہی ہوتا ہے جو قسمت کی لکیروں میں لکھا ہوتا ہے۔ میری قسمت میں کیا لکھا تھا۔ کس کو پتہ تھا۔؟

میٹرک کے فائنل دن تھے۔ میرے ہاتھوں اور جسم پر وہی پہلے والے پھوڑے نکل آئے۔ ہاتھ سوجھ گئے۔ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ جسم پر تو کپڑے ہوتے تھے۔ ہاتھوں پر رومال باندھ کر کلاس میں آتا تھا۔ تاکہ میرے کلاس فیلو نفرت نہ کریں۔ میرے دوستوں کو پتہ لگا تو مجھ سے دور بھاگنے لگے۔ کوئی بھی میرے ساتھ نہیں بیٹھتا تھا۔ نفرت کی نگاہوں سے میرا استقبال کیا جاتا۔ ایک دن کلاس انچارج سے چھٹی مانگی تاکہ دوائی لے سکوں۔ لیکن استاد محترم نے انکار کر دیا۔ میٹرک کے آخری دنوں میں خوب پڑھائی ہو رہی تھی۔ کون سا انچارج چاہتا ہے کہ اس کی کلاس کا رزلٹ ڈاؤن آئے۔؟

درد کی وجہ سے میرے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ مصیبت کے وقت کون ساتھ دیتا تھا ہے۔ بڑے نصیب والے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے یار مصیبت میں کام آتے ہیں۔ بالآخر میں ہیڈ ماسٹر کے پاس عرضی لے کر گیا۔ پہلے تو اُنہوں نے انکار کر دیا۔ لیکن جب میں نے ہاتھوں سے رومال ہٹا کر دکھایا تو ہیڈ ماسٹر رو پڑے۔ زخموں سے خون رِس رہا تھا۔ نجانے ان کے دل میں کون سے غم پلتے تھے؟ جو آنسوؤں کو روک نہیں پائے تھے۔

پھر کلاس انچارج کو بلوایا گیا۔ انہیں میری حالت دکھائی۔ اسی طرح مجھے چھٹیاں مل گئی۔ جاتے وقت ہیڈ ماسٹر نے تاکید کی۔ بیٹا امتحان سر پر ہیں۔ تمھاری مجبوری بھی ہے۔ زیادہ چھٹیاں نہیں کرنی۔ گھر میں خوب محنت کرنی ہے تاکہ ہمارے اسکول کا رزلٹ اچھا آئے۔ انشاءاللہ سر! میں آپ کا سر فخر سے بلند کروں گا۔ مجھے آپ سے یہی اُمید ہے بیٹا۔ انہوں نے جواب دیا۔ آنسوؤں سے دامن بھیگ چکا تھا۔ اسی دن جاتے ہوئے میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ میرے سائیکل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ قصور کس کا تھا۔ ؟نہیں معلوم پس غریب ہمیشہ روندھا جاتا ہے۔ زندگی بھی عجیب مذاق کرتی ہے۔ زہر کے جام پلا کر جینے پر مجبور کرتی ہے۔ میرے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ ٹانگ پر بھی چوٹ آئی تھی۔ مجھے ایک نیک انسان نے اٹھایا۔ میری خیریت دریافت کی اور گھر پہنچانے کا بندوبست کیا۔ سائیکل ایسی ٹوٹی کہ بعد میں اس کی مرمت نہ ہو سکی۔ مجبوراً کباڑ میں بے مول فروخت کر دی۔ چند سکے وصول ہوئے۔ جو اپنے اوپر لگا دیئے۔

اے مقدر تو مجھے ترسائے گا آخر کب تک
یا میری بات سمجھ یا مجھے پاگل کر دے

آج کتاب ماضی کھولی تو ہر صفحہ آنسوؤں کی نظر ہوتا چلا گیا۔ زخم پھر سے تازے ہوتے گئے، کئی چہرے چشم منظر ہوئے۔ بڑا بھائی میٹرک کرنے کے بعد کام کاج میں لگ گیا۔ گھریلو حالات ناسازگار تھے دو وقت کی روٹی بمشکل تھی۔ ابو صبح سویرے سبزی منڈی جاتے وہاں سے سبزی لے آتے اور پھر سارا دن اسے فروخت کرتے تھے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی ہوتی تب وہ گھر آتے۔ تھکن سے چور کھانا کھانے کے بعد بستر پر دراز ہو جاتے۔ صبح سویرے پھر وہی کام۔ یہ ان کا معمول تھا۔ ایک واحد سہارا تھے۔ جن کی بدولت گھر کا چولہا چل رہا تھا۔ ہماری تمام خوشیاں غربت میں گم ہو گئی۔ اب بھائی بھی کام کرنے لگ گیا تھا۔ جو سبزی فروخت ہونے سے بچ جاتی وہ ابو گھر لے آتے اور ہم اُسے صاف ستھرا کر کے پکاتے تھے۔ یونہی وقت کی کشتی ہچکولے کھاتی رہی۔ دن گزرتے رہے۔ زخم ملتے رہے، زخم بھرتے رہے۔ آنسو آنکھوں سے نکلتے رہے۔ دنیا ہنستی رہی۔ ہم جیتے رہے۔

ہم سے کیا پوچھتے ہو محبت کی لذتیں
ہمیں تو زمانہ گزر گیا، مسکرائے ہوئے

خیر بات ہو رہی تھی۔ میٹرک کے فائنل دنوں کی۔ میری اس بیماری کا موسم چونکہ گرمیوں کا ہوتا تھا۔ لیکن خلاف معمول میٹرک کے ایگزام کے دنوں اس کا حملہ ہو گیا۔ غالباً دسمبر ٹیسٹ ہو رہے تھے۔ خیر ماں کی التجائیں، دعائیں رنگ لائی اور اللہ تعالیٰ نے اس بیماری سے نجات دے دی۔ جو دس بارہ سال سے چلی آ رہی تھی۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے نجات مل گئی۔ خدا تعالیٰ کی خاص رحمت کا نزول ہو گیا تھا۔ آخر وہ دن بھی آ گیا جب ہم میٹرک کے امتحان کے لئے اپنے اکمول کو خیر آباد کہہ کر الوداعی پارٹی کھا کر، پیپر دینے سنٹر جا رہے تھے۔ کچھ دوستوں، استادوں سے بچھڑنے کا دکھ بھی تھا اور جذبے جوان بھی تھے کہ کامیابی سے ہمکنار ہو کر اسکول کا نام روشن کریں گے۔ ہمارے کلاس انچارج بھی ہمارے ساتھ تھے۔ وہاں پہنچے تو نیا ماحول تھا۔ لیکن ہمیں صرف اور صرف پڑھائی کرنی تھی۔ پھر وہ دن بھی آ گیا جس کا انتظار کر رہے تھے۔ ہمارے پیپر شروع ہو گئے

ہم خون دل دے کے نکھاریں گے رخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

آخری دو پیپر رہتے تھے کہ بخار نے ڈبوچ لیا۔ جس کی وجہ سے تیاری نہ کر سکا لیکن پھر بھی سابقہ پڑھائی کام آئی اور پیپر اچھے ہو گئے۔ اللہ اللہ کر کے تمام پیپرز ختم ہوئے۔ دوست اپنا اپنا سامان اٹھا کر گھر جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اپنے انچارج سے دعائیوں کے ساتھ رخصت لی۔ میں نے اپنے جگری دوست عبدالرحمان کو گلے لگایا اور آنکھوں میں جدائی کے آنسو لیے جدا ہو گئے۔ دوستوں سے بچھڑنے کا دکھ کس کو نہیں ہوتا۔؟ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ پانچ چھ سال کی مسافت ختم ہو رہی تھی۔ آگے قسمت نجانے کہاں کہاں لے جائے گی۔؟۔ ایک دوسرے کو گلے لگا کر الوداع کیا اور نئی پلاننگ کرنے لگے۔ قسمت کی دیوی کس کے ساتھ کیا کھیل کھیلنے گی کسی کو علم نہیں تھا؟

رزلٹ کے انتظار میں فارغ تو نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ ہم امی کے ساتھ زمینداروں کی فصلوں میں کام کرنے لگے۔ سارا دن کام کاج کرتے۔ شام کو امی کے ساتھ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ کیونکہ سسٹرز چھوٹی تھی۔ سالن بنانا، تنور میں لکڑیاں لگانی، آٹا گوندھنا، روٹیاں لگانی، کون سا کام تھا۔؟ جو ہم نہیں کر سکتے تھے۔ ہماری امی نے اپنے ہاتھوں سے کام کرنا سکھا دیا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ قرآن مجید کی تعلیم امی نے ہی دی تھی۔ ماں کے ساتھ ساتھ ہماری عظیم استاد بھی تھی۔ د۔س

قرآن اور نماز کی پابندی امی جان کی مرہون منت ہی تو ہے۔ اے ماں تیرے کس کس احسان کا بدلہ چکاؤں۔ اے ماں تجھ پہ میری جان قربان۔

گاؤں والے ہمیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ گاؤں کی عورتیں ہماری تعریفیں کرتی نہیں تھکتی تھیں۔ ان کے لبوں پہ یہی الفاظ ہوتے کاش ہماری اولاد بھی ایسی ہوتی، ؟ محنت مزدوری سے جو رقم اکٹھی ہوتی اس سے گھر کا گزر بسر ہوتا تھا اسی ثنا میں بھائی نے فیکٹری میں میرے کام کی جگہ بنا دی۔ میری سوچ تھی رزلٹ آنے تک کام کر لیتے ہیں۔ اسی بہانے ایڈمن کی فیس جمع ہو جائے گی۔ 31 مئی 2000 کا دن یادگار بن گیا یہی دن تھا جب میں نے فیکٹری میں قدم رکھا۔ سخت گرمیوں کے دن تھے۔ فیکٹریوں کا کام بھی سخت ہوتا ہے۔ وہاں غریب کے ساتھ کیا کیا سلوک ہوتے ہیں چھوڑیں ان باتوں کو۔ بس یوں سمجھو پل پل مرتے ہیں۔

ہمیں تو امی جان سخت کام کرنا سکھا چکی تھی اب مشکل کیوں کر ہوتی؟ چند شریر لڑکوں نے مجھے بھگانے کی کوشش بھی کی لیکن بے سود۔ ان کو کیا علم تھا کہ ہڈیاں مضبوط ہو چکی ہیں۔ بچپن سے لڑکپن تک محنت مزدوری کرتے رہے تھے۔ ہماری مجبوری کا فیکٹری مالک نے خوب فائدہ اٹھایا۔ میری تنخواہ 1800 سو مقرر کر دی۔ مرتے کیا کرتے میرے لیے یہ بھی بڑی رقم تھی۔ میں خوش ہو کر کام کرنے لگا۔ وقت بے لگام گھوڑے کی طرح محو سفر رہا۔ میں روز کام پر جانے لگا۔ وقت کا کام گزرنا ہے سو خاموشی سے گزرتا چلا گیا۔

اس جہاں میں کب کسی کو اپناتے ہیں لوگ
رخ ہوا کا دیکھ کر اکثر بدل جاتے ہیں لوگ

تین ماہ کا عرصہ پلک جھپکتے گزر گیا۔ میٹرک کے رزلٹ کا شدت سے انتظار تھا آخر وہ دن بھی آ گیا۔ جس دن میری قسمت کا فیصلہ ہونا تھا۔ رزلٹ آؤٹ ہو چکا تھا۔ مجھے عبدالرحمان نے خوشخبری دی تھی کہ ہم پاس ہو گئے ہیں۔ دل کرتا تھا کہ جا کر عبد الرحمان کا منہ چوم لوں۔ مگر قسمت، وہ کوسوں دور بیٹھا تھا۔ پاس ہونے کی خوشخبری امی جان کو سنائی تو نجانے کیوں۔ ؟امی کی آنکھیں چھم چھم برسنے لگی۔ اب یہ خوشی کے آنسو تھے یا غم کے کس کو معلوم تھا۔ ؟ یہ ان دکھوں کی سوغات تھیں جو لمحہ یہ لمحہ مل رہی تھی۔ ہماری امی ہمیں آگے پڑھانا چاہتی تھی لیکن قسمت کی دیوی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وسائل کہاں تھے۔ ؟اتنی رقم کہاں سے آتی جس سے تعلیمی اخراجات پورے ہوتے۔ ؟اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم آگے جاری نہ کر سکا گھریلو حالات ناسازگار تھے۔ دو وقت کی روٹی بمشکل حاصل کر پا رہے تھے۔ قربان جاؤں عبدالرحمان پر جس نے میرے تعلیمی اخراجات اٹھانے کی حامی بھر لی تھی۔ لیکن میں کسی پر بوجھ نہیں بنانا چاہتا تھا۔ بس عبدالرحمان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انکار کر دیا۔

ادھر گھر میں لڑائی جھگڑے طول پکڑ چکے تھے۔ ہمارے چاچے امی جان سے خفا رہنے لگے، کئی بار امی جان پر ہاتھ اٹھایا اور ہم کچھ بھی نہ کر سکے۔ ابو دکان پر ہوتے تھے۔ شام کو گھر آتے تو ہمیں روتا دھوتا دیکھ کر خاموشی کے آنسو پی جاتے تھے۔ بھائیوں کو کچھ نہیں کہتے تھے ان کو دولت چاہیے تھی ادھر کھانے کو روٹی میسر نہیں ہوتی تھی۔

بقاء کی فکر کرو خود ہی زندگی کے لئے
زمانہ کچھ نہیں کرتا کبھی کسی کے لئے
مزہ تو جب ہے کہ اس راہ میں جلاؤں چراغ
جو مدتوں سے ترسی ہے روشنی کے لئے

اک شام تو حد ہی گئی۔ معمولی سی بات پر جھگڑا ہوا اور نوبت علیحدگی پر آ گئی۔ اُس رات ہم بھوکے سوئے تھے۔ کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ امی کا رو، رو کر برا حال تھا۔ شام کو ابو بھی آ گئے۔ ابو سے

چھوٹے چچا نے حکم صادر کر دیا کہ بچوں کو لے کر اس گھر سے نکل جاؤ۔ پھر کیا تھا۔ وقت کی بے رحمی نے خوب مذاق اڑایا۔ وہ رات ہم نے کھلے آسمان کے نیچے بے یارومددگار گزار دی۔ کسی کو رحم نہ آیا۔ کس نے پوچھنا تھا کہ غلام حسین کے بچے بھوکے ہیں۔؟ کھانا کس نے دینا تھا۔؟ یہاں تو پل پل اذیت دینے والے۔ لمحہ لمحہ ڈسنے والے سانپ بستے ہیں۔ وہ رات روتے، سسکتے تارے گنتے گزر گئی۔ صبح ابو سبزی منڈی نہ گئے۔ بازار گئے وہاں سے کھانے کے لئے کچھ سامان لے آئے۔ تب جا کر ہمیں کھانے کو کچھ ملا۔ مصیبت میں تو سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ ہمارا ساتھ کون دیتا۔؟ لوگ تو زخم دے سکتے ہیں۔ مرہم لگانے والے نجانے کس دیس بستے ہیں۔؟ کوئی کسی کی خبر نہیں لیتا۔ وقت کا آزاد پنچھی محو پرواز رہا۔ انتھک محنت کے بعد ہم ایک گھر بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ حالات کی کشتی بھنور سے نکل رہی تھی۔ چھوٹے بہن بھائیوں کو تعلیم دیوانے لگے۔ دن رات کام کرتے تھے۔ میری عمر کے لڑکے فضول خرچی، آوارگی، کھیل کود، خوش گپیوں میں وقت صرف کرتے تھے۔ ایک ہم تھے کہ وقت کی بے رحمی کا شکار، زمانے بھر کی ٹھوکریں مقدر بنی ہوئی تھیں پل پل مرتے تھے۔ حسرت بھری نگاہیں مسکراتے چہرے دیکھتی تھیں۔ آنسو رونے کا نام نہیں لیتے تھے۔

گھڑی کی سوئیاں گھومتی رہی۔ دن رات میں بدلتے رہے۔ سورج چاند کو دعوت دیتا رہا۔ موسم بدلتے رہے، کئی چہرے زخم دیتے رہے، کئی مرہم لگانے کی کوشش کرتے رہے۔ میں لڑکپن سے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا۔ میرے اندر احساسات، جذبات سر اٹھا رہے تھے۔ امنگیں، شوخیاں، بہاریں آنے لگیں۔ لوگوں کو موٹر سائیکل پر آتے جاتے دیکھتا تو میرا من میں جذبہ ابھرنے لگتا کہ کاش میرے پاس بھی موٹر سائیکل ہوتا۔؟ اسی جذبے کی تکمیل کے لئے امی جان کے آگے عرضی کی۔ انھوں نے بہت ہیلپ کی اور میں موٹر سائیکل لینے میں کامیاب ہو گیا۔ صرف پانچ سو میرے پاس تھے جب موٹر سائیکل لینے گھر سے نکلا تھا، مگر بھلا ہو ان لوگوں کا جنھوں نے میرے مدد کی تھی۔

زندگی خوشبوؤں کی نگری میں سیر کرنے لگی۔

گاؤں والے ہماری مثالیں اپنے بچوں کو دیتے تھے۔ کئی جلنے والے بھی تھے۔ ہم نے خوبصورت گھر بھی بنا لیا تھا۔ چھوٹے بہن بھائی تعلیم بھی حاصل کر رہے تھے۔ سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا۔ نجانے ہنستے مسکراتے آنگن کو کس کی نظر لگ گئی۔؟ صبح سویرے میں اپنی بائیک پر ڈیوٹی پر جا رہا تھا۔ راستے میں ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ قصور میرا نہیں تھا۔ پھر بھی میں نے معاف کر دیا۔ وہ شخص جاننے والا تھا۔ اس کو بھی چوٹیں آئی تھیں۔ اسی دن میں واپس گھر لوٹ آیا۔ میری ٹانگیں سوجھ گئیں۔ میں بستر کا ہو کر رہ گیا۔ مقامی ڈاکٹروں سے علاج کرواتا رہا لیکن بے سود۔ مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی" کے مصداق۔ آخر کار شہر جانا پڑا۔ وہاں ڈاکٹر نے کچھ اور ہی بتایا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ بھائی اور ابو بھی حیران تھے۔ ڈاکٹر نے آپریشن کا اشارہ دے رہا تھا۔ وہ بھی جلد از جلد آپریشن کروانا تھا۔ مجھ سے باہر تھا ٹانگیں سوجھنے کا علاج آپریشن کیسے ہو سکتا ہے۔؟

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ آیا، تو کدھر جائیں گے

آپریشن مثانے کا تھا۔ نجانے یہ بیماری کب کی پل رہی تھی۔؟ خون کا بندوبست کیا گیا۔ مجھے ہسپتال میں ایڈمٹ کیا گیا۔ رقم کا بندوبست کر چکے تھے۔ چودہ اگست کا دن تھا اور میں بستر مرگ پر پڑا تھا۔ لوگ آزادی کی خوشیاں منا رہے تھے۔ میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔ مقررہ وقت پر مجھے آپریشن روم میں لے جایا گیا۔ ڈاکٹروں کا

گروپ بمعہ اوزار موجود تھے۔ سبز رنگ کے لباس میں ملبوس تھے۔ دو ڈاکٹروں نے میرے بازو پکڑے اور ایک نے میری ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگایا۔ یہ منظر بڑا دردناک تھا۔ خدا دشمن کو یہ بھی یہ دن نہ دکھائے۔ اتنا درد ہوتا تھا کہ خدا کی پناہ۔ آنکھوں میں سیلاب امڈ آیا تھا۔ نمکین پانی کے قطرے رخساروں کا طواف کرتے ہوئے دامن گیر ہو رہے تھے۔ بھی منظر میں دیکھ رہا تھا۔ کیسے اس منظر کی عکس بندی کروں۔ دل لہولہو ہے۔ زندگی خون کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھی۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کیا اور میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد مجھے وارڈ میں شفٹ کیا جانے لگا۔ آپریشن روم سے وارڈ میں شفٹ ہونے تک میں ہوش میں تھا۔

میرے ابو اور بھائی میرے اسٹریچر کے ساتھ ساتھ تھے۔ بھی میرا حال احوال پوچھ رہے تھے۔ میرے لب نہیں ہل رہے تھے۔ قوت سماعت ضرور کام کر رہی تھی۔ روم میں شفٹ ہونے کے چند لمحوں کے بعد مجھے سردی لگنے لگی۔ جسم تھرتھر کانپنے لگا۔ جھٹکے لگنے لگے جیسے کوئی کرنٹ لگا رہا ہو۔ ہر چیز گھومتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میرا سر چکرانے لگا۔ میرا جسم بیڈ سے ایک فٹ اوپر اٹھ رہا تھا۔ بھی مریضوں کے تیماردار میرے روم میں جمع تھے۔ کوئی میرے ہاتھ مسل رہا تھا تو کوئی پاؤں کی تلیاں مسل رہا تھا۔ ڈاکٹر آپریشن کرنے کے بعد دوسرے آپریشن کے لئے باہر چلے گئے تھے۔ میری کیفیت، میرے ابو سے نہیں دیکھی جا رہی تھی۔ وہ وہی بے ہوش ہو گئے۔ انھیں میرے ساتھ دوسرے بیڈ پر لیٹایا گیا تھا۔ چند لوگ میرے ابو کی طرف متوجہ ہو گئے۔ قدرت خدا کی جس انجکشن نے میری سردی کم کرنی تھی۔ وہ ہسپتال میں موجود نہیں تھا۔ اب باہر سے منگوانا تھا۔ جس کو لانے میں آدھا گھنٹہ لگنا تھا۔ میں بیڈ پر فٹ بال کی طرح اچھل رہا تھا۔ اسی ثنا میں میری سماعتوں سے اجنبی آواز ٹکرائی۔ یہ آواز نسوانی تھی۔ جو کہہ رہی تھی اس کی ماں زندہ نہیں ہے۔؟ بھائی نے جواب دیا زندہ ہے لیکن گھر میں ہے۔ کتنی بے رحم ماں ہے۔؟ بیٹا تڑپ رہا ہے۔ ماں کو خبر نہیں ہے۔ مجھے اپنی فکر نہیں تھی میری ماں کو کوئی اس طرح الفاظ سے یاد کرے، کہاں برداشت ہوتا ہے۔؟ آنکھیں چھم چھم برسات کرنے لگی۔ ماں کی بے پناہ محبت کی گواہی آنکھوں نے دے دی تھی۔ اس عورت کو کیا پتہ تھا۔؟ میری ماں کتنی عظیم ہے۔ میں تو اپنی زندگی اپنی ماں پر فدا کر دوں پھر بھی ماں کا حق ادا نہ کر پاؤں گا۔

کسی نے پوچھا اس کی شادی ہوئی ہے۔؟ کیا اس کی بیوی بھی نہیں آئی۔؟ ہر فرد اپنی اپنی چہ مگوئیاں کر رہا تھا۔ کس کس کو جواب دیتا۔؟ میں تو زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔ سانسیں اکھڑ رہی تھی۔ آدھا گھنٹہ کوشش کے بعد انجکشن ملا۔ انجکشن لگتے ہی مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ غالباً وہ بے ہوشی کا انجکشن تھا۔ جو مجھے لگایا گیا تھا۔ پھر زمانے سے بے خبر میری آنکھیں بند ہو گئی اور میں میٹھی نیند سو گیا۔

وہ آنسوؤں کی بارش وہ شب غم کا منظر
کس کو دکھاؤں جا کر زخمی دل و جگر کی بوندیں

وہ رات گزر گئی۔ اگلا دن بھی گزر گیا۔ میرا نشہ نہیں ٹوٹا تھا۔ شام کے سائے ڈھل چکے تھے۔ مجھے اپنے بالوں میں کسی کا لمس محسوس ہوا۔ بے ہوشی کے تمام بند ٹوٹ گئے، میری آنکھیں کھل گئیں۔ میری جنت، میری ماں میرے سرہانے بیٹھی تھی۔ آنکھوں سے پانی جھلمل کر رہا تھا۔ چند قطرے میرے رُخساروں پر گرے۔ میری نظریں اوپر کو اٹھ گئی۔ ماں کی ممتا نے سینے سے لگایا صدقے واری ہوتے ہوئے دعائیں دینے لگی۔ ماں کی دعا ہی تو تھی کہ چند دنوں کے بعد صحت بحال ہونے لگی اور میں موت سے قریب ہو کر زندگی کی طرف لوٹ

آیا۔ 20 اگست کو میری سالگرہ تھی لیکن میں زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ لوگ Birth day کے کیک کاٹتے ہیں اور میں آنسوؤں کے کیک کاٹ رہا تھا۔ زندگی اور موت کی جنگ میں زندگی بازی لے گئی تھی۔ چند دنوں بعد مجھے ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا۔ گھر والے مجھے گھر لے آئے۔ گھر آیا تو نانو اماں ماتھا چومنے لگی۔ دعاؤں کے پھول میری جھولی میں ڈالے گئے۔ اسی دن دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ نقاہت کی وجہ سے میں چل نہیں سکتا تھا۔ لاٹھی کے سہارے گھر کے صحن میں تھوڑا بہت چل لیتا۔ ہمسائے، رشتے دار تیمارداری کے لئے جمع تھے۔ دعاؤں کے ساتھ ساتھ گلاب کے پھول تحفے میں پیش کیے جا رہے تھے۔ آنے والے لوگوں میں ایک چہرہ ایسا بھی تھا جو نظروں کی پیاس بجھا رہا تھا۔ وہ حسین چنچل کوئی اور نہیں میری کزن تھی۔ میرے ماموں کی بیٹی جو بچپن سے میرے ساتھ منسوب تھی۔ آج پہلی بار اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے۔ میری تکلیف اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ ٹوٹ کر مجھے خاموش خاموش چاہتی تھی۔

ہماری برادری میں یہ بہت بُری رسم چلی آ رہی ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی رشتوں کے بندھن میں باندھ دیا جاتا ہے۔ خیر چڑھتی جوانی میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ چِٹی گوری رنگت اوپر سے سادگی اس کے حسن میں اضافہ کر رہی تھی۔ اس وقت اداسی اس کا طواف کر رہی تھی۔ نجانے مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اپنے جذبات کو زبان نہیں دے رہی تھی۔ اس کی آنکھیں مسلسل میرا طواف کر رہی تھیں۔ کہتے ہیں ناں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ میرا دل بھی اس کی محبت کی گواہی دینے لگا۔ وہ مجھ سے انتہائی محبت کرتی تھی لیکن میری زندگی کو دکھوں نے جکڑ لیا تھا۔ فرصت ہی نہیں تھی کہ عشق و محبت کے جذبات کو سمجھتا۔ ویسے بھی وہ تو ہمیشہ کے لئے میری تھی۔ اس کے خوابوں کا شہزادہ میں ہی تھا۔ لیکن اس پگلی کو کیسے سمجھتا کہ صائمہ ''مجید'' تیرا ہے تیرا رہے گا۔

تم مجھ سے پوچھتے ہو رہ و رسم زندگی
مجھ کو غم حیات نے جینے ہی کہاں دیا

وقت گزرتا رہا۔ لمحے منٹوں میں، منٹ گھنٹوں میں اور دن ہفتوں پر محیط ہوتے چلے گئے۔ زندگی کی گاڑی آہستہ آہستہ منزل کی طرف گامزن تھی۔ میں صحت یاب ہو کر پھر سے کام پر جانے لگا تھا۔ ایک طوفان زندگی میں آیا اور گزر گیا تھا۔ چھوٹے بہن، بھائی بچپن سے جوانی کی دہلیز پر پہنچ گئے تھے۔ خوشیاں پھر سے ہمارے گھر میں بسرا کرنے لگی تھی۔ ہم نے دو کمروں پر مشتمل خوبصورت گھر تعمیر کرا لیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ کچن، بیٹھک اور جانوروں کے لئے علیحدہ سے لمبی چوڑی عمارت تعمیر کرائی تھی۔ گھر میں دودھ، لسی کی کمی نہیں تھی۔ نہ ہی آج تک ہے (الحمدللہ)۔ یہ سب میری جنت، میری ماں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ ایک وقت تھا جب ماہ رمضان کی آمد آمد تھی۔ امی نے مجھے چند روپے اور برتن دیا کہ جاؤں گاؤں والوں سے دودھ لے آؤ۔ تاکہ صبح سحری کے وقت دہی کے ساتھ روزے رکھیں گے۔ میں خالی برتن لیے پھرتا رہا کسی نے ایک بوند تک دودھ نہ دیا۔ حالانکہ ہر گھر میں دودھ وافر مقدار میں موجود تھا۔ سوائے ہمارے گھر کے۔ مغرب کا وقت تھا۔ میں گاؤں بے ہر ہر میں گیا لیکن نا امید واپس لوٹ آیا۔ گھر پہنچا تو امی مصلےٰ بچھائے نماز مغرب ادا کر رہی تھی۔ خالی برتن دیکھ کر امی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ نماز کے حضور دعا کے لئے ہاتھ بلند کیے۔ یا اللہ ماہ رمضان کے روزے رکھنے ہیں اور تیری مخلوق، تیری دُنیا میں بسنے والے قیمت کے عوض بھی دودھ نہیں دیتے۔ تو ہی کرم فرما! اے میرے اللہ تو ہی اپنی نعمت ہمیں عطا فرما!

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دل داغدار میں

قبولیت کی گھڑی تھی میری ماں کی دعا عرش والے نے قبول فرمائی۔ وہ دن اور آج کا دن ہمارے گھر میں دودھ ختم نہیں ہوا۔ ہر ماہ رمضان میں دہی کے ساتھ روزے رکھے جاتے ہیں اور گاؤں والوں کو بغیر معاوضے کے دودھ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں ناں ''خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں'' وہ ہر کسی کی سنتا ہے۔

وقت کا پنچھی محو پرواز رہا۔ زندگی کے ماہ و سال گزرتے گئے۔ [illegible] بیمار رہتے تھے آہستہ آہستہ بیماری نے انہیں وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا۔ انھیں سانس کی تکلیف رہنے لگی۔ دکان چھوڑ دی۔ اب گھر میں ہی رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے تحاشہ دیا تھا۔ کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ جو لوگ پہلے ہماری بُرائیاں کرتے رہتے تھے اب اپنے بچوں کو ہماری مثالیں دیتے تھے۔

بے رحم وقت نے ایک اور امتحان ڈال دیا۔ ابو کی بینائی کمزور ہوگئی۔ ہمیں ان کی آنکھوں میں لیزر رکھوانے پڑے۔ اب ان سے سخت کام نہیں ہوتا تھا۔ سو ہم نے مستقل طور پر گھر رہنے کو کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی تھی۔ گزر بسر اچھا ہو رہا تھا۔ ہمارے گھریلو حالات بہت اچھے ہو چکے تھے۔ خوشیاں رقص کرنے لگیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ میں ایک مشین بن کر رہ گیا۔ کمانا اور بس کمانا۔ دوست گلے شکوے کرتے کرتے آخر کار چھوڑ گئے۔ زندگی کے حادثات نے احساس کمتری میں مبتلا کر دیا۔ تنہائی میرا مقدر بنتی چلی گئی۔ جو وقت میسر آتا اخباروں، کتابوں میں گزار دیتا۔ کوئی دوست نہیں رہا تھا۔ کوئی راز دل نہیں تھا۔ جس سے اپنے دکھ درد شیئر کر سکتا۔ وقت کی نازکت، حالات کے ستم، اپنوں کی نفرتیں کلیجہ چھلنی چھلنی کرتی گئیں۔ میں تنہائی کا مکین ہوتا گیا۔ خاموشی کے قفل میرے لبوں پر لگ گئے۔ ہنستا مسکراتا چہرہ اداسیوں کی وادیوں میں غوطہ زن ہوتا گیا۔

میری کزن صائمہ جو منگیتر تھی جواب عرض شوق سے پڑھتی تھی۔ میرا بڑا بھائی ہر ماہ اسے خرید کر لا دیتا تھا۔ سو میں بھی جواب عرض کا قاری بن گیا۔ لوگوں کے دکھ درد پڑھ کر اپنے غم بھول جاتا تھا۔

آنکھوں میں اشک آ گئے پھولوں کو دیکھ کر
گلشن میری اُمید کا ویران رہ گیا

میری بربادی کی بڑی وجہ میرا بھائی تھا۔ جس نے اپنے ہی گلشن کو اپنے ہی ہاتھوں آگ لگا دی۔ پھر سب کچھ جل کر خاکستر ہو گیا۔ گھر کی فضا نفرت کی لپیٹ میں آ گئی۔ خوشیاں، محبتیں، نفرتوں میں تبدیل ہو گئیں۔ بڑا بھائی اپنی خالہ زاد سے عشق لڑانے لگا۔ کہتے ہے ناں پیار اندھا ہوتا ہے۔ کب کسی کی سنتا ہے۔ بھائی گھریلو حالات اور اپنی ذمہ داریاں پست پردہ ڈال کر اپنی محبوبہ کے گن گانے لگا۔ عشق و محبت کی پتنگیں اڑنے لگی۔ عشق انسان کو نکما کر دیتا ہے۔ میرا بھائی ہم سے خفا خفا رہنے لگا۔ اسے گھر کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ تو اپنی دُنیا علیحدہ آباد کر چکا تھا۔ ہماری کشتی طوفان سے تو نکل آئی تھی، لیکن کنارے پر پہنچنے سے پہلے پھر سے منہ زور لہروں کی نذر ہو گئی۔ کسی بدنظر کی نظر کھا گئی اور ہماری خوشیاں اداسی اور غموں میں بدلتی چلی گئیں۔ بھائی نے سب کچھ برباد کر دیا۔

یہاں سے میری زندگی ایک سخت امتحان سے دوچار ہو گئی۔ ایسا دردناک عذاب ملا کہ دشمن بھی زندگی کی دعائیں دینے لگے۔ جو میری جان کے دشمن تھے ان کے لبوں پر میری زندگی کے لئے دعائیں ہی دعائیں تھیں۔ ماہ رمضان کا آغاز ہو چکا تھا۔ غالباً تیسرا روزہ تھا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ یہ

2006 تھا۔ روزے بھی رکھ ... تھا اور کام پر بھی
جاتا تھا۔ جواب عرض پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس
میں لکھ بھی رہا تھا۔ میری اسٹوریاں "خوشی کی
تلاش، صنم ہو تو ایسا ہو، اپنوں کے ستم، کامیاب
محبت، ارمانوں کی شہنائی، سچ ایک کڑوا کریلا"
شائع ہو چکیں تھیں۔ بہت سے دوستوں کے ساتھ
خط وکتابت جاری تھی۔ افتخار مغل آزاد کشمیر سے
گہری دوستی ہو چکی تھی۔ زندگی بہت خوب گزر رہی
تھی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ سب کچھ بکھر گیا۔
تیسرے روزے کو کام سے چھٹی ہوئی تو تھکاوٹ کی
وجہ سے سر میں بہت درد ہو رہا تھا۔ چھٹی ہوئی تو
میں نے نہانا مناسب سمجھا۔ نہانے کے بعد سائیکل
پر سوار ہو گیا۔ دوستوں کے ساتھ گپ شپ کرتے
گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی دن سے میری
زندگی ویرانیوں کے کھنڈرات میں جا ٹھہری۔ بہانہ
صرف اور صرف پسینے کے ساتھ نہانا تھا۔ لمبی طویل
بیماری نے آڑے ہاتھوں لیا۔ خدا کی پناہ۔ خدا دشمن
کو بھی ایسے دن نہ دکھائے۔ ہلکے بخار سے شروع
ہونے والی بیماری نے ناکوں چنے چبوا دیئے۔
2006 سے 2010 تک طویل بیماری کی لپیٹ
میں رہا۔ میں بستر مرگ پر پڑا سسکتا رہا، تڑپتا رہا۔
سبھی دوست پلک جھپکتے ہی چھوڑ گئے۔ ساتھ جینے
مرنے کے وعدے کرنے والے بیچ سفر ہی چھوڑ
گئے۔ بخار تیز سے تیز تر ہوتا گیا۔ مقامی ڈاکٹروں
سے علاج جاری تھا۔ لیکن بے سود، کمزوری حد سے
بڑھ گئی تھی۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ لیکر نئے ڈاکٹر کے
پاس جاتا۔ لیکن کچھ افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ آخر بگڑتی
حالت کو دیکھتے ہوئے مقامی ڈاکٹروں نے بڑے
ہسپتال جانے کا مشورہ دیا۔

اب تو زہر بھی خالص نہیں ملتا فراز
لوگ پھرتے ہیں آدھے مرے ہوئے

رشتے داروں نے کہنا شروع کر دیا کہ اس پر
جادو ٹونے کا اثر ہو گیا ہے۔ جہاں کسی پیر، عامل کا
ایڈریس ملتا وہاں مجھے لے جایا جاتا۔ پانی کی بوتلوں
پر دم کر کے مجھے پلانے کو کہا جاتا۔ گلے میں بڑے
بڑے تعویز ڈالے جاتے۔ لیکن "مرض بڑھتا گیا
جوں جوں دوا کی" پیروں فقیروں کے ساتھ ساتھ
ہسپتالوں کے چکر مقدر بن چکے تھے۔ آئے دن
الٹرا ساؤنڈ، چیک اپ، خون ٹیسٹ، فلاں ٹیسٹ،
فلاں ٹیسٹ کیئے جاتے تھے۔ انسانی ڈھانچہ مشینوں
کی نظر ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ ٹی، بی ہو گیا ہے۔ کسی
نے کہا ٹائی فائیڈ ہو گیا ہے۔ کوئی کہتا بلیڈ کینسر ہے۔
کوئی کہتا اپنیاڈس ہے۔ جس کی جتنی عقل کام کرتی
تھی وہ استعمال کر رہا تھا۔ کسی نے جسم کی کھال اتارنے
کی قسم کھائی ہوئی تھی۔ کوئی خون کا آخری قطرہ تک
نچوڑنے کا حلف اٹھائے ہوئے تھا۔ روپیہ پیسہ بے
تحاشہ لگ رہا تھا۔ گھر کے برتن تک فروخت ہونے
شروع ہو گئے تھے۔ ادھار رقم کب تک کوئی دیتا۔؟

ایک طرف ٹی، بی کا کورس شروع ہو گیا تو
دوسری طرف تعویزوں، گنڈے کے چکر تھے۔
زندگی کی دعائیں بھی مانگنے والے تھے۔ اور موت
کے تماشائی بھی۔ کوئی زندگی ختم کرنے کے حربے کر
رہا تھا تو کوئی زندگی کے لئے منتیں مرادیں مانگ رہا
تھا۔ جس کے لب جس طرف گردش کرتے اس
طرف چلے جاتے تھے۔ وقت کی گھڑیاں ٹھہری سی گئی
تھیں۔ ایک ایک پل صدیوں پر محیط ہو گیا تھا۔ کہتے
ہیں ناں انتظار ہو یا بیماری سے چھٹکارا بڑا دردناک
وقت ہوتا ہے۔ غم، دکھ الم ہو یا کوئی بیماری گھوڑے
پر سوار ہو کر آتے ہے اور جاتے کیڑے مکوڑے کی
طرح ہے۔ اس دوران کوئی زندگی کی بازی مار جاتا
ہے تو کوئی دنیا کے ستم سہنے کے لئے [illegible] ہے۔

زندگی کے دن کیسے بھی ہوں [illegible] ہے
اک دن ہم بھی چپکے سے مر [illegible] ہے
آج [illegible] رہتے ہیں تیرے دل میں یاد بن کر

کل آنسو بن کر نکل جائیں گے

رینگتے کیڑے کی طرح وقت کی گھڑیاں گزرتی گئیں۔ میں بستر مرگ پر سانسیں گنتی کر رہا تھا۔ روز درجنوں گولیاں اور کیپسول حلق سے اتارے جاتے۔ لیکن نا جانے کیوں افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ ایک سال ہونے کو تھا میں سوکھ سوکھ کر خشک لکڑی کی مانند ہو گیا۔ خزان رسیدہ موسم دل کو اور افسردہ کر دیتا۔ چھم چھم برستی آنکھیں سرخ ٹماٹر کی طرح ہو گئی تھیں۔ میری چیخیں پرندے سنتے، گھر میں بندھے جانور بھی افردہ ہوتے تھے۔ بکری کے بچے میری چارپائی کے پاس آتے اور میرے گالوں کو چومتے تھے۔ کتنا وفادار ہے جانور۔ انسان سے تو حیوان ہی بہتر ہیں۔ جو محبت کے جذبوں سے سرشار ہیں۔ جانوروں کی آنکھیں بھی برستی ہیں۔ دل ان کے بھی تڑپتے ہیں۔ دکھ انہیں بھی ہوتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم سمجھتے نہیں۔ ہمارے پاس وہ دل، وہ آنکھیں نہیں ہیں۔ اس دوران میری تحریر ''سچ اک کڑوا کریلا'' جواب عرض میں شائع ہو چکی تھی۔ بہت سے لوگوں نے خطوط لکھے۔ لیکن میں تو زندگی اور موت کی کشتی میں سوار تھا۔ کس کس کو جواب دیتا۔ جو شخص دوسروں کے رحم و کرم پر ہو وہ کیا کسی دوسرے کو وقت دے گا۔ میں محتاجی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھا۔ زہر دیا جاتا، زہر میرے حلق میں انڈیلا جاتا۔ مگر افاقہ کہاں ہوتا تھا۔ مجھے نشتر ہسپتال لے جایا گیا۔ نشتر ہسپتال جو پورے پاکستان کا سب سے بڑا ہسپتال ہے۔ پہلے تو مجھے ایڈمیٹ نہیں کرتے تھے۔ پھر چند نیسٹوں کے بعد مجھے وارڈ نمبر 14 میں ایڈمیٹ کر لیا گیا۔ پہلے پہل کہا گیا کہ پیٹ میں پانی ہے۔ مجھے لفٹ سائیڈ لیٹا کر کئی بار پانی نکالنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن پانی ہوتا تو نکلتا۔ نرس انجکشن لگا کر تھک جاتی تھی۔ درد کی لہریں ایسی اٹھتی تھیں کہ ارد گرد کا ہوش نہ رہتا تھا۔ پیٹ پھول جاتا تھا اور آنکھوں سے سیلاب رکتا نہیں تھا۔ دن میں بلڈ دیا جاتا تھا۔

دل کا درد چھپانا کتنا مشکل ہے
ٹوٹ کے پھر مسکرانا کتنا مشکل ہے
دور، دور تک جب چلو کسی کے ساتھ مجید
تو پھر لوٹ کر تنہا آنا کتنا مشکل ہے

اک روز تو حد ہی گئی۔ صبح آٹھ بجے سے رات بارہ بجے تک سولہ الٹرا ساونڈ کیے گئے۔ لیکن ڈاکٹر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ جب رات دس بجے الٹرا ساونڈ ہو رہا تھا۔ میں درد سے چیخ رہا تھا۔ میری ڈھاریں بندگئی تھی۔ دو نرسوں نے پاؤں پکڑے ہوئے تھے۔ ایک نے بازوں پکڑے ہوئے تھے۔ میرا رو، رو کر برا حال تھا۔ میرے کپڑے مکمل بھیگ چکے تھے۔ میں بیڈ سے اچھل اچھل پڑتا تھا۔ میں تو درد سے رو رہا تھا نجانے سر پر کھڑی نرس کو کیا ہوا تھا۔ جس کی آنکھیں برس رہی تھیں۔ اگر آج میری تحریر اس کی نظروں سے گزرے تو عقیدت بھرا سلام کہوں گا۔ شاید اس کے دل میں بھی میرے لئے ہمدردی تھی۔ یا پھر اسے بھی کسی پرانی یاد نے رولا دیا تھا۔ بحر حال میں تڑپتا رہا، سسکتا رہا۔ جب درد حد سے بڑھ جاتا تو مجھے بے ہوشی کے انجکشن لگا دیئے جاتے اور پھر چند ہی لمحوں میں میرا جسم ساکن ہو جاتا میں پرسکون ہو کر سو جاتا اور میرے تیماردار سکھ کا سانس لیتے تھے۔ وارڈ میں پڑے باقی مریض بھی اپنی مرض بھول جاتے تھے۔ ہر آنکھ اشک بار ہوتی تھی۔ سبھی کی نظریں میرے اوپر جمی ہوتی تھیں۔ لمحہ لمحہ ڈاکٹر میرے چیک اپ کے لئے ڈورے چلے آتے تھے۔ لوگ میری زندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ اور میں ایسی زندگی سے نجات کا طلب گار تھا۔ ظاہر ہے اذیت سے مرجانا ہی بہتر ہے۔ گھر میں جتنے جانور تھے، سبھی فروخت ہو گئے تھے۔ امی میری زندگی کیلئے رشتے داروں

سے قرض لے رہی تھی۔ امی نے اپنا زیور تک فروخت کر دیا۔ اے ماں تیری عظمت کو سلام۔ میرے جسم میں خون کی ہر بوند تجھ پر قربان۔ اے ماں تو سدا سلامت رہے آمین ثم آمین!

بن جائے غم جن کی زندگی کا مقصد "مجید"
وہ خوشی میں بھی بار بار رویا کرتے ہیں

میری رپوٹیں بیرون ملک تک بھجوائی گئی۔ لیکن ڈاکٹر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ آخر ایک دن انہوں نے تھک ہار کر مجھے ڈسچارج کر دیا اور صرف اتنا کہا کہ اب یہ صرف دعاؤں کا محتاج ہے۔ اس کی زندگی کے دن پورے ہونے والے ہیں۔ بہتی آنکھوں کے ساتھ گھر والے واپس لے آئے۔ چند رشتے دار تیمارداری، عیادت کرنے آئے تھے۔ میری زندگی سے منسوب میری کزن بھی اُمیدیں چھوڑ چکی تھی۔ میں تو اپنی زندگی سے نفرت کر رہا تھا ان لوگوں کو کیا ہوا تھا۔؟ ان کے چہروں پر اُداسی کے بادل کیوں چھا گئے تھے۔ آنکھوں سے آنسو کیوں نکلتے تھے۔ اب تو میری زندگی کے دشمن بھی میری زندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

ایک دن میری کزن میرے پاس آئی۔ اُداسی بھرا چہرہ، بکھری زلفیں، بہتی آنکھوں کے ساتھ کہنے لگی۔ مجید! تجھے ہوا کیا ہے۔؟ میرے لئے تو جیو۔ اس دن امی نے بھی اسے میرے کمرے میں آنے دیا تھا کہ شاید مجھے کچھ لمحے سکون میسر آئے۔ کچھ لمحے میرے چہرے پر مسکراہٹ آئے۔ میری آنکھوں نے بغاوت کی اور اپنی محبت کا ثبوت دیا۔ اس نے نرم و ملائم ہاتھوں سے میرے آنسوؤں صاف کیے۔ میرے بالوں میں ہاتھ پھیرتی رہی۔ آج اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی۔ اس پاگل کو نا جانے کیا پڑی تھی۔ میں موت کے سرہانے پڑا تھا۔ مایوسی، نا امیدی میری رگ رگ میں بسی تھی۔ اور اسے محبت کی پڑی تھی۔ وہ بھی بچی تھی۔ کب سے اس نے اپنی آنکھوں میں خواب سجائے ہوئے تھے۔ اس کے من مندر میں میرا ہی عکس تھا۔ خدا اسے سلامت رکھے آمین ثم آمین!

میری حالت ایسی تھی کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے اوپر کپڑا تک نہیں ڈال سکتا تھا۔ ہاتھ بازوؤں، کندھوں سے مل گئے تھے۔ ٹانگیں اکڑ گئی تھیں۔ پیٹ کبھی پھول جاتا کبھی سکڑ جاتا۔ عجیب سی کیفیت تھی۔ جبڑے مل گئے تھے۔ مجھے اسڑا سے پانی دیا جاتا تھا۔ صرف پانی ہی میری خوراک تھا۔ جو بھی ناک کے ذریعے دیا جاتا تو کبھی جبڑوں میں اسڑا رکھ کر دیا جاتا تھا۔ دوائی پسی ہوئی یا پانی میں حل کر کے دیتے تھے۔ قدرت نے عجیب امتحان میں ڈالا تھا۔ نا جانے کس جرم کی سزا پائی تھی۔ کیسی غلطی سرزد ہوگئی تھی۔ جس کی اتنی کڑی سزا مل رہی تھی۔ جانے انجانے میں ایسا کیا ہوگیا تھا۔؟ میں اپنی کزن کو کیا کہتا۔ میں تو خود مورتی بنا پڑا تھا۔ زندہ لاش جس کو روز میری ماں ادھر اُدھر کرتی رہتی تھی۔ کیسا مقام تھا۔؟ ایک ماں نوجوان بیٹے کے کپڑے تبدیل کرتی تھی۔ میری غلاظت دور کرتی تھی۔ میں چارپائی سے واش روم تک بھی نہیں جا سکتا۔ بستر پر ہی گندگی کرتا تھا۔ کس کس کو بتاؤں؟ میرے اندر کیا آگ لگی ہے۔؟

ہم نے ہونٹوں پر مسکراہٹ کو سجا رکھا ہے
دل میں غموں کا اک طوفان چھپا رکھا ہے
ہماری داستان غم سے نہ ہو کوئی پریشان
اس لئے ہم نے ہونٹوں کو سلا رکھا ہے

کہتے ہو مجید تم اتنے دکھی کیوں ہو؟ تیرے لفظوں میں اُداسی کیوں جھلکتی ہے۔ تیری آنکھوں سے آنسو کیوں نکلتے ہیں؟ کس کس سوال کا جواب دوں۔ واہ ماں تیری عظمت کو سلام۔ اے ماں میں تیرے کس کس احسان کا بدلہ اتاروں۔ ماں مجھے معاف کرنا۔ ماں مجھے بخشش دینا۔ اپنے پلانے دودھ

کی اک اک بوند معاف کرنا۔ میری زندگی آپ کے دم سے ہے۔ میں آج جو کچھ بھی ہوں تیری دعاؤں کے صدقے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سبھی کی ماؤں کو سلامت رکھے آمین۔ چار سال کا عرصہ قیامت برپا کرتا رہا۔ کہنے کو تو چار سال ایک سیکنڈ میں ادا ہو جاتے ہیں۔ لیکن پل پل مرنا، پل پل جینا کوئی مجھ سے پوچھے۔ لمحہ لمحہ اذیت سے دوچار زخموں سے چور آنسوؤں میں نہاتا رہا۔

رشتے دار تو دور میرے سگے بھائی بھی ساتھ نہیں دیتے تھے۔ جب ماں گھر پر نہیں ہوتی تو میں پانی کیلئے ترستا تھا۔ ایک گلاس پانی کوئی دینے والا نہیں ہوتا تھا۔ ایک ایک چیز کو ترس گیا تھا۔ سبھی چیزیں میرے اردگرد موجود ہوتیں لیکن میں انہیں حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جاتے اتنا درد نہ ہوتا۔ جتنی تکلیف مجھے لوگوں، میرے اپنوں کے رویے سے ہوتی تھی۔ محبت کے دو بول سننے کو ترس گیا تھا۔ کبھی کبھار ہمدردی کے چند الفاظ میرے نظر کئے جاتے تھے۔

ایک واحد ماں تھی۔ جو گھر کے کام کاج کے ساتھ ساتھ میری دیکھ بھال بھی کرتی تھی۔ ساری برادری، ہمسائے اُمیدیں چھوڑ چکے تھے۔ صرف ایک ماں تھی جو اپنے لخت جگر کو روتا تڑپتا دیکھتی رہی تھی۔ راتوں کو رب تعالیٰ کے سامنے آنسو بہاتی۔ کیا جگر تھا میری ماں کا۔؟ کیسا دل تھا۔؟ کیسا صبر تھا اس ماں کا۔؟ قربان جاؤں۔ آج کی مائیں اُف اللہ اولاد کو دیکھتی تک نہیں۔

عشاء کی نماز پڑھنے بیٹھتی تھی تو رات گزر جاتی تھی۔ رب کے حضور التجائیں کرتی رہتی تھی۔ میری زندگی کی بھیک مانگتی تھی۔ میں نے مصلے پر روتے ہوئے اپنی ماں کو کئی بار دیکھا تھا۔ ماں! ہی واحد سہارا تھا جس کو اُمید تھی کہ میرا لخت جگر ٹھیک ہو جائے گا۔ اب گزرے پل جب بھی پردہ سکرین پر گزرتے ہیں تو آنکھیں برس پڑتی ہیں۔ کمرے کی دیواریں میرے ہمدم تھیں۔ چھت پر لگا پنکھا میرے زخموں کو ہوا دیتا تھا میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جن سے میں اپنے درد کی ترجمانی کرسکوں۔

خود کو ثابت رکھنا آنسوؤں کی بارش میں ''مجید''
ورنہ ہجر کا موسم کسی کسی کو راس آتا ہے۔

چار سال درد وغم، دکھوں اور تکلیفوں سے دوچار رہا۔ لمحہ لمحہ موت کی کشتی میں سوار ہوتا رہا۔ زندگی اپنی طرف کھینچتی تھی اور موت اپنے بستر پر بلاتی تھی۔ میں زندگی اور موت کی جنگ میں بطور ہتھیار بنا ہوا تھا۔ وقت کبھی رُکتا نہیں۔ چاہے کوئی بچھڑ جائے، چاہے کوئی اس دُنیا سے رخصت ہو جائے۔ اس کا کام گزرنا ہوتا ہے۔ یہ حالات سے بے خبر اپنی مستی میں گزرتا چلا جاتا ہے۔ کوئی مر جائے، کوئی ٹوٹ جائے اسے کیونکر فکر ہو گی۔ اذیت، درد وغم، آنسوؤں، تکلیفوں سے لبریز یہ سفر چار سال تک جاری وساری رہا۔

کہتے ہیں ''جسے رب رکھے اُسے کون چکھے'' کے مصداق میں اپنی زندگی کی طرف لوٹنے لگا۔ کرم ہوا اس نیک شخص کا جو وسیلہ بن کر آیا تھا۔ سخت گرمی تھی دوپہر کا وقت تھا۔ میں زخموں کے درد سے تڑپ رہا تھا۔ رو، رو کر میرے بُرا حال تھا۔ میرے انکل کے ساتھ وہ شخص آیا۔ جس نے میری حالت دیکھی وہ بھی افسردہ ہوگیا۔ پھر وقت کی دیوی مہربان ہوئی۔ ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' اس شخص نے کہا اسے میرے دوست کے پاس لے جاؤں۔ خیر میرے انکل نے اس کی بات مان لی۔ اور مجھے گاڑی مین ڈال کر اس کے پاس لے گئے۔ تمام رپوٹیں ساتھ لے گئے تھے۔ پانچ افراد تھے جنھوں نے مجھے کندھوں پر اُٹھایا ہوا تھا۔ جیسے کسی مردے کے جنازے کو کندھا دیا گیا ہو۔ میری چیخیں نکل رہی تھیں۔ ڈاکٹر کے پاس پہنچے۔ پہلے تو اس کی عقل

دنگ رہ گئی۔ پھر ناجانے کس اُمید سے اس نے میری قمیض اتاروادی۔ میرا چیک اپ کیا۔ اسی وقت دو چھوٹی چھوٹی گولیاں دی۔ کہتے ہیں اُمید پر دُنیا قائم ہے۔ اسی اُمید کے سہارے اُنہوں نے وہی دو گولیاں پانی میں حل کر کے مجھے پلا دی۔ قدرت خدا کی دیکھو! جہاں اتنے مہنگے مہنگے انجکشن، گولیاں، کیپسول کام نہ کر سکے۔ وہاں دو ننھی سی گولیوں نے کام کر دکھایا۔ قدرت کی رحمت کے دروازے کھل گئے تھے۔ چند منٹوں میں میرا درد کم ہونا شروع ہو گیا۔ پھر میں پُرسکون ہو گیا۔ اس نے پندرہ دنوں کی دوائی بنادی اور کوئی فیس تک نہ لی۔ کہنے لگا جب مجید! ٹھیک ہو جائے گا۔ خود کما کر دے گا۔ ناجانے اُسے کیا اُمید تھی۔؟ میں نے تو زندگی کے خواب دیکھنے چھوڑ دیئے تھے۔

خیر وہاں سے زندگی کی طرف لوٹنے لگا۔ مسلسل ڈیڑھ سال علاج کرواتا رہا یوں پھر سے زندگی کی طرف لوٹ آیا۔ گھر کے صحن میں لاٹھی کے سہارے چلتا پھرتا۔ واش روم خود جانے لگا۔ کبھی کبھار ہمسائیوں کے گھر چلا جاتا۔ وہ ہمدردی سے یا محبت سے میرے آس پاس جمع ہو جاتے اور اپنی محبت سے نوازتے رہتے۔ جسم میں خون پیدا ہونے لگا تھا۔ چہرے پر رونق آنے لگی تھی۔ میری امی جان بھی مسکراتی نظر آتی۔ بڑی محبت سے میرے پاس آکر میری باتیں سنتی۔ مجھے دوائی پلاتی۔ آہستہ آہستہ میرے جبڑے کھلنے لگے۔ میں ہلکی ہلکی غذا لینے لگا تھا۔

ہجر کی شب میں قید کرلے یا صبح وصال میں رکھے
اچھا مولا! تیری مرضی تو جس حال میں رکھے

ادھر بھائی کی محبت عروج پر تھی۔ اس نے امی ابو کو شادی کے لئے راضی کرنا شروع کر دیا۔ ابو تو اسی کی باتیں مانتے تھے۔ سو جلد ہی موذی رسم وٹہ سٹہ پر شادی طے پا گئی۔ گھر میں شادی کے ہنگامے شروع ہو گئے۔ میں اپنی دنیا میں مگن تھا۔ ٹھیک طرح سے چل پھر بھی نہیں سکتا تھا۔ کسی نے مجھ سے کیا پوچھنا تھا۔ میں تو بے نام سی زندگی جی رہا تھا۔ محتاجی کی زندگی آنکھیں شرمندگی سے جھک جاتی تھیں۔ لفظوں کے تیر میرا کلیجہ زخمی کر دیتے تھے۔ بھائی دشمن بن گیا تھا۔ اُٹھتے بیٹھتے اس کی زبان پر صرف ایک ہی لفظ تھا۔ ''مجید کا علاج'' ہم نے اس پر لاکھوں خرچ کر دیئے۔ یہ تو مر رہا تھا۔ اس کی مصیبتیں ہم نے اُٹھائی۔ اور ناجانے کیا کیا القاب دیئے جاتے تھے۔ میری آنکھیں شرمندگی کا مجسمہ بنی رہتی۔ تلوار کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم کبھی بھی نہیں بھرتے۔

وہ دن بھی آگیا۔ جب بھائی دولہا بن گیا۔ بہن بھی اپنا پیا سدھار گئی۔ میں باہر لوگوں کے ہجوم میں بیٹھا تھا کہ میرے انکل مجھے اندر لے گئے۔ کہنے لگے تیری بہن کی رخصتی ہے۔ اس کے سر پر ہاتھ تو رکھ دو۔ پس یہ میری شادی میں شرکت تھی۔ بہن کی رخصتی ہوئی میں چارپائی پر بے ہوش ہو گیا۔ بہن کی جدائی کا غم جو تھا۔ جس کے ساتھ بچپن گزرا تھا۔ آج جدا ہو رہی تھی۔ شام کی تاریکی چھا چکی تھی تب ہوش آیا۔ دوسرے دن بھائی دولہے کے روپ میں تھا۔ اس کی بارات جانے کو تیار تھی۔ میں تو ساتھ نہیں جا سکتا تھا۔ حالت بھی ایسی تھی۔ سو مجھے گھر کا چوکیدار بنا دیا گیا۔ سبھی چھوٹے بڑے بارات کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ شام کے سائے ڈھل گئے۔ تاروں کی چھاؤں میں بھائی اپنے من کی شہزادی کو گھر لے آیا۔ اداسیاں، بہاروں میں تبدیل ہو گئیں تھیں۔ گھر میں خوشیاں ناچنے لگی تھیں۔ افسردگی کا موسم غائب ہو گیا تھا۔ ہر طرف چہرے کھل اٹھے تھے۔ زندگی غموں کے منہ سے نکل آئی تھی۔ کبھی کبھی چھوٹی چھوٹی خوشیاں من کو تروتازہ کر دیتی ہیں۔ گلشن میں جیسے پھول کھل اٹھتے ہیں۔ شجروں پر جیسے بہار کی رت آگئی ہو۔ میرے

آنگن میں بھی بہار کی رُت آ گئی تھی۔
خدا نہ کرے کہ آپ کو کبھی غم ملے
خوشیاں اور ہنسی ہر دم ملے
جب بھی کوئی غم آپ کی طرف آئے
خدا کرے کہ رستے میں اُسے ہم ملے
میں مکمل ٹھیک ہو گیا تھا۔ لیکن کمزوری بہت تھی۔ ظاہر ہے اتنا عرصہ بستر مرگ پر جو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ بحالی ہوئی تھی۔ میں اپنے آپ کو مصروف رکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ بیتے لمحوں کی اذیتیں مجھے ڈس نہ سکے۔ کراچی میں اپنے ایک قلمی دوست کو ملنے چلا گیا۔ تاکہ فضا تبدیل ہوگی۔ زندگی کی تلخ یادوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔ دوست بھی بار بار اصرار کر رہا تھا۔ لمبا سفر کر کے دوست کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے بہت حوصلہ دیا۔ بہت رہنمائی کی۔ راستے کی مسافتیں جتنی کٹھن تھیں سب بھول گیا۔ دوست کی محبت پا کر سبھی تکلیفیں دور ہو گئیں۔ چند دن اس کے ساتھ رہا۔ اس نے رہائش کا بندوبست کر دیا تھا۔ پھر اسی کی بدولت مجھے ایک جگہ کام مل گیا۔ کپڑے کی فیکٹری تھی۔ میرے لئے نیا کام تھا۔ پھر بھی جو تھا۔ میرے لئے بہتر تھا۔ رہائش فیکٹری کی طرف سے تھی۔ کھانا پینا بھی ادھر ہی تھا۔ تب ہی دوست سے اجازت چاہی تھی۔ چند سوٹ جو میں ساتھ لے گیا تھا، اُٹھائے اور فیکٹری میں رہائش پذیر ہو گیا۔ آخر کب تک دوست پر مصیبت بنا رہتا۔ خدا بھلا کرے اس عظیم دوست کا ورنہ آج کے اس فتنہ دور میں اتنا مخلص دوست کہاں ملتا ہے۔ ؟اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ خوش وخرم رکھے۔ اس کی زندگی میں کوئی غم نہ آئے آمین ثم آمین۔ تین ماہ کراچی میں مقیم رہا۔ وہ کراچی جہاں خون کی ندیاں بہتی ہیں۔ جہاں انسانوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ جہاں ماں کے لخت جگر اس کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دئے جاتے ہیں۔ روشنیوں کے اس شہر میں دہشت ہی دہشت ہے۔ ڈر وخوف کے پہرے ہر طرف لگے ہوئے ہیں۔ سہمے سہمے سے لوگ، ڈرتی ماؤں کی بیٹیاں اپنے آنچل محفوظ رکھنے کی کوشش کرتی رہتیں ہیں۔ امن کے چراغ کب کے بجھ گئے ہیں۔ سنسان گلیاں، وحشت بھری سڑکیں نا جانے محبت کے راہی کہاں کھو گئے ہیں۔ کون ہے جو ماں سے اس کے لخت جگر چھین رہا ہے۔ ؟ کون ہے جو بیٹیوؤں کے آنچل داغدار کر رہا ہے۔ ؟ کون ہے جو عزتوں کی نیلامی کر رہا ہے۔ ؟امن کب لوٹے گا۔ ؟ کیا اس کے لئے کسی مسیحا کا انتظار ہے۔ ؟یا قیامت تک یونہی خون کی ندیاں بہتی رہے گی۔ ؟
کچھ تو تیرے موسم ہی مجھے راس کم آئے
اور کچھ میری مٹی میں بغاوت بھی بہت تھی
پھولوں کا بکھرنا تو مقدر ہی تھا لیکن
کچھ اس میں ہواؤں کی سیاست بھی بہت تھی
اسی دوران 2010 کا اختتام ہونے کو تھا۔ میری اسٹوری ''ماں اب تو لوٹ آ'' شائع ہوئی تھی۔ سبھی ساتھیوں نے خوب داد دی۔ جواب عرض پڑھنا نہیں چھوڑا تھا۔ کبھی کبھار اپنے دوست کے ہاں چلا جاتا تھا۔ وہ ایک ہسپتال میں ایکسرے کا کام کرتے تھے۔ اور آج بھی وہاں ہی ہیں۔ بہت محبت کرنے والے انسان ہیں۔
• فیکٹری میں میرے جیسے بہت سے ٹوٹے دل والے تھے۔ میں تنہائی پسند تھا جب بھی فرصت ملتی جواب عرض ہوتا مجید احمد جائی ہوتا۔ وقت محوِ سفر رہا۔ میں کراچی جیسے روشنیوں کے شہر سے وقف ہوتا جا رہا تھا۔ یہ الگ بات ہے اب یہاں اندھیرا کا راج ہے۔ یہاں خوف ہراس پھیلا ہوا ہے دہشت سے لوگ گھروں میں محصور رہتے ہیں۔ ہمیں بھی باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ جب بھی نکلتے تھے سارے دوست اکٹھے نکلتے تھے۔ اتوار کے روز قریبی پارک میں چلے جاتے۔ لوگوں کو انجوائے

کرتے حسرت بھری نظروں سے دیکھتا رہتا تھا۔ میرا کوئی ہم راز نہیں تھا۔ جس سے دل کے ارمان شیئر کرتا۔ ہم راز بنانا چاہتا بھی نہیں تھا۔ بس لبوں پر خاموشی کے قفل سجائے، وقت کی کشتی میں سوار رہا۔ پل پل گزرتے گزرتے تین ماہ گزر گئے۔ امی کی یاد حد سے زیادہ ستانے لگی۔ بار بار امی کا اصرار مجھے مجبور کر گیا۔ آخر میں نے وہاں سے چھٹی کی اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ٹرین کا سفر تھا۔ تن تنہا بیٹھا اتنا لمبا سفر طے کرتا رہا۔ آخر کار ملتان ریلوے اسٹیشن آ ہی گیا اور میں ٹرین سے اُتر کر گاڑی کی تلاش میں نکل پڑا۔ گاڑی پکڑ کر گھر کی راہ لی۔

دیئے جلانے کی رسمیں بہت پرانی ہیں
ہمارے شہر میں تو انسان جلائے جاتے ہیں۔

خزاں کا موسم تھا زرد پتے ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔ جب گھر قدم رکھا تو عجیب سا ماحول تھا۔ خاموشی ہی خاموشی۔ مکمل سکون جیسے گھر میں کوئی رہتا ہی نہیں۔ صحن سے ہوتا ہوا جب کمرے میں داخل ہوا تو نظریں امی کے چہرے پر جا رکیں۔ میں نے آگے بڑھ کر امی کے قدم چومے۔ ماں جی نے سینے سے لگا لیا۔ بچپن کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ جب کوئی دکھ ہوتا تو ماں جی کی گود میں سر رکھ کر روتے تھے۔ کاش! وہ میرا بچپن بھی جدا نہ ہوتا۔ اے کاش!۔ تین ماہ کی جدائی آنسوؤں کی نظر ہو گئی۔ خیر پھر کبھی کراچی نہ گیا۔ کراچی والے دوست فون کرتے رہے مگر میں نے معذرت کر لی۔ چند دن گزارنے کے بعد میں نے ملتان میں ہی کام ڈھونڈ لیا۔ صبح کو جاتے شام کو لوٹ آتے تھے۔ شام کو امی کے ساتھ مل بیٹھنے سے دل کا غبار ہلکا ہو جاتا۔ ساتھ ہی مجھے کمپیوٹر سیکھنے کا شوق ابھرنے لگا۔ پارٹ ٹائم میں کمپیوٹر کی کلاس لینے لگا۔ اسی طرح صبح 8 بجے سے لے کر شام پانچ بجے تک کام کرتا پھر کلاس پر چلا جاتا۔ رات کے گیارہ، بارہ بجے گھر آتا اور کھانا کھا کر محو خواب ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا میں نے کمپیوٹر کورس مکمل کر لیا۔ ماں کی دعائیں قدم بقدم میرے ساتھ تھیں۔

میری کزن ابھی تک میری راہیں دیکھ رہی تھی۔ واقعی سچی محبت انسان کو بہت کچھ سکھا دیتی ہے۔ لوگوں نے بہت باتیں کی۔ کئی رشتے بھی آئے لیکن اس نے انکار ہی کیا۔ میری کزن نے ساتھ جینے مرنے کے عہد کر لیے تھے۔ اسی کو نبھائے جا رہی تھی۔ حالانکہ کبھی میری طرف سے اشارہ نہیں ہوا تھا۔ پھر بھی دل میں محبت کے دیپ جلائے انتظار کی سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔ میں اپنی زندگی کے بوجھ اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس دوران اس کی والدہ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئی۔ میرے اوپر یہ خبر قیامت بن کر برسی۔ جانے والے کو کون روک سکتا ہے۔ میں اپنی کزن کو دیکھتا رہا لیکن وہ کہیں نظر نہ آئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کو بے ہوشی کے دورے پڑے ہیں۔ ہسپتال میں ایڈمٹ کیا گیا ہے۔ عورتوں کا کہرام مچا ہوا تھا۔ بچھڑنے والے کب واپس آتے ہیں۔ یہ خبر میرے من مندر کو زخمی کرتی رہی۔ **ابھی تو میری کشتی** ساحل سمندر لگنے والی تھی۔ میں اپنی کزن کو دولہن بنا کر اپنے آنگن میں لے آنے والا تھا۔ خواب تو خواب ہوتے ہیں۔ یہ کب پورے ہوتے ہیں۔؟ امی نے شادی کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ لیکن کبھی معاملات ڈھیر ہو گئے۔ میری کزن کی ممتا بچھڑ گئی۔ وہ تنہا تھی۔ اسے میری ضرورت تھی۔ اس کے باقی بہن بھائی شادی شدہ تھے۔ پھر تنہائی تو انسان کو اندر ہی اندر کھوکھلا کر دیتی ہے۔ کزن تنہائیوں کی مکین بنتی گئی۔ میں حالات درست کرنے کے چکروں میں تھا۔

کٹی زندگانی اپنی یونہی رنگ بدل بدل کر کبھی مسکراہٹ بن کر کبھی آنسوؤں میں ڈھل کر

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا۔ مشقت والے کام سے نجات مل گئی اور مجھے لاہور میں جاب مل گئی۔

میں نے اپنے چند سوٹ تیار کیے اور لاہور کو مسکن بنا لیا۔ لاہور ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب ملی تھی۔ میں ہر ماہ گھر جاتا اور امی کی محبتیں وصول کرتا۔ چند دن رہنے کے بعد جاب پر واپس آجاتا۔ میرے ماموں میرے لاہور جانے کے بعد سعودی عرب چلے گئے۔ جب وہ واپس آتے تو شادی ہوتی۔ لیکن کس کو معلوم تھا کہ وہ کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ زندگی نے مہلت ہی نہ دی ورنہ وہ واپس آتے۔ اُنہیں جنت الفردوس میں دفن کیا گیا۔ شادی پھر رُک گئی۔ برادری کے تنازعات سر اُٹھائے ہوئے ہیں۔ ادھر بڑے بھائی نے گھریلو حالات بگاڑ دیئے ہیں۔ بھائی نے علیحدگی اختیار کرلی ہے۔ ادھر میری سسر پر ظلم کیا جاتا ہے۔ نوبت طلاقوں پر آن پہنچتی ہے۔ لیکن ہم ہی ہار مان لیتے ہیں اور بہن کا گھر اجڑنے سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگ تو چہ مگوئیاں کرتے نہیں تھکتے۔ ان کا کہنا ہے ایک بہو راضی نہیں دوسری کو کیسے راضی رکھ سکتے ہیں۔

میری کزن کے کان بھرتے رہتے ہیں۔ اس کی بہنوئی کہتے ہیں کہ وہاں رشتہ نہ ہو۔ لیکن کزن کہتی ہے میرے والدین نے زبان دی تھی۔ میں مرتے دم تک اس کا انتظار کروں گی۔ چاہے اسی انتظار میں موت ہی کیوں نہ آجائے۔

ماموں کی پہلی برسی کے بعد شادی ہونی تھی کہ میرے ابو جان اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اب دیکھو زندگی کا سفر جاری ہے۔ اگلے لمحے کیا ہوتا ہے۔ کس کو پتہ ہے۔؟ کیا مقدر میں ہے۔؟ نصیب کیا کھیل کھیلتے ہیں۔؟ کزن میری ہم سفر بن سکتی ہے یا نہیں۔؟ تقدیر کے کھیل نرالے ہوتے ہیں۔ ادھر میں تن تنہا ہوں اور حالات سر نہیں اٹھانے دیتے۔ انتظار کی سولی پر لٹکے ہوئے ہیں۔ لاہور کی جاب مجبوریوں کی وجہ سے چھوڑ دی ہے۔ زندگی کے ماہ و سال گزر رہے ہیں۔

ادبی سفر جاری ہے اپنے غم صفحہ قرطاس پر بکھیر لیتا ہوں۔ چند لمحے سکون مل جاتا ہے۔ اب تک میری کہانیاں "خوشی کی تلاش"، "صنم ہو تو ایسا ہو، اپنوں کے ستم، کامیاب محبت، ارمانوں کی شہنائی، سچ اک کڑوا کریلا، دکھ کے بعد سکھ، بھولی بھالی لڑکی، میرا کیا قصور، ماں اب تو لوٹ آ، سچ مگر مانتا کوئی نہیں۔ دوستی لے ڈوبی، اداس اداس سی زندگی، کڑوے بادام، بکھری بکھری سی زندگی، دکھیاری زندگی، تیرے غم نے پردیسی کیا، حسین بہاریں لوٹ گئیں، غریب محبت، انوکھے روپ، جسے چاہا بہت تھا، منزل ہے کہاں، خواہشوں کی منزل۔ تیرے انتظار میں، قربانی، شائع ہو چکیں ہیں۔ مختلف ڈائجسٹ میں کہانیاں شائع ہو رہی ہیں۔ ساتھ ساتھ ہی کالم نگاری جاری ہے۔ روزنامہ خبریں، اوصاف، امن، سنگ میل، کوژک، ان کے علاوہ بے شمار اخبارات ہیں جن میں میرے کالم شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ادبی گلدستہ کا بیورو چیف ہوں۔ زندگی کے ماہ و سال گزر رہے ہیں۔

دعا کریں کہ زندگی آسان ہو جائے اور مجھے میرا ہم سفر مل جائے۔ غموں کا سمندر تھم جائے اور خوشیاں گیت گانے لگیں۔ یہ تھی میری داستان جو میں نے آپ لوگوں کے کہنے پر تحریر کی۔ اب آپ کی رائے کا انتظار رہے گا، مجھے اب کیا کرنا چاہے۔ زندگی کو کیسے گزاروں۔ آپ لوگوں نے مشورے دینے ہیں۔ ان اشعار کے ساتھ اجازت طلب ہوں۔ اگر زندگی نے موت کے حوالے کر دیا تو میرے لئے دعا مغفرت ضرور کرنا۔

کچھ اندھیرا بھی ضروری ہے غم یار کے ساتھ
اب دیا کوئی نہ رکھے میری دیوار کے ساتھ
میں جو اک عمر مسافت میں رہا تب جانا
راہ بھی چلتی رہی ہے مری رفتار کے ساتھ

❀❀❀
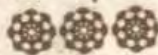
محبت کی جیت

۔۔۔تحریر: رمشا جبار۔ کراچی۔

محترم بھائی شہزادہ التمش۔

سلام عرض ہے۔ میں پہلی بار آپ کے جواب عرض میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ اس کو شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے اسے میں نے بہت محنت سے لکھا ہے اور اس میں ایک سبق ہے ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے لیے اگر کسی ایک نے بھی اس پر عمل کیا تو میں سمجھ جاؤں گی کہ میری کہانی کے لکھنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔

مجھے لکھنے کا بہت ہی شوق ہے اگر آپ نے میری حوصلہ افزائی کی تو میں لکھتی رہوں میرے پاس بیشمار کہانیاں ہیں بس مجھے آپ کی طرف سے اجازت ملنی چاہیے امید ہے کہ میری یہ کہانی آپ کو ضرور پسند آئے گی۔

جواب عرض کی پالیسی کے مطابق اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کے دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا رائٹر نہ ہوگا۔ آخر میں سب کو خلوص بھرا اسلام۔

میرا نام سویرا ہے۔ میں نے ایک متوسط گھرانے میں آنکھ کھولی ہم ملتان میں رہتے ہیں میرے چار بھائی مجھ سے بڑے ہیں اور میری ایک بہن مجھ سے چھوٹی ہے یعنی کہ میں پانچویں نمبر پر ہوں۔ میرے والد سرکاری ملازم تھے اور ہمارے گھر کا گزارہ اچھے طریقے سے ہو جاتا تھا میں جب چار سال کی ہوئی تو مجھے ایک پرائمری سکول میں داخل کروا دیا گیا جب کہ میری عمر ابھی پرائمری کلاس پڑھنے کی نہ تھی کیونکہ پرائمری اسکولوں میں پانچ سے اٹھ سال کے بچوں کو داخلا دیا جاتا ہے لیکن والد کو بہت شوق تھا کہ میں جلد از جلد اسکول جانے لگوں کیونکہ مجھ سے بڑے چار بھائیوں کو پڑھنے کا بالکل بھی شوق نہ تھا۔ اس لیے والد صاحب کی خواہش تھی کہ میں تعلیم حاصل کروں لہذا میں داخلے کے بعد روزانہ اسکول جانے لگی اور اس طرح ایک سال مکمل ہونے کے بعد میرا رزلٹ آیا تو میں نے پہلی پوزیشن لی۔ میرے والد صاحب کی خوشی کی انتہا نہ رہی پھر انہوں نے مجھے دوسری کلاس کی کتابیں دلوا دیں۔

ابھی میری پرائمری کلاسیں بھی پوری نہ ہوئی تھی کہ میرے والد صاحب کی طبیعت خراب رہنے لگی اور کچھ دن بعد وہ اچانک اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے بس اس دن سے ہمارے برے دن شروع ہو گئے۔

لیکن ہماری والدہ نے ہمت سے کام لیا وہ ہمیں حوصلہ دیتی اور محنت مزدوری کرنے لگیں اس شہر میں ہمارا کوئی اپنا نہ تھا امی باہر کا کام کرنے جاتی تو ہم بہن بھائی گھر میں اکیلے ہوتے تو امی کو ہماری فکر لگی رہتی تھی امی نے کچھ سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا کہ کیوں نہ میں اپنے بچوں کو لے کر اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاؤں اس کے بعد امی ہمیں لے کر ہمارے نانا کے گھر آگئیں یہاں آکر کچھ دن تو ہم سکون سے رہے مگر پھر

آہستہ آہستہ ہماری ممانی جان نے ماموں کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ اور نوبت لڑائی جھگڑے پر آ گئی پھر میری والدہ نے جو لوگوں کے گھر کام کر کے جو جمع پونجی اکھٹی کی تھی وہ سب اور کچھ ماموں وغیرہ سے قرض لے کر ہم نے ایک چھوٹا سا اپنا ذاتی مکان خرید لیا۔ اور پھر میں نے پرائمری مکمل کرنے کے بعد آگے پڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ گھر کے حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ سوچنے کا کوئی بھی فائدہ نہیں تھا اس طرح میں گھر میں کام کاج کرتی اور امی لوگوں کے گھر کام کرتی یوں ہی وقت گزرتا رہا پھر میرے بڑے ماموں نے اپنی بڑی بیٹی کا رشتہ میرے بڑے بھائی کے لیے بھیجا تو امی نے خوشی سے رشتہ قبول کر لیا۔ اس کے بعد ماموں والے ہمارے گھر آ کر اور ہم لوگ ماموں کے گھر جا کر منگنی کی رسم ادا کر آئے اور ساتھ ہی شادی کی تاریخ بھی طے پا گئی اور پھر شادی کی تیاری ہونے لگی۔ اور پھر مہندی کا دن بھی آ گیا بہت سارے مہمان آ گئے میری کزنیں اور میری بہن وغیرہ ہم سب تیار ہو رہے تھے کہ میرے چھوٹے بھائی کامران میرے چاچا زاد بیٹے کے ساتھ اوپر آئے اور آ کر کہنے لگے۔

دیکھو سویرا عالیان کتنا بڑا ہو گیا ہے۔

میں نے عالیان کی طرف دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔ میری آنکھیں یہ ماننے کو تیار نہ تھیں کہ عالیان ہے یہ کیونکہ وہ اب بہت ہی حسین نوجوان کے روپ میں میرے سامنے تھا وہ مجھے دیکھے جا رہا تھا اور مجھے شرم آ رہی تھی وہ مجھے اس طرح کیوں دیکھے جا رہا ہے پھر مہندی کی رسم شروع ہوئی اور وہ اب بھی مجھے ہی دیکھے جا رہا تھا پھر اچانک سے وہ میری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گیا اب میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس کو دیکھوں مگر میں کچھ نہیں پا رہی تھی کہ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے پھر تھوڑی دیر بعد اس نے ایک بچے کو ایک کاغذ بھیجا۔ تو میں نے کمرے میں آ کر دروازہ بند کر لیا اور کاغذ کو پڑھنے لگی۔ لکھا تھا۔

جان سے پیاری سویرا۔

جب سے آپ کو دیکھا ہے دل ہار بیٹھا ہوں مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے اور مجھے ہر جگہ آپ ہی آپ نظر آتی ہو پلیز میری محبت کو نظر انداز مت کرنا۔ میں آپ کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔

آپ کا دیوانہ۔ عالیان۔

مجھے خط پڑھ کر سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد میں کمرے سے نکلی اور اپنی دوستوں کے پاس آ گئی پھر بارات کے دن میں کمرے میں تیار ہو رہی تھی کہ وہ بچہ دوبارہ مجھے ایک کاغذ دے کر چلا گیا جب میں نے خط کھولا تو اس میں لکھا تھا۔

جان سے پیاری سویرا۔

میں آپ کو بہت چاہتا ہوں مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے اگر آپ نے اب بھی جواب نہ دیا تو میں اپنی جان دے دوں گا۔

آپکا دیوانہ۔ عالیان۔

میں خط پڑھ کر پریشان ہو گئی۔ کہ میں اب کیا کروں کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے کاغذ اور قلم کا سہارا لیا اور خط لکھنے لگی اور اس خط کی تحریر کچھ یوں تھی

ڈیئر عالیان صاحب۔

میں بھی آپ سے بہت محبت کرتی ہوں مگر ڈرتی ہوں کہ کہیں آپ مجھے دھوکہ نہ دے دیں اگر آپ مجھ سے سچا پیار کرتے ہیں تو اپنے والدین کو کہیں کہ وہ ہمارے رشتے کی بات کریں۔

آپ کی دیوانی۔ سویرا

میں نے خط لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا اب میں موقع ڈھونڈ رہی تھی کہ وہ مجھے نظر آئے تو میں اسے خط دے دوں آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور وہ کمرے سے باہر آیا تو میں اسے دیکھتی رہ گئی کیونکہ وہ بہت ہی ہینڈسم لگ رہا تھا میں نے اسے خط دے دیا

اور اپنے کمرے میں آگئی وہ کمرے میں چلا گیا۔ اور خط پڑھنے لگا خط پڑھنے کے بعد وہ کمرے سے باہر آیا میں اپنی دوستوں کے پاس کھڑی تھی کہ میں نے دیکھا کہ وہ ہماری طرف آرہا تھا اس نے مجھے کمرے میں آنے کا اشارہ کیا میں نے پہلے تو انکار کر دیا لیکن اس نے زیادہ اصرار کیا تو میں اس کے ساتھ کمرے میں آگئی تو وہ کہنے لگا۔

میری جان میں آج ہی موقع دیکھ کر اپنے والدین سے بات کرتا ہوں۔

میں نے کہا عالیان میں انتظار کروں گی۔

تو وہ بولا میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں بس مجھے تم کو اپنانا ہے تم کو حاصل کرنا ہے تمہیں دیکھتے ہی مجھے تم سے پیار ہو گیا تھا۔

میں نے کہا عالیان سچ بات تو یہ ہے کہ مجھے بھی تم بہت ہی پیارے لگے تھے تمہیں دیکھنے کے بعد میرے دل میں بھی پیار کے جذبات مچلنے لگے تھے لیکن میں ایک لڑکی تھی اظہار نہیں کر سکتی تھی یہاں تک کہ تمہارے خط کے جواب دینے سے بھی گھبراہٹ ہو رہی تھی کہ میں تمہیں لکھوں تو کیا لکھوں۔ کہوں تو کیا کہوں۔ میری باتیں سنکر وہ مسکرا دیا۔ اس کی مسکراہٹ بہت ہی اچھی تھی کہتے ہیں ناں جس سے پیار کیا جاتا ہے اس کی ہر ادا بہت ہی پیاری لگتی ہے مجھے بھی اس کی ہر ادا بہت پیاری لگ رہی تھی اور میں چاہتی تھی کہ وہ یوں ہی میرے سامنے کھڑا رہے اور میں اس کو دیکھتی رہوں لیکن شادی والا گھر ہمارا یوں اتنی دیر ایک ساتھ رہنا اچھا نہ تھا میں اس سے اجازت لے کر باہر آنے لگی تو اس نے میرا بازو پکڑ لیا لیکن میں چھڑا کر باہر بھاگ آئی۔ اب میرا دل چاہ رہا تھا کہ وہ میرے سامنے رہے اور یہی حال اس کا بھی تھا۔

پھر بارات سے فارغ ہو کر اس نے اپنے والدین سے بات کی اور انہوں نے میری والدہ سے بات کی میری والدہ نے مجھ سے پوچھا اور میں مسکرا دی۔

پھر ہماری منگنی ہو گئی۔ ہم دونوں کی خوشی کا کوئی بھی ٹھکانہ نہ تھا۔ شادی سے فارغ ہو کر انہوں نے اگلے دن جانے کا فیصلہ کر لیا۔

عالیان نے کہا۔ سویرا کیا تم آج رات مجھ سے ملاقات کر سکتی ہو۔

میں نے فوراً ہاں کر دی۔ کیونکہ میں بھی عالیان سے ملنے کے لیے بے تاب تھی اس کے بعد ہم نے رات کو چھت پر ملنے کا ارادہ کر لیا۔ رات کے بارہ بجے میں اور عالیان ہمارے گھر کی چھت پر ملنے کا ارادہ کر لیا رات کے بارہ بجے میں اور عالیان ہمارے گھر کی چھت پر موجود تھے عالیان اور میں نے ہمیشہ ساتھ نبھانے کی قسمیں کھائیں اور وعدے کئے میں بہت خوش تھی کہ مجھے اتنا چاہنے والا مل گیا۔

اگلے دن وہ جانے لگے تو میرا دل چاہا کہ کاش کسی بہانے سے عالیان کو جانے سے روک لوں جاتے وقت عالیان نے مجھے اپنا سیل نمبر دیا میں نے بھی اپنا نمبر دے دیا تو میں نے کہا۔

گھر جا کر مجھے کال کرنا۔

ہاں جاتے ہی میں کال کروں گا۔

دیکھنا مجھے بھول نہ جانا۔ میں نے خطرہ ظاہر کیا

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تم کو بھول جاؤں اگر بھولنا ہی ہوتا تو تم سے منگنی کیوں کرواتا تم تو میرے دل میں رہتی ہوں میری دھڑکن بن کر دھڑکتی ہو۔ اس کی ان باتوں پر میں شرم سے بھاگ گئی۔ پھر وہ لوگ چلے گئے گھر پہنچتے ہی اس نے مجھے کال کی تو میں نے جلدی سے کال اوکے کی اور ہیلو کہا عالیان نے کہا۔

تمہاری سانسیں کیوں پھولی ہوئی ہیں۔

میں نے کہا میں باہر کھڑی تھی تو بھاگ کر تمہاری کال اوکے کی ہے کیونکہ تمہاری بہت یاد آرہی تھی۔

کتنی یاد آرہی تھی اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

یہ بات اپنے دل سے پوچھو میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

مجھے تو تمام سفر میں تمہاری یاد آتی رہی ہے تمہارا حسین چہرہ نظروں سامنے گھومتا رہا ہے۔

واقعی میں نے۔اس کے پیار کی گہرائی میں اترتے ہوئے کہا۔

ہاں واقعی۔اس نے کہا۔

اس طرح تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد کال بند ہوگئی اس طرح موبائل پر باتیں کرنا ہمارا ہر روز کا معمول بنا گیا۔ عالیان جب بھی بات کرتے تو میں انہیں یاد دلواتی کہ مجھے غریب سمجھ کر بھول نہ جانا اور مجھے کبھی بھی دھوکہ نہ دینا۔

پھر کافی دن گزر گئے۔لیکن عالیان کا فون نہیں آیا اس بات کو میں نے اپنا وہم خیال کیا کہ شاید عالیان کسی کام میں مصروف ہوں گے۔کافی انتظار کے بعد آخر میں نے ایک دن عالیان کو خود ہی کال کی تو اس نے میری کال ڈراپ کردی پھر میرے بار بار کال کرنے پر اس نے کال او کے کی تو میں نے رونا شروع کر دیا میں نے اس کو کہا۔

تم مجھے بھول گئے ہو تم مجھے کال کیوں نہیں کرتے۔کیا تمہاری محبت ختم ہوگئی ہے کیا یہی تھا تمہارا پیار یہی تھی کیا تمہاری وفا۔

اس نے کہا۔نہیں میں ایک ضروری کام میں مصروف تھا اس لیے تمہیں کال نہ کر پایا لیکن اب میں تمہیں روز کال کیا کروں گا اور میں مان گئی میں سمجھ ہی نہ سکی کہ وہ اب مجھ سے اس طرح کیوں بات کر رہا تھا۔

پھر کچھ دن گزر گئے لیکن اس کی کال نہ آئی پھر میں نے اس کے کزن کو کال کی جس کو یہ معلوم نہ تھا کہ عالیان اور میری منگنی ہو چکی ہے میں نے اس سے کہا۔

عالیان آج کل کیا کرتا ہے۔

وہ بولا۔وہ مجھے کچھ دن پہلے ملا تھا اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ایک لڑکی کو چاہنے لگا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں رہتی ہے تو اس نے بتایا کہ وہ صادق آباد میں رہتی ہے۔اور عالیان بہت جلد اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

یہ بات سنتے ہی میرے پاؤں سے زمین نکل گئی۔اس کے بعد میں نے یہ کال کاٹ دی کیونکہ مزید مجھ سے کچھ بھی سننے کی ہمت نہ تھی۔ میں کمرے میں اور دروازہ بند کر کے رونے لگی۔میری پانچ سالہ محبت مجھ سے دور ہو رہی تھی لیکن عالیان کو میری ذرا بھی پروانہ تھی اسے میری ذرا بھی یاد نہیں آئی تھی۔ میں روتی ہی چلی گئی۔

پھر مجھے اس لڑکی اور عالیان کے بارے میں بہت سی خبریں ملنے لگیں مجھے ہی نہیں بلکہ میرے گھر والوں کو بھی جس وجہ سے گھر والوں نے یہ رشتہ توڑ دیا۔جس کا مجھے بہت دکھ ہوا کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ عالیان میری زندگی سے دور جائے وہ بے وفا تھا لیکن میں تو بے وفا نہیں تھی میں تو اس کو ہی چاہ رہی تھی اور اس کو ہی چاہنا تھا مجھے کیونکہ عورت زندگی میں صرف ایک بار محبت کرتی ہے اور وہ میں نے عالیان سے کر لی تھی اب میں اس کے ہی خواب دیکھ رہی تھی اس کے لیے ہی روتی تھی اس کے لیے تڑپتی تھی وہ ہی میری زندگی میری سانسوں کا مالک تھا وہ ہی میرا سب کچھ تھا میں ہر وقت خدا سے دعا کرتی رہتی کہ مجھے میرے عالیان سے ملا دے۔ اور شاید خدا نے میری سن لی تھی۔ کیونکہ وہ لڑکی جو عالیان کو چاہتی تھی وہ عالیان سے شادی کے لیے بہت اصرار کر رہی تھی اور عالیان نے بھی ہاں کردی لیکن اس لڑکی کے ماں باپ اور بھائی نہیں مان رہے تھے کہ ان کی بہن غیر برداری میں شادی کرے لیکن پھر عالیان اور اس لڑکی نے کورٹ میرج کرنے کا فیصلہ کر لیا۔تو عالیان اور وہ لڑکی گھر سے بھاگ رہے تھے کہ لڑکی

کے بھائیوں نے اسے پکڑ لیا اور جلد ہی اپنی بہن کا رشتہ کر دیا۔ اور پھر فوری شادی کر دی۔ لیکن میری محبت سچی تھی پھر عالیان نے اپنے والدین کو شادی کی تاریخ طے کرنے کے لیے ہمارے گھر بھیجا لیکن میری والدہ اور بھائیوں نے کہا۔

آپ لوگوں نے ہماری بہت بے عزتی کی ہے اس لیے ہم آپ کو سویرا کا رشتہ نہیں دیں گے۔ لیکن میں نے عالیان سے سچی محبت کی تھی میں نے اکیلے میں اپنی والدہ کو کسی طرح منا لیا۔ تو والدہ نے بھائیوں اور ماموں کی مخالفت کے باوجود بھی ہاں کر دی۔ اور اس طرح ایک مہینے بعد کی تاریخ رکھ دی گئی ایک مہینہ گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا۔ اور میری شادی کا دن بھی آخر آ گیا اور میرے ہاتھوں میں عالیان کے نام کی مہندی لگ گئی۔ کل بارات کا دن بھی آ گیا ساری رات مجھے نیند نہ آئی نجانے کب نیند کی دیوی مجھ پر مہربان ہو گئی اور میں سو گئی جب امی مجھے جگانے آئی تو میں امی کے گلے لگ کر رونے لگی آخرکار بارات بھی آ گئی میری بھابھی اور کزنیں مجھے تیار کرنے کی اور رخصتی کا وقت بھی آ گیا اور میں اپنی ماں کے گھر سے سسرال کے سفر کے لیے چل پڑی جب ہم گھر پہنچے تو دروازے پر سب نے ہمارا بہت اچھا استقبال کیا پھر مجھے میرے کمرے میں جانے کے بعد بہت سی رسمیں ہوئیں اس کے بعد سب لوگوں کو اپنے اپنے کمروں میں جانے کا کہا گیا اور اس کے بعد عالیان کمرے میں آ گئے تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی عالیان نے مجھے سلام کیا تو میں نے دھیرے سے جواب دیا عالیان میرے قریب آ کر بیٹھ گئے جب انہوں نے میرا گھونگھٹ اٹھایا تو عالیان مجھے دیکھتے ہی رہ گئے عالیان نے میری بہت تعریف کی عالیان بھی بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ انہوں نے شیروانی پہن رکھی تھی عالیان نے مجھے منہ دکھائی میں سونے کی انگوٹھی دی ہم دونوں بہت خوش تھے ایسے ہی ہنستے مسکراتے ایک سال کا عرصہ بیت گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت پیاری پھول جیسی بیٹی سے نوازا بیٹی کا نام ہم نے رباب رکھا اور اب میں عالیان اور اپنے بچوں اور سسرال والوں کے ساتھ بہت خوش ہیں قارئین کرام میری اللہ سے دعا ہے کہ میری خوشیوں کو کسی کی نظر نہ لگے آمین۔

قارئین کرام یہ تھی میری دوست سویرا کی اپنی آپ بیتی۔ اپنی آرا سے ضرور مجھے نوازیئے گا کہ میں اس کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں۔ اس شعر کے ساتھ اجازت۔

کاغذ پر ہم نے اپنی زندگانی لکھ دی
آنکھوں سے سچ کہہ کر ہر پریشانی لکھ دی
درد جب ہم نے اتار الفظوں میں
پڑھ کر زمانے نے کہا کیا کہانی لکھ دی

جب داستاں زندگی کی وقت سنائے گا
تب ہمیں بھی کوئی شخص یاد آئے گا
تب بھول جائیں گے زندگی کے سارے غموں کو
جب آپ کے ساتھ گزرا وقت یاد آئے گا

✪ .... ملک عبدالعلی۔ایبٹ آباد

وفا کا نام نہ لے اے فراز وفا دل کو تڑپاتی ہے
ہے سچ تو یہ ہے کہ وفا کا نام لینے سے اک بے وفا کی

✪ .... عمران رمضان۔ٹھینگ موڑ

اگر تو وجہ نہ پوچھے تو اک بات کہوں محسن
بن تیرے اب ہم سے ابھی جیا نہیں جاتا

✪ .... آنسہ کنول۔سہگل آباد

بھور نہ آئیں تیری آنکھیں تو اک بات کہوں محسن
تم سے بچھڑ انے کے اب امکان بہت ہیں

✪ .... آنسہ کنول۔سہگل آباد

زندگی بھر تنہائی کا سفر ملا
نہ کوئی ساتھی نہ کوئی ہم سفر ملا
دیا جلتا چھوڑ آئے تھے ان کے لئے
جب واپس آئے تو جلتا ہوا اپنا گھر ملا

✪ .... نعیم راج۔نتوکے

کرے کوئی، بھرے کوئی

تحریر: کیپٹن ذیشان، گلگت

محترم شہزادہ صاحب!

السلام علیکم! سب سے پہلے میرا جواب عرض کی پوری ٹیم کو مودبانہ سلام ہو۔ اس مرتبہ پھر ایک کاوش لے کر آپ کی بزم میں حاضر ہوا ہوں جس کا نام ''قصور کس کا؟'' رکھا ہے امید کرتا ہوں کہ میری اس کاوش کو قارئین ضرور پسند کریں گے۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

آج ضمیر عباس کے گھر میں آج بھی ہمیشہ کی طرح ناشتے کی میز پر صبح ہی صبح تو تو میں میں شروع ہو گئی تھی جس سے ان کے بیٹے تصور عباس کا آج پھر ناشتہ حرام ہو گیا تھا ماں باپ کے ہر روز کے جھگڑے سے تصور عباس کو بہت کوفت ہوتی تھی جو اکثر اوقات کھانے کی میز پر ہی شروع ہوتا۔ بیگم النساء نے پچھلے سال کے کسی جھگڑے سے بات شروع کی اور چلتے چلتے گھر کے خرچے آمدن کہاں جاتی ہے۔ پچھلی پنشن کم کیوں تھی۔ آپ پرسوں لیٹ گھر کیوں آئے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے فون کالز زیادہ آنے تک کا حساب مانگ لیا۔ اور تصور عباس ناشتہ ادھورہ چھوڑ کر اپنی بکس پکڑی اور بائیک نکال کر کالج کی طرف چل دیا آغا صاحب صرف بیگم النساء کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔

شادی سے پہلے آغا ضمیر عباس اپنی کولیگ میں دلچسپی رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بات محبت کے عہد و پیماں تک جا پہنچی قبل اس کے کہ وہ اپنے ابا حضور کے روبرو دل کی بات بیان کرتے اک دن جاب سے واپسی پر اماں حضور نے خوشخبری سنا دی۔ بیٹا تمہارے ابا آج تمہاری پھوپھو کی بیٹی سے تمہاری بات پکی کر آئے ہیں۔ ماشاء اللہ کیا نیک اور سگھڑ بچی ہے۔ ضمیر عباس نے بہت احتجاج کیا مگر بے سود ابا حضور کی کہی ہوئی بات اٹل تھی شادی کے بعد یہ احتجاج جھگڑے میں بدل گیا اور یہی بات شادی ہو جانے کے بعد تے اور ریٹائرمنٹ کے بعد تک جب دونوں میاں بیوی بڑھاپے میں قدم رکھ چکے تھے۔ اور ان کا اکلوتا لاڈلا بیٹا گھر کے تو تکرار سے تنگ اکثر اپنے روم میں یا باہر دوستوں میں مصروف رہتا۔

ماہا کا آج کالج میں پہلا دن تھا۔ دوستوں کی محفل میں بیٹھا تصور عباس ماہا کو سڑک سے گزر کر کلاس روم میں جاتے دیکھ کر دیکھتا ہی رہ گیا۔ تراشی ہوئی ریشمی زلفیں چہرے پر معصومیت پر مر مٹا اور پہلی نظر میں ہی اسے دل دے بیٹھا اگلے دن اس نے ماہا کی ٹیکسی جو اسے ہر روز پک اینڈ ڈراپ کرتی تھی کا پیچھا کر کے اس کے گھر کا پتا معلوم کیا۔

اپنے آپ میں گم رہنے والا تصور عباس اچانک چہکنے لگ گیا تھا۔ بننا سنورنا اور گنگنانا معمول بن گیا تھا۔ جس کو باپ ماں کے علاوہ دوستوں نے بھی محسوس کیا تھا۔ تصور عباس اور ماہا کا صرف ایک سال کا فرق تھا کالج میں یعنی ماہا فرسٹ ائیر کی طالبہ تو تصور عباس سیکنڈ ائیر کا طالب علم اور اس فرق کو بھی تصور عباس نے اگلے سال فیل ہو کر ختم کر دیا۔ وہ ماہا کو اندر ہی اندر ٹوٹ کر چاہنے لگا تھا۔ لیکن ماہا کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے اسے بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی تھی ماہا نے کسی لڑکی کو بھی دوست نہیں بنایا تھا بس کلاس میں آتی پڑھائی کرتی اور واپس چلی جاتی اس پریشانی کا حل تصور عباس نے یہ نکالا کہ وہ ایک کلاس میں اس کے قریب رہ کر ہی اسے دل کی بات کہہ سکتا ہے اور فیل ہو گیا۔ ایک دن ماہا اپنا جیومیٹری بکس جس میں وہ اپنا پین پنسل وغیرہ رکھا کرتی تھی گھر بھول آئی اور قدرت نے تصور عباس کو دل کی بات کہنے کا موقع دے دیا۔

ماہا بہت پریشان تھی کہ اس کی کوئی دوست بھی نہیں وہ کس سے پین مانگ کر نوٹ بک پر لیکچرار کی دی ہوئی ٹپس لکھے۔ اور قریب بیٹھے تصور عباس نے بغیر دیر لگائے اس کی مشکل حل کر دی اس کے پاس فالتو پین تھا جسے مجبوراً ماہا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ قبول کر لیا۔ دل تو وہ ماہا کو پہلے ہی دے بیٹھا تھا پین نے تو اس سے دل مانگنے کی راہ بھی ہموار کر دی۔ پیریڈ ختم ہونے پر ماہا نے پین واپس کرنا چاہا تو تصور نے یہ کہہ کر واپس لینے سے انکار کر دیا کہ ابھی اور بھی پیریڈز باقی ہیں چھٹی کے بعد واپس کر دینا۔ ماہا نے پہلی بار تصور عباس بلکہ کسی بھی لڑکے کو غور سے دیکھا تھا۔ اسے تصور عباس اچھا لگا۔ کیونکہ اس نے کبھی کسی غلط روپ میں تصور کو نہیں دیکھا تھا۔ بس یہ پسند بڑھ گئی آہستہ آہستہ سلام دعا پھر دوستی اور پھر محبت تک جا پہنچی ایک وقت آیا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر جینے کا سوچ کر بھی کانپ اٹھتے اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر آتی۔ آخر ایک دن ماہا نے کہہ ہی دیا تصور عباس ہم کب اس محبت کو ایک مضبوط اور خوبصورت رشتے میں باندھیں گے جس میں ہمیں کبھی ملاقاتوں کی ضرورت نہ پڑے اپنا ایک گھر ہوگا۔ اپنی زندگی ہوگی اس دوران وہ دونوں b's'g کا امتحان دے رہے تھے مگر اس عرصے میں نہ تو انہوں نے کوئی تنہائی میں ملاقات کی نہ کبھی محبت کی پاکیزگی کو داغدار ہونے دیا۔ ان کی محبت ان کی ملاقات کالج کے پلاٹس تک محدود تھی۔ جہاں فارغ ٹائم میں بیٹھ کر باتیں کر لیا کرتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ہاتھ ملانے پر اکتفا کرتے کوئی چھچھورا پن کوئی غلط حرکت ان کی محبت کو شرمندہ نہیں کر سکی تھی اور ایگزام کے بعد یہ ملاقات بھی ختم ہونے والی تھی وہ ایک دوسرے کو دیکھے بھی نہیں سکتے تھے اس کے بعد اسی لئے تصور عباس نے اپنے ابا ضمیر عباس سے بات کرنے کی ٹھان لی رات کو جب تینوں ماں باپ اور بیٹا کھانے کی میز پر بیٹھے تھے اس نے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی جس کو بغیر کسی مشکل کے ماں باپ کی منظوری مل گئی آخر اکلوتا بیٹا جو تھا اور آج زندگی میں پہلی بار اس نے کچھ ماں باپ سے کالج فیس کے علاوہ مانگا تھا۔

اگلے دن یہ خوشخبری اس نے ماہا کو سنا کر اسے بھی اپنی خوشی میں شامل کر لیا۔ اتوار کی شام وہ ماں اور باپ کو لے کر خوشی خوشی ماہا کے گھر کی طرف چلا گاڑی خود ڈرائیو کر رہا تھا لیکن جب اس نے گاڑی ماہا کے گھر کے سامنے روکی اور باپ کو اشارے سے ماہا کا گھر دکھلایا تو باپ کا ایک دم سے رنگ سرخ ہو گیا۔ بیگم النساء اور تصور عباس حیران و پریشان تھے کہ آخر اسے ہو کیا گیا ہے آغا ضمیر عباس ان کے کسی بھی سوال کا جواب دینے کی بجائے ایک ہی بات پر ضد کر رہا تھا کہ بس واپس چلو۔ یہاں یہ رشتہ نہیں ہو سکتا واپس گھر چلو ضمیر عباس اپنے بیٹے سے آنکھ بھی نہیں ملا پا رہا تھا۔

آخر تصور عباس کو مجبوراً گاڑی واپس موڑنا پڑی

گھر کے راستے اور گھر پہنچ کر بھی مختلف سوالات ماں بیٹا کر رہے تھے مگر ضمیر عباس کسی بھی سوال کا جواب دینے کے موڈ میں نہیں لگتا تھا۔ گھر آ کر بیگم النساء اور ضمیر عباس ایک کمرے میں چلے گئے۔ جہاں بیگم النساء مسلسل اس انکار کی وجہ جاننے کی کوشش میں تھی اور تصور عباس اپنے روم میں بند ہو کر رو رو کر ہلکان ہوا جا رہا تھا۔ اس نے روتے ہوئے ماہا کو بھی ساری صورت حال بتا دی فون پر جسے سن کر وہ بھی حیران ہوئے بنا نہ رہ سکی۔ تصور عباس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اسے زندگی کی پہلی اور آخری اکلوتی فرمائش بھی پوری نہ ہونے کا دکھ سہنا پڑے گا۔ بس یہی دکھ دل سے لگائے صبح جب بیگم النساء نے دیر تک اسے کمرے سے باہر آتے نہ دیکھا تو انہیں فکر ہوئی دروازہ کھلا تھا اور تصور عباس تیز بخار کی وجہ سے بے ہوش اپنے بیڈ پر پڑا تھا۔ بیگم النساء کے تو قدموں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ چیخ چیخ کر ضمیر عباس کو آوازیں دینے لگی آغا ضمیر عباس بھی اپنے کمرے میں نادم و پریشان بیٹھا تھا۔ بیوی کی آواز سن کر دوڑے اور اپنے اکلوتے بیٹے کی حالت دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔ جلدی سے گاڑی نکالی اور بیٹے کو ہسپتال پہنچایا۔ وسری طرف جب ماہا نے دیکھا کہ تصور عباس پیپر دینے کے لئے ایگزمینشن ہال نہیں پہنچا تو اسے فکر لاحق ہوئی فون کیا تو جواب موصول نہیں ہوا کیونکہ فون تو تصور عباس کے کمرے میں پڑا تھا۔ وہ پیپر دے کر جلدی جلدی ٹیکسی کے ذریعے تصور عباس کے گھر تک پہنچی ہمسائے سے معلوم ہوا کہ ان کے اکلوتے بیٹے کی صحت صبح اچانک خراب ہو گئی تھی۔ جسے وہ ہسپتال لے کر گئے ہیں ماہا ٹیکسی لے کر سیدھا ہمسائے کے بتائے ہوئے ہسپتال پہنچی کاؤنٹر سے اسے تصور عباس کا روم اور بیڈ نمبر مل گیا۔ تھا ڈاکٹرز نے بتایا تھا کہ تصور کو بہت گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ اس کی حالت سنبھلنے میں تین سے چار دن لگیں گے۔ ماہا دوڑتی ہوئی مطلوبہ روم میں پہنچی جہاں بیگم النساء اپنے بیٹے کا سر دبانے میں مصروف تھی ماہا نے جا کر اپنا تعارف کروایا ماہا کو دیکھ کر بیگم النساء کو اپنے بیٹے کی پسند پر فخر ہونے لگا لیکن ضمیر عباس کے انکار کی وجہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ پہلے بغیر کسی حجت کے بیٹے کی بات کو ماننا خوشی خوشی رشتہ مانگنے کے لئے جانا مگر اچانک دروازے پر پہنچ کر انکار کر دینا اور واپس آنا سب عجیب سا تھا ماہا نے بیٹھ کر تصور کے پاؤں دبانے شروع کئے تو تصور عباس نے ہولے سے آنکھیں کھول دیں۔ ماہا کو اپنے پاس دیکھ کر خوشی ہوئی لیکن اگلے ہی لمحے خوشی کہیں ہوا میں اڑ گئی ماہا آغا ضمیر عباس کو کمرے میں دیکھ کر حیران ہوئی اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا پاپا آپ یہاں......

ماہا کے منہ سے نکلی ہوئی بات تصور اور بیگم النساء نے بھی سن لی تھی اور دونوں بات کو سمجھنے کے لئے کبھی ماہا اور ضمیر عباس کو دیکھتے ضمیر عباس بیگم النساء اور بیٹے تصور عباس سے نظر نہیں ملا پا رہے تھے۔ جس بات نے پچھلے دو دن سے اس چھوٹے سے خاندان کو شش و پنج میں ڈالا ہوا تھا اب اسے مزید چھپانے کی کوشش بیکار تھی۔ اور مجبوراً آغا ضمیر عباس نے بیٹے بیٹی اور بیگم کی عدالت میں اپنے گناہ کا اقرار کر لیا۔

آغا ضمیر عباس کی شادی کے کچھ دنوں بعد ہی ان کی کولیگ سامعیہ کی شادی بھی ہو گئی تھی اس کا خاوند واپڈا میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا دو سال کے گزر جانے کے باوجود ابھی تک ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اور دونوں میاں بیوی کو کوئی فکر بھی نہیں تھی کہ ابھی دو سات ہی تو ہوئے ہیں شادی کو جب خدا کو منظور ہوا وہ ضرور رحمت کرے گا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ایک دفتر سے گھر آتے ہوئے روڈ حادثے میں سامعیہ کے خاوند کی موت واقع ہو گئی سامعیہ شادی کے بعد ملازمت چھوڑ چکی تھی کیونکہ شادی دور کے شہر میں ہوئی تھی۔ سامعیہ پھر سے اپنے

ماں باپ کے گھر واپس آ گئی عدت پوری کرنے کے بعد اور پھر سے اسی جگہ ملازمت اختیار کرلی۔ آغا ضمیر عباس نے ایک دن سامیعہ کو سمجھایا کہ آخر کب تک یوں زندگی گزارو گی خوبصورت ہو جوان ہو اور میری محبت ابھی بھی کم نہیں ہوئی۔ شادی کر کے بھی میں تمہارے بن ادھورا سا ہوں۔ پلیز مجھ سے شادی کرلو تمہیں سہارا مل جائے گا اور مجھے سکون اس طرح آغا ضمیر عباس نے شادی کے تیسرے سال اپنی پہلی محبت کو پالیا۔ جب کہ اسے خدا نے پہلی بیوی سے چاند سے بیٹے سے نوازہ تھا۔ بیٹے کی پیدائش سے زیادہ انہیں اپنی دوسری شادی سے خوشی ملی تھی اور شادی کے ایک سال بعد ہی خدا نے اسے سامعیہ سے ایک پیاری سی بیٹی عطا کردی۔ آغا ضمیر عباس دونوں طرف سے برابر حقوق پورے کرتا رہا کہیں کام کی غرض سے باہر جانے کے بہانے مہینہ مہینہ بھر سامعیہ کے پاس گزارتا جسے اس نے ایک علیحدہ مکان خرید کر دیا ہوا تھا۔ آغا ضمیر عباس کو کیا معلوم تھا کہ قدرت اسے ایسے موڑ پہ لا کھڑا کرے گی کہ وہ اپنی دونوں بیویوں اور اولاد کے سامنے مجرم بنا کھڑا ہوگا۔

ساری کہانی سن کر بیگم النساء تصور عباس اور ماہا اپنی جگہ پتھر بنے کھڑے تھے ماہا روتے ہوئے اٹھی اور اپنے گھر جا کر اس نے ساری بات ماں کو سنائی اور چیخ چیخ کر اپنی غلطی کا مجرم اپنی ماں اور باپ کو ٹھہرایا ماں کے منہ سے شرمندگی کی وجہ سے کوئی لفظ نہیں نکل پا رہا تھا۔ ماہا ایک سوال بار بار دہرا رہی تھی کہ ماما تم دونوں نے سارے جہاں سے چوری اپنی محبت حاصل کرلی۔ مگر میرا اور تصور کا کیا قصور تھا کہ آپ لوگوں کی خوشیاں اژدھا بن کر ہماری خوشیوں کو نگل گئی۔ سامعیہ کے پاس بیٹی کی کسی بات کو جواب نہ تھا۔

ادھر تصور عباس پھٹی پھٹی نظروں سے باپ کو دیکھے جا رہا تھا اور اچانک اس نے آخری ہچکی لی اور سارے غموں سے ہمیشہ کے لئے دور چلا گیا۔ آغا ضمیر عباس دیواروں سے سر ٹکرا ٹکرا کر خود کو زخمی کر رہا تھا بیگم النساء پتھر بنی کبھی مردہ جوان بیٹے کو دیکھتی اور کبھی اپنے زخمی خاوند کو جو پاگلوں کی طرح دیواروں سے سر ٹکرا رہا تھا اور ہسپتال کا عملہ اسے سنبھالنے لگا ہوا تھا۔ دوسری طرف ماہا بھی ماں پر چیختی چیختی اچانک خاموش ہوگئی اور پھر اس نے زور زور سے ہنسنا شروع کردیا۔

تصور عباس کو اگلے دن منوں مٹی تلے دفنا دیا گیا اور ماہا کو پاگل خانے میں داخل کروانا پڑا۔ بیگم النساء سکتے میں آچکی تھی اور سامعیہ اور آغا ضمیر عباس خود کو مجرم سمجھ کر خود کو اپنے گھروں میں بند کر چکے تھے۔

اس طرح آغا ضمیر عباس کے غلط فیصلے نے ایسی صورت اختیار کی کہ جس نے بھی سنا کان کو ہاتھ لگا کر توبہ توبہ کرنے لگا۔ تصور عباس اور ماہا کی ذرا سی جذبات میں کی گئی غلطی بہن اور بھائی کے پاکیزہ رشتے کو گندہ کرسکتی تھی۔

قارئین سے التماس ہے کہ تصور عباس کی بخشش اور ماہا کی صحت یابی کے لئے دعا کریں۔

تعریفی و تنقیدی آراء کا انتظار رہے گا۔

❀❀❀

غزل

وفا کی راہ بڑی پر خار سی لگتی ہے
زیست آنسوؤں کی دیوار سی لگتی ہے
میں نے چاہا نہیں تھا پھر سے کسی کو
ہر سوچ اپنی غمگسار سی لگتی ہے
زندگی ڈھل گئی پھر غم کے سانچے میں
تیری ہر خوشی ہمیں یادگار سی لگتی ہے
جا کے کوئی نہیں آتا پھر زمانے میں
تیری یاد بھی اب تو پر نور سی لگتی ہے
کسی سے جب ملاقات ہوئی ہے جاوید
اس کی ہر بات پھر ہمیں تلوار سی لگتی ہے

(محمد اسلم جاوید، فیصل آباد)

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

☑ ......تحریر: شیخ اللہ دتہ، پنڈی بھٹیاں

محترم شہزادہ التمش صاحب!

السلام علیکم امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور دکھی نگری ہمیشہ قائم رہے اک سچی کہانی بھیج رہا ہوں "جیسا کرو گے ویسا بھرو گے" یہ کہانی مجھے ضلع جھنگ سے ملی اور کہانی کو پڑھ کر بہت دکھ ہوا یہ اک غریب نوجوان کی داستان ہے اک لڑکی نے اس غریب کو پیار میں اس جگہ پر لا کر چھوڑ دیا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور وہ خود لڑکی کسی اور کے عشق میں گم رہی لیکن جلد ہی وقت نے پلٹا کھایا اور وہ شخص اس لڑکی کو چھوڑ گیا اس کا دل اب اس لڑکی سے بھر چکا تھا بعد میں وہ لڑکی غریب کی طرف دوڑی لیکن وقت اب بیت چکا تھا اس کے پاس اب کچھ نہیں بچا تھا امید ہے کہ آپ اس کہانی کو کسی قریبی شمارے میں جگہ دیں گے مہربانی ہو گی۔ قارئین کی آراء کا انتظار رہے گا آخر میں جواب عرض کے لیے دعا گو ہوں کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

میں سوچتا ہوں اس دور میں محبت اک دھوکہ ہے اس پر اعتبار کرنا نہیں چاہئے کیونکہ کچھ معصوم چہرے اندر کے کالج بھی ہوتے ہیں جن کا مقصد صرف اچھی زندگی گزارنا یا دولت ہوتا ہے سچی محبت کی قدر کوئی کوئی جانتا ہے کچھ لوگ ایسے بھی دنیا میں موجود ہیں جو محبت کو کھیل سمجھتے ہیں آخر کیوں کسی کے دل سے کھیل کر اسے پھینک دینا اس کا دل تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے فرض کریں آپ اگر بازار چلے جائیں تو کوئی مہنگی چیز لے آئیں اور وہ چیز آتے ہی ٹوٹ جائے کیا تمہیں اس کا دکھ نہیں ہو گا ضرور ہوگا اس طرح دل کے پیار بھی بازاروں میں نہیں بکتے اگر پیار محبت کرتے ہو تو اس کو نبھاؤ جان بھی کیوں نہ چلی جائے عورت ہو یا مرد دھوکہ دینا بے وفائی کرنا یا یہ کہنا کہ اب میں تمہاری نہیں بن سکتی ان چیزوں کا پہلے نہیں پتہ ہوتا کسی کے دل کو ریزہ ریزہ کر دینا اور کسی کے آنگن میں شمع جلانا کیا یہ اچھا ہے ہرگز نہیں خدا سے ڈرو اس کے پاس دیر ہے اندھیر نہیں یہ اک سچی داستان اک غریب انسان کی ہے آئیے اس کی زبانی سنتے ہیں۔

جب میں اپنے ماں باپ کے گھر پیدا ہوا تو اک غریبوں کی طرح خوشی منائی گئی مجھ سے دو بڑی بہنیں تھیں جو میرے پیدا ہونے سے پہلے ہی اپنے

گھروں میں چلی گئی تھیں میں سب سے چھوٹا تھا اس لیے مجھے ماں باپ بہت پیار کرتے تھے کیونکہ اپنی بہنوں کے چودہ سال بعد اپنے ماں باپ کے گھر پیدا ہوا تھا ہم غریب لوگ تھے ہمارا باپ اک معمولی ماسٹر تھا اک سکول میں باپ کی کمائی سے صرف ہمارے گھر کا اچھا خاصا خرچہ چلتا تھا اور دنیا کا کوئی غم نہیں تھا جس کی وجہ سے ہم پریشان ہوتے جب میں پانچ سال کا ہوا تو میرے ماں باپ نے اپنے ہی گاؤں میں مجھے داخل کروا دیا اور میں ہر روز لگاتار سکول جانے لگا وقت کا بے لگام گھوڑا دوڑتا رہا اور میں پانچویں کلاس میں جا پہنچا میرے باپ نے اک دن مجھ سے کہا کہ بیٹا ہم غریبوں کو نوکری مشکل ملتی ہے پر تم فکر مت کرو پڑھائی دل لگا کر کرو تم کو اچھی سی نوکری پر لگوا دوں گا پانچویں سے میں پاس ہو گیا اب مجھے شہر جھنگ داخلہ لینا تھا میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان اب میں شہر جاؤں گا پڑھنے کے لیے تو ابا جان نے کہا کہ عمران بیٹا آپ فکر مت کریں کل ہی جا کر آپ کو داخل کروا دوں گا ٹھیک ہے تو میں اس بات پر خوش ہو گیا دوسرے دن داخلہ مل گیا اور میں ہر روز سکول جانے لگا اک سال عبد ایک سکول کی لڑکی مجھ سے ملی وہ اس طرح کہ میں اپنے سکول سے چھٹی کے ٹائم نکل کر شہر گھومنے کے لیے نکلا شہر کی اک گلی کا جونہی موڑ مڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کسی سے میری ٹکر ہو گئی اس کے ہاتھ میں کتابیں تھیں وہ بھی گر گئیں اور وہ بھی گرنے لگی پر میں نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اس کو پکڑ لیا اور وہ گرنے سے بچ گئی میں نے کہا سوری آپ کو کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی اور نظریں نیچی کر کے اس کی کتابیں اٹھا کر اس کو دیں وہ میری طرف لگاتار دیکھ رہی تھی جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہو میں نے کہا جی صاحبہ کہاں کھوئی ہو تو وہ یک دم سنبھل گئی اس نے مجھے پھر ایسا گھورا جیسے وہ مجھے ابھی کچا کھا جائے گی میں ڈر گیا اب کیا ہو گا اس نے مجھے کہا کوئی بات نہیں اس میں تمہارا کیا قصور ہے یہ تو اچانک ایسا ہو گیا وہ چلنے لگی اس کی صورت کی میں تاب نہ لا سکا کچھ ہی قدم آگے گئی تھی میں نے پکارا بات سنئے تو وہ رک گئی میں اس کے پاس گیا اور نام پوچھا تو وہ غصے میں آ گئی کہنے لگی نام کو کیا کرنا ہے آپ نے اور وہ پھر چل پڑی شہر سے میں سیدھا گھر آیا اور آتے ہی اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹ گیا اور اس کا حسین چہرہ بار بار میری آنکھوں کے آگے آنے لگا گلابی ہونٹ ناگن جیسی زلفیں سرو جیسا قد خوبصورتی میں لاجواب تھی خدا نے کہاں سے مٹی لا کر اسے بنایا ہو گا انہی سوچوں میں شام ہو گئی اور میں بیڈ سے اٹھا منہ ہاتھ دھویا کھانا کھانے بیٹھ گیا کھانے کھا کر پھر اندر کمرے میں جا کر لیٹ گیا اس کی سوچیں مجھ پر قیامت بن گئیں سونے کی بہت کوشش کرتا مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی آندھی رات کے بعد نیند نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا صبح جب اٹھا ناشتہ تیار تھا ناشتہ کرنے کے بعد میں سیدھا سکول چلا گیا آج میرا دل بہت پریشان تھا کیونکہ میں محبت نام سے نا آشنا تھا پھر کیوں یہ دل بار بار اس کے نقشے اپنے اندر جمع کر رہا تھا خدا خدا کر کے چھٹی ہوئی تو میں جلدی جلدی اس گلی کی طرف بڑھ گیا جہاں ہمارا پہلا ملن ہوا تھا وہاں گیا تو دوسری طرف واقعی وہ بھی قریب ہی آ چکی تھی میں دیوار کے ساتھ لگ گیا جب وہ موڑ سے مڑی تو اس نے مجھے دیکھ لیا اور تیز تیز قدموں کے ساتھ چلنے لگی لیکن میں بھی ہمت نہیں ہارنے والا تھا میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا کچھ ہی فاصلے پر جا کر وہ رک گئی اور میری طرف غور سے دیکھنے لگی کچھ دیر خاموشی رہی پھر مجھ سے مخاطب ہوئی کیا چاہتے ہو تم آخر کیوں میرا پیچھا کرتے ہو آخر کیا بگاڑا ہے میں نے آپ کا تو میں

جلد ہی بول پڑا کیا کروں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں جیسے میں ازل سے تمہارے خواب دیکھ رہا ہوں تم میرے لیے ہی بنی ہو اتنی بات کر کے میں چپ ہو گیا پھر وہ کچھ سوچتی رہی اس نے مجھے کہا کہ بدھ کو میں آپ کو اس آپ کے سوال کا جواب دوں گی جب وہ چلی گئی میرے دل پر قیامت برپا ہو گئی بدھ میں ابھی چار دن باقی تھے جو قیامت سے کم نہیں تھے خدا کے فضل و کرم سے چار دن گزر گئے صبح میری خوشی یا بربادی کا دن تھا میں صبح سکول جلدی چلا گیا چھٹی پر جلد ہی اس اپنی جگہ پر چلا گیا کچھ دیر بعد وہ چلی آئی مجھ سے بات کیئے بغیر اک خط میری طرف پھینکا اور جلدی آگے بڑھ گئی میں نے کانپتے ہاتھوں سے خط کو اٹھایا اور جلدی گھر آ کر اپنے کمرے میں جار کا اور اندر کتابیں رکھ کر بیڈ پر بیٹھ کر خط پڑھنے لگا تحریر کچھ یوں تھی۔

ڈیئر عمران میں سمجھ چکی ہوں کہ آپ کیا چاہتے ہیں کہ تم مجھے اچھی لگتی ہو مجھے بھی تم اچھے لگتے ہو ان باتوں میں تم اقرار کر چکے ہو میں بھی اقرار کرتی ہوں کہ آپ مجھے اندھیری راہوں میں مت چھوڑنا میں مر جاؤں گی میں کسی اور کی ہوں تو خدا مجھے سزا دے آپ کی چاہتوں کی طلبگار شہزادی خط پڑھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی میں اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگا اب ہم نے میٹرک پاس کر لیا شہزادی بھی گھر پر پابند رہ گئی اور میں کار کی سکھلائی کرنے لگا تین مہینے کے بعد میں کار ڈرائیور بن گیا فون پر کبھی شہزادی سے بات کر لیتا اب ملنا ہمارے لیے مشکل بن گیا شام کو ابا جان کام سے فارغ ہو کر گھر آئے تو ان کی طبیعت خراب تھی رات کو سخت بخار ہو گیا میں جلد ڈاکٹر کو لے آیا اس نے مجھے علیحدہ ہو کر بتایا کہ تمہارے باپ کو یہ مرض ہے اس لیے بخار بھی ہے کسی وقت بھی دورہ پڑ سکتا ہے اور یہ خالق حقیقی سے جا ملیں لیکن کچھ دوائی دے گیا ڈاکٹر میرا چہرہ پھول کی طرح مرجھا گیا چند دن اسی طرح گزرے اور اک رات ابا جان کو دورہ پڑا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے خدا سے جا ملے میرے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی میں روتا رہا آخر باپ کو خاک سپرد کیا گیا اب میرے دل ٹوٹا ٹوٹا رہنے لگا اک دن شہزادی نے فون کیا کہ عمران مجھے ملو میں بازار میں چلا گیا وہ پہلے ہی منتظر تھی دعا سلام کے بعد اس نے شکوہ کیا کہ عمران تم ملنے نہیں آیا تو میں نے باپ والی ساری کہانی اسے سنا ڈالی اس نے بہت افسوس کیا اور مجھے دلاسہ دیتی رہی مجھ سے پوچھا کہ عمران کوئی نوکری ملی یا نہیں تو میں نے کہا کہ نہیں تو اس نے کہا کہ میرے باپ کا نام علی حسن ہے اس کو ڈرائیور کی ضرورت ہے تم ہمارے گھر چلے آنا اور میرے پاپا سے نوکری کی بات کر لینا اور تیرے میرے درمیان فاصلہ بھی ختم ہو جائے گا پھر ہم اپنے گھر چل پڑے دوسرے دن میں صبح اٹھا نماز پڑھی اور سیدھا علی حسن کے گھر چلا گیا دروازے پر بیل دی تو اندر سے میری محبوبہ شہزادی ہی نکلی وہ سمجھ گئی واپس اندر گئی اپنے باپ سے کہنے لگی کہ ابا جان کوئی آدمی آپ کو ملنے آیا ہے پھر علی حسن صاحب باہر آئے دعا سلام کے بعد نوکری کی بات کی تو علی حسن صاحب نے کہا مجھے کار ڈرائیور کی ضرورت ہے صبح آفس مجھے چھوڑ آنا اور شام کو لے آنا تنخواہ میں آپ کو پانچ ہزار دوں گا تو میں نے ہاں کر دی اس طرح شہزادی اور میں ہر روز ایک دوسرے سے ملتے رہے کیونکہ شہزادی کا کوئی بھائی نہیں تھا اک بہن تھی وہ بھی چھوٹی تھی ماں اس کی اچھی طبیعت کی مالک اور نیک تھی وقت اپنی رفتار سے گزرتا رہا اک دن شہزادی کے ساتھ اک سہیلی شاپنگ کے لیے بازار گئیں وہاں شہزادی کو اک نوجوان پسند آ گیا وہ بھی چیزیں خرید رہا تھا اس نوجوان نے کسی اور کو منہ دکھا کے اپنا فون نمبر سنایا تو شہزادی نے اپنے دل پر لکھ دیا ہمارے پیار کو اب چھ سال ہو چکے تھے شہزادی رفتہ رفتہ مجھ سے خفا ہونے لگی

جب میں کہتا وہ کہتی کہ ٹائم میرے پاس نہیں ہے کئی بار شہزادی مجھے لے کر ہوٹل جاتی اور خود اس لڑکے کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی اور مجھے جلاتی رہی آخر میں بھی انسان تھا اک دن میں نے شہزادی سے کہا کہ وہ لڑکا کون ہے جس سے تم کئی بار مل چکی ہو تو اس نے ہنس کر کہا کہ وہ ظفر صاحب ہے میں نے کہا کہ کوئی رشتہ دار ہے تو اس نے کہا کہ نہیں بس اتنا کہہ دیا میرے دل میں طوفان اٹھ گیا میں رونے لگا تو وہ ہنس پڑی جان من پیار میں ایسا ہوتا ہی ہے میں نے کہا کہ میں تمہاری نوکری چھوڑ رہا ہوں بس گھر جا کر علی حسن صاحب سے میں نے فون پر بات کی کہ میں پکی پکی آج چھٹی کر رہا ہوں آپ کے گھر سے اس نے کہا کہ بیٹا بات کیا ہے میں نے کہا کچھ نہیں انکل میری ماں گھر میں اکیلی ہوتی ہے اس لیے تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے جاتے وقت شہزادی کو میں نے کہا کہ میری محبت کی قدر اک دن تجھے ضرور یاد آئے گی پر اس وقت بہت آگے نکل چکا ہوگا اچھا رب راکھا میں شہر سے گھر آ گیا ماں نے پوچھا تو ٹال دیا کہ صاحب نے اب نوکر نہیں رکھنا ساری ساری رات میں روتا رہا جب میں سونے لگتا تو میری سیج مجھے کانٹوں کی معلوم ہوتی لیکن کچھ کر نہ سکا ادھر شہزادی کے گھر ظفر صاحب کا رشتہ آ گیا مگر علی حسن نے صاف انکار کر دیا کچھ دنوں بعد ظفر نے شہزادی کو اس کی مرضی سے اغواء کر لیا علی حسن نے ظفر کے خلاف قانونی کارروائی نہ کی اور صبر کیا اک سال کے بعد ظفر نے شہزادی کو چھوڑ دیا مار مار کر گھر سے نکال دیا لیکن بدن کی طرف سے بالکل خالی تھی شہزادی اپنے گھر آئی تو علی حسن بیٹی کو دیکھ کر اک دم دل پر دورہ پڑا اور خالق حقیقی سے جا ملے شہزادی کے لیے یہ داغ بدنامی کا تھا آٹھ دن کے بعد طلاق نامہ ظفر کی طرف سے شہزادی کو موصول ہوا شہزادی زور زور سے روتی رہی اور دیواروں سے سر مار کر پھاڑ لیا اب رونے کا فائدہ کیا کچھ دنوں بعد شہزادی اپنا منہ مرجھائے پھولوں کی طرح لے کر عمران کے گھر گئی عمران خدا کے لیے مجھے سہارا دو مجھے اپنی بانہوں میں لے لو میں مر جاؤں گی میری دنیا لٹ گئی ظفر بھی مجھے چھوڑ گیا اور مجھے طلاق بھی دے دی میں نادان تھی تمہاری پاکیزہ محبت کو نہ سمجھ سکی میں بھول گئی کہ میں کوٹھی کار میرے پاس آئے گی اور میں خوش رہوں گی ظفر بات بات پر مجھ سے لڑتا تھا کہتا تھا کہ دفعہ ہو جا اب میرا تم سے جی بھر گیا ہے میرے ہاں اولاد بھی نہ ہونے دی عمران میں گنہگار ہوں آپ کی میں شہزادی کی سب باتیں چپ چاپ سنتا رہا آخر تھک ہار کر جب وہ میرے پاؤں پر گر پڑی تو میرا دل بھی موم ہو گیا اک آدھا گھنٹہ کے لیے اب میں کچھ نہیں کر سکتا شہزادی تیرے لیے اب وقت بہت بیت چکا ہے کل میری شادی ہے جب یہ بات شہزادی نے سنی تو رونے لگی کہ عمران اب مجھے تیرا آسرا تھا وہ بھی ٹوٹ گیا میں نے شہزادی سے کہا اب رونے کا کوئی فائدہ نہیں بزرگوں کا قول ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے میری اتنی بات سننے کے بعد شہزادی ہارے ہوئے جواری کی طرح اپنے گھر کو چل پڑی۔

❁❁❁

حقدار

پڑوسن نے ایک خاتون کو بڑی نیک خواہشوں کے ساتھ اطلاع دی کہ اس کا شوہر ساحل سمندر پر سنہرے بالوں والی ایک لڑکی کے ساتھ ٹہل رہا ہے۔
اس خاتون نے جواب دیا مجھے معلوم ہے میرے شوہر کی تنخواہ دو ہزار روپے ماہوار ہے میں روزانہ دفتر جاتے وقت اس کو پانچ روپے دیتی ہوں بسوں کے کرائے اور سگریٹ پانی کے لیے۔
پچاس سال کی عمر میں اگر سنہرے بالوں والی ایک نوجوان لڑکی بغیر معاوضے کے اس کے ساتھ سیر کرنے کیلئے جا سکتی ہے تو میرا شوہر یقیناً اس تفریح کا حقدار ہے۔ (راشد لطیف صبر ے والا، ملتان)

انوکھا پیار

تحریر: زبیر حسن تنہا، میلسی

محترم جناب شہزادہ التمش صاحب!

السلام علیکم!آپ نے میری کہانی شائع کی "مجھے بھول جاؤ" بہت اچھا لگا لیکن اپنی انکھوں دیکھ نہ سکا اب اور ایک سچی کھانی زیر تحریر لائی ھے امید ھے جلد شائع کر دیں گے اس کھانی کا نام ھے "انوکھا پیار" امید ھے حوصلہ افزائی ہو گی۔ ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ھیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔ جس کا ادارہ ذمہ دار نہ ھو گا قارئین کی آراء کا شدت سے انتظار رہے گا آخر میں جواب عرض کیلئے دعا گو کہ اللہ تعالیٰ اس کو بہت ترقی دے امین۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

کہتے ہیں دوستی میں پیار میں اعتبار بہت ضروری ہے ایک چھوٹی سی غلط فہمی نے ان کو کتنا جدا رکھا، لیکن دل میں بہت ہی پیار تھا اب آگے کیا ہوگا وہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے جدائی کیسے ہوئی ان پر کیا گزرا آیئے اس میں پڑھتے ہیں۔

قارئین یہ ایک سچی کہانی ہے میرے دوست زاہد حسین کی آیئے اس کی آپ بیتی سنتے ہیں۔

انسان کا بچپن کتنا حسین اور اچھا گزرتا ہے کاش یہ لمحات کچھ عرصے اور رک جائے جیسے ہی بچپن کے دور پاؤں نکلا جوانی میں داخل ہوا تو غم میرے لیے ہی تھے ابھی میٹرک سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ پیار کا جادو چل گیا میں اپنے ماں باپ کی بہت ہی عزت کرتا ہوں نا چاہتے ہوئے بھی ان کو پریشانی اٹھانا پڑی مجھے پیار ہو گیا یہ کتنا آسان سا لفظ ہے لیکن جب انسان پیار کا مزہ چکھ لیتا ہے تو اس کی زندگی پھر ختم ہو کر رہ جاتی ہے مجھے کیسے پیار ہوا آیئے سنئے۔

میرے بھائی کی منگنی میرے گھر سے 25 کلو میٹر دور غیر برادری میں ہوئی میں دولہا کا چھوٹا بھائی ہونے کے ناطے خاصا پہچانا جا رہا تھا جب فنکشن ختم ہوا واپسی کی تیاری کی تو اچانک میری نظر ایک چاند سے چمکتا ہوا چہرہ خوبصورت آنکھیں کمرے کے دروازے سے چپک کر اداس سا کھڑا تھا میری نظر وہیں کی وہیں رک گئی نظر ہٹانے کو دل نہیں کر رہا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ موسم خوشگوار ہو گیا ہے ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے بس کیا بتاؤں جتنی بھی

تعریفیں کرو بہت کم ہیں بہت ہی خوبصورت تھی وہ تو ادھر کی ادھر ہی رہی میں تو واپس آ گیا لیکن دل وہاں چھوڑ آیا بس پھر کیا تھا راتوں کی نیند حرام دن کا سکون برباد پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا اس کا چہرہ تو آنکھ سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا میرے اپنے کام میں سنجیدگی ختم ہو گئی گھر والے میرے ان حالات سے بہت پریشان کہ پتہ نہیں لڑکے کو کیا ہو گیا ہے نہ ٹھیک طرح سے کھاتا پیتا ہے نہ کسی سے بولتا ہے بس چپ ہی ہو گیا ہے پتہ نہیں کیا وجہ ہے ہر وقت سوچوں میں گم رہتا ہے نا جانے اسے کونسی ایسی پریشانی لگ گئی ہے۔

گھر والے یہ سوچ رہے تھے اور ادھر میں پاگل میں نے دل سے پوچھا اے دل بتا یہ مجھے کیا ہو گیا ہے میں کیوں بے چین رہتا ہوں اس کا تصور بھیکرو تو دل کو اتنا سکون جیسے شدید گرمی میں ایک پیاسے کو ٹھنڈا پانی سکون دیتا ہے میرے کزن عامر، باسط، عتیق یہ میرے کزن ہی نہیں بلکہ اچھے دوست اور بھائی بھی تھے امی نے ان کو بتایا کہ بیٹے زاہد کو پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے دن بدن کمزور ہوتا جا رہا ہے اس سے پوچھو کیا ہو گیا ہے۔

ادھر دل نے آواز دی کہ اے پاگل تجھے پیار ہو گیا ہے تجھے محبت ہو گئی ہے۔ میں نے سوچا کیا یہی محبت ہوتی ہے اس میں تو واقعی انسان مر جاتا ہے بقول شاعر۔

ساری عمر ایک ہی شخص کو چاہتے رہنا
اگر یہی محبت ہے تو واللہ میری توبہ

میرے کزن نے جب پوچھا تو سب کچھ بتا دیا میرے کزن تو حیران ہو گئے کہ زاہد کو بھی پیار ہو سکتا ہے؟ وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے اور پھر وہ کہنے لگے کہ ہم بہت کوشش کریں گے کہ آپ کو آپ کا پیار مل جائے میرے کزن نے تو کچھ ٹینشن حل کر دی، اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح اس سے رابطہ کروں؟ اوہ یہ تو میں بھول ہی گیا کہ اس لڑکی کا نام کیا ہے بھول کیسے نہ جاتا مجھے خود کافی دیر بعد پتہ چلا اس کا نام خیر میں نے بھابی سے اس کے گھر کا نمبر لیا اور میسج کرنا شروع کر دیا کافی عرصہ کرتا رہا لیکن کوئی جواب نہ آیا ایک دن میں یونہی بیٹھا تھا کہ اچانک میسج آیا دوستی کرو گے؟ نمبر دیکھا بھابی کے گھر کا نمبر تھا اور نیچے اس کا نام لکھا تھا فرام ثانیہ میرے تو ہوش اڑ گئے بہت خوش ہوا میں نے دوستی کے لیے ہامی بھر لی پھر ہماری دوستی پکی ہو گئی ایک سال تک ہماری دوست ایک مثال رہی اسی دوران میں بہت خوش تھا گھر والے مجھے دیکھ کر وہ بھی بہت خوش تھے اور میرے کزنوں کی تو خوشی کی انتہا نہیں تھی۔

پھر اچانک میری خوشیوں کو کسی کی نظر لگ گئی وہ مجھ سے روٹھ گئی ثانیہ کیا روٹھی میرے لیے تو پوری دنیا ہی روٹھ گئی بغیر وجہ بتائے منہ موڑ لیا یہ بھی نہ سوچا میرا کیا حال ہو گا میں ادھر تڑپ رہا تھا وہ ادھر تڑپ رہی ہے اس کو یہ گلہ تھا کہ زاہد نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا اور ادھر مجھے گلہ تھا کہ ثانیہ نے کیوں بغیر وجہ کے رابطہ چھوڑا۔

حالانکہ ثانیہ دل کی بہت ہی اچھی تھی وہ اپنی ہر بات شیئر کرتی ہے اس کی منگنی اس کے ماموں کے بیٹے یاسین سے ہونی تھی لیکن وہ اسے پسند نہیں کرتی تھی کیونکہ وہ تھوڑا آوارہ سا تھا اور بھی بہت سی باتیں شیئر کرتی تھی ثانیہ۔

اس کا اچانک منہ موڑنا میرے لیے قیامت سے کم نہ تھا ایک دفعہ پھر مایوسی اور اداسی نے میرے دروازے پر دستک دی میرا بہت برا حال ہو گیا گھر والے بہت پریشان کہ اب پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے مجھے چھاتی میں درد ہونا شروع ہو گیا گھر والے تو بہت پریشان تھے کہ پتہ نہیں دل کا مسئلہ ہے یا کوئی اور؟ امی تو مصلے سے اٹھنے کا نام ہی نہ

لیتی تھی ہر وقت میرے ٹھیک ہونے کی دعا کرتی رہتی۔

ادھر ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ زاہد کو ڈپریشن کا مسئلہ ہے جس سے وہ چھوٹی سی بھی بات دل پر لے لیتا ہے یہ ابھی تو بیکولر پین ہے اگر بروقت کنٹرول نہ کیا جائے تو دل کا مسئلہ بن سکتا ہے جیسے ہی ڈاکٹر نے بات ختم کی ابو پھوٹ کے رونے لگے نا جانے کونسی ایسی کمی رہ گئی ہے ہمارے پیار میں اور ہمارے پالنے پوسنے میں؟

کچھ دنوں بعد میں ہسپتال سے گھر آ گیا میرے کزن نے ہر وقت مجھے خوش رکھنے کی ڈیوٹی سنبھال لی اور مجھے طرح طرح کی باتیں سنا کر خوش رکھنے کی کوشش کرتا بھابی کے میکے والے میری عیادت کرنے کو آئے وہ ابھی ادھر ہی تھے کہ اچانک ان کے موبائل کی رنگ آئی۔ ابو جلدی آؤ ثانیہ کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے اس کو بہت زیادہ بخار ہے اور روئے ہی جا رہی ہے میں اور میرا کزن عامر دوسرے کمرے میں سوئے ہوئے تھے ہمیں کچھ پتہ نہیں تھا جب اٹھے تو دیکھا کہ بھابی روئے جا رہی ہے میں نے فوراً پوچھا کہ بھابی کیا ہوا کیا بات ہے بتاؤ ناں فوراً یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے صرف تم اس کے ذمہ دار ہو وہ ابھی ہسپتال میں بے ہوش ہے کمرے میں اور میرا کزن عامر اور بھابی تھے۔

میں نے پوچھا آخر ہوا کیا ہے میرا کیا قصور ہے؟ تو بھابی بولی کہ ثانیہ کو بہت تیز بخار ہے وہ اب ہسپتال میں ہے پاگل ہو گئی ہے وہ یہ سب باتیں میرے اوپر قیامت کی طرح گزر رہی تھیں میں فوراً گھر سے باہر نکل پڑا عامر زاہد، زاہد کہتا میرے پیچھے دوڑ پڑا ابو امی کہنے لگے زاہد کیا ہوا کدھر جا رہے ہو ایک میں ہی تھا کہ سب سوالوں کے جواب دیئے بغیر جا رہا تھا راستے میں مسجد تھی داخل ہو گیا وضو کیا دو رکعت نفل ادا کیے اور اپنے اللہ تعالیٰ سے رو کر گڑگڑا کر ثانیہ کیلئے دعا کی عامر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا میں سجدہ کی حالت میں دعا مانگ رہا ہوں ادھر عامر نے جا کر کہا گھر کہ وہ نماز پڑھنے گیا ہے ابھی وہ یہی بول ہی رہا تھا کہ گھر کے نمبر پر کال آئی بھابی نے اوکے کی تو کچھ خوش ہو گئی بعد میں پتہ چلا کہ ثانیہ کو ہوش آ گیا ہے اور اب بخار بھی کم ہے اور اب بہت بہتر ہے عامر نے فوراً آ کر بتایا اٹھو میرے یار اللہ نے تیری دعا سن لی ہے ثانیہ ہوش میں آ گئی ہے اب وہ بہت بہتر ہے میں اور عامر ادھر مسجد میں ہی بیٹھ گئے سوچنے لگے کہ اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا ہے؟

میرے ذہن میں ایک بات آئی کہ میں نے ثانیہ سے ایک بات شیئر نہیں کی تھی وہ یہ تھی کہ میں نے بھابی کو اپنے اور ثانیہ کے بارے میں بتا دیا تھا اور یہ کہا ہمارا کچھ کرو ہمارا رشتہ کراؤ تو بھابی نے کہا کہ تم دونوں غلط کر رہے ہو یہ رشتہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد ہمارا رابطہ بھی ختم ہو گیا شاید بھابی نے جا کر اپنی بہن کو ڈانٹا ہو گا اور دوبارہ میسج کرنے پر منع کر دیا ہو گا میں یہ سوچ کر بہت پریشان ہو گیا عامر نے تسلی دی اور گھر لے آیا کچھ دنوں بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گئی اور عامر سے میرا رابطہ کم ہو گیا اور مجھے عامر کی شکل میں عمر مل گیا عامر سے رابطہ تھا لیکن کم عمر میرا آرمی کا دوست تھا رفتہ رفتہ ہم ایک اچھے دوست اور ہم راز بن گئے اور ادھر کبھی کبھی ثانیہ کے نمبر سے تھوڑی بہت چیٹ ہو جاتی یہ چیٹ ثانیہ سے بڑی اس کی بہن ندا کرتی تھی وہ مجھے ثانیہ کی حالت بتاتی رہتی تھی میرا اکثر ندا سے یہی سوال ہوتا کہ ثانیہ نے مجھے کیوں چھوڑا کوئی وجہ تو بتائے میرا کیا قصور ہے؟

ندا یہی کہتی کہ وہ اس معاملے میں نہیں بات کرنا چاہتی میں جب بھی اس سے بات کروں وہ

ناراض ہو جاتی ہے وہ جواب نہیں دیتی ادھر ندا جب یہ جواب سناتی تو میں بہت پریشان ہو جاتا میں پاگل آوارہ بن گیا شراب سگریٹ پینا میری عادت بن گئی ایک دفعہ تو زنا کے گناہ میں بھی شامل ہوا ایک مرتبہ میں شراب پی رہا تھا کہ عمر نے منع کیا۔ تو میں عمر سے لڑ پڑا بات اتنی بڑھ گئی کہ بات ہاتھا پائی پر آ گئی عمر ناراض ہو گیا اور اس کے یہ آخری الفاظ تھے تم ایک لڑکی کی خاطر مجھ سے لڑے؟ میں اور عمر دونوں اکٹھے چھٹی آئے ہوئے تھے اور اکثر ایسا ہی ہوتا تھا 15 کے بجائے میں 10 دن چھٹی گھر رہتا تھا باقی 5 دن عمر کے پاس اس دن میں اس کے گھر سے نکل آیا اور ساتھ ہی کمیٹی کے ایک پارک میں سو گیا میں اس وقت شراب کی حالت میں تھا۔ جب میں اٹھا تو میں بیڈ پر تھا اور پر کمبل اوڑھا ہوا تھا سامنے گھڑی سے ٹائم دیکھا تو دن کے 2 بج گئے تھے یہ عمر کا بیڈ روم تھا اتنے میں عمر آ گیا کہنے لگا اٹھ گئے ہو جناب شرمندہ ہونے کے سبب میں بول نہ سکا۔ منہ دھویا اور بیگ اٹھایا اور چل پڑا عمر روکتا رہا لیکن میں چپ چاپ چلتا رہا مجھے یہ آواز سنائی دے رہی تھی کہ جب تو نشے میں تھا تب تیری آواز ریکارڈ کی تو عجیب باتیں کر رہا تھا میرا دل صاف ہے یہ نہ سوچنا کہ عمر ناراض ہے اور ہاں میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں بہت زیادہ اور میں شرم کے مارے چلا جا رہا تھا بس پھر اس کے بعد عمر بھی چلا گیا میں نے اپنے آپ کو بہت لعن طعن کی پھر اس کے بعد سب کچھ چھوڑ دیا نمازی بن گیا۔

دن گزرتے گئے ایک دن ثانیہ کے نمبر سے میسج آیا وہ تو حقیقت میں ثانیہ ہی تھی میں نے اس سے روٹھنے کی وجہ پوچھی تو اس نے یہ کہا کہ تم نے بھابی کو بتایا ہمارے بارے بس اسی وجہ سے اور جو آپ کے میسج آتے تھے وہ ندا بن کر میں ہی کرتی تھی یاد ہے ایک دن ندا تو تم کہہ رہے تھے میری اس سے بات کراؤ تو آپ کو جواب ملا تھا کہ موبائل اس کے کمرے میں رکھتی ہوں وہ آپ کی کال ضرور پک کرے گی وہ میں ہی تھی کیونکہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی تھی اس لیے یہ بہانے کرتی رہی۔

میں نے کہا کہ اب سب کچھ بھول کر نئی زندگی کا آغاز کرتے ہیں کیا تم میرا ساتھ دو گی تو ثانیہ بولی ساتھ کیا میں جان بھی دے دوں گی لیکن اب تم ایسا کیا نہ تو خدا کی قسم میں مر جاؤں گی۔ ہم یہ جانتے بھی ہیں کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں مل سکتے ہم دونوں ایک نہیں ہو سکتے پھر بھی ہم ایک دوسرے سے جدا ہونے سے ڈرتے ہیں کہ پتہ نہیں کیا ہوگا؟ ثانیہ کو میں نے کہا کہ میں دنیا سے لڑوں گا کیا تم میرا ساتھ دو گی تو کہنے لگی زاہد کیسی بات کرتے ہو تمہارے لیے جان بھی حاضر ہے زندگی کے ہر موڑ پر میں تمہارے ساتھ ہوں ابھی تو ہمارے اوپر بہت سارے طوفان آئیں گے کسی کو حاصل کرنا آسان نہیں ہے میں اس سے بہت پیار کرتا ہوں میری یہ کوشش ہو گی کہ کسی کو رسوا بھی نہ کروں اور ثانیہ کو سب کی نیک دعاؤں کے ساتھ حاصل کر لوں اے اللہ ہماری مشکل آسان فرما آمین۔

❁❁❁

غزل

رفتہ رفتہ وقت سے مجبور ہوتا گیا
بہت پیار تھا تجھ سے اور تجھ سے ہی دور ہوتا گیا
میں نے التجا کی کہ تیرے بن وقت نہیں گزرتا
یہ سن کر تو بھی تھوڑا مغرور ہوتا گیا
کسی کی جدائی کو برداشت نہ کر پایا
میں بھی دل و دماغ سے لاشعور ہوتا گیا
تیری آنکھ میں نہ جانے کیسا ہنر تھا
جو میں پوری محفل میں مسرور ہوتا گیا
یہ کیسی محبت کہ مقدر کی رسوائی ہوئی
میں بے وفا اور وہ بے قصور ہوتا گیا

انڈ کھا پیار

بے لوث محبت

☑ ......تحریر: شعیب احمد شیرازی، اسلام آباد 0300-5128181

محترم شہزادہ التمش صاحب

السلام علیکم امید کرتا ہوں کہ آپ ٹھیک ہوں گے اب نئی کاوش لے کر آپ کی بزم میں حاضر ہوا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میری کاوش کو قارئین ضرور پسند کریں گے۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ھیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ھو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

خدا کا دیا ہوا میرے پاس سب کچھ تھا۔ کسی بھی چیز کی کمی نہیں تھی۔ سینکڑوں گاڑی نوکر چاکر فیکٹریاں ریسٹورنٹ۔ عالی شان بنگلے اور ہزاروں ایکڑ رقبہ میری ملکیت تھی۔

اس سب کے باوجود غرور اور تکبر میرے اندر نہیں سمایا تھا۔ میں بالکل سادہ رہتا میرے قریب کے لوگ بھی نہیں جانتے تھے کہ میں کیا ہوں۔ انہیں صرف اتنا پتہ تھا کہ میری ایک چھوٹی سی شاپ ہے۔ جسے میں چلاتا ہوں اور اپنا گذر بسر کر رہا ہوں۔

یہ سب کرنے کی وجہ میں چاہتا تھا کہ اگر کوئی مجھ سے پیار کرے تو اسی حالت میں مجھے قبول کرنا ہوگا۔ ورنہ روپے پیسے سے تو میں کچھ بھی حاصل کر سکتا ہوں۔ کتنے چہرے میں روز دیکھتا جو میرے من کو اچھے لگنے لگے تھے۔ مگر ان میں مجھے پیار تو نظر آیا ہی نہیں تھا۔ تو میں کیسے انہیں اپنے لیے منتخب کر لیتا۔ میرے اختیار میں یہ سب تھا۔ میں اگر چاہتا تو کسی کو بھی حاصل کر سکتا تھا مگر مجھے یہ نہیں کرنا تھا۔ بلکہ مجھے تلاش تھی اس شخص کی جو مجھے پانے کے جتن کرے۔ سچا پیار کرے مجھ سے، ٹوٹ کر چاہے مجھے۔

اسی کوشش میں میری زندگی کے چھبیس سال گزر گئے۔ اور گھنی دولت کے بیچ میں تنہا ہی رہا ایک حیرت سی میرے اندر بیدار ہی رہی۔ طلب زندہ رہی مگر کب تک۔ آخر کب تک میں اس امید پر بیٹھا رہتا۔ ایک دن اس خواہش نے پورا پورا ضرور ہونا تھا اور پھر۔

پہلی بار وہ میری شاپ پر ایپل لینے آئی تھی۔ میں فروٹ کی دکان سجا کر بیٹھا تھا۔ ریڈ کلر کی آلٹو گاڑی اس کی شان کے عین مطابق تھی۔ بکھری زلفیں کالا چشمہ جینز کی پینٹ فل ڈور قمیض گلے میں باریک سا سبز دوپٹہ اس کی پرسنیلٹی میں اضافہ کر رہے۔ جس ادا سے وہ چلتی ہوئی کاؤنٹر کے قریب پہنچی اس کے ہر قدم کی مجھے داد دینی پڑی۔

ملائم ہاتھ خم زلفیں ادائے نین یاقوتی ہونٹ
قتل باقی ہے اوزار تو سب پورے ہیں

ایپل ملے گا یہاں اس نے آتے ہی کہہ ڈالا بورڈ پر واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ یہاں پر فروٹ

دستیاب ہیں۔ شاید آپ کی نظر نہیں پڑی۔ میں نے حاضر جوابی سے کام لیا۔ ایک شرمندہ سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں کا زیور بن گئی۔ میرے کہنے کا مطلب تھا کہ ابھی ملے گا۔ اس نے اپنی شرمندگی چھپانا چاہی۔

ابھی کیا کبھی بھی ملے گا میں نے پھر شرارت سے کہہ ڈالا میرے لہجے کی شرارت کو بھانپتے ہوئے کافی فنی انسان لگتے ہو آپ اوئی جی بس باتیں کر لیتا ہوں فنی اپنے آپ لگ جاتی ہیں۔ یہ ڈائیلاگ آپ نے کہاں سے مارا۔ اس نے انگلی کا اشارا میری طرف کیا۔ بولو بولو میں ہونٹ بھینچ کر خود کو چھپانے لگا ہاں ہاں بولو اس کا اصرار بڑھنے لگا۔

کشے کمار سنگ از کنگ ناں میری چوری پکڑی گئی۔

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ہنسنے لگا۔ تو وہ بھی ہنسنے لگی تھی۔ یہ سب ایک غیر ارادی امر تھا کہ اتنی جلدی پہلی ہی ملاقات میں ہم اتنے فری ہو گئے تھے اور ایک دوسرے کو جان گئے تھے آپ سے مل کر اچھا لگا اس نے اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

اور مجھے ڈبل اچھا لگا میں اس سے دو قدم آگے تھا تب تک میں شاپر میں ایپل ڈال چکا تھا کیا چیز ہو یار تم بھی سریس بھی ہوتے ہو کیا اس نے بے دلی سے یہ بات کہہ ڈالی۔ او جی میں سریس ہی رہتا ہوں آپ میں ایسا کیا تھا کہ مجھے آپ سا ہونا پڑا میں نے اپنی سرسری سی حالت زار کا تذکرہ کیا۔

عاشق لگتے ہو اس نے ایک اور عجیب بات کہہ ڈالی تو آپ کو کیا لگتا ہے کہ ایک جاہل ایسی باتیں کر سکتا ہے میں نے اس کی بات کا بے تکا سا جواب دیا۔ او ہیلو۔ وہ سیدھی کھڑی ہو گئی عاشق کے مقابلے میں جاہل نہیں ہوتا جاہل کے مقابلے میں عالم ضرور ہوتا ہے۔ اب نے میرے بے تکے جواب کی تردید کی تو میں نے کب کہا کہ عاشق کے مقابلے میں جاہل ہوتا ہے۔

ابھی تو کہا تھا وہ فوراً بول پڑی کب کہا میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جتنے بھی عاشق ہوتے ہیں سب کے سب جاہل ہوتے ہیں دیکھو مسٹر سبزی والے ایسا آپ نے نہیں کہا۔

ہم دونوں ایسے لڑ رہے تھے جیسے یہ ہماری پہلی ملاقات نا ہو اس سے بیشتر ہم مل چکے ہیں اور ہم نے بہت سا وقت ساتھ میں بتایا ہے۔ ہاں میں نے ایسا نہیں کہا مگر مطلب یہی تھا گویا کہ میں اپنی بات اڑا تھا اور وہ اپنی ضد پر بھی۔ اور ضدی لوگ مجھے اچھے لگتے ہیں زندگی میں جن لوگوں سے میرا واسطہ پڑا وہ سب کے سب ضد کے اڑے تھے۔

نوید صاحب۔ جنہیں میں اپنا دوست کہتا ہوں۔ جس پر اڑ جائے تو بس اڑ ہی کر جاتے۔ لاکھ منانے کی کوشش کی جاتی مگر حضرت ایسے روٹھتے کہ اب دوسری مخلوق ہی انہیں آ کر منائے گی۔

شمائلہ صاحبہ۔ کہا جاتا ہے اگر بارش میں بھیگنے کا شوق ہو تو اولوں سے کیا ڈرنا اتنی ضدی لڑکی ہے کہ انہیں منانے کے لئے چوتھے آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔

خیر وقت آئے گا تو دیکھ لیں گے۔ ہم کیا فرماروا ں ٹھہرے ہم بھی تو کمال کے ضدی ہیں۔ زندگی کے چھبیس سال گزار دیئے۔ یہی سوچ لے کہ کوئی لڑکی خود آ کر ہم سے کہے گی۔ شیراز آئی لو یو کہے گی۔ اور جواب میں ہم لو یو ٹو بول دیں گے۔

اس نے شاپر ہاتھ میں تھاما اور پرس سے پیسے نکال کر کاؤنٹر پر ڈال دیئے۔ اپنا دایاں ہاتھ فری لیا اور ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے۔ ناں ٹو میٹ یو۔ گویا دوستی کا ہاتھ تھا جو خود میری طرف بڑھایا گیا۔ میں کیسے جانے دیتا۔ اپنے دائیں ہاتھ میں اس کے ڈالے ہوئے پیسے اٹھائے اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

ہاتھ جدا کرتے میں نے پیسے اس کے ہاتھ

میں چھوڑ دیئے۔ پیسے ہاتھ میں دیکھ کر یہ کہا۔ رکھ لو آج پہلی دفعہ آئی ہوں ناں۔ آئندہ ہم رکھ لیں گے میں نے ایسی بات کہہ ڈالی تھی کہ اسے مٹھی بھینچنی پڑی اور جس ادا سے وہ چل کر آئی تھی اسی ادا سے اپنی گاڑی تک پہنچی۔

برسوں کے بعد دیکھا اک شخص دلبر با سا۔

اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ اور بلند آواز سے آپ سے مل کر اچھا لگا۔ میں منہ پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارا کیا۔ پاگل ہو کوئی سن لے گا۔ میں نے اسے پاگل بول دیا تھا۔ شاید اس لئے اب ادالوا اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہوں۔ کسی کی کیا مجال جو مجھ پر انگلی اٹھائے۔ اچھا اب جاؤ بھی میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

یہ لڑکی مجھے مروائے گی۔ میں نے دل ہی دل میں کہا تب تک وہ جا چکی تھی میری آئیڈیل لڑکی نکلی وہ اچھی باتیں کرنا۔ بے خوف ہو کر جینا مذاق پن سنجیدہ رہنا۔ ہر ایک عنصر کی ایک اپنی جگہ تھی کسی اجنبی سے بے تکی باتیں کرنا شاعرانہ گفتگو عاشقانہ مزاج کی حامل شخصیت تھی وہ لڑکی میرے من کو بھا گئی زندگی میں پہلی بار مجھے کوئی ایسا ملا جس کے بارے میں میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ میرے اعتماد پر پورا اترے گا۔

جس جس ادا کا میں متلاشی تھا۔ وہ سب اس میں موجود تھی ضدی پن۔ انا پرستی۔ بے دلی بے دھڑک ہو کر جینا۔ ایسے لوگ مجھے اچھے لگتے ہیں۔ ضدی پن اور انا پرستی لڑکیوں میں اگر پایا جائے تو حسن کا درجہ لے لیتا ہے وہ جا چکی تھی مگر میں اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا کتنی جلدی ہم ایک دوسرے کو جان گئے تھے۔ کتنی باتیں ہو گئی تھیں ہمارے درمیان کتنے قریبی ہو گئے تھے ہم۔

سب کچھ مجھے اچھا لگنے لگا ایک لمحے کے لئے میں نے اس کے خیال کو جھٹکا اور شاپ میں موجو کسٹمر سے ڈیل کرنے لگا۔

گفتگو اچھی لگی ذوق نظر اچھا لگا
مدتوں کے بعد کوئی ہم سفر اچھا لگا
منزلوں کی بات چھوڑو کس نے پائی منزلیں
اک سفر اچھا لگا اک ہم سفر اچھا لگا

دوسرے دن میں ہاتھ میں شاپر تھامے روڈ پر سے گزر رہا تھا۔ کچھ فروٹ وغیرہ تھے ساتھ ہی ایک گھر میں پہنچانے تھے۔ آلارم کی آواز نے میرے قدم روک دیئے میں نے پلٹ کر دیکھا وہی تھی۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے بریک لگا دیئے۔ حالات کی مناسبت سے مجھے بھی رکنا پڑا ہیلو ہائے کے بعد۔ یہ اتنا سارا سامان کن مستحقین کے لئے لے جایا جا رہا ہے۔ اس نے شرارت سے یہ بات کہہ ڈالی اور گاڑی کا فرنٹ دروازہ میرے لئے کھول دیا۔

ایک مستحق تو میرے سامنے ہی ہے میں نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا وہ کھل کھلا کر ہنس دی اچھا سریس۔ بتاؤ یہ کہاں لے کر جا رہے ہو اس نے اپنی ہنسی پر قابو پایا۔

چند ایک گھروں میں سپلائی دینی ہوتی ہے۔ بس وہیں جا رہا تھا۔ اس نے گاڑی آگے بڑھا دی تھوڑا آگے نکل کر میں اسے رکنے کا اشارا کیا۔ اس نے بریک لگائے میں ابھی دے کر آتا ہوں جیسے ہی میں گاڑی سے نکلنے لگا۔ تو میں جاؤں اس نے عجیب طریقے سے اپنے ہونٹ گول کیے۔

میں نے کچھ سوچ کر اپنے دل سے پوچھ لیا۔ اگر اجازت دے تو چلی جانا ورنہ تو آنے میں میں دیر نہیں کروں گا۔ اتنا کہہ کر میں مطلوبہ فلیٹ میں انٹر ہو گیا۔

کچھ دیر میں واپس آیا تو وہ کھڑی تھی فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی تو کیا کہا آپ کے دل نے
آج محبت نے میرا بھرم توڑ دیا۔

دیکھ بھی رہے ہو اور پھر پوچھ بھی رہے ہو۔
ایسا کیوں کر رہے ہو۔ اس نے بے رخی سے کہا مطلب ہم اس قابل ٹھہرے کہ ہمارے لئے رکا جا سکتا ہے۔ ایک ترچھی سی نظر اس نے مجھ پر ڈالی میں شیشے کے پار دیکھ رہا تھا۔ اور اس نے گاڑی آگے بڑھا دی بنا پوچھے کہ میں نے ساتھ چلنا بھی ہے کہ نہیں۔

او ہیلو۔ کدھر۔ مجھے تو اتار دو کہاں لے کر جانا چاہتی ہو۔ میں اس کے ارادے کو بھانپتے ہوئے کہا آرام سے بیٹھے رہو۔ تم وہ واحد شخص ہو جس کے لئے آج میں نے پہلی بار ویٹ کیا ورنہ تو ہم دن میں کتنوں کو نظر انداز کر جاتے ہیں اس نے اپنی بے بسی ظاہر کی

زہے نصیب ہمارے۔ مگر اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اور میں کر بھی کیا سکتا ہوں میں نے بے فکری سے کہہ ڈالا۔

میری بات سن کر اس نے مجھے دیکھا ضرور مگر گاڑی چلتی رہی اور جناح سپر جا کر بریک لگائے وہ کوئی کولڈ ڈرنک سنٹر تھا شاید کچھ ٹھنڈا پلانے لائی تھی ہم گاڑی سے اتر کر ایک بڑے سے لان میں موجود کرسیوں پر آکر بیٹھ گئے۔ صاف ستھرا اور پرسکون ماحول۔ ہلکا میوزک ماحول کو اور خوشگوار بنا رہے تھے اس نے کولڈ ڈرنک کا آرڈر دیا اور مجھے گھورنے لگی۔ میں نے مینو اٹھا کر چہرے کے سامنے کر لیا اس نے وہ مینو مجھ سے جھپٹا سٹوپڈ شیراز یہ کیا کر رہے ہو۔

آپ جو نظروں کے تیر ہم پر برسا رہی ہیں۔ خود کو بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں پھر سے اسے ...انگیختہ کرنا چاہا۔ ہمیں تو سامنے والے میں وئی ...بات نظر نہیں آ رہی۔ تو ہم کیوں چلانے لگے تیر۔ ...سنبھال کر رکھو کہ اچھے موقعے پر کام آ ئیں۔ وہ اپنا انداز بے رخی چھوڑ کر میرے ساتھ مذاق میں شریک ہو گئی تھی۔

لگتا ہے جناب کا یہ پسندیدہ مشغلہ ہے اپنے تیروں سے دوسروں کو گھائل کرنا وہ جھٹ سے بول پڑی۔ نہیں جی مجھے کسی کو گھائل کرنے کی ضرورت نہیں اور نا ہی میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔

مگر مجھے تو آپ نے گھائل کیا ہے میں نے عجلت میں کہا تب تک کولڈ ڈرنک آ چکی تھی یہ سن کر وہ ہنسنے لگی۔ شیراز تم بھی ناں۔ اس نے معصومیت سے کہا اور یہ آپ نے شیراز شیراز کیا لگا رکھی ہے۔ آپ کو کیسے پتہ کہ میرا نام شیراز ہے جب کہ میں نے بتایا بھی نہیں۔

اس کی آنکھوں میں شرارت امنڈ آئی وہ بورڈ پر دیکھا تھا اس نے وجہ بتلائی ہاں بورڈ پر آپ کو نام تو نظر آ گیا مگر اپیل لکھا ہوا نظر نہیں آیا تھا۔ میں نے اس کو سابقہ غلطی پر سرزنش کی۔

اچھا چھوڑو۔ یہ بتاؤ کب سے یہ کام کر رہے ہو۔ اس نے بات کا موضوع بدلہ۔ تقریباً دو سال سے میں نے بتایا۔ کتنا کما لیتے ہو۔ پچاس ساٹھ ہزار روپے گذارا ہو جاتا ہے اتنی رقم سے شکر ہے اللہ کا وہ پوچھتی گئی اور میں جواب دیتا گیا۔

آخری سوال کبھی کسی سے پیار کیا ہے یا فردٹ ہی بیچتے ہو۔ کچھ سوچ کر دیکھو آپ میرے کام کا مذاق اڑا رہی ہیں اور رہی بات پیار کی جب بھی کسی لڑکی سے پیار ہوا کسی پھل کا ریٹ بڑھ جاتا ہے اور وہ پیار اس ریٹ میں گم ہو جاتا ہے۔ وہ ہنسنے لگی۔ شیراز اس نے نام کو لمبا کیا سریس بتاؤ ناں کبھی کسی لڑکی سے پیار کیا مجھے سریس ہونا پڑا۔ کبھی کوئی ملی ہی نہیں جو میرے معیار پر پوری اترنے والی ہو۔ اوہ نو

تو کیا پورے پاکستان میں کوئی ایک لڑکی بھی آپ کو پسند نہیں آئی اچھا تو جو آپ کی پسند ہے وہ لڑکی کیسی ہو گی کیا خوبیاں ہونی چاہیے اس میں وہ

مجھے نظریں اٹھا کر دیکھ رہی تھی ایک بات بولوں اگر آپ کو برا نا لگے تو میں نے اس سے کہا۔ ایک کیوں دو بولو۔ اس نے میری نقل اتاری میں اپنی انگلی کا اشارا اس کی طرف کیا وہ اپنے پیچھے دیکھنے لگی۔ او ہیلو پیچھے نہیں آگے دیکھو اس نے آگے دیکھا میری انگلی کا اشارا پا کر پھر سے اپنے پیچھے دیکھنے لگی۔ یار تم بھی ناں۔ میرے سامنے تو تم بیٹھی ہے مجھے خود سے کہنا پڑ گیا۔

یو ایڈیٹ اس نے ہنستے ہوئے کہا ایڈیٹ کیوں۔ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ وہ لڑکی تم ہی ہو میرا مطلب تو یہ ہے کہ وہ تمہاری جیسی ہو۔

تب تک ہم کولڈ ڈرنک ختم کر چکے تھے اس نے پیسے مینو میں رکھے اور ہم اٹھ کر چل دیئے ہم گاڑی تک پہنچ گئے۔ میں نے اونچی آواز سے کہا سرکار اپنا نام تو بتا دیجئے ہمیں۔

یہ کام ہم سے نہیں ہوگا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ خود پتا لگالو تو اچھا ہے۔ اوہ یہ بات ہے۔ میں گہری سوچ میں ڈوب کر کہا پھر ٹھیک ہے کل ہم آپ کو آپ نہیں بلکہ نام لے کر بلائیں گے آئی شور اس نے تعجب سے کہا یس یو شور۔ او کے پھر دیکھتے ہیں کہ آپ کتنے پانی میں ہو۔ اتنا کہہ کر اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

کچھ ہی دیر میں میری شاپ آ گئی۔ میں گڈ بائے بول کر گاڑی سے باہر نکلا۔ اور اپنی شاپ کی طرف بڑھ گیا۔ مگر اس کی آواز سی یو اگین اور ٹیک میرے قدم روک دیئے میں پلٹ کر دیکھا وہ ہنستے ہوئے گاڑی بیک کر رہی تھی۔ اور ہاتھ ہلاتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

پگلی میں نے ہولے سے کہا عجیب لڑکی ہے صرف دو ملاقاتوں میں ہم کتنے آگے نکل آئے تھے۔ کتنی باتیں ہو گئی تھیں ہمارے درمیان ہم ایک دوسرے سے کتنے فری ہو گئے تھے کافی دیر میں اسی کے بارے میں سوچنے لگا۔ کہ میرے موبائل کی رنگ ٹون بجنے لگی نمبر دیکھا تو میری سیکرٹری شمائلہ ناز تھی میں نے کال ریسیو کی۔ ہیلو سر۔ آگے سے آواز آئی جی بولو۔ سر آج شام چار بجے ہیڈ آفس میں آپ کی میٹنگ ہے اور آپ کا آنا بہت ضروری ہے۔

او کے۔ چار بجے میری گاڑی مجھے لینے آ جائے ڈرائیور کو بول دینا اتنا کہہ کر میں نے کال ڈس کنیکٹ کر دی۔ میری زندگی کا اہم سلسلہ۔ میں نے خود کو دنیا کی نظروں سے چھپا کر رکھا کوئی بھی نہیں جانتا میں کیا ہوں سادے سے لباس میں رہتا ہوں سادہ اور غریب لوگ مجھے اچھے لگتے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا مجھے اچھا لگتا ہے میں نہیں چاہتا کہ میری دولت کو دیکھ کر کوئی احساس کمتری کا شکار ہو اسی وجہ سے میں نے یہ روپ اپنایا ہے۔

میں اپنی کمپنی کے اسٹنٹ ورکر جمشید کا نمبر ڈائل کیا۔ اس نے کال ریسیو کی جی سر آگے سے آواز آئی جمشید سنو۔ آئی۔ سی۔ ٹی۔ ریڈ ڈبلیو۔ ایٹ فور تھری یہ جس گاڑی کا نمبر ہے۔ پتہ کرو یہ گاڑی کس کے نام ہے۔ اور اس کی مکمل فیملی کا بائیو ڈیٹا میں نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ او کے سر۔ ابھی پتہ کرتا ہوں۔ میں نے کال ڈس کنیکٹ کر دی اور شاپ پر آ کر کسٹمر سے ڈیل کرنے لگا۔

ساڑھے تین بج چکے تھے ڈرائیور کی کال آ گئی سر آپ کے حکم کے مطابق میں مین روڈ پر کھڑا ہوں میں نے ہی اسے منع کیا تھا کہ گاڑی لے کر کبھی شاپ پر نا آئے۔ دوکانداری ملازم کے حوالے کی اور خود روڈ کی طرف بڑھ گیا۔ ایک شاندار گاڑی کو اپنا منتظر پایا۔ کہا جا سکتا ہے کہ روڈ پر چلنے والی گاڑیوں میں کوئی ایک گاڑی بھی اس کے مقابلے کی نہیں تھی۔

ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود تھی ایک مکمل

بیڈ روم تھی ڈرائیور نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا میں جلدی سے گاڑی میں بیٹھا اور ہیڈ آفس میٹنگ ارینج کے لیے روانہ ہو گیا۔

ہم نے سوکھی ہوئی شاخوں پہ لہو چھڑکا تھا
پھول اگر اب بھی نا کھلتے تو قیامت ہوتی

میں اپنی شاپ کے سامنے شہتوت کے درخت سے ٹیک لگائے کرسی پر بیٹھا تھا۔ وہ اپنی گاڑی میں آتی دکھائی دی۔ میں نے خود کی آنکھیں بند کر لی اور یہ ظاہر کرنے لگا کہ مجھے اس کی خبر نہیں ہے وہ پاس پہنچ کر آلارم بجانے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ ماحول کے سکوت کو برباد کرتی مجھے آنکھیں کھولنی پڑی اور دھیرے سے مسکرا دیا۔ یار تجھے کوئی اور جگہ نہیں ملتی سونے کے لئے اس نے گاڑی ہی میں سے آواز لگائی۔ میں نے اپنے اردگرد نظر ڈالی۔ کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ اور اسے خاموش رہنے کا اشارا کیا مگر وہ چل آ گاڑی میں بیٹھ مجھے کچھ سوچنا پڑا۔ کیا سوچتا ہے چل آناں میرا ارادہ نہیں تھا مگر میں اس پگلی کا اعتماد نہیں توڑنا چاہتا تھا۔ کرسی سے اٹھ کر گاڑی میں آ بیٹھا۔ اس نے گاڑی بیک کی اور روز کی طرح تیزی سے روڈ کی طرف بڑھنے لگی مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں لے کر جائے گی۔ اس کے ساتھ گھومنا اس کے ساتھ بیٹھنا مجھے اچھا لگتا تھا بس چپ چاپ بیٹھا اس کی ڈرائیونگ دیکھتا رہا۔

گاڑی اچھی ڈرائیو کر لیتی ہیں آپ میں نے خاموشی توڑتے ہوئے کہا۔ اور آپ اس نے جھٹ سے کہہ ڈالا ہمارے نصیب میں گاڑی کہاں۔ سائیکل اچھی چلا لیتا ہوں میں نے شرارت سے کہا۔

اب آپ نصیب کے اتنے برے بھی نہیں رہے اس کا اشارا جس طرف بھی تھا کچھ حد تک میں سمجھ گیا تھا اور یہ گاڑی کس کی ہے اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا آپ کی اور کس کی ہو سکتی ہے میں نے جواب دیا وہ طیش میں آ گئی۔

اور اگر میں کہوں کہ یہ آپ کی گاڑی ہے اس نے عجیب بات کہہ ڈالی تھی میں نے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی میری کیوں ہونے لگی۔ تھوڑا غصے میں آ کر بس میں نے کہہ دیا آج سے یہ تمہاری گاڑی ہے اور کچھ سوچ کر گاڑی سائیڈ پر روک دی گاڑی بند کی اور چابی نکال کر میری طرف اچھال دی۔

خود گاڑی سے نکل کر روڈ کراس کرنے لگی میں جلدی سے گاڑی سے باہر نکلا اتنے میں سنگل روڈ کراس کر چکی تھی شاید کسی سے لفٹ مانگ کر واپسی کا ارادہ تھا۔

او ہیلو۔ بات تو سنئے میں نے آواز لگائی گاڑی میری ہی ہے میں مذاق کر رہا تھا شیراز اسی طرح کا مذاق مجھے پسند نہیں اب تم جانو تمہاری گاڑی جانے میں بھی جلدی سے روڈ کراس کیا۔ اور اس کے پاس پہنچ گیا۔

جاتے ہی اس کا بازو پکڑا وہ دوسری طرف منہ کر کے کھڑی ہو گئی شاید خفا ہو گئی تھی او ہیلو جی بات تو سنئے یہ تم کیا کرنے لگی ہو اور کہاں جانا ہے واپس ٹیکسی کا ویٹ کر رہی ہوں اس نے موڈ میں آ کر کہا۔ دیکھو جی۔ میں ڈرائیور بن جاتا ہوں ۔ وہ میری ٹیکسی کھڑی ہے جہاں آپ کو جانا ہے میں چھوڑ دوں گا۔ وہ خاموش ہی رہی۔ میں نے اس کے دونوں شولڈر اپنی طرف کیے اور اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا اس نے نظریں جھکا لیں۔ میرا رویہ اس پر سخت گراں گذر را تھا۔

آؤ تمہیں ایک سرپرائز دیتا ہوں آؤ ناں۔ آؤ چلو جلدی آؤ میں نے اصرار کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روڈ کے پار لے آیا۔

چابی اس کے ہاتھ میں دی اسے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھایا اور خود اس کے ساتھ فرنٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک تیکھی سی نظر مجھ پر ڈالی اب چلئے

جی میں نے اس سے کہا اس نے سلپ مارا اور گاڑی آگے بڑھا دی تھوڑا چلنے کے بعد۔

ہاں تو تم کوئی سرپرائز دینے والے تھے اس نے مجھے یاد دلایا او ہاں مگر ابھی نہیں پہلے کہیں چل کر بیٹھتے ہیں پھر بتاؤں گا۔ اس نے گاڑی راول ٹاؤن کی طرف موڑ دی۔ اور ٹاؤن پارک میں جا کر گاڑی پارکنگ میں کھڑی کی ہم دونوں گاڑی سے نکل کر دور ایک تنہا بینچ پر آ کر بیٹھ گئے۔

ہاں اب بولو۔ اس نے دوبارہ مجھے یاد دلایا اس سے پہلے کہ میں کچھ بولتا میں نے ایک کاغذ کا ورق نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ جس پر اس کا نام۔ ولدیت۔ یہاں تک کہ ان کی گاڑیوں کے نمبر ان کے فون نمبر گھر کا ایڈریس اور ان سب کے آئی ڈی کارڈ نمبر لکھے ہوئے تھے۔

جیسے جیسے وہ پڑھتی گئی اس کی حیرانگی میں اضافہ ہوتا گیا کبھی وہ ورق کو اور کبھی مجھے دیکھنے لگ جاتی اور میں بے فکر سا ہو کر فضاؤں میں گھور رہا تھا کہ اس کی آواز سنائی دی۔

اوے یہ سب کیا ہے اس نے حیرانگی سے پوچھا کیوں۔ کیا کچھ غلط لکھا ہے اس میں الٹا میں نے سوال کر ڈالا۔

نہیں یار کچھ بھی غلط نہیں ہے مگر اتنی انفارمیشن تو مجھے بھی نہیں تھی۔ تم نے یہ کہاں سے نکلوائی وہ اپنی حیرانگی دور کرنا چاہتی تھی تمہیں لگا کہ شاید غریب لوگ کسی کام کے نہیں ہوتے

ہم غریب لوگ ہیں پر دل کی سلطنت سستی بھی بیچ دیتے ہیں بازار دیکھ کر

اوے۔ یہ شاعری چھوڑ بتا ناں۔ تم نے یہ سب کیسے کیا۔ اس نے معصومیت سے کہا۔ اب بس بھی کرناں جاناں۔ میرے منہ سے نکل گیا۔ کیا کہا پھر سے کہنا۔ اس نے فوراً مجھے دھر لیا۔ میں نے کہا۔ اب جانے بھی دو۔ تمہیں اندازہ ہو گیا کہ میں کتنے پانی میں ہوں ویری نائس۔ تم واقعی میں مجھے کوئی اور ہی بلا لگتے ہو۔

اتنا کہہ کر اس نے وہ رقعہ نیچے رکھا اور میری آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ ایک بار پھر مجھے شاعری کا سہارا لینا پڑا۔

ہم تو حروف تہجی بھی نہیں پڑھ سکتے اور تمہاری آنکھیں ہیں ریاضی کے سوالوں جیسی۔

تو جناب جی شاعری بھی فرما لیتے ہیں اس نے مسکرا کر کہا۔ مگر تم میری آنکھوں میں کیا دیکھ رہی ہو دیکھ رہی ہوں کہ تمہاری آنکھوں میں کہیں پیار ویار بھی ہے کہ نہیں۔

ہم نے کبھی آنکھوں سے پیار نہیں کیا۔ کسی بھی حسین منظر کا طواف کرنے لگتیں ہیں۔ ہم تو دل سے پیار کرتے ہیں۔ تاکہ ہماری یہ بات سچی ثابت ہو۔

کب نکلتا ہے کوئی دل میں اتر جانے کے بعد اس گلی کے دوسری جانب کوئی رستہ نہیں

اب آپ کے دل میں کون جھانک کر دیکھے۔

یہ کام ہم سے تو ہو گا نہیں۔ اس نے تکلف سے کہا تو پھر ساری زندگی پیار تلاش ہی کرتی رہنا۔ میں نے تنبیہا کہا۔ وہ خاموش ہو گئی۔

میں اس کے چہرے کے تاثرات پڑھنے لگا۔ شاید وہ کچھ کہنا اور ہنسنا چاہتی تھی۔ لڑکیاں بھی کتنی عجیب ہوتی ہیں۔ خود سے کوشش نہیں کرتی۔ بلکہ ان کی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ کوئی ان سے محبت کا اظہار کر دے۔

مگر وہ ایسی نہیں تھی جو بات اس کے دل میں آئی وہ کہہ ڈالی۔ شیراز میں نے کچھ کہنا ہے تو میں نے کب روکا ہے آپ کہ۔ کہو جی کہو۔ جو نہیں کہنا وہ بھی کہو۔ یار یہ آپ واپ کی رٹ تو چھوڑ دو آپ۔ وہ مجھے آپ کہنے سے منع کر رہی تھی۔ مگر آخر میں آپ کہہ گئی۔

یہ ابھی تم نے کیا کہا تھا۔ وہ سمجھ گئی۔ سوری یار

غلطی سے نکل گیا یہ ٹھیک رہے گا آپ کے منہ سے غلطی سے نکل گیا۔ اور ہمارے منہ سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ وری گڈ۔ میں نے سرزنش کی۔ بولا ناں۔ سوری یار۔ اچھا اب سریس ہو کر سنو۔ میں اس کے سامنے جھک کر ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

شیراز میں نے اپنی زندگی کے یہ بیس سال ایسے ہی گذار دیئے کہ کبھی کسی کو لائیک نہیں کیا۔ کبھی زندگی میں کوئی اچھا ہی نہیں لگا۔ بہت سارے لوگ ملتے رہے۔ ان سے سامنا ہوا۔ مگر کسی ایک میں بھی وہ بات نہیں ملی جس کی مجھے تلاش تھی۔ بڑے امیر کبیر لوگوں سے سامنا ہوا۔ خوبصورت ہینڈسم لوگ بھی ملے۔

ان سے چار باتیں بھی کی۔ مگر ان کی باتوں میں ٹمیسٹ نہیں تھا۔ وہ سب کے سب ادھورے سے لوگ تھے۔ وہ خاموش ہو گئی اور کچھ سوچنے لگی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔

تم سے مل کر مجھے ایسا لگا کہ تم ایک کامل انسان ہو۔ تم غریب ضرور ہو مگر تمہارا دل بہت بڑا ہے۔ تم باتیں اچھی کر لیتے ہو۔ تمہارے سب کام ہی نرالے ہیں۔ تمہاری صورت میں مجھے کچھ بھی نظر نہیں آتا مگر جب تم بات کرتے ہو تو اچھا سا لگتا ہے۔

تم وہ واحد شخص ہو۔ جس کے لئے میں نے خود کو فری کیا۔ میں تمہارا انتظار کر سکتی ہوں سارا سارا دن تمہارے ساتھ گذار سکتی ہوں۔

میں جب جب تمہارے ساتھ رہتی ہوں۔ مجھے دنیا رنگین دکھائی دیتی ہے۔ میری زندگی مجھے بہاروں جیسی لگنے لگتی ہے۔ وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی۔ اور سچ سنو۔ تمہیں دیکھنے کے لئے تم سے باتیں کرنے کو میرا دل مچلنے لگتا ہے۔ تم خود ہی بتاؤ۔ ہمارے درمیان جو یہ رشتہ قائم ہوا ہے تم اسے کیا نام دوگے۔ اور میری طرف دیکھنے لگی۔

اسے پتہ تھا کہ میں اتنی لمبی تفصیل کو مذاق میں کنورٹ کر دوں گا۔ اس لئے خود بول پڑی جب میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے تو میرے دل نے پکار پکار کر کہا کہ میں شیراز سے محبت کرنے لگی ہوں۔

اتنا کہہ کر کہ وہ میری طرف سے ملنے والے رسپانس کا ویٹ کرنے لگی۔ میں کچھ دیر خاموش رہا۔ اور اسے مزید پریشان کرنے کے لئے۔

صائمہ جی۔ تم یہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ تمہیں مجھ سے پیار ہو گیا ہے۔ مجھے تو تم پاگل لگتی ہو بھلا ایسے کیسے کسی اجنبی سے پیار ہو سکتا ہے۔ سنبھالو اپنے دل کو پتہ نہیں کیا پٹی پڑھائی ہے اس نے تمہیں یہ پاگل پاگل سی باتیں میں دوبارہ نا سنوں۔ اور نا ہی میں تم سے پیار کرتا ہوں۔

میں نے تو صرف تم سے دوستی کی تھی۔ اور اگر کہتی ہو تو وہ بھی آج کے بعد ختم اتنا کہہ کر میں اس کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ مگر میں اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ بجھ سا گیا تھا۔ مایوسی چھا گئی۔ وہ تھک سی گئی تھی۔

جہاں اس کے چہرے پر خوشیاں ناچ رہی تھی۔ وہاں وہ اداس سا چہرہ لئے اٹھ کھڑی ہوئی میں نے نوٹ کیا کہ اٹھتے وقت اسے ایک چکر سا آیا تھا۔

وہ تھکے ہوئے قدموں کے ساتھ گاڑی تک پہنچی میں اس کی حالت زار سے بے فکر سا بیٹھا رہا وہ گاڑی میں بیٹھی اور ڈرائیونگ کرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا۔ اس کے ہاتھ پیر کانپنے لگے تھے۔

اس دوران اس سے کچھ مس ہینڈلنگ بھی ہوئی۔ وہ گہرے صدمے میں ڈوبی خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ میری مارکیٹ کے قریب اس نے مجھے ڈراپ کیا اور خود تیزی سے آگے بڑھ گئی میں

حسرت سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔
میں نے اس کا دل توڑ کر ٹھیک نہیں کیا تھا۔ کتنی امیدیں لگائے بیٹھی تھی وہ معصوم سی لڑکی کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ شاید وہ اندر سے ٹوٹ چکی تھی۔
خیر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھے تو ایک مذاق سوجھی تھی۔ میرے انکار کرنے پر اس کی یہ کیفیت مجھے بہت خوشی ہوئی کہ دنیا میں کوئی ہم سے کتنا پیار کرتا ہے۔ اور اسی خوشی میں ڈوبا میں اپنی مارکیٹ کی طرف بڑھ گیا۔
ان کی آنکھوں میں آنسو تھے ہماری خاطر
بس وہی ایک لمحہ ہمیں زندگی سے بھی پیارا لگا
آجا کہ انتظار نظم ہیں کہیں سے ہم
مایوس ہونا جائیں کہیں زندگی سے ہم
دو دن گذر چکے تھے۔ ان دو دنوں میں وہ نہیں آئی تھی۔ پتہ نہیں کس حال میں ہوگی۔ کیا کر رہی ہو گی۔ میں جو خود کو ضبط کا پہاڑ سمجھ رہا تھا۔ میرا دل بھی پگھلنے لگا تھا۔ شاید میں نے اس کے ساتھ کچھ ٹھیک نہیں کیا۔ اس کی امید توڑی تھی۔ اسے امتحان میں ڈال دیا تھا میں تھوڑا ظالم نکلا تھا۔
مگر میری سوچ کے مطابق ابھی میں نے بہت ساتڑپانا تھا اسے ایسا کرنے سے مجھے لگتا تھا کہ میری محبت امر ہو جائے گی۔
میں شہتوت کے درخت تلے کرسی پر بیٹھا اسی کے خیالوں میں گم تھا کہ وہ مجھے اپنی گاڑی میں آتی دکھائی دی۔ سیدھا میرے پاس آ کر اس نے بریک لگا دیئے۔ میں اس کے چہرے کی اداسی نوٹ کرنے لگا۔
ان دو دنوں میں وہ کافی مرجھا سی گئی تھی۔ کھلتے گلاب جیسے چہرے پر خزاں رقص کرنے لگی تھیں۔ وہ عادتاً مجھے دیکھ رہی تھی۔ گفتار کی طاقت تو میں نے سلب کر لی تھی۔ مجھے خود ہی اس کی گاڑی میں بیٹھنا پڑا۔ کہ وہ نہیں بولے گی۔

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور چل پڑی۔
آبادی سے دور نکل کر اس نے روڈ کنارے بریک لگا دیئے اور تھکے سے وجود کے ساتھ سیٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اور سر گھما کر مجھے دیکھنے لگی۔
میں جو اس کی پرپوزنگ پر انکار کر بیٹھا تھا۔ کیسے اس سے نظریں ملاتا۔ اس لئے شیشے سے پار ہی دیکھتا رہا۔
شیراز اس کی آواز مجھے ایسے سنائی دی جیسے وہ کنویں سے بول رہی ہے۔ گہرائی میں ڈوبی لرزتی آواز۔ میں نے چہرہ گھما کر اسے دیکھا اس کی آنکھوں میں آس اور امید کے دیئے جل رہے تھے۔ مگر کچھ بھی کہنے سے پہلے وہ رو دی اس کی سسکیوں میں ڈوبی آواز میں سنتا رہا۔
میں دلاسہ دینے سے بھی قاصر تھا۔ میں اس وقت دنیا کا سب سے ظالم انسان بن بیٹھا تھا۔ وہ اپنی محبت پانے کے لئے اشکوں کی قربانی دے رہی تھی۔ وہ سارے کے سارے اشک میرے لئے انمول تھے۔
مگر کیا کرتا ایک امتحان تھا محبت کا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ محبت میں کس قدر ٹوٹا جاتا ہے۔ کس قدر بکھرا جاتا ہے۔ جب سسکیوں سے رونا اس کے بس سے باہر ہوا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے کچھ سوچ کر۔ اے صائمہ۔ یہ کیا ہوا تجھے۔ کیوں روتی ہو۔ اپنے دونوں ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھے۔ اور تھوڑا قریب ہو کر اس کے اشک صاف کرنے لگا۔
جب درد کو چھپانا اس کے بس سے باہر ہوا تو وہ میری گود میں آ گری۔ اور کسی بچے کی مانند رونے لگی کتنی ہی دیر وہ میری آغوش میں پڑی رہی۔ میرا دامن اس کے اشکوں سے تر ہو چکا تھا۔
مجھے اس پر ترس آنے لگا۔ خوامخواہ میں اسے پریشان کر رہا تھا۔ اس طرح کے امتحان میں تو وہ

اپنی جان دے دے گی۔

بس بہت ہو گیا امتحان۔ میں نے اسے چپ کرایا۔ اسے دلاسہ دیا۔ اس کا چہرہ صاف کیا۔ اس کے بال سنوارے۔ اور اسے گاڑی سے باہر لے آیا۔ ہم دونوں سامنے ہی پڑے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔

میں نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ صائمہ تم پاگل ہو بالکل پاگل۔ وہ کافی سنبھل گئی تھی۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ مگر خاموش ہی رہی۔ میں نے یہ سب تمہارے ساتھ مذاق کیا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو۔ اور اس کے قریب سے اٹھ کھڑا ہوا۔

کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کاری ایکشن سخت ہو گا۔ اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی غصے میں آ کر مجھے دیکھنے لگی۔ مگر تم نے اپنی یہ کیا حالت بنالی ہے۔ وہ شرمندہ سی نیچے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے کی رنگت لوٹ کر آنے لگی تھی۔ اور شاید گفتار بھی۔

اگر ہم ٹھکرائے جائیں گے تو ہم ایسا ہی کریں گے۔ اس نے سب باتوں کا ایک جواب دیا اور اپنا رخ میری طرف سے پھیر لیا۔ اپنی آنکھیں بند کی اور کچھ سوچنے لگی۔

مجھے شرارت سوجھی میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہونٹوں پر کس کر ڈالی۔ اس نے حیرت سے اپنی آنکھیں کھول دی۔ کس تم نے کیا۔ میں ہونٹ بھینچ کر ہنسنے لگا۔ نہیں جنگل سے ایک بندر آیا تھا۔ شاید وہ کر گیا ہے۔ مجھے تو وہ بندر میرے سامنے ہی بیٹھا ہوا لگتا ہے اس نے منہ بنا کر کہا۔

اور ... بندر سے تمہیں پیار ہو گیا ہے۔

... میں نے اس کی ناک پکڑ کر کہا۔ اور جلدی سے گاڑی میں آ بیٹھا۔ وہ بھی اتراتی ہوئی چل کر ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔ اس کی اداسی کافور ہو گئی تھی۔ مگر ایک بات جس کا اسے ابھی بھی انتظار تھا۔ وہ سننا چاہتی تھی کہ میں بھی اسے پیار کرتا ہوں۔

کچھ دیر ہم من ہی من میں ہنستے رہے۔ ہم دونوں ہی سریس ہوئے۔ میں نے کہنا شروع کیا۔ دیکھو صائمہ۔ میں نے ایسے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ میں تم سے پیار نہیں کرتا۔ میں تو تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا۔ ایک قسم کی آزمائش تھی۔ جس میں تم کامیاب رہی۔ اگر مزید تمہیں آزمائش میں ڈالتا۔ تو مجھے خطرہ تھا کہ تم کچھ کر نا بیٹھو۔ اس لئے اب اور نہیں۔ میں تمہاری محبت کے سامنے ہار مانتا ہوں۔ اور میں نے اپنی آنکھیں بند کر لی۔

کافی دیر بعد جب صائمہ کی طرف سے کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی تو میں نے آنکھیں کھول دی۔ اور دھیرے سے کہا۔ ہائے۔ ہم نے تو آنکھیں اس لئے بند کی تھی کہ کوئی حساب برابر کرتا۔ مگر لوگوں کا اتنا دماغ ہی نہیں کہ وہ سمجھ پاتے۔ اتنا سننا تھا کہ وہ میری طرف جھپٹی۔ اوہ سوری ڈیئر۔ چلو اب کس۔

نہیں نہیں اب نہیں بالکل بھی نہیں ٹائم گزر گیا۔ ارے کیسے اب نہیں حساب تو برابر کرنا ہی پڑے گا۔ اتنا کہہ کر اس نے زبردستی کس کر ڈالی۔ ہوں اب مزہ آیا۔ کہتے ہوئے مجھ سے الگ ہو گئی۔

اچھا دوسری بات۔ تمہارے ماں باپ مجھے قبول کریں گے۔ میں نے اہم بات کی طرف اشارا کیا۔ اس کی فکر تم چھوڑو۔ یہ میرا مسئلہ ہے۔ بس خود کو تیار کرو۔ اس نے خوش دلی سے کہا۔ اور مجھے دیکھنے لگی۔ آج وہ جی بھر کے مجھے دیکھ رہی تھی۔

لگتا ہے آج یہ لڑکی مجھے ضرور نظر لگائے گی۔ میں نے شرارت سے کہا۔ میری جان۔ نظر لگا نہیں بلکہ اتار رہی ہوں۔ اچھا یہ بات ہے۔ ... ہے نصیب ہمارے۔

میری مارکیٹ کے پاس آ کر اس نے گاڑی روک دی۔ میں نیچے اترنے لگا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر۔

اب کیا ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ایک اور۔ اس نے انگلی سے اشارا کیا۔ اف یہ پاگل لڑکی مروائے گی مجھے۔ دیکھو ایک کی جگہ پر دو لے لو۔ مگر ٹیکس لگے گا۔ غریب انسان ہوں فری میں کچھ بھی نہیں دے سکتا۔

تیرے لئے تو جان بھی حاضر ہے۔ یہ کہہ کر اس نے لے ڈالی۔ میں گاڑی سے اترا۔ میں نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ شاید مجھے دکھانا چاہتی تھی کہ مزہ آیا ہے۔ میں گردن ہلا کر رہ گیا اور وہ ٹیک کیئر بائے کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اور میں اس کی محبت میں ڈوبا اپنی شاپ کی طرف بڑھ گیا۔

دوسرے دن بارہ بجے اس کی کال آ گئی۔ ہیلو ہائے کے بعد کہاں ہو تم میں کہاں ہو سکتا ہوں۔ اپنی شاپ پر اور کہاں میں نے سیدھا سا جواب دیا۔

کیا کر رہے ہو۔ دوسرا سوال مکھیاں مار رہا ہوں میں نے سریس ہو کر کہا اس نے بچوں کی طرح میرے نام کو دھرایا۔ میں نے شاپ پر کیا کرنا ہے۔ گاہک ہیں اور میں ہوں۔ میں نے اس کی غلطی پر سرزنش کی۔

اس نے میری بات پر توجہ نہیں دی۔ ہیلو شیراز سنو۔ کیا تم اس وقت میرے گھر آ سکتے ہو۔ اس نے مقصود کی بات کی۔ کیوں خیریت ہے کیا میں نے پوچھا۔ ہاں بس خیریت ہے۔ ممی پاپا سے تمہیں ملوانا چاہتی ہوں تم آ سکتے ہوناں۔ اس نے پھر سے کہا۔

ہاں آ تو سکتا ہوں مگر میرے پاس سائیکل ہے ٹائم لگ جائے گا۔ میں نے عذر پیش کیا اے یار۔ اس نے جھڑک کر کہا۔ کوئی بھی ٹیکسی پکڑ لو اور پہنچ جاؤ۔ کرایہ میں دے دوں گی ٹھیک ہے میں کچھ کرتا ہوں۔ کچھ نہیں بہت کچھ کرو اور میرے گھر پہنچو۔ میں ویٹ کر رہی ہوں۔ اس نے فون بند کر دیا۔

مجھے یاد آیا۔ گھر کا ایڈریس تو اس نے دیا نہیں۔ مگر شاید وہ جانتی تھی کہ میں پہنچ جاؤں گا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے اپنے ڈرائیور کو کال کر دی۔ بہت جلد میرے سامنے میری گاڑی موجود تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی میں نے ڈرائیور کو بنگلہ نمبر تین سو تیرہ چلنے کا کہا۔

کچھ ہی دیر میں میری گاڑی تین سو تیرہ کے سامنے کھڑی تھی۔ میں جلدی سے گاڑی سے باہر نکلا اور فوراً ڈرائیور کو جانے کا بول دیا۔ اور خود ڈور بیل بجانے لگا۔

شاید صائمہ نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی گیٹ پر آئی۔ دروازہ کھولا۔ اس سے پہلے کہ مجھے اندر لے کر جاتی۔ میرے ساتھ آ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ اتنی بڑی گاڑی کس کی تھی۔ میں خاموش رہا بتاؤ نا۔ اس نے اصرار کیا۔ اے یار دوست کی تھی میں نے جھوٹ بولا۔

دروازہ تو ایسے کھولا تھا جیسے وہ تمہارا نوکر ہو۔ دوست کا نوکر کیا میرا نوکر نہیں ہو سکتا۔ میں نے دوسرا جھوٹ بولا۔ واہ بھئی کمال کا دوست ہے۔ گاڑی کے ساتھ نوکر بھی۔ اس نے شک میں ڈوبی دو چار باتیں کی۔ میں خاموش ہی رہا۔

اچھا اب اندر لے کر جاؤ گی یا یہاں پر کھڑا رکھو گی۔ اوہ ہاں۔ آؤ چلو۔ وہ مجھے لے کر گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔ ڈائنگ ہال میں پہلے سے شاید اس کے ممی پاپا موجود تھے۔ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ گویا میرا خیر مقدم تھا۔ صائمہ بول پڑی۔

پاپا یہ ہیں شیراز جنہیں میں آپ سے ملوانا چاہتی تھیں۔ صائمہ کے پاپا نے ایک نظر میرے سارے وجود پر ڈالی۔ کیونکہ میں پرانے سے لباس میں کھڑا تھا۔ آؤ برخوردار۔ آؤ تشریف رکھو۔ مجھے بیٹھنے کا اشارا کیا اور میں وہاں پر بڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔

اچھا تو آپ ہیں وہ جس نے ہماری بیٹی ہم

سے چھین لی ہے۔ اس کے پاپا نے سلسلہ کلام آگے بڑھایا دوسری بات ہماری بیٹی نے مزید تو آپ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا بس اتنا ہی کہ وہ لڑکا ہے اور میں اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میں خاموش ہی رہا۔

پہلا سوال کچھ کرتے بھی ہو یا فارغ ہی رہتے ہو۔ اور مجھے دیکھنے لگا۔ وہ جی میری ایک شاپ ہے چھوٹی سی۔ اسے چلاتا ہوں اپنا گزارا ہو جاتا ہے میں نے مختصر سا جواب دیا۔

دوسرا سوال گویا کہ میرا انٹرویو تھا۔ کوئی انشورنس مکان کوئی زمین پیسہ ہے آپ کے پاس جو ہماری بیٹی کا پیٹ پال سکو۔ اسے خوش رکھ سکوں کیوں نہیں جی آپ کی بیٹی سے پیار کرتا ہوں۔ خوش رکھنے کی اس سے بڑی گارنٹی اور کیا ہو گی۔ ہوں ویری گڈ۔ اس نے اتنا ہی کہا۔

اتنے میں نوکر ٹرالی میں چائے لے کر آ گیا۔ اور ہم سب چائے پینے لگے۔ برخوردار۔ وہ ایک بار پھر گویا ہوئے۔ جن حالات میں آپ چل رہے ہو۔ بنتا تو نہیں کہ آپ کو اپنی بیٹی کا رشتہ دیا جائے مگر ہماری بیٹی بضد ہے اور ہم مجبور ہیں کیونکہ تم بہت ست انسان ہو اور اس دور میں اتنے ست چلنے والے پیچھے رہ جاتے ہیں۔

صائمہ کے والد کی ہر بات میرے جذبات کو بیدار کر رہی تھی۔ مگر میں خود پر ضبط کیے ہوئے تھا۔ چائے کا دور ختم ہوا۔ اس دورانیے میں صائمہ کی ماں کے تیور مجھے اچھے نہیں لگے۔ شاید سوچ رہی تھی کہ کس لفنٹر کو پسند کیا ہماری بیٹی نے۔ مگر اپنی بیٹی کی خوشی اسے عزیز تھی۔ اس لئے خاموش ہی رہی۔

اچھا تو شیراز صاحب۔ اس مہینے کی تیس تاریخ کو شادی کی ڈیٹ فکس کرتے ہیں۔ ٹوٹل سات دن باقی تھے۔ آپ اپنے طور پر جس طرح چاہو برات لا سکتے ہو۔ ہم اپنی بیٹی آپ کے ساتھ رخصت کر دیں گے۔ اس معاملے میں ہم آپ کی کوئی بھی مدد کرنے سے قاصر ہیں۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کیا کچھ کر سکتے ہو۔

میں نے ان سے اجازت لی اور صائمہ مجھے لے کر باہر آ گئی۔ باہر آتے ہی گلے لگ گئی۔ ایک منٹ اتنا کہہ کر وہ مجھ سے جدا ہوئی۔ اور مجھے تنہا چھوڑ کر اندر چلی گئی۔ کچھ ہی دیر میں واپس آئی۔ اس نے کچھ چھپا رکھا تھا۔ میرے سامنے ظاہر کیا۔ کافی ساری رقم تھی۔ جو مجھے دینے لگی۔ میں نے انکار کیا تو زبردستی میری جیبوں میں ڈال دی۔

مجھے اس کی نادانی پر ہنسی آنے لگی۔ مگر اس کی محبت اور قربانی دیکھ کر مجھے خود پر رشک آنے لگا۔ وہ انتہائی خوش لگ رہی تھی۔ خوشی تو مجھے بھی تھی۔ کہ اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے یہ سب ہو رہا تھا۔ مجھے صائمہ کے والد کی سوچ پر ہنسی آنے لگی۔ اس نے مجھے سات دن دیئے تھے اور یہ کام میں ایک دن میں کر سکتا تھا۔

صائمہ گاڑی نکالنے گیراج کی طرف جانے لگی۔ میں نے اسے روک دیا۔ دوست کی گاڑی باہر ویٹ کر رہی ہو گی۔ میں چلا جاؤں گا۔ اور اسے منع بھی کیا کہ ان سات دنوں میں ہماری ملاقات نہیں ہو گی۔

وہ رنجیدہ سی ہو گئی۔ مگر خود پر ضبط کیا کہ سات دن کی ہی تو بات ہے گزر ہی جائیں گے۔ میں نے ڈرائیور کو کال کی۔ اور صائمہ سے اجازت لے کر روڈ کے کنارے چلنے لگا۔

پیچھے سے ڈرائیور گاڑی لے کر آ گیا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی میں نے اسے اپنے فارم ہاؤس چلنے کا کہا اس نے گاڑی موڑ لی۔ فام ہاؤس پہنچ کر میں سیدھا آپریٹر روم میں چلا آیا۔ شادی کے بارے میں آپریٹر اسسٹنٹ کو بتایا۔ اور اسے تاکید کی کہ شہر کا کوئی بھی بڑا تاجر جن سے ہم اشیاء خرید سکیں سنار

کپڑے والے۔ شوز وغیرہ۔ ڈیکوریشن والے۔ علاوہ جو شادی میں اہم کردار ادا کر سکے۔ ان سب کو بلالو۔ اور ان سب سے ڈیل کرو۔

اور ہاں آؤ میرے ساتھ میں اسے لیکر قطار در قطار کمروں کی طرف چل پڑا۔ یہ جتنے بھی کمرے ہیں ان سب کو شاپنگ سنٹر بنادو۔ میرا مطلب ہے ایک دلہن کے لئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ضرورت کے مطابق ہر ایک کمرے میں الگ الگ چیزیں رکھوادو۔

اور ہاں حویلی کی جتنی آرائش کی جا سکتی ہے کرو۔ اگلے چھ دن میں آ کر میں تمہاری تیاری دیکھ لوں گا۔ اور جو بات سمجھ میں نا آئے وہ پوچھ سکتے ہو۔

مکمل طور پر بریفنگ دے کر میں اپنی شاپ پر چلا آیا۔ اور مزید تیاری کے بارے میں سوچنے لگا مجھے امید تھی کہ کام میری توقع کے عین مطابق ہوگا۔ اس لئے فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

نجانے کیوں۔ میری سوچ بدل گئی تھی۔ میں جو سادگی کو ترجیح دے رہا تھا۔ صائمہ کے والد کی بات سن کر میرے خیالات بدل گئے۔

میری زندگی کی تکمیل ہونے جا رہی تھی۔ ایک اور بات شاید اسی گھڑی کا تو مجھے انتظار تھا۔ میری کوشش یہ رہی کہ جس حال میں میں ہوں۔ اسی حال میں کوئی مجھے قبول کرنے والا ہو۔

اور میری یہ خواہش پوری ہو چکی تھی۔ شادی جیسی خوشیاں زندگی میں ایک بار ہی آیا کرتی ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ یہ موقع بھی سادگی سے گزار دیا جائے۔

اسی لئے وہ روڈ جو میری حویلی سے صائمہ کے بنگلے تک جاتا تھا پچاس لاکھ دے کر چوبیس گھنٹے کے لئے خرید لیا تھا۔ تاکہ اس کے اطراف کو سجایا جا سکے اور دوران بارات ہمیں کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ شادی کی تیاری زور وشور سے جاری تھی۔ چھ دن گزر گئے۔ صائمہ سے میری ملاقات نا ہو سکی شاید چھٹے دن روڈ کی سجاوٹ کو دیکھ کر صائمہ کی کال آ گئی۔ ہیلو شیراز۔ ہاں بولو۔ میں نے صرف اتنا ہی کہا۔ یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔ اور روڈ کو کس کے آرڈر پر بلاک کیا گیا ہے۔ یہاں پر پولیس بھی کھڑی ہے جو کسی کو بھی انٹر نہیں ہونے دے رہی۔ یہ سب کیا ہے۔

صائمہ پلیز جو کچھ چل رہا ہے بس دیکھتی جاؤں۔ ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں نے اسے تسلی دی شیراز کہاں ہو تم۔ مجھے تم سے ملنا ہے۔ صائمہ جی۔ صرف ایک ہی دن کی تو بات ہے پھر ساری زندگی ملتی رہنا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ شام کو میں روڈ کا سروے کرنے نکلوں گا۔ مجھے دیکھ لینا میں فون بند کر دیا۔

سب سے پہلے میں اپنی حویلی پر پہنچا۔ میری توقع سے بڑھ کر حویلی کو سجایا گیا تھا۔ اندر داخل ہوا۔ قطار در قطار کمروں کو چیک کیا۔ پہلے کمرے میں میک اپ کا سامان۔ دوسرے کمرے میں جیولری وغیرہ تیسرے کمرے میں کپڑے اور اسی طرح شوز وغیرہ تھے۔

گویا کہ ہر ایک چیز کے لئے الگ کمرہ تھا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر ڈرائیور کے ساتھ روڈ پر نکل پڑا۔

شام کا خوشگوار منظر روڈ کے اطراف میں جھلمل کرتی بتیاں اور لوگوں کا ایک ہجوم موجود تھا۔ آہستہ چلتی گاڑی میں میں نے روڈ کا سروے ختم کیا۔ صائمہ کے بنگلے کے عین سامنے میں گاڑی سے اترا۔ صائمہ لوگ اپنی چھت پر سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اس کے پاپا تو شرمندہ سے ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے ایک نظر صائمہ پر ڈالی اور گاڑی میں بیٹھ کر واپسی کے لئے روانہ ہو گیا۔ حویلی میں گہما گہمی تھی مہمانوں کو صبح آنا تھا۔ اس لئے اپنے روم میں آ کر آرام

کرنے لیٹ گیا۔ اور کل کا انتظار کرنے لگا۔ کیونکہ کل میری زندگی کا سب سے اہم دن تھا۔
صبح نیند سے بیدار ہوا۔ روم سے باہر نکلا میری فیملی نے میرا استقبال کیا۔ جو کہ گاؤں میں ہی اپنی زمینوں میں رہائش پذیر تھے۔ میری فیملی میں ماما۔ پاپا۔ دو بھائی اور چار سسٹرز تھیں۔ سلام دعا کے بعد ماما آگے بڑھی۔ شیراز بیٹا یہ سب اتنی جلدی اور ہمیں بتایا تک نہیں سوری ماما سب خود بخود بس جلدی میں ہوا ہے۔ پاپا آگے بڑھے۔ چلو ہمارے نواب کو کوئی لڑکی پسند تو آئی۔ اور شادی کا موڈ بن گیا۔ اچھا ہوا۔ ان سب نے مجھے گلے لگایا میں فریش ہونے واش روم چلا گیا۔ باہر نکلا تو بیوٹی پارلر سے لائی گئی لیڈیز میرا ویٹ کر رہی تھی تھوڑے میک اپ کے بعد دولہا ڈریس والے آگئے۔ ڈھیروں سوٹ میرے سامنے ڈال دیئے۔ میں نے ایک سوٹ پسند کیا۔
اور سب سے عمدہ شوز پہن کر دولہا بن بیٹھا قارئین بہت سی باتیں ہیں جن کا ذکر میں ضروری نہیں سمجھتا اس لئے مختصر کرتا ہوں۔
مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔ بارات کا وقت ہوا۔ میری بارات میں شہر کے سب امیر کبیر لوگ شامل تھے تا کہ سیٹھ جمال کو پتہ چلے کہ میں کیا ہوں۔ بارات بہت شان سے نکلی جتنے مہمان اپنی گاڑیوں میں آئے۔ ان سب کی گاڑیاں پارکنگ میں لگوا دی گئی۔ اور میرے آرڈر کے مطابق لینڈ کروزر کی ایک لمبی قطار موجود تھی۔ ہاں اتنا ضرور کیا کہ میری گاڑی سب سے مختلف تھی۔ لوگ اتنے زیادہ اطراف میں موجود تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ پورا شہر ہی امنڈ آیا ہے۔ شاید ان کی زندگی کا یہ پہلا سبق ہے۔
ہماری بارات وہاں پہنچی۔ بڑے شاندار طریقے سے ہمارا استقبال کیا گیا۔ کھانے کا انتظام بھی اعلیٰ تھا۔ صائمہ کے ماں باپ کافی حد تک شرمندہ تھے۔ وہ جان گئے تھے کہ میں ایک انٹرنیشنل کمپنی کا مالک ہوں۔ وہاں سے رخصت ہوئے۔ صائمہ میرے ساتھ موجود تھی اور مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔
حویلی پہنچے۔ سب مہمانوں کو رخصت کر دیا گیا۔ اور دوسرے دن ولیمے میں وہ لوگ بلائے گئے۔ جو غریب تھے۔ یا متوسط طبقے سے ان کا تعلق تھا۔ شام کا سمے۔ جھلمل کرتی روشنیاں ہلکا سا میوزک ایک پرسکون خاموشی ایسا لگتا تھا کہ آج کی شام بڑی قاتل ہے۔
مہمانوں سے فری ہو کر میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔ صائمہ میرا ویٹ کر رہی تھی مگر میں نے عجیب کام یہ کیا کہ کمرے میں داخل ہوتے ہی کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔ اور صائمہ کی طرف اشارا کر کے۔ پاگل لڑکی۔
اس نے ناک چڑھائی جیسے غصے میں ہو۔ اتنا سب کچھ مجھ سے کیوں چھپایا گیا۔ میں اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ صائمہ بول پڑی اور کیا کیا ہیں آپ اس کے کہنے کا مطلب تھا کہ اور کیا کام کرتے ہیں۔ انڈے بیچتے ہو۔ فروٹ چاٹ کی ریڑھی لگاتے ہو۔ یا پھر دھوبی کا کام کرتے ہو۔
دیکھو صائمہ۔ میں چاہتا تھا کہ جو لڑکی مجھے پسند کرے۔ وہ مجھے اسی حال میں قبول کرنے والی ہو جس حال میں میں تھا۔ میری دولت پر مرنے کے لئے تو لاکھوں تیار تھیں۔ میرے اپنے ہی رشتے داروں میں۔
نصیب والی ہو تم جو ہم پر تمہارا دل آ گیا۔ ورنہ کسی کالے کلوٹے اور غریب سے لڑکے کی نظر ہو جاتی۔ میں نے مذاق کی ایک اور بات!
باہر شادی کا منظر ضرور تھا۔ مگر اندر شادی کا منظر نہیں رہا تھا۔ کیونکہ ہم دونوں فری ہو چکے تھے۔ اور ایک بار پھر وہی مذاق چل نکلا تھی۔
اس ماحول کو مزید خوشگوار بنانے کے لئے میں نے ایک کام کیا۔ سی ڈی پلیئر آن کی۔ اور اس پر یہ

گانا لگا کر صائمہ کی آغوش میں لیٹ گیا کہ مجھے سکون مل رہا تھا۔
میری آنکھوں میں میری سانسوں میں تیرہ چہرہ
میرے دل کی ہر اک دیوار یہ تیرہ چہرہ
تو ہی ہے تو ہی ہے میرا جہاں
تو ہی رب تو ہی دعا تو ہی لب تو ہی زباں تو ہی راہ
یہ گانا ختم ہوا تو دوسرا چل پڑا۔
زندگی سے چرا کے زندگی میں بسا کے
زندگانی بنایا ہے تجھے۔۔
روٹھے رب کو منا کے آسمان کو جھکا کے
زندگانی بنایا ہے تجھے۔۔۔
مجھے حقیقت میں زندگی کا مزہ آنے لگا تھا۔
میوزک کا دور ختم ہوا۔ قارئین سے گزارش ہے سٹوری کے اس مقام پر پہنچ کر اگر آپ یہ دو گانے سنیں گے تو آپ کو ڈبل مزہ آئے گا۔ محبت میں ڈوب کر ہم نے بہت سا وقت باتوں میں گذار دیا اور پھر یہ سوچ کر لائٹ آف کر دی۔
شب وصل ہے گل کر دو چراغوں کو
ملن کے لمحوں میں کیا کام جلنے والوں کا

❀❀❀

غزل

میں اسے بھول جانے کی کوشش کروں گا
وعدہ نہیں کرتا مگر مسکرانے کی کوشش کروں گا
اس کا ذکر ہو محفل میں اور آنکھ نم نہ ہو
رک نہ سکیں گے اشک مگر روک پانے کی کوشش کروں گا
اے آنکھ چلو خوابوں کی دنیا میں چلیں
نیند تو نہیں آتی مگر سو جانے کی کوشش کروں گا
دل میں جو درد چھپے ہیں وہ آنکھوں سے نکلیں
عمر بھر انہیں دل میں چھپانے کی کوشش کروں گا
میرے بس کی بات تو نہیں کہ اسے بھول پاؤں
مگر پھر بھی خود اس کو اپنے دل سے بھولنے کی
کوشش کروں گا
(ابوبکر، کراچی)

غزل

وہ جو اونچا مقام رکھتے ہیں
دور سے ہی سلام رکھتے ہیں
انہیں کچھ خبر ہی نہیں دنیا داری کی
جو کام سے کام رکھتے ہیں
جو میکش ہیں مے کے عادی ہیں
وہ ہر وقت ہاتھوں میں جام رکھتے ہیں
محفل میں نظر جو چار سو گھماتے ہیں
وہ محبت بے نام رکھتے ہیں
ہم برسوں سے نہ بات کر پائے
آنکھوں سے ہی کلام رکھتے ہیں
ٹوٹ جائے نہ محبت کی ڈور اجمل
ہم جوڑے سخن صبح و شام رکھتے ہیں
(محمد اجمل شاہین انصاری، لاہور)

وفا

تیرا الزام وفا کب سے ہے
میں ہوں شکوہ یا سب سے ہے
مجھے آتا نہیں یاد کوئی بہار کا غنچہ
میرے ذہن پہ بار کوئی عجب سے ہے
کہاں سے پایا ہے کسی ماہر کا تراش
دل کو شکوہ تیرے نام غضب سے ہے
ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے ہیں آخر
آنکھوں کو وفا کی تلاش کب سے ہے
لوٹ آ سخن تراشوں کے دیس میں اب
کب سے مانگی دعا رب سے ہے
بھولتا ہی نہیں لاکھ سمجھانے سے مرے
خوف مجھ کو اپنے قلب سے ہے
(محمد اجمل شاہین انصاری، لاہور)

محبت قربانی مانگتی ہے

---تحریر: صفیہ سحر۔ وہاڑی۔---

محترم بھائی شہزادہ التمش۔

سلام عرض ہے۔ میں پہلی بار آپ کے جواب عرض میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ اس کو شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے اسے میں نے بہت محنت سے لکھا ہے اور اس میں ایک سبق ہے ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے لیے اگر کسی ایک نے بھی اس پر عمل کیا تو میں سمجھ جاؤں گی کہ میری کہانی کے لکھنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔

یہ ایسی لڑکی کی کہانی ہے جس کو سکون نہ مل سکا وہ سکون چاہتی تھی لیکن سکون اس کی زندگی سے شاید ختم ہو گیا تھا اس نے جو بھی خواہش کی پوری نہ ہو سکی۔ لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اس کے ساتھ کیا کچھ ہوا اس کہانی میں پڑھیے۔

جواب عرض کی پالیسی کے مطابق اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا رائٹر نہ ہو گا۔ آخر میں سب کو خلوص بھرا سلام۔

میرا نام تحریم ہے میرے ابو ایک بزنس مین ہیں اور ان کے دو اور بھائی بھی ہمارے گھر کے پاس ہی رہتے ہیں میرے ابو کا نام انور جبکہ میرے چاچوؤں کے نام فاروق اور اختر ہیں میں اپنے ماں باپ ک ایک ہی بیٹی ہوں اور میرے ماں باپ میری ہر خواہش پوری کرتے ہیں میں آٹھویں کلاس میں پڑھتی تھی ابھی دنوں میری سالگرہ تھی میں بہت خوش تھی جس دن میری سالگرہ تھی اس دن میں اور میرے پاپا بازار گئے وہ میرے لیے گفٹ لینا چاہتے تھے ہم گفٹ لے کر خوش خوش گھر آ رہے تھے اور ہم باتوں میں اس قدر مشغول تھے اور گاڑی میں بیٹھے سالگرہ کا پروگرام بنا رہے تھے کہ سامنے سے ایک ٹرک آتا ہوا ہمیں نظر ہی نہ آیا اور ہمارا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ میں تو بے ہوش ہو گئی جبکہ پاپا موقع پر ہی دم توڑ گئے تین دن بعد مجھے ہوش آیا تو میرے پاپا اس دنیا میں نہ رہے تھے میرے چاچا ہمارے گھر کے ساتھ رہتے تھے اور ہمارا بہت خیال رکھتے تھے اور ایک ماموں جو کہ گاؤں میں رہتے تھے ان کا ہمارے گھر آنا جانا اچھا نہیں سمجھتے تھے اور جب پاپا فوت ہو گئے تو چاچا نے ہمارے ساتھ بہت برا سلوک کرنا شروع کر دیا۔ فاروق انکل تین بچے تھے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا دونوں بیٹیاں میری ہم عمر تھیں حجاب اور ریحانہ جبکہ ان کا بیٹا چھوٹا تھا اس کا نام اسلم تھا اور چھوٹے چچا کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں وہ سب ابھی چھوٹے تھے اور میرے ماموں عباس کے تین لڑکے تھے حماد عادل عامر ماموں گاؤں میں رہتے تھے اس وجہ سے چاچا ان سے نہیں ملتے تھے کہ وہ غریب ہیں پاپا کے فوت ہوتے ہی انہوں نے سارا بزنس اپنے نام کروا لیا۔ اور ہمارا گھر میرے نام تھا وہ بھی اپنے نام کروانا چاہتے تھے۔

اس کے بعد ہمارا کوئی نہیں رہا تھا اور ہم چاچا کے رحم کرم پر ہو گئے تھے میری ماں بھی بہت دکھی رہتی تھی اور میرے ماموں ہم کو ساتھ گاؤں لے جانا چاہتے تھے مگر چاچا نے کہا کہ یہ ہماری عزت ہے انہیں ہم رکھیں گے اور ہم ان کی طرف رہنے لگے۔ گھر تو ہم اپنے ہی رہتی تھیں مگر کام چاچا کے گھر کا کرتی تھیں بابا کے بعد مجھے چاچیوں نے مجھے سکول نہ پڑھنے دیا یہ کہہ کر روک لیا کہ ہم اتنا خرچہ برداشت نہیں کر سکتے اور میں سارا دن اپنی ماں کے ساتھ گھر کا کام کرواتی اور جب وہ کھانا کھا لیتے تو تب ہماری باری آتی میں بہت روتی تھی مگر میری ماں میرے ساتھ تھی وہ کہتی بیٹا صبر کرو اور میں کہتی کہ ہمارے پیسوں پر عیش کرتے ہیں اور ہمیں ہی ہر چیز کے لیے ترسنا پڑتا ہے اور ان کی بیٹیاں ہر وقت بازار جاتی کبھی شاپنگ کرنے کے لیے کبھی آئسکریم کھانے کے لیے اور مجھے کوئی نہ پوچھتا کہ تم نے بھی جانا ہے اور میں یہ سب دیکھ کر بہت روتی ہم پر بہت دکھوں کے پہاڑ ٹوٹے اور دکھ سہتے سہتے چھ سال گزر گئے ان کے گھر کوئی بھی آ جاتا وہ مجھے باہر نہ نکلنے دیتے کیونکہ میں بہت ہی خوبصورت تھی اور ان کو ڈر تھا کہ کوئی مجھے دیکھ نہ لے اور میری کسی اچھی جگہ شادی نہ ہو جائے اور ان کی بیٹیاں رہ نہ جائیں اور اس گھر میں میرا ماموں بھی کبھی آ جاتا تھا اور یہ سب لوگ ان کو ٹھیک نہیں سمجھتے تھے کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ یہ غریب لوگ ہیں اور ہم غریب لوگوں کو منہ نہیں لگاتے اور میرے ماموں کو ہمارے بارے میں پتہ نہ چل جائے۔ کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اور کبھی کبھی میرے ماموں کے بیٹے بھی ہماری طرف آ جاتے اور امی سے مل کر چلے جاتے تھے میں باہر نہیں نکلتی تھی ایک دن میں برتن دھو رہی تھی اور ماموں کا چھوٹا بیٹا آ گیا اور جب اس نے آ کر سلام کیا اور امی کا پوچھا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی اور جلدی جلدی اندر چلی گئی کہ کوئی مجھے دیکھ نہ لے اور چاچیاں مجھے ڈانٹیں گی۔ یہ سوچ کر میں اندر چلی گئی اور اس کو امی کے بارے میں بھی نہ بتایا کہ امی کہاں ہیں اور رات کو جب ہم سونے لگیں تو امی نے بتایا۔

عامر تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا اور میں یہ سن کر حیران رہ گئی اور امی سے کہا۔

آپ نے بتا تو نہیں دیا کہ میں کون ہوں۔

امی کہنے لگی کہ میں نے کہا کہ یہ ہمسایوں کی لڑکی ہے میں تو بھی عامر کو کہیں نہ کہیں دیکھ لیتی تھی وہ بہت ہی خوبصورت لڑکا تھا اور عامر نے مجھے پہلی ہی نظر میں دیکھا تھا وہ اس لیے حیران تھا اسے یہ تو پتہ تھا کہ میری پھوپھو کی ایک بیٹی ہے مگر یہ نہیں پتہ تھا کہ وہ میں ہی ہوں جب وہ امی سے میرے بارے میں بھی پوچھ بھی لیتا تو امی کہتیں کبھی میں سو رہی ہوں کبھی میں کہیں گئی ہوئی ہوں۔

میں ہوں عامر میں پہلے بھی اپنی پھوپھو کے گھر جاتا تھا اور ان کی ایک بیٹی بھی تھی میں جب بھی ان کی طرف جاتا تھا وہ کبھی مجھے نہیں ملی تھی بچپن میں وہ تھوڑی مغرور سی تھی میں یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا کہ وہ ہم جیسے غریب لوگوں سے ملنا نہیں چاہتی اور جب میں اب کی بار گیا تو میں نے پھوپھو کے گھر میں ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی تھی اتنا حسن میں نے پہلی بار دیکھا تھا میں اسے دیکھ کر ہی دل ہار بیٹھا اور جب میں نے پھوپھو سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگی۔

ہمسایوں کی لڑکی ہے اور میں نے بھی اسے دیکھ کر ہی سوچا تھا میں اسے دیکھ کر ہی یہ سوچا تھا کہ یہ لڑکی اس گھر کی نہیں ہو سکتی کیونکہ ادھر میں جن لڑکیوں سے مل چکا تھا وہ سب بہت مغرور اور نک چڑھی تھیں اور وہ بہت معصوم اور خوبصورت تھی میں گھر تو چلا آیا مگر میرا دل وہی رہ گیا۔ انہی دنوں میرے برے

بھائی کی شادی تھی اور میں اپنی پھوپو کے گھر گیا ان کو
بھی شادی پر بلانا تھا اور میں یہ سوچ کر چلا گیا کہ شاید
اس پری کا دیدار ہو جائے مگر میں دو گھنٹے ادھر رہا اور وہ
مجھے کہیں بھی نظر نہیں آئی میں مایوس لوٹ آیا اور اسی
طرح شادی کا بھی دن آ گیا اور میری پھوپھو بھی
آ گئیں اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا وہ لڑکی بھی ساتھ
آئی تھی۔ میں اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور جب مجھے
پتہ چلا کہ یہ ہی میری پھوپھو کی بیٹی ہے تو میں اور بھی
خوش ہو گیا اور اتنی ساری خوشیاں مجھ سے سنبھالے
نہیں سنبھلتی تھیں وہ دو دن ہمارے گھر رہی اور میں
سوچتا رہا کہ اسے کیسے اپنے دل کا حال سناؤں مجھے
ڈر تھا کہ کہیں وہ مجھے ڈانٹیں نہ وہ اتنی خوبصورت تھی
اور مجھے کیا پسند کرے گی پہلے تو ہم گاؤں میں رہتے
تھے مگر اب ہم شہر میں آ گئے تھے مگر تھے تو ہم پینڈو ہی
میں سوچتا تھا کہ شاید وہ مجھ جیسے پینڈو کو پسند نہ کرے
ہم نے شہر میں اپنا بہت ہی خوبصورت مکان بنا لیا تھا
اور ہم اچھی نوکریاں کر رہے تھے میرا ایک دوست اسلم
تھا میں نے سب کچھ اسے بتا دیا کہ میں اس حسینا پر
دل ہار بیٹھا ہوں وہ لڑکا اسلم میرا دوست تھا اور تحریم کا
کزن تھا پھر کچھ دنوں بعد اسلم نے مجھے بتایا کہ
میں نے تحریم کو بتا دیا ہے اور اس نے کہا کہ بھائی اسلم
میں نے ابھی اس کے بارے میں سوچا نہیں ہے پھر
میں ان کی طرف جاتا رہا مگر اس نے مجھے کبھی بھی
نہیں بتایا کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے یا نہیں۔ میں کبھی
کبھی اس سے بات کر لیتا تھا کبھی پوچھ لیتا تھا کہ آج
کیا پکایا ہے اور کبھی تم کیا کر رہی ہو اور وہ مجھے ہر بار
ہنس کر جواب دیتی میں یہ جان نہ سکا کہ وہ مجھے پسند
کرتی ہے یا نہیں۔

اسی کشمکش میں دو سال گزر گئے اور حجاب اور
ریحانہ مجھ سے بہت فری ہو گئیں پہلے تو مجھ سے بات
نہیں کرتی تھیں مگر اب وہ میرے پاس بیٹھ بھی جاتی
تھیں اور باتیں بھی کرتی تھیں اب ہم لوگ بہت امیر
ہو گئے تھے اور میں یہ دیکھ کر حیران ہوتا تھا کہ جو پہلے
بات نہیں کرتی تھی مگر اب وہ میرے پاس بیٹھ بھی جاتی
اور بہت باتیں بھی کرتی ہے ایک دن میں نے ہمت
کر کے پوچھ لیا کہ کیا تم مجھے پسند کرتی ہو اس نے کہا۔

پلیز آپ خاموش رہیں اگر کسی نے آپ کی
بات سن لی تو تو اچھا نہیں ہوگا اور میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے
پسند کرتی ہے مگر ان لوگوں سے ڈرتی ہے میں نے
سوچ لیا۔ کہ اس کو حاصل کر کے ہی چھوڑوں گا اور ان
لوگوں سے اس کا پیچھا چھڑواؤں گا۔ میں نے اس
سے کہا۔

تم بے فکر رہو میں تمہارا ساتھ دوں گا اور تمہیں
کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا اور وہ میری بات سنکر ہنس
پڑی اور میں بہت خوش ہوا کہ وہ بھی مجھے پسند کرتی
ہے میں اور تحریم ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے
اور ہر بات ایکدوسرے سے شیئر کرتے تھے ایک دن
میں آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا کہ امی نے مجھ
سے کہا۔

بیٹا میں پرسوں تمہاری منگنی کرنے والی ہوں
میں حیران ہوا کہ کہاں میری ماں میری منگنی کرنے
والی ہیں میں نے پوچھا۔

میری منگنی کہاں کرنے والی ہیں تو انہوں نے کہا
کہ حماد کی منگنی ریحانہ سے اور تمہاری منگنی حجاب سے
کرنے والی ہوں اور تم پرسوں تیار ہو جانا ہم سب کی
یہ خواہش ہے میں یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ کہاں تو وہ
ہمیں پسند نہیں کرتے تھے اور کہاں وہ ہمیں اپنی بیٹیاں
دینے لگے ہیں میں نے امی سے کہا۔

آپ تحریم کو میرے لیے پھوپھو سے مانگ لیں
تو امی نے کہا۔

جو تم سے کہا ہے وہ کرو تحریم اس گھر کی بہو
نہیں بن سکتی اس کے پاس اب کچھ بھی نہیں ہے
اور حجاب اور ریحانہ کے پاس بہت ساری جائیداد ہے
میں نے بہت ماں کو منایا اور وہ نہ مانیں اور جب

میں تحریم کی طرف گیا تو اس کا رورو کر برا حال تھا میں نے اس کو حوصلہ دیا۔ اور کہا۔

یہ لوگ جو کچھ بھی کریں شادی میں تم سے ہی کروں گا اور پھر ادھر جب میں اپنے گھر گیا تو پاپا کہنے لگے اب منگنی نہیں نکاح ہی ہوگا اس طرح ہمارے نکاح کا بھی دن آ گیا میں نے بہت کہا کہ نکاح نہیں کرنا مگر پاپا نہ مانے اور کہنے لگے۔

چپ چاپ حجاب سے نکاح کرلو ورنہ ہم تحریم کو گولی مار دیں گے اور تمہیں بھی گھر سے نکال دیں گے کیونکہ تحریم کے چاچا بھی ہمارے ساتھ ہیں اور تحریم اکیلی ہے اور ہم جو چاہیں وہ کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا آپ جو مرضی کریں میں تحریم سے ہی شادی کروں گا میری بات سن کر انکل فاروق نے تحریم کی کنپٹی پر پستول رکھا اور کہا کہ نکاح حجاب سے کرلو ورنہ تحریم کو مار دے گا اور پھر ہمارا نکاح ہو گیا۔ دو ماہ بعد ہماری رخصتی تھی اور اسی دن تحریم کی کمال کے ساتھ شادی بھی کمال گاؤں کا رہنے والا تھا اور بہت ہی غریب تھا گاؤں میں ایک جگہ کام کرتا تھا زمینوں میں۔ پھر ہماری رخصتی ہوگئی اور تحریم کی کمال سے شادی ہوگئی۔ اور وہ گاؤں چلی گئی۔ جب وہ رخصت ہونے لگی تو مجھے دیکھ کر بہت روئی میں بھی اسے دیکھ کر بہت رویا۔ پھر میں کبھی کبھی اس کے گاؤں چلا جاتا تھا اور اسے نہیں ملتا تھا میں دور ہی سے اسے کھیتوں میں کام کرتا ہوا دیکھتا اور روتا تھا میں پھر اس سے کبھی نہیں ملا تھا ادھر کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر واپس آجاتا تھا۔

میں ہوں تحریم۔ میرے ساتھ چاچا نے بہت برا سلوک کیا کمال بہت اچھا شوہر ثابت ہوا اور مجھے دنیا ہی میں جنت مل گئی ادھر ہم چوہدری کے گھر کام کرتے اور [illegible] رہتے تھے۔

پھر ایک [illegible] چاچا فاروق گاؤں ہمارے گھر آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ شہر والا مکان مجھے دے دو جب میں نے انکار کردیا تو وہ کہنے لگے۔

ہم کمال کو مار دیں گے اور اس کا قتل تم پر ڈال دیں گے۔ میں یہ سن کر ڈر گئی اور اپنے شہر والے تمام کاغذات انکو دے دیئے۔ اور انہوں نے جو میرے پاپا کا گھر میرے نام تھا وہ بھی لے لیا چوہدری صاحب بیمار رہتے تھے ایک دن وہ بھی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے اور انکی جو جائیداد تھی انہوں نے کمال کو دے دی اور ہم ساری جائیداد کے مالک بن گئے۔ اور ہم نے ساری جائیداد بیچ دی اور لندن چلے گئے۔ اور ہم نے لندن میں اپنا کاروبار کرلیا۔ میں اور کمال خوشحال زندگی بسر کرنے لگے آٹھ سال ہم لندن میں رہے اور میرے تین بچے تھے بڑا بیٹا خرم چھوٹا احسن اور ان سے چھوٹی بیٹی میمونہ تھی جب ہمیں پاکستان سے فون ریحانہ نے کیا کہ چاچا فاروق کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں فون سنکر ہم بہت پریشان ہو گئے اور پاکستان آگئے میری چھوٹی بیٹی اس وقت دو ماہ کی تھی جب ہم واپس آئے سب لوگ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ہم سے معافی مانگنے لگے کہ ہم کو معاف کر دو ہم نے تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے اور چاچا فاروق نے بھی مجھ سے معافی مانگی اور میں نے سب کو معاف کردیا اور جب میں حجاب سے ملی تو وہ کہنے لگی۔

وہ عامر کے ساتھ نہیں رہتی وہ اپنا گھر چھوڑ کر آگئی ہے اور جب میں عامر سے ملی تو اس سے کہا کہ حجاب کو کیوں گھر نہیں لاتے تو اس نے کہا۔

میرے بچے نہیں ہیں اور میں دوسری شادی کرنے والا ہوں بچے تو ایک بہانہ ہیں میں حجاب ایک امیر باپ کی بیٹی ہے اور بہت مغرور ہے اور ہمارا گزارا نہیں ہوتا۔ اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا ہے میں نے عامر کی بہت منتیں کیں اور کہا۔

حجاب کو لے آؤ اور اس نے میری بات مان لی

اور حجاب کو لے آیا اب حجاب بھی ٹھیک ہوگئی تھی اور میں نے کمال سے پوچھ کر اپنی چھوٹی بیٹی عامر کو اور حجاب کو دے دی۔ اور کہا۔

تم ہی اس کے ماں باپ ہو۔ وہ بہت خوش ہوئے اور حجاب تو بار بار میرا شکریہ ادا کر رہی تھی کہ میں نے اس کا گھر ٹوٹنے سے بچالیا چاچا فاروق کی ایکسیڈنٹ میں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔

وہ مجھ سے کہنے لگے۔ بیٹی میں تمہاری جائیداد تمہیں واپس کرنا چاہتا ہوں اور میں نے کہا۔

نہیں انکل میں کچھ بھی نہیں لینا چاہتی بس آپ لوگ میرے ساتھ ٹھیک ہوگئے ہیں مجھے اور کچھ نہیں چاہیے ایک دن ہم سب بیٹھے ہوئے تھے کہ حجاب مجھ سے کہنے لگی۔

تحریم تم کو بہت غزلیں آتی تھیں کیا اب بھی تم غزلیں پڑھتی ہو تو میں نے کہا۔

کبھی کبھی کسی رسالے سے پڑھ لیتی ہوں۔

اس نے کہا مجھے کوئی غزل یا شعر سناؤ

میں نے کہا نہیں حجاب تو عامر کہنے لگا۔

نہیں تحریم کوئی سناؤ غزل۔

میں نے یہ شعر سنائے۔

اے کاتب تقدیر مجھے اور رلا دے

حسرت نہ رہے تم کو کوئی ایسی سزا دے

کہاں وفا کا بدلہ وفا سے دیتے ہیں لوگ

اب تو محبت کی سزا دیتے ہیں لوگ

پہلے سجاتے ہیں دلوں میں چاہتوں کے خواب

پھر تعبیروں کو آگ لگا دیتے ہیں لوگ

پھر عامر اور حجاب کہنے لگے۔

تمہارے شعر بہت اچھے تھے اور پھر ہم پاکستان میں دو ماہ رہے اور میری بیٹی کو عامر اور حجاب بہت کرتے تھے اور وہ بھی ہر وقت عامر کی گود میں رہتی تھی جب بھی میں کمال اسے اٹھاتے تو رونے لگ جاتی تھی میں نے حجاب سے کہا۔

تم لوگوں نے اب کبھی بھی لڑائی نہیں کرنی اور چاچا فاروق کو تنگ نہیں کرنا پھر ہم سب سے مل کر دو ماہ کے بعد واپس لندن آگئے۔۔

جی سر یہ تھی تحریم کی کہانی امید ہے کہ آپ کو پسند آئی ہوگی۔ اپنی رائے سے نوازیئے گا۔ تاکہ میں مزید کہانیاں لکھ سکوں۔

تک تھی جنہیں زندگی راس بہت
آج دیکھا انہیں اداس بہت
کیسے نہ روؤں میں یاد میں اس کی
دن گزارے ہیں اس کے ساتھ بہت
✪ .... محمد آصف شہزاد۔ قصور

بکھر جائے نہ کہیں اس کی خوشبو فضاؤں میں
آج پھر ہتھیلی پر حنا سے تیرا نام لکھا ہے
✪ .... محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

قدر کرتے ہیں اپنوں کی دل سے انمول
ہم مجبور ضرور ہیں لیکن بے وفا نہیں
✪ .... محمد شہباز انمول۔ جڑانوالہ

جب سزا دے ہی چکے ہو تو حال کیا پوچھتے ہو
ہم اگر بے گناہ نکلے تو تمہیں افسوس ہو گا
✪ .... محمد وقاص احمد حیدری۔ سہنگل آباد

توڑ دیئے ہیں میں نے گھر کے بھی آئینے
عشق میں ٹھکرائے ہوئے لو مجھ سے اب دیکھے نہیں جاتے
✪ .... محمد نعمان۔ لاہور

نہ جانے کیوں دل میں اتر جاتے ہیں ایسے لوگ
جن کے ساتھ کبھی قسمت کے ستارے نہیں ملتے
✪ .... عبادت کاظمی۔ ڈی آئی خان

دل پہ لگے زخم تو سب مٹا چکا ہوں عدنان
یہ تو روح کی چاہتوں کا حساب لایا ہوں
✪ .... عدنان خان۔ ڈی آئی خان

مہنگا ہے بھرے شہر میں انصاف کا سودا
میں سچ کے ترازو میں اسے کہاں تک تولوں
✪ .... محمد علی۔ نبن ایبٹ آباد

بدلتے رنگ

☑......تحریر: محمد رضوان آکاش، سرگودھا | 0303-0164150

محترم شہزادہ التمش صاحب

السلام علیکم امید کرتا ہوں کہ آپ ٹھیک ہوں گے اب نئی کاوش لے کر آپ کی بزم میں حاضر ہوا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میری کاوش کو قارئین ضرور پسند کریں گے۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

یہ کہانی میرے دوست کی ہے جو آپ کی نذر کرنا چاہتا ہوں۔

میرا تعلق ایک غریب خاندان سے ہے۔ میرا باپ محنت مزدوری کر کے اپنا اور گھر والوں کا پیٹ پالتا تھا۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں تین بھائی اور تین بہنیں میرا نمبر تین ہے میری پیدائش پر کوئی ہلا گلہ نہیں ہوا نہ کوئی جشن نہ میرے ماں باپ کر سکتے تھے۔ میرے ابو نے میرا نام محمد حسین لکھوا دیا اور جب گھر والوں نے آٹھ دن بعد پوچھا کہ اس کا نام لکھوا دیا ہے کہ نہیں تو میرا ابو کہنے لگا کہ ہاں لکھوا دیا ہے۔ جب نام پوچھا تو ان کو بھول گیا اور گھر میں محمد عمران بتا دیا اور اس طرح مجھے اس نام سے پکارا جانے لگا۔ تھوڑا بڑا ہوا تو میں اپنے بھائی کے ساتھ سکول جانے لگا۔ پہلی دوسری اور تیسری کلاس سے میں نے سکول چھوڑ دیا پڑھائی میں بالکل کمزور تھا تین سال میں مجھے دس تک گنتی بھی نہ آتی تھی۔ گلیوں میں گھومتا رہتا پرانے کپڑے ہوتے اور ننگے پاؤں ہوتا صبح سے شام تک ایسے ہی ٹائم گزر جاتا۔ جب میں دس سال کا ہوا تو مجھے ایک سائیکلوں والی دوکان پر چھوڑ دیا گیا۔ کہ یہ کام سیکھ لو۔ میرا ٹائم اب آسانی سے گزرنے لگا۔ صبح دوکان پر آ جاتا۔ دوکان میں جھاڑو دیتا پانی چھڑکتا اور سارا دن استاد کے ساتھ کام پر لگا رہتا اور استاد آٹھ دن بعد جمعرات کو دس یا پندرہ روپے دیتا اور پھر تو میری عید ہوتی پر اس میں سے بھی گھر والے دس لیتے اور پانچ مجھے دے دیتے۔ ایک دن میں جب گھر سے کھانا کھا کر واپس آیا تو استاد نے آتے ہی مارنا شروع کر دیا۔ میں رونے لگا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ بتا سائیکل کی چابی کہاں ہے میں نے قسمیں اٹھائی بہت رویا پر وہ نہ مانے اور مجھے چور کہہ کر گھر بھگا دیا۔ جب میں روتا ہوا گھر پہنچا تو میری ماں مجھے دیکھ کر رونے لگی۔ مجھ سے وجہ پوچھی تو گلی کے ایک لڑکے نے بتایا کہ اس نے چوری کی ہے تو پھر کیا ہونا تھا۔ تین چار تھپڑ مجھے مارے اور اپنے سے دور کر دیا۔ ادھر جب استاد شام کو گھر گیا۔ تو چابی گھر تھی اس نے جب گھر سے پوچھا

تو اس کا بیٹا بولا کہ ابو میں لے کر آیا تھا آپ اس وقت کام میں مصروف تھے۔ میں اب پھر آوارہ پھرتا۔ گھریلو حالات بہت خراب تھے کبھی کبھی تو فاقے تک کاٹنے پڑتے۔ کبھی اپنے گھر کی طرف دیکھتا تو کبھی لوگوں کی طرف عید ہو یا شب برات گھر میں تو کسی نے سیکھا ہی نہیں تھا چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے لیے ترستے۔ رات کو سوتا تو بڑے بڑے خواب دیکھتا۔

مگر صبح پھر وہی محلے کا کوئی بھی لڑکا میرے ساتھ کھیلنا پسند نہ کرتا تھا۔ عید آئی تو میں نے امی سے کہا کہ میں نے نئے کپڑے لینے ہیں تو بولی گھر میں کھانے کو کھانا نہیں اور تجھے کپڑوں کی پڑی ہوئی ہے۔ ابو نے بھی بھگا دیا۔ میں کمرے میں چھپ کر بہت رویا اور اللہ سے دعا کرنے لگا۔ یا اللہ مجھے موت دے دے۔ کیا کرنا ہے اس دنیا میں رہ کر موت دے دے مولا موت۔

اس طرح وقت گزرنے لگا تو ایک دن مجھے ایک آدمی نے پوچھا تم ہر وقت آوارہ گھومتے ہو۔ میرے پاس ہوٹل آجاؤ میں آپ کو کام سکھا دوں گا اور دن کے دس روپے دوں گا۔ ہوٹل میں کھانے کی کوئی پابندی نہیں۔ میں خوش ہو گیا اور کام پر جانے لگا۔ اس ہوٹل کا نام گجر ہوٹل تھا جو آج بھی 129 سرگودھا میں واقع ہے۔ میں اس ہوٹل میں آکر بہت خوش تھا استاد سلیم بھی میرا بہت خیال کرتا میرا کام ویٹر کا تھا۔ کوئی کاریگر یا کوئی اور عملے کا بندہ مجھے کچھ نہیں کہتا تھا ان کو استاد نے سختی سے کہا تھا کہ اگر کسی نے اس کو کچھ کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ اگر اس سے کوئی نقصان ہو جائے تو وہ نقصان میرا ہوتا ہے۔ اگر یہ بیٹھنا چاہے تو بیٹھا رہے اس کو کوئی کام نہیں کہنا۔ پتہ نہیں اس کو مجھ پر اتنا پیار کیوں آتا تھا۔ اگر پورے گاؤں میں میرا یا میرے گھر کا کوئی احساس کرتا تھا تو وہ تھا استاد سلیم میں اس کی ہر بات مانتا اپنے باپ سے بھی بڑھ کر استاد کو درجہ دیتا۔ دیتا کیوں نہ میرا وہ ہر طرح سے خیال رکھتا جوتی کپڑا کھانا پینا سب اسی کا تھا مجھے وہاں کوئی بھی تکلیف نہ تھی۔

ایک دن استاد نے مجھ سے پوچھا کہ عمران بیٹا آپ کو کوئی تنگ تو نہیں کرتا کوئی مسئلہ ہے تو بتا دو تو میں نے کہا کہ نہیں استاد جی میں ٹھیک ہوں اور سب میرا بہت خیال رکھتے ہیں پر آپ نے مجھے کام سکھانے کا کہا تھا مگر سکھاتے نہیں۔ تو استاد نے کہا کہ میں کون سا روکتا ہوں آج سے ہی تم سموسے بنانا سیکھو۔ اور میں استاد آصف سے سموسے بنانے سیکھنے لگ گیا۔ میں یہاں بہت خوش تھا۔ کہ نہ جانے میرے ابو کو کیا ہوا کہ جب میں گھر گیا تو ابو بولے کل سے تم ہوٹل پر نہیں جاؤ گے۔ بہت پریشانی کے بعد میں نے کہا کہ ابو میں اب سموسے بنانے سیکھ رہا ہوں جلد ہی کاریگر بن جاؤں گا۔ پھر ہمارے گھر کے حالات بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ اور اگر میں وہاں سے کام چھوڑ بھی دوں گا تو کہاں جاؤں گا۔ تو ابو بولے اپنا منہ بند رکھو وہ نشہ کرتا ہے اور تم کو بھی نشے پر لگا دے گا تو میں نے کہا کہ ابو جی قسم لے لو میں نے آج تک اس کو نشہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تو ابو بولے نہیں تم آج ہی گوجرہ چلے جاؤ اپنی امی کے ساتھ اور وہاں درزی کا کام سیکھو۔ اس رات میں بہت رویا کہ ایسے دن مجھے پتہ نہیں ملیں گے بھی کہ نہیں میں دوسرے دن صبح سویرے ہی ہوٹل پر چلا گیا۔ استاد چائے بنا رہا تھا تو میں پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ جب چائے بن گئی تو استاد نے چائے دو کپوں میں ڈالی اور چارپائی پر لے گیا مجھ سے کہا کہ آجاؤ چائے پیو۔ جب میں بیٹھ گیا تو استاد بولا بیٹا کوئی مسئلہ ہے پریشان کیوں ہو تو میں رو کر بتانے لگا کہ ابو مجھے گوجرہ کام کے لیے بھیج رہے ہیں پر میرا یہاں سے جانے کو دل نہیں کر رہا ہے تو استاد بولا ایسا نہیں کہتے۔ بیٹا تم چلے جاؤ اگر وہاں کام میں دل نہ لگا تو واپس آ جانا اور استاد نے مجھے سو روپے دیئے کہ راستے میں کھا لینا۔ میں وہاں سے روتا ہوا واپس آ گیا۔ اور گھر آ کر

گوجرہ جانے کی تیاری کرنے لگا سفر شروع ہوا اور ختم ہو گیا ہم گوجرہ پہنچ گئے۔ میرے ماموں بہت خوش ہو کر ہم سے ملے ہمیں مشروب چائے وغیرہ پلائی گئی میرا وہاں دل نہیں لگ رہا تھا اس طرح پانچ دن گزر گئے تو میرے ماموں نے کہا کہ بیٹا میرے ساتھ دوکان پر جایا کرو اس طرح میں بھی دوکان پر جانے لگا میرا دل ذرہ بھی کام کرنے کو نہ کرتا اور میں ایسے ہی بیٹھا رہتا آٹھ دن بعد امی واپس آ گئی اور میرے برے دن شروع ہو گے۔

میں کام سیکھنے لگا صبح صبح جانوروں کے لیے چارہ لے کر آتا واپس آ کر ان کو پانی پلاتا ان کو سائے میں باندھتا صبح کا ناشتہ ساڑھے دس بجے کرنے کے بعد واپس حویلی چلا جاتا۔ مشین پر چارہ کترتا اور گھر آ کر سو جاتا دو بجے چارہ ڈالتا پانی پلاتا کھیتوں سے گھاس لے کر آتا یہ کام سیکھ رہا تھا میں میرا بہت برا حال رہتا ماموں کو کیا تھا مفت کا نوکر ملا ہوا تھا بس روٹی دینی تھی نہ جوتی نہ کپڑا میں نے وہاں سے بھاگنے کا پروگرام بنا لیا۔ میرا وہاں دل نہیں لگ رہا تھا۔ لگتا بھی کیسے ایک سال ہونے کو تھا پر میرا دل چاہنے کے باوجود میرا وہاں کوئی دوست نہ بنا تھا۔ ہر وقت کی تنہائی سے میرا دل بھی اداس رہتا میرے ماموں کی بیٹی مجھے کھانا دیتی پانی دیتی اور مجھے لگنے لگا کہ اس کے دل میں میرے لیے احساس ہے۔ ایک دن وہ روٹی پکا رہی تھی کہ میں نے اس کے ساتھ مذاق کرنا شروع کر دیا۔ عید میں تین دن باقی تھے تو مذاق کرتے کرتے میں نے اس سے کہا کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔ تو اس نے کہا کہ کتے اپنے مالکوں پر نہیں بھونکتے اپنی اوقات میں رہو اور اپنے کام سے کام رکھو۔ میں بہت شرمندہ ہوا عید پر میرے ماموں نے مجھے دو سو روپے دیئے اور ایک سوٹ اور جوتے وہ دو سو روپے میں نے سنبھال کر رکھ لیے اور عید کے تیسرے دن گھر آ گیا۔ گھر آ کر سارا ماجرہ اپنی امی ابو کو بتا دیا اور شام کو اپنے استاد کے پاس چلا گیا وہ تو مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بولا کہ یہ کیا حالت بنالی ہے تم نے۔ تو میں نے بتا دیا کہ وہاں کیا کرتا تھا تو استاد نے کہا کہ کل سے تم میرے پاس آ جایا کرو۔ صبح استاد خود مجھے گھر سے لینے آ گیا۔ اور میرے ابو سے بولا کہ میں آپ کو پندرہ سو مہینے کے دیا کروں گا اور عمران میرے پاس کام کرے گا۔ ابو کو اور کیا چاہیے تھا وہ مان گئے اور میں دوبارہ کام پر جانے لگ گیا پر اب میں مٹھائی بنانا سیکھتا تھا۔ استاد مجھے بہت محنت سے کام سکھا رہا تھا۔ دو ماہ بعد استاد نے مجھے ایک بڑی بیکری میں بھیج دیا کیوں کہ میں تھوڑا بہت کام کر لیتا تھا۔ اب مجھے تین ہزار ملتے تھے میرے ابو امی بہت خوش تھے جب میں کافی کام سیکھ گیا تو استاد نے مجھے اپنے ایک رشتے دار کے ساتھ کراچی بھیج دیا۔

میں بہت لگن سے کام کر رہا تھا ابھی مجھے یہاں کام نہیں مل رہا تھا تو مالک نے مجھ سے کہا کہ تم گاہکوں کو ڈیل کیا کرو جب جگہ بنے گی تو تم وہ کام کرنا شروع کر دینا میں نے کہا ٹھیک ہے وہ مجھے اس کام کے پچیس سو روپے دیتے تھے۔ یہاں آ کر میرا رنگ نکھر گیا اور ہر وقت اچھے کپڑوں میں رہتا بہت سی لڑکیاں مجھے لفٹ کرواتی تو مجھے وہ یاد آ جاتی۔ کتے اپنے مالکوں پر بھونکا نہیں کرتے۔ میں کسی کو بھی لفٹ نہیں کرواتا تھا۔

ایک دن میرا جو بیکری کا مالک تھا میرے پاس آیا اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا جو اس نے مجھے بتایا کہ یہ میرا بھائی ہے اور اس کا کاریگر بھاگ گیا ہے۔ تم اس کے ساتھ کام کر لو تو میں اس کے ساتھ بیکری گیا اور کام کرنے لگا وہ میرے کام کرنے پر بہت خوش ہوا دس دن بعد اس نے میری تنخواہ بارہ ہزار لگا دی میرے کام سے سب خوش تھے ایک سال ہو گیا تھا مجھے کام کرتے ہوئے میری تنخواہ اکیس ہزار ہو گی میرے گھریلو حالات بھی ٹھیک ہو گئے ایک سال

بعد جب میں گھر آیا تو گھر والے مجھ پر جان چھڑک رہے تھے۔ جو میرے ساتھ بولنا پسند نہیں کرتے تھے وہ بھی مجھ سے کہتے کہ ہمیں بھی ساتھ لے جاؤ۔ تو میں نے کہا کہ جس کو استاد سلیم کہے گا میں اسی کو لے کر جاؤں گا۔ میں استاد سلیم کے لیے کپڑے وغیرہ لے کر اس کے پاس گیا تو وہ میرے گلے لگ کر بہت رویا اور میں بھی رونے لگا تو استاد نے کہا کہ عمران تم نے میری عزت رکھ لی۔ وقت کی بات ہے استاد جی یہ تو آپ کی مہربانی اور دعا کا نتیجہ ہے میں اس رات استاد کے پاس رہا ساری رات باتیں کرتے رہے اور چار بجے سو گئے صبح دس بجے گھر گیا اب حالات اور تھے وہ لوگ جو مجھ سے بات کرنا پسند نہ کرتے تھے میرے پیچھے پیچھے تھے۔ لڑکیاں میرے ساتھ بات کرنے کو ترستی تھیں۔ ایسے ہی میرا دل اپنی کزن رخسانہ پر آ گیا وہ میرے آگے پیچھے گھوما کرتی۔ میری بہنیں اس کا نام لے کر مجھے چھیڑتیں۔ تو میں اس پر فدا ہو گیا وہ میرے گھر آ جاتی ہم باتیں کرتے رہتے قسمیں کھائی ہمیشہ ساتھ نبھانے کے وعدے کیے۔ پر کبھی کبھی میرا دل پھر بھی ماموں کی بیٹی پر چلا جاتا۔ مجھے اس پر بہت غصہ تھا اس سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اس وقت نئے نئے موبائل آئے تو میں تین موبائل لے آیا ایک اپنے لیے ایک استاد کے لیے اور ایک گھر کے لیے۔ ایک دن میرے استاد نے کہا کہ ہم شہر میں ہوٹل بنالیں میں نے کہا کہ ٹھیک ہے اور ہم نے ـــــ پر ہوٹل بنالیا جو اللہ کے فضل سے بہت چلا۔ میں اپنی جگہ ہوٹل پر اپنے بھائی کو چھوڑا اور خود پھر کراچی چلا گیا اور تین بیکریوں کو ٹھیکے پر لے کر کام کرنے لگا مجھے ایک ماہ میں پچاس یا ساٹھ ہزار بچ جاتے۔ ایک دن مجھے گھر کے نمبر سے کال آئی میں نے ریسو کی تو وہ رخسانہ تھی میں نے پوچھا جان کیا حال ہے تو بولی جان دل نہیں لگ رہا کیا کروں آپ واپس آ جاؤ میں نے اس کو بتایا کہ نہیں میں کم از کم ایک سال تک نہیں آ سکتا اور ہم باتیں کرتے رہے۔ جب خدا حافظ کہنے لگا تو بولی یہ لو اپنے ماموں کی بیٹی سے بات کر لو اور موبائل اس کو دے دیا تو اس نے کہا کہ کیا حال ہے کیا کرتے ہو ہماری طرف کیوں نہیں آتے ناراض ہو تو میں خاموش رہا جب اس نے کہا کہ کچھ تو بولو تو میں نے یہ کہہ کر موبائل بند کر دیا کہ کتے اپنے مالکوں پر بھونکا نہیں کرتے۔ اور موبائل بند کر دیا۔ اب خدا کا دیا میرے پاس سب کچھ تھا اور ہوٹل سے بھی کافی بچت ہوتی تو میرے گھر والوں نے میرے بڑے بھائی اور بہن کی شادی کر دی۔ جو دو سال بعد بھائی اور بھابی اپنے بیٹے کے ساتھ الگ گھر میں رہنے لگے تین سال بعد دوسری بہن کی بھی تاریخ پکی کر دی کیوں کہ میں شادی سے انکار کر رہا تھا رخسانہ کے مجبور کرنے پر گھر والوں سے میں نے بھی کہہ دیا کہ ٹھیک ہے میں شادی کے لیے تیار ہوں پر شادی رخسانہ سے کروں گا جس پر میرے گھر والوں کے ساتھ اس کے گھر والے بھی خوش ہو گئے اور چار ماہ بعد ہماری شادی ہو گئی۔ میری بہن اپنے گھر چلی گئی اور رخسانہ ہمارے گھر آ گئی۔ ہمارا گھر اب جنت سے کم نہ تھا۔ میرے بھائی نے ہوٹل چھوڑ کر مکھن کا کام شروع کر دیا تھا اور میں استاد کے ساتھ ہوٹل چلانے لگ گیا۔ ابھی ہماری شادی کو چھ ماہ ہی ہوئے تھے کہ رخسانہ نے اپنے رنگ دکھا ؔ شروع کر دیئے۔ کبھی میری بہن سے لڑتی کبھی امی سے تو کبھی میرے چھوٹے بھائی کو ہڈحرام کہتی پر کبھی میرے امی ابو، بہن بھائی نے مجھے کچھ نہ بتایا نہ کبھی اس کے سامنے آواز اٹھائی اور ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے ایک الگ گھر میں رہنا ہے تو میں نے کہا نہیں میں اپنے ماں باپ کو نہیں چھوڑ سکتا تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے پھر مجھے چھوڑ دو اور اپنے گھر واپس چلی گئی۔ ہم نے بہت منتیں کی پر وہ راضی نہ ہوئی میری امی نے مجھ سے کہا کہ بیٹا آپ الگ گھر میں رہ لو ہمارا اللہ وارث ہے۔ بس اتنی سی بات ہوئی اور امی رونے

لگی۔ تو میں نے تیش میں آ کر اس کو طلاق دے دی۔ اور خود کو کمرے تک محدود کر لیا میرے گھر والے ڈر گئے کہ کہیں خود کشی نہ کر لے استاد کو گھر بلایا اور استاد نے دروازہ کھولا اور استاد کے گلے لگ کر خوب رویا۔
سات ماہ بعد گھر والوں کی مرضی سے میری شادی میرے ماموں کی بیٹی سے ہوئی۔ اور پہلی رات جب میں کمرے میں گیا تو اس نے مجھ سے اپنے کیے کی معافی مانگی پر میں نے معاف نہیں کیا اور سائیڈ پر بیٹھ گیا تو وہ میرے قدموں میں گر گئی اور رو رو کر معافی مانگنی شروع کر دی تو میں نے معاف کر دیا اور ہمارے گھر میں دوبارہ رونق آ گئی۔ اب اللہ کا شکر ہے کہ میرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ دونوں اچھے سکول میں پڑھ رہے ہیں۔ اور میں استاد کے ساتھ ہوٹل میں کام کر رہا ہوں۔ دعا کرنا کہ ہمارے اور سب کے گھر میں ہمیشہ رونق رہے کوئی بھی پریشان نہ رہے۔
تو قارئین کیسی لگی آپ کو میرے دوست کی کاوش یہ جاننے کے لیے میں آپ کا منتظر رہوں گا اور ایک غزل کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

زندگی کب میرے پندار کا سودا کر دے
جانے کب کوئی ضرورت رسوا کر دے
کب اڑا کر لے جائے مجھے ہوا کہیں
آسمان کب میری ہجرت کا اشارہ کر دے
دشمن مار نہ دے جان سے بڑھتے بڑھتے
دوستی جینے کا مجھ سے اشارہ کر دے
بھیڑ میں کھینچ کر لے جائے میری تنہائی
میری وحشت مجھے پھر بھیڑ میں تنہا کر دے
ہے ہر شخص کے ہونٹوں پر گزارش پیہم
میرے مولا! میرے حالات اچھے کر دے
دل سے نکلی ہوئی اک آہ مٹا دے مجھ کو
ایک ٹپکا ہوا آنسو میرا چرچا کر دے

❀❀❀

غزل

وہ اپنی چال بدلتا نہیں کبھی
پھول سائے کے ساتھ چلتا نہیں کبھی
دے کے داغ جدائیوں کے ہمیں
میرے غم میں تیرا پیار ڈھلتا نہیں کبھی
تیری سوچوں کے گہرے سمندر میں
یہ دل میرا پھر سے ڈوبتا نہیں کبھی
فضا بھی صاف ہے تیرے پیار کی طرح
کوئی کسی کے غم میں جلتا نہیں کبھی
ہم کیوں نہ بدل لیں راہیں اپنی جاوید
یہ دل کسی کی یاد میں دھڑکتا نہیں کبھی

(محمد اسلم جاوید، فیصل آباد)

غزل

اجڑے ہوئے لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں
ہر شخص کے اپنے اپنے نصیب ہوتے ہیں
کوئی جا کے جہاں میں نہیں ہے آتا
خوف کے سائے کتنے مہیب ہوتے ہیں
خیالوں میں آتے ہیں جو مٹتے نہیں کبھی
وہ کتنے پیارے میرے حبیب ہوتے ہیں
تھک ہار کے سو جاتا ہوں میں آخرکار
جذبے زندگی کے کتنے قریب ہوتے ہیں
جب بھی آئے گا گزرے دنوں کا خیال جاوید
زاویے حسن کے بھی پھر کتنے قریب ہوتے ہیں

(محمد اسلم جاوید، فیصل آباد)

بہن میری سوکھن

---تحریر: رینا محمود قریشی۔ میر پور خاص۔

محترم بھائی شہزادہ التمش۔
سلام عرض ہے۔ میں پھر آپ کے جواب عرض میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ اس کو شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے اسے میں نے بہت محنت سے لکھا ہے اور اس میں ایک سبق ہے ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے لیے اگر کسی ایک نے بھی اس پر عمل کیا تو میں سمجھ جاؤں گی کہ میری کہانی کے لکھنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔
۔یہ ایسی لڑکی کی کہانی ہے جس نے اپنی ہی بہن کا گھر اجاڑ دیا اپنی خوشیوں کی خاطر اس کی خوشیوں کو لوٹ لیا اس کو آنسوؤں کی طرف لٹا دیا وہ تو سمجھتی رہ گئی کہ وہ سالی ہے اس کی چھوٹی بہن ہے لیکن اس کو کیا پتہ تھا کہ اس کی بہن اس کے خاوند کے ساتھ کیا کھیل کھلا رہی ہے۔
جواب عرض کی پالیسی کے مطابق اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا رائٹر نہ ہو گا۔ آخر میں سب کو خلوص بھرا سلام۔

میرا نام سونم ہے ہم دو بہنیں تین بھائی ہیں میرا دوسرا نمبر ہے جب میری آنکھ کھلی تو امی مٹی کے چولہے پر کھانا پکاتی تھیں بہن دوسروں کے کپڑے سلائی کرتی ابو ایک چھوٹی سی چائے کا ہوٹل چلاتے تھے روکھا سوکھا کھا کر گزارہ ہو ہی جاتا تھا ہمارا میری بہن کی شادی کی عمر ہو چکی تھی اور اس کے لیے کوئی رشتہ نہیں مل رہا تھا جو بھی ملتا وہ گھر آ کے مجھے پسند کر جاتے پر امی ابو منع کر دیتے۔ بولتے کہ پہلے ہم بڑی بیٹی کی شادی کریں گے پھر اس کی بہت سے رشتے آئے اور چلے گئے میں بھی بڑی ہو چکی تھی امی ابو نے پھر میری شادی کرنے کا سوچا کہ ارم کے چکر میں سونم کی بھی عمر نکل رہی ہے پھر جیسے تیسے کر کے ایک غریب خاندان میں مجھے بیاہ دیں کر دیا گیا میرے شوہر کا نام سعید تھا سعید بہت چاہنے والے شوہر تھے میرا بہت خیال رکھتے تھے میری ساس سسر تو چل بسے تھے بس میں اور میرے شوہر رہتے تھے نانند اور دیور سب اپنے اپنے گھروں کے ہو چکے تھے سعید تو کام پر چلے جاتے تو میں گھر میں اکیلی رہ جاتی کبھی امی کے گھر چلی جاتی تو کبھی اپنی بہن ارم کو بلا لیتی دن یونہی گزر رہے تھے۔
میری شادی کو ڈیڑھ سال ہونے کا تھا پر میں اولاد جیسی نعمت سے اب تک محروم تھی خدا نے آخر میری سن ہی لی اور میں امید سے ہو گئی۔ جب مجھے پانچواں مہینہ لگا تو سعید نے میری بہن ارم کو بلا لیا کہ گھر کا کام کاج کر دیا کرے گی میری بہن ہمارے گھر آ چکی تھی۔ میری بہن میرا اور میرے شوہر کا بہت خیال رکھتی تھی میں بہت خوش تھی کہ اتنا چاہنے والا شوہر ہے اور بہن بھی اتنی اچھی ہے پر مجھے کیا پتہ تھا کہ میری پیٹ پیچھے کیا ہو رہا ہے

میرے شوہر کی توجہ مجھ پر سے اور میرے بیٹے پر سے کم ہوگئی تھی رات میں جب میرا بیٹا روتا تو میرے شوہر اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلے جاتے میری بہن بھی ہمارے ساتھ رہ رہی تھی میں اب گھر کے کام کرنے کے قابل ہو چکی تھی میں بھی تھوڑا بہت کام کر دیا کرتی تھی۔ ایک دن میں نے اپنی بہن سے کہا۔

ارم تمہیں بہت دن ہوگئے ہیں اب تو تم اپنے گھر چلی جاؤ میرا بیٹا بھی سات ماہ کا ہو چکا ہے۔ میری یہ بات سننا تھی کہ میری بہن نے پورا گھر سر پر اٹھا لیا۔ کہا۔

تم نے مجھے ایسی بات کی کیوں ہے۔

میں نے اس کو سمجھانا چاہا لیکن اس نے میری اس بات کا ایسا تماشہ لگایا کہ میرے شوہر کو کہہ دیا کہ سونم مجھے گھر سے نکال رہی ہے۔ میں یہ سن کر حیران سی رہ گئی اور اپنی صفائی میں بہت کچھ کہا لیکن سعید نے میری ایک نہ سنی اور بلکہ ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر دے مارا میں تڑپ کر رہ گئی زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ سعید نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ میرا رو رو کر برا حال ہوگیا۔ میں سوچنے لگی کہ سعید کو کیا ہوگیا ہے اس کا لہجہ اتنی جلدی بدل کیوں گیا وہ تو مجھے بہت پیار کرتے تھے اب انہیں کیا ہوگیا اس واقعہ کے بعد سعید مجھ سے دور رہنے لگے میں سب کچھ دیکھ رہی تھی وہ بھی ارم کو شاپنگ کرانے لے جاتے تھے اور کبھی کسی ہوٹل میں کھانا کھلانے لے جاتے تھے میں کچھ کہتی تو سعید کہتے۔ میں جلتی ہوں اپنی بہن سے۔ ان کی اس بات پر میں چپ ہو جاتی آخر وہ میری بہن تھی یہ سلسلہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

یہ ... حد ہی ہوگئی۔ رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔ میری آنکھ کھلی جب منا دودھ کے لیے رو رہا تھا۔ میں اٹھی اور منے کا فیڈر اٹھا کے کچن کی طرف بڑھی تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ جب میں نے سعید اور ارم کو صحن میں شرمناک حالت میں دیکھا میرے ہاتھوں سے دودھ کی بوتل گر گئی۔ جب ان کو میری موجودگی کا احساس ہوا تو وہ دونوں ہی گھبرا گئے۔ میں روتی ہوئی اپنے کمرے میں آگئی۔ اور صبح ہوتے ہی اپنے کپڑے بیگ میں رکھنے لگی۔ وہ میرا سامنے کرنے سے کترانے لگے کیونکہ آج ان کی چوری پکڑی گئی تھی میں اب سمجھ گئی تھی کہ وہ میری بہن کو کیوں شاپنگ کرواتا ہے کیوں اس کو ہوٹلوں میں کھانا کھلاتا ہے میں اپنے کپڑے لیے اور اپنے گھر آنے لگی کہ سعید اور ارم بھی آگئے اور ارم مجھ سے کہنے لگی۔

سونم دیکھو تم غلط سمجھ رہی ہو ایسا کچھ بھی نہیں ہے ارم گھبرائی ہوئی آواز میں بمشکل اتنا ہی کہہ سکی۔ لیکن میں نے اس کی ایک نہ سنی تو سعید نے صاف لفظوں میں کہہ دیا۔

ارم رہنے دو اسے اگر یہ جاتی ہے تو جانے دو اسے نہیں روکو یہ الفاظ سن کر میرا دل خون کے آنسو رونے لگا۔ کہ وہ میری بہن کو ایسی بات کہہ رہا ہے اور وہ بھی میرے بارے میں۔ میں نے اپنا بچہ اٹھایا اور ایک ہاتھ میں بیگ اٹھایا اور چلتے ہوئے سعید سے صرف اتنا کہا

نئی بیوی مبارک ہو۔

میں تمہیں ایسے نہیں جانے دوں گا اگر جانا ہی ہے تو اپنا آخری فرض بھی ادا کرتی جاؤ۔ وہ مجھے روکتے ہوئے بولا۔

کیا مطلب۔ کیسا فرض۔

میں تمہیں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں۔

اس کی یہ بات سن کر میں تڑپ سی گئی اور روتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ کہ اس نے اتنا بڑا فیصلہ کر لیا مجھے ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی سے دور کر دیا آخر میرا قصور کیا تھا۔ کس بات کی مجھے سزا ملی تھی کیوں میری بہن نے میرا گھر اجاڑ دیا۔ آخر کیوں۔ میں روتی پیٹتی ہوئی امی کے گھر آ گئی اور امی کو ساری بات کہہ دی۔ امی کو جیسے صدمہ پہنچا تھا بہت گہرا جب امی کا دل تھوڑا ہلکا ہوا تو وہ مجھ سے لپٹ کر رونے لگی میں نے بھی اپنا سر ماں کے سینے سے لگا دیا اور آنسوؤں کا سمندر میں بھنور کر دیا۔ جب میں کچھ سنبھلی تو امی نے کہا۔

بیٹا تو میرے پاس ہی رہنا بھول جا اس کو مر گئی تیری بہن وہ بہن نہیں ناگن ہے جس نے اپنی ہی بہن کے گھر کو ڈس لیا ہے۔ میں رونے کے سوا کر بھی کیا سکتی تھی اور پھر اس بات کے تین چار ماہ بعد میری بہن اور سعید نے نکاح کر لیا اور دونوں خوشی خوشی رہنے لگے ارم اور سعید کے نکاح کو پانچ سال ہو گئے ہیں پر ان کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی سعید نے مجھ سے میرا بیٹا چھیننے کی بہت کوشش کی عدالت میں بھی مقدمہ درج کرایا پر جیب میری ہوئی میں نے اپنا بیٹا نہیں دیا اور نہ دوسری چادی کی آج میرا بیٹا بیس برس کا ہو چکا ہے اور میں اپنے بیٹے کے ساتھ رہ رہی ہوں جب بھی میرا بیٹا اپنے ابو کے بارے میں پوچھتا ہے تو مجھے ماضی تڑپا دیتا ہے میرے پاس کوئی بھی جواب نہیں ہوتا اپنے بیٹے کو دینے کے لیے۔

رینا محمود قریشی۔ میر پور خاص۔

روگ

☑ تحریر: ایم یعقوب، ڈیرہ غازی خان	0304-3850474

محترم شہزادہ صاحب!

السلام علیکم مزاج گرامی کیسے ہیں میں پہلی بار دکھی نگری میں حاضر ہوا ہوں امید ہے ناامید نہیں کرو گے اگر حوصلہ افزائی ہوئی تو آئندہ بھی آپ کی بزم میں شامل ہوتا رہوں گا میں پچھلے دس سالوں سے جواب عرض کا مریض ہوں جب تک نہ پڑھوں رات کو نیند نہیں آتی میں ایک کہانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں جس کا نام ''روگ'' ہے یہ کہانی میری دوست کی ہے جو اس دنیا میں آخری سانسیں لے رہی ہے اللہ کرے اس کو صبر آئے اور وہ اپنی دنیا میں واپس لوٹ آئے (آمین) اس کی زندگی میں خوشیاں کم اور دکھ زیادہ لکھے تھے یا اس کی محبت ہی ایسی تھی جو بدلتے موسموں کی طرح ماں باپ بھائی بدل گئے آخر جس سے پیار کیا وہ بھی بدل گیا۔ قارئین اپنی قیمتی آراء سے آگاہ کرنا میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یقین ہے آپ سب کو کہانی پسند آئے گی۔ تمام پڑھنے والوں کو سلام۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ھیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ھو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

محبت انسان کو صرف ایک بار ہوتی ہے محبت ایک پاک جذبہ ہے اور محبت ہو جانے کے لیے کسی رنگ روپ ذات پات، امیری غریبی خوبصورتی یا بدصورتی یا کسی موسم کی ضرورت نہیں ہوتی محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو اپنے آپ دل ہی میں ابھرتا ہے یہ وہ پھول ہے جو دل ہی کی دنیا میں کھلتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ پورے دل کو معطر کر دیتا ہے یہ سٹوری ایک ایسی مجبور اور بے بس کی ہے جو کبھی گلاب کی طرح نہیں مسکراتی تھی آج وقت نے اس کو ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا مجھے یقین ہے اس کے بارے میں مجھے اپنی قیمتی آراء سے بتانا آئیے کہانی کی طرف چلتے ہیں۔

میرا نام عائشہ ہے میں ایک اچھے گھر میں پیدا ہوئی مجھ سے بڑا بھائی ہے میں دوسرے نمبر پر ہوں میرے والد صاحب تحصیل جامپور میں نادرا کے دفتر میں ایکسر کاری کلرک ہیں میرے بھائی نے میٹرک پاس کر لی ہے میں بھی مڈل تک تعلیم حاصل کی ہے کچھ گھریلو حالات اچھے نہ ہونے کی وجہ سے میں نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا ویسے ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو پڑھنے نہیں دیتے میرے گھر میں چار افراد ہیں ماں باپ میں اور بھائی ہمارا گزر بسر اچھا تھا ابو سرکاری ملازم تھے بھائی نے پڑھائی کے بعد دکان کھول لی تھی اللہ کے فضل و کرم سے بہت اچھی

زندگی گزر رہی تھی۔ پھر اچانک میری زندگی میں
آیا طوفان آیا سب کچھ اپنے ساتھ لے گیا سوائے
بربادی رسوائی کے میرے گھر والوں کو کچھ نہ ملا
میری ایک بچپن کی دوست تھی جو میری ہم عمر تھی اور
میرے ساتھ پڑھتی تھی میرے گھر سے دور ایک
کلومیٹر کے فاصلے پر اس کا گھر تھا ہم اکثر ایک
دوسرے سے ملتے جلتے رہتے ہیں ایک روز ان کے
گھر گئی تو ان کے ہاں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے
شہر سے ایک عورت اور ایک لڑکا اور ان کے ساتھ
ایک بچی جو چھ سات سال کی تھی سلام دعا کے بعد
میں دوست جس کا نام کنول تھا خالہ سے پوچھا میں
کنول کی امی کو خالہ کہتی تھی میں نے خالہ سے کنول کا
پوچھا خالہ نے کہا کہ کپڑے استری کر رہی ہے میں
اندر کمرے میں گئی جہاں کنول تھی جیسے ہی میں اندر
کمرے میں پاؤں رکھے کنول کے ساتھ ایک ایسا
نوجوان بیٹھا تھا جس کو دیکھتے ہی میرے ہوش حواس
اڑ گئے وہ لڑکا تو مجھے پہلی ہی نظر میں بھا گیا میں اس
کو دل دے بیٹھی میں پہلے پیار محبت کو مذاق سمجھتی تھی
مجھے آج معلوم ہوا پیار ایک مذاق نہیں ہوتا یہ ہر کسی
کو ہو جاتا ہے اس لڑکے نے پینٹ شرٹ پہن رکھی
تھی اس پر بہت سوٹ کر رہی تھی میں اس کو دیکھتی
رہی وہ مجھے دیکھ رہا تھا پھر مجھے کنول نے بلایا او میڈم
صاحبہ کیا گھور رہی ہو میرے مہمان کو پھر میں نے
ہوں ہاں میں جواب دیتی رہی مجھے کیا ہو گیا تھا میں
کیا کرنے آئی تھی بے ساختہ سوال کر رہی تھی اپنے
آپ کو کنول نے کہا پاگل پن کا دورہ پڑا ہے آپ کو
ہمیں کیا پتہ تو کیا کرنے آئی ہے۔

ہم دونوں نے خوب ہلا گلا مچایا میں نے اس کو
ہاتھ سے سلام کیا تھا جو ہمارا رواج تھا پھر وہ چلا گیا
باہر میں نے کنول سے پوچھا یہ کون ہے اور کہاں
سے آیا ہے اس نے کہا کہ میری خالہ بہاولپور میں
رہتی ہے یہ اس کا بیٹا ہے میری خالہ جو باہر بیٹھی ہیں
وہ ہاتھ کے اشارے سے بتایا نام کیا ہے اس لڑکے کا
کنول نے کہا کیوں میں نے کہا ویسے اس نے کہا
کہ مجھے بھی تو پتہ چلے ارے یار ویسے اس کا نام وسیم
ہے پر ہم دونوں نے خوب گپیں لگائیں میں سارا
دن کنول کے ساتھ گزارا اور وہ لڑکا وسیم نامی بار بار
مجھے دیکھنے کے بہانے سے کمرے میں آتا کبھی کیا
لینے کبھی کیا خیر میں وہاں سے چلی آئی شام کو کھانا
کھایا اور سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے میں
بھی سونے کی غرض سے کمرے میں لیٹی تو آج نیند
آنکھوں سے کوسوں دور تھی ہر بار اس کا چہرہ میرے
سامنے آتا رہا ساری رات اس کے بارے میں
سوچتی رہی آج زندگی میں پہلی بار میں اتنا سوچتی
رہی آج میں کسی کے لیے ساری رات جاگتی رہی
طرح طرح کے خیالات ذہن میں جنم لیتے رہے
تھے پھر نجانے کب نیند کی دیوی مجھ پر مہربان ہو گئی
جب میں صبح جاگی تو میرے سر میں بہت درد تھا
آنکھیں لال تھیں امی نے کہا کہ کیا ہوا میری بیٹی کو
میں نے کہا رات کو نیند نہیں آئی امی نے میرے
ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے تڑپ اٹھی پاگل تجھے تو
سخت بخار آیا ہوا ہے ہاتھ منہ دھولو تیرے لیے چائے
لے کر آتی ہوں اور میڈیسن کھالو میں ہاتھ منہ دھو کر
واپس آئی تو امی چائے بنا چکی تھی میں گھر کے کام
تھوڑے کرتی تھی کبھی دل کرتا تو ورنہ ایسے پڑی
رہتی ناشتہ کیا ساتھ چائے اور میڈیسن لی پھر سو گئی۔

تیری یاد میں ہم سونا بھول گئے شہباز
تم کتنے بے پروا ہو کسی کا خیال بھی نہیں

دن کے بارہ بجے تھے مجھے کوئی جاگنے پر مجبور کر
رہا تھا اور ساتھ ساتھ ہلا رہا تھا میں انگڑائی لیتے ہوئے
اٹھی سامنے کنول بیٹھی تھی میں غصہ سے بولا کنول کی بچی
تم ہاں میڈم میں کنول مجھے کنول اکثر میڈم کہتی تھی پھر
کنول نے پوچھا کیا ہوا تم کو میں نے کہا رات کو میری
آنکھوں اور ذہن پر حاوی رہا رات ساری سونے نہیں

دیا اب طبیعت خراب تھی اس لیے وہ کون تھا اور کیا نام تھا اس کا کنول نے پوچھا میں شرما کر ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے وسیم نامی تھا کوئی میں نے کہا اس کا علاج ہے میرے پاس میں نے کہا کیسا علاج کنول نے ایک کاغذ کا ٹکڑا ہاتھ میں لیتے ہوئے بولی یہ کیا ہے اس نے کہا کہ جس کے بارے میں ساری رات سوچتی رہی اس نے دیا ہے آپ کے لیے پلیز اس کا جواب مجھے لکھ کے دو ہاں اس کو ایک بار پڑھ لو کہ میں نے خط کو کھولا جس کی تحریر کچھ یوں ہے۔

مائی ڈیئر عائشہ!

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت بھی ٹھیک ہوگی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں پلیز ناراض نہ ہونا میں بہت کوشش کی نہ بتاؤں پھر دل نے مجبور ہو گیا میں نے جب سے آپ کو دیکھا ہے میں اپنا چین سکون دل کھو چکا ہوں میں آپ سے پیار کرنے لگا ہوں ساری رات آپ کے بارے میں سوچتا رہا اور میں آپ سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے پلیز پیار کا جواب پیار سے دینا میں آپ سے ہمیشہ وفا کروں گا آپ کو چاہنے والا وسیم۔

میں نے جب خط پڑھا تو میں بہت خوش ہوئی کہ میں جس سے پیار کرتی ہوں وہ بھی مجھے پیار کرتا ہے مجھے اپنی تقدیر پر ناز ہونے لگا میں ہواؤں میں اڑنے لگی میں نے جلدی سے ایک خط لکھا جس کی تحریر کچھ یوں ہے۔

مائی ڈیئر وسیم۔

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت مزاج گرامی ٹھیک ہوں گے جس طرح آپ مجبور ہو گئے دل کے ہاتھوں میں حال بھی کچھ ایسا ہے میں بھی آپ سے محبت کرنے لگی ہوں شکر ہے تم نے پہل کی اظہار کرنے میں میں بھی بہت بہت پیار کرتی ہوں مجھے بھی تنہا نہ چھوڑنا ورنہ میں مر جاؤں گی میں بھی تم سے ہمیشہ ہمیشہ وفا کروں گی زادگی نے وفا کی تو میں ہر قدم آپ کے ساتھ رہوں گی۔

آپ کی اپنی عائشہ وسیم۔

پر میں نے کنول کو کہا میں آؤں گی جب میری طبیعت ٹھیک ہوگی پھر کنول واپس چلی گئی آج میں بہت خوش تھی ایک چاہنے والا مجھے مل گیا تھا ہر موسم مجھے اچھے لگنے لگا پھر ہمارا پیار پروان چڑھتا گیا میں ہر وقت اس کے خیالوں میں کھوئی رہی نہ کھانے کا نہ پینے کا نہ اچھی طرح سو سکتی تھی پھر میں 3 دن بعد کنول کے گھر گئی تو کنول کے ساتھ وسیم بھی پریشان تھا سب سے ملی اور اکیلے میں وسیم سے خیر خیریت معلوم کی وہ تو رونے لگا پھر بولا میں ابھی آنے والا تھا پتہ کرنے کو اور سناؤ اب طبیعت کیسی ہے میں نے کہا ٹھیک ہوں پھر وسیم نے کہا کہ میں تحفہ دینا چاہتا ہوں پلیز انکار نہ کرنا بڑے پیار سے کہنے لگا میں انکار نہ کر سکی شام ہوگی میں واپس چلی آئی پھر وہی اس کی یادیں اس کا گھومتا ہوا چہرہ میرے ذہن میں گردش کرتا جب میں وہاں جاتی بڑی خوش ہوتی جب واپس آتی تو ایک پل چین نہ آتا دل کرتا ابھی پرندہ بن کے اڑ جاؤں پھر دو دن بعد کنول آئی حال احوال کے بعد باتیں شروع ہوئیں کنول کے ہاتھ میں موبائل تھا میں نے پوچھا یہ کس کا ہے اور یہ تیرے ہاتھ میں کیوں ہے کنول نے بتایا یہ موبائل وسیم نے دیا ہے آپ کے لیے پلیز انکار نہ کرنا ہاں وہ کہہ رہا تھا کسی تحفہ میں دینا چاہتا تھا مجھے تھما کر وہ چلی گئی میں نے آج تک موبائل استعمال کیا تھا پھر بھی کنول بتا کے گئی پھر شام نے کہا کہ کیسا لگا میرا گفٹ جانی میں نے کہا اس کی کیا ضرورت تھی وسیم نے کہا یہی تو ایک واحد حل ہے ہمارے قریب آنے کا پھر اس نے بتایا کہ کل امی اور چھوٹی بہن بہاولپور واپس جا رہے ہیں میں نے کہا تم میں ابھی نہیں جا رہا 20 دن سارے ہوئے ہیں اس طرح باتیں چلتی

روگ

رہیں فون پر میں بہت خوش تھی ہم نے ایک دوسرے
سے وعدے کیے قسمیں کھائیں میں نے اپنے خدا کو
گواہ بنایا تھا پہلے بھی اور اس طرح ہمارا رابطہ ہوتا
رہتا پھر اس کی ماں اور بہن واپس چلے گئے وہ میری
خاطر رکا تھا پھر دن گزرتے گئے اس طرح 3 ماہ ہو
چکے تھے پھر ایک دن وسیم نے کہا میں گھر جانے والا
ہوں پلیز ایک بار اکیلے میں ملنا چاہتا ہوں میں نے
اس کو کہا میں نہیں مل سکتی اکیلے میں کوئی دیکھ لے گا
اور میں بدنام ہو جاؤں گی مجھے گھر والے مار ڈالیں
گے وسیم نے مجھے تسلیاں دیں کہ ایسے میں کچھ نہیں ہو
گا میں سب کچھ سنبھال لوں گا پلیز ایک بار زندگی
میں دوبارہ نہیں کہوں گا پلیز میں نے لاکھ کہا مگر وہ
مانتا ہی نہیں تھا آخر مجھے ہاں کرنی پڑی میں نے کہا
اور کیسے اس نے کہا کہ شام کو میں کنول کو بھیجوں گا بعد
میں بتاؤں گا ہم ایکدوسرے میں اتنے واقف ہو
چکے تھے پھر 2 دن بعد کنول میرے گھر آئی باتیں
کیں وسیم کا پوچھا بہت اداس ہے اور آپ سے ملنا
چاہتا ہے پھر کنول نے کچھ گولیاں دیں میں نے
پوچھا یہ کیا ہے تو بولی وسیم بھائی نے دی ہیں باقی وہ
فون پر بتائے گا کنول چلی گئی میں گولیوں کو دیکھ
کر حیران و پریشان تھی پھر رات کے 10 بجے وسیم
کی کال آئی میں نے پوچھا یہ سب کیا ہے اس نے
مجھے پیار سے سمجھایا کہ یہ پیار میں ایسے ہوتا ہے پر
میں ایسا نہیں کر سکتی پر کیسے کروں وسیم نے کہا کہ شام
کو کھانے میں ڈال دینا اور تم کھانا نہیں کھانا جب
سب سو جائیں آرام سے بات کریں گے اور ہاں
جب باہر آؤ مجھے مس کال دینا میں آ جاؤں گا پھر جگہ
کا بتایا پھر دوسرے دن میں ویسے کیا جیسے وسیم
نے کہا تھا میں نے ایک منٹ بھی نہیں کیا ہو گا میں
نے کیا کیا ان کے ساتھ جنہوں نے مجھے پالا پوسا
پڑھایا لکھایا برا کیا آج ان کے ساتھ دھوکہ کیا۔ مجھے
چار دنوں کی ملاقات نے اتنا اندھا کیا میں اپنے
ماں باپ بھائی کو بھول گئی اور یہ بھی بھول گئی کیا
سلوک ہو گا میرے ساتھ اگر کسی کو پتہ چل گیا
میرے ابو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے اگر کوئی
اٹھ گیا کیا سوچیں گے کہ ہماری بیٹی کہاں چلی گئی پھر
گھر میں طوفان آ جائے گا میرا سب کچھ برباد ہو
جائے گا اگر وسیم نہ آیا وقت پر میں نے سوچے سمجھے
بغیر اپنے ماں باپ کو اپنے ہاتھوں سے مار دیا پھر میں
نے وسیم کو کال کی کہ کہاں ہو میں گھر کے باہر آ گئی
ہوں اس نے کہا کہ میں پانچ منٹ میں آ گیا ہوں
پھر میں اپنی بستی سے باہر ہی نکلی تھی کہ راستے میں
ایک آدمی دکھائی دیا میں نے ایک کونے میں چھپ
کر کال ملائی اور دیکھا کہ گر وسیم ہو گا تو اس کا
موبائل بجے گا اور روشنی ہو گی پتہ چل جائے گا میں
نے جیسے سوچا ویسا ہی ہوا پھر وسیم کو کہا کہ میں آپ
کے سامنے ہوں میرا زور زور سے دل دھڑک رہا تھا
اور ساتھ پورا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا میں ایک شریف
عزت دار لڑکی تھی جو آج ایسے راہ پر چل پڑی تھی
جس پر سوائے بربادی رسوائی بدنامی ذلت کے اور
کچھ نہیں اپنے ماں باپ کی شرافت عزت شہرت کو
اپنے پیروں تلے روند کر آئی تھی اور بغیر سوچے سمجھے
اپنی بربادی کے راستے پر چل پڑی تھی ساتھ میں میرا
محبوب میرا ساتھی میری زندگی میری خواہش میرے
ساتھ تھا میں اور وسیم تقریباً 15 منٹ پیدل چلتے
رہے اور چلتے چلتے ہم ایک چار دیواری میں جا پہنچے
اور سکون سے بیٹھ گئے جہاں چارپائی پڑی تھی ہم
ایک دوسرے سے پیار بھری باتیں کرتے رہے پھر
وسیم نے کہا کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں کرو
گی میں نے کہا میں انکار کیسے کر سکتی ہوں میں
تو آپ کی ہوں اور ہمیشہ رہوں گی مرتے دم تک
آپ کی ہوں پھر وعدے قسمیں کھائیں ایک
دوسرے سے وعدے کرتے رہے پھر ہم کافی دیر
تک ایک دوسری کی بانہوں میں رات گزار دی پھر

صبح کے 4 بجے تو ہم گھر واپس آ گئے تو سب گھر والے سوئے ہوئے تھے میں آرام سے آ کے سو گئی پھر وسیم کی تھوڑی دیر بعد کال آئی میں خیریت سے پہنچ گیا ہوں تم سناؤ سب خیریت ہے ہاں سب سو رہے ہیں پھر کال ڈراپ ہو گئی پھر کب نیند آئی پتہ نہیں چلا صبح اٹھی تو ساڑھے دس بج رہے تھے آج میرا بدن چور چور ہو رہا تھا اور مجھے سخت بخار تھا امی نے پوچھا کیا بات ہے میں نے کہا کہ بخار ہے پھر فریش ہوئی چائے پی اور واپس کمرے میں آ کے لیٹ گئی پھر وسیم کی کال آئی میں نے بتایا کہ جب واپس آئی تھی اس وقت کی طبیعت خراب ہے اور ہاں کب والدین کو رشتے کے لیے میرے گھر بھیج رہے ہو بہت جلدی وسیم نے کہا پھر بولا کہ میں 2 دن بعد بہاولپور جا رہا ہوں اور جاتے ہی گھر والوں سے بات کروں گا شادی کے بارے میں پھر دن بھی گزر گئے پھر جاتے ہی وسیم نے کال کی تھی اور ساتھ پریشان تھا شاید جدائی کا غم تھا میں نے وسیم کو بہت روکا اور ضد کی مگر بے سود رہا گھر کنول آتی رہتی وسیم کی کال روز آتی میں ہر بار رشتے کے لیے کہتی ہر بار یہی جواب کہ کوئی فیصلہ کریں گے آخر وہ والدین ہیں اولاد کے لیے برا نہیں چاہتے پھر مجھے کچھ شک ہونے لگا پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے وسیم کو کال کرنی چاہی آگے وسیم کا نمبر مصروف ہوتا تقریباً 3 گھنٹے کے بعد کال لگی میں نے پوچھا جناب کہاں مصروف تھے وسیم ہکلاتے ہوئے جواب دیا کوئی دوست تھا اس لیے پھر میں نے رشتے کے لیے کہا کہ وسیم نے کہا میں بعد میں بات کرتا ہوں کال ڈراپ ہو گئی پھر دو دن تک اس کی کال نہیں آئی میں نے دو دنوں کے بعد کال کی تو وہی مصروفیت میں جاتا رہا آج تو حد ہو گئی پورے پانچ گھنٹے بزی رہا مجھے بہت غصہ آیا وسیم پر پھر میرے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا کنول کو پتہ تھا ہماری ملاقات میں نے کنول کو پہلے کبھی نہیں بتایا تھا اس طرح دس دن گزر گئے اب میری بے چینی بڑھنے لگی میں ہر وقت پریشان رہنے لگی اس کے بارے میں سوچتی رہتی اب میری امی مجھ پر نظر رکھنے لگی اس کو پتہ نہ تھا کہ ہماری لاڈلی بیٹی کب کی ہماری عزت خاک میں ملا چکی ہے میں برباد ہو چکی ہوں سب کا اعتماد بھروسہ توڑ چکی ہوں جب یہ سب کچھ سوچتی اپنی بربادی پر آنسو بہاتی اپنے کیے پر پچھتاتی اور روتی رہتی اب میں پہلے جیسی نہ رہی ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی نہ کھانا پینا سونا سب کچھ بھول گیا تھا ہر وقت رونا تنہائی میں اپنے آپ کو کوستی رہتی اب میرے رونے کوسنے سے کیا بنتا جو ہونا تھا ہو چکا تھا ادھر اس کی بے وفائی بے رخی مجھے دن رات رلاتی رہتی اس کے درد میں تڑپتی رہتی ایک دن اس ہرجائی کا فون آیا کہ میرے والدین نہیں مانتے اور میری بچپن میں میری منگنی ہو چکی ہے میری کزن سے اب میں مجبور ہوں یہ سنتے ہی میرے پاؤں تلے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی میں خاموش اس کی باتیں سن رہی تھی اور میری آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہہ رہے تھے وہ بولے جا رہا تھا میں تمہارا گنہگار ہوں معافی کے لائق بھی نہیں اگر ہو سکے تو معاف کر دینا اور بھول جانا وہ میری سسکیوں کی آواز سن رہا تھا پھر میں روتے ہوئے پوچھا وہ وعدے قسمیں کہاں وہ سب کیا جھوٹ تھا تم نے میرے جسم سے کھیلا میرے جذباتوں کو توڑا ہے میں تم کو کبھی معاف نہیں کر سکتی میں سب کو بتا دوں گی میں رو رہی تھی وہ ہنس رہا تھا تم میرا کچھ نہیں کر سکتی اس میں تمہاری بدنامی ہوگی میں نے جو کرنا تھا کر دیا میرا کام ہو گیا میں نے تمہارے جسم سے کھیلنا تھا سو کھیل لیا آگے تمہاری مرضی میں نے تم کو بتا دیا دو ٹکے کی لڑکی سے کیا شادی کرنی۔ جو دو تین باتوں پر پھسل سکتی ہے اس سے شادی کیسی میں نے تم کو استعمال کرنا تھا جو کر لیا

تم اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہو تم جیسی لڑکیوں کو میں ٹشو پیپر کی طرح استعمال کرتا ہوں وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا پھر بولتے بولتے رک گیا پھر کہا کہ تم کو سمجھانا اونٹ کو رکشے میں بیٹھانے کے برابر ہے میں تم کو اپنا فیصلہ بتا دیا او کے میں غصہ میں تھی میں نے موبائل دیوار پر مار دیا وہ وعدے قسمیں وہ چاہت بھرے سپنے وہ الفت کی راتیں وہ بے وفا ہر جائی مطلب پرست سب کچھ بھول گیا میرا سب کچھ تباہ ہو گیا اب میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی ہر جائی بے وفا نے مجھے سب کی نظروں سے ارا دیا پھر میں نے سب کچھ اپنی پیاری دوست کنول کو بتا دیا شاید وہ کسی کام آسکے مگر جب انسان کی بربادی کے دن شروع ہوتے ہیں کسی کا زور نہیں چلتا سب کوشش ناکام ہو جاتی ہے۔

ایک دن امی کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی کہ اچانک قے آگئی اور ساتھ میرا سر چکرانے لگا پھر امی نے مجھے بیڈ پر لٹایا اور ڈاکٹر کو بلایا ڈاکٹر نے میرا چیک اپ کیا اور کہا کہ آپ کی بیٹی ماں بننے والی ہے پھر ڈاکٹر کا کہنا تھا امی مجھ پر برس پڑیں مجھے مار مار کے بے ہوش کر دیا پھر رات کے 12 بجے ہوش میں آئی تو میرے ابو بھائی میرے سر پر کھڑے تھے ابو نے گرج دار آواز میں پوچھا بے غیرت لڑکی یہ سب کیا کیا ہے تو نے ذرا بھی نہیں سوچا میری ناک کٹوا دی اب میں کیسے سر اٹھاؤں گا تم نے جیتے جی ہم سب کا گلا گھونٹ دیا بے حیا یہ کام کرتے ہوئے ہمارا خیال نہیں آیا یہ کام کرتے ہوئے تم ڈوب کے مر جاتی اپنی عزت آبرو پر آنچ نہ آنے دیتی میں سب سے معافی مانگتی رہی۔ میں روتے ہوئے ابو کے پاؤں پڑی امی سے معافی مانگی امی نے پاؤں سے ایسے دھکا دیا میں دیوار سے جا لگی پھر بھائی آگیا تم نے میری عزت کا خیال نہیں کیا بھائی نے مارنا شروع کیا میرے بازو کا درد نکل گیا تھا میں رو رہی تھی میں جن کی لاڈلی تھی انہیں کی نظروں میں گر گئی تھی پھر ابو نے تین

چار تھپڑ مارے ان کا غصہ بہت زیادہ تھا ان کے بس میں ہوتا تو گولی مار دیتے پھر مجھے کمرے میں بند کر کے چلے گئے دو دن تک ان کو پتہ نہ تھا کہ کوئی کمرے میں بند ہے تیسرے دن امی نے کہا کہ تمہاری شادی کر دیں دور جہاں سے کوئی خبر نہ لے پھر میں نے امی کے پاؤں پکڑے روئی منتیں کیں امی نے کہا اگر تو یہ کام نہیں کیا ہوتا تو آج یہ سب نہیں ہوتا پھر شام کے 9 بجے کچھ آدمی آئے اور ایک مولوی بھی تھا میں سمجھ گئی کہ آج آخری دن ہے میرا نکاح پڑھایا اور رات کے 11 بجے مجھے ماں باپ نے گھر سے نکال دیا میں روئی گڑگڑائی میرے ساتھ ایسا ظلم نہ کرو میں آپ کی بیٹی ہوں اگر تو ہماری بیٹی ہوتی تو یوں ہماری عزت خاک میں نہ ملاتی اور جو کرتا ہے وہی انجام ہوتا ہے اس طرح میں اپنے بابل کے گھر سے روانہ ہو گئی پھر ہر وقت رونا اپنی قسمت کا اپنے رب سے شکوہ کرنا معمول بن گیا پھر ساتھ ساتھ وقت گزرتا رہا میرا شوہر بھی اچھا انسان تھا شاید اس میں انسانیت تھی اس نے میرے درد کو سمجھا اور میرے ساتھ پیار سے پیش آتے لیکن جو قسمت میں لکھا تھا وہ تو ملنا تھا جو مجھے مل چکا تھا زندگی بھی کیسے کیسے رنگ روپ دکھاتی ایک دن میرے شوہر کسی کام سے شہر گئے ہوئے تھے سارا دن وہ نہیں آئے شام کو فون آیا کہ عبدالرؤف کا انتقال ہو گیا ہے میرے شوہر کا نام عبدالرؤف تھا میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی قسمت میں پھر روگ لگا پھر میرا حال وہی ہو گیا میں ویسی ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی اب میرا بچہ پیدا ہوا بالکل وسیم جیسا وہی ناک وہی ہونٹ وہی چہرہ پھر اس بچے کو اپنی زندگی بنا لیا اب مجھے اور کچھ نہیں چاہیے تھا پھر میرے سسرال والوں نے کہا کہ بیٹا تو اس دنیا میں نہیں رہا اب جو بھی فیصلہ کرو تمہیں حق ہے قارئین آپ بتائیں میں کیا کروں مجھے تو کوئی راہ دکھائی دے قارئین اپنی قیمتی آراء سے آگاہ کرنا میں کہاں تک کامیاب ہوا۔

❁❁❁

واہ تیری وفا

تحریر: یاسر وکی، دیپالپور

محترم شہزادہ صاحب!

السلام علیکم! سب سے پہلے میرا جواب عرض کی پوری ٹیم کو مودبانہ سلام ہو۔ اس مرتبہ پھر ایک کاوش لے کر آپ کی بزم میں حاضر ہوا ہوں جس کا نام "واہ تیری وفا" رکھا ہے امید کرتا ہوں کہ میری اس کاوش کو قارئین ضرور پسند کریں گے۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

قارئین کرام میرا نام یاسر وکی ہے اور پیار سے مجھے وکی کہتے ہیں۔ میں دیپالپور کے ایک گاؤں کا رہائشی ہوں میری تعلیم میٹرک ہے اور آگے تعلیم حاصل کر رہا ہوں خدا کا دیا ہمارے پاس سب کچھ ہے کسی چیز کی کمی نہیں آج پھر اس بے وفا کی یادوں نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب جب بھی دسمبر آتا ہے۔

میں اس بے وفا کی یادوں کا سوگ مناتا ہوں۔ میرے آنسو ہیں کہ رکنے کا نام نہیں لیتے۔

قارئین میں معذرت خواہ ہوں نہ جانے میں کہاں پہنچ گیا۔

قارئین یہ جنوری 2012 کی بات ہے۔ میں گاؤں کے قریبی ایک ہائی سکول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا ہم کلاس میں تین لڑکے اور آٹھ لڑکیاں کلاس فیلو تھے ہم تینوں ایک دوسرے کی جان تھے۔ یاسر وکی۔ فیاض اکبر۔ ابراہیم یہ ان دنوں کی بات ہے۔ جب میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا آٹھویں اچھے نمبروں سے پاس کر کے نہم کلاس کی تیاری کر رہا تھا سکول میں نہم کلاس میں آج مجھے پہلا دن تھا پرنسپل صاحب کا پریڈ اٹینڈ کیا اور دو گھنٹے بعد بریک ہو گئی۔ گرل کو علیحدہ بریک ہوتی اور بوائز کو علیحدہ سیکشن بھی علیحدہ تھے بریک کا وقت ہوا سر کسی کام کی وجہ سے شہر چلے گئے میں دروازے کے پاس کھڑا ہو گیا تو ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی وہ میرے پاس آئی اور ایک خط مجھے دیا اور کہا کہ یہ خط باجی رمزہ نے دیا ہے وہ دوسرے دروازے کے پاس کھڑی مسکرا رہی تھی میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی خط کو پکڑ لیا اور جیب میں ڈال لیا جب بوائز کو بریک ہوئی تو ہم لوگ شاپ پر چلے گئے اور میں نے فیاض اکبر کو بتایا یار یہ لیٹر رمزہ نے مجھے دیا ہے اس نے کھولا اور پڑا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

مائی ڈیئر میں عافیت کے ساتھ ہوں اور امید ہے کہ آپ بھی خریت سے ہوں گے میری جان میرے شہزادے میں آپ سے دلو جان سے زیادہ

پیار کرتی ہوں میری جان آپ کی ہر ایک ادا نے مجھے بہت تنگ کیا میرے سپنوں میں آ کے مجھے بہت ستایا آج دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ خط لکھ کر بھیج رہی ہوں میری جان مجھے امید ہے کہ آپ میرے پیارے سے خط کا جواب پیار سے دیں گے۔ I-Y آپ کی جان رمزہ یہ خط پڑھنے کے بعد فیاض اکبر نے مجھے سمجھایا کہ یار ابھی سے تو ان چکروں میں نہ پڑھ میں نے خط کو جیب میں ڈال لیا ساری رات نیند نہ آئی رات کے قریباً دو بجے میں نے خط لکھ دیا جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

اسلام علیکم!

مائی ڈیئر میں عافیت سے ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی عافیت سے ہوں گی میری جان آپ کا خط پا کر میں بہت خوش ہوں میری جان پیار تو میں بھی آپ سے کرتا تھا لیکن اظہار کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی میری جان پیار کی راہوں میں مجھے اکیلا مت چھوڑنا میں تمہارے بن زندہ نہیں رہ پاؤں گا فقط آپ کی جان یاسر دکی یہ خط صبح میں نے اسے دے دیا وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی آج میں بھی بہت خوش تھا دن گزرتے رہے ہماری روزانہ سکول میں ملاقاتیں ہوتی لیکن میں نے اس سے سچا پیار کیا تھا میرے دل میں ایسی کوئی بات نہ تھی اور میں اس کے جسم سے نہیں بلکہ اس کی روح سے پیار کرتا تھا ایک دن سکول سے چھٹی ہوئی اس نے ایک چھوٹی سی پرچی میری طرف پھینکی میں نے دیکھا اس پر لکھا ہوا تھا کہ آج چھٹی کے بعد مجھے سکول میں ملنے آنا سارے لوگ چھٹی کر کے چلے گئے رمزہ نے بھی بیگ سنبھالا اور گھر چلی گئی میں بہت پریشان تھا کہ اس نے تو مجھے ملنا تھا میں سکول کے سامنے ایک سموسے والے سے سموسے کھانے لگا۔ جب میں نے سکول کی جانب دیکھا تو وہ سکول جا رہی تھی میں نے سموسے ادھر پھینکے اور پیسے دے کر سکول چلا گیا جب سکول گیا تو وہ تو جیسے پہلے سے انتظار کر رہی تھی میں اس کے پاس گیا تو وہ مسکرانے لگی۔ ہم کچھ دیر ایک دوسرے سے محبت کی باتیں کرتے رہے پھر اس نے میرے بازو سے پکڑا اور کمرے کے اندر لے گئی ایک بات بتاتا چلوں کہ سکول کی چابیاں نہم کلاس کے سپرد تھی کمرے کے اندر اس نے اور میں نے وہ کچھ کیا جو نہیں کرنا چاہیے تھا پھر ہم اپنے اپنے گھر چلے گئے سکول سے نکلتے ہوئے میرے کزن کاشی مہر نے مجھے دیکھ لیا تھا اور اس نے مجھے اپنی طرف بلایا اور پوچھا کیا بات ہے چھٹی تو دو بجے ہو گئی تھی اور آپ لوگ چار بجے جا رہے ہیں کوئی فنڈا تو نہیں میں نے کہا یار ایسی کوئی بات نہیں وہ کہنے لگا۔ اگر ایسا کوئی معاملہ ہو تو اپنے بھائی کو ضرور یاد کرنا میں آپ کو بتاتا چلوں کہ کاشی مہر جو کہ میرا کزن ہائی سکول کا صدر تھا اس لئے وہ پہلے سے ہی دوستوں کی لڑائی جھگڑے میں مدد کرتا تھا سکول کے لڑکوں کو جیسے کہتا وہ ویسے کرتے تھے میں گھر چلا گیا دن گزرتے گئے۔ ہمیں ایک دوسرے کو ملے ہوئے قریباً بیس دن گزر گئے کیونکہ سر پہلے لڑکیوں کو چھٹی دیتے اور آدھے گھنٹے بعد وہ لڑکوں کو چھٹی دیتے خیر بیس دن بعد ہم جب ملے تو بہت گلے شکوے کیے اس نے کہا آج رات آپ ہمارے گھر میں ملنے کے لیے آؤ میں نے مزاحیہ انداز میں کہا آپ کے ممی پاپا کو تو وہ کہنے لگی یار کبھی تو مذاق چھوڑ دیا کرو میں نے کہا یار تو پاگل تو نہیں ہو گئی کسی نے دیکھ لیا تو شامت آ جائے گی وہ کہنے لگی ڈر کے آگے جیت ہے اور مجھے اے۔ ٹی ۔ون میڈیسن دینی ہے وہ گھر والوں کو کسی چیز میں ڈال کر دے دوں گی اور ایک بجے کے بعد ملنا میں نے اسے وہ میڈیسن بھیج دی اور ایک بجے ان کے گھر چلا گیا ان کا دروازہ کھلا تھا میں اندر داخل ہو گیا اس نے اشارہ کیا کہ اوپر آ جاؤ ہم اوپر کمرے میں چلے گئے ادھر بیڈروم پر بیٹھ گئے پہلے تو ہم نے ادھر

جینے مرنے کی قسمیں کھائیں اور بعد میں ایک دوسرے کے ساتھ لیٹ کر لیٹ گئے صبح چار بجے مجھے جاگ آئی ابھی تھوڑا تھوڑا اندھیرا تھا میں نے رمزہ کو دیکھا وہ سو رہی تھی وہ سوئی ہوئی بہت خوبصورت لگ رہی تھی میں نے اس کے چہرے سے کس کی اور چلا گیا سکول کے ٹائم پر مجھے جاگ نہ آئی باجی نے مجھے اٹھنے کو کہا تو میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا میری آنکھیں بہت سرخ تھی باجی نے کہا کیوں بھائی کیا چکر ہے کون ہے وہ میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا آپ کیا کہہ رہی ہیں میں کچھ سمجھا نہیں وہ کہنے لگیں جس کو رات کو ملنے گئے تھے میں اور ناصر جاگ کر دیکھ رہے تھے آپ جب رات کو جا رہے تھے میں نے باجی کو کچھ نہ بتایا اور ٹال مٹول سے کام چلایا سکول گئے تو وہ آج پھر مجھے ملی کیونکہ سر نہیں تھے۔ اور کہنے لگی کیوں جی رات کو سوئے نہیں کیا دوسری لڑکیاں ہنسنے لگی ایک لڑکی کہنے لگی رات کو کسی کے ساتھ ملاقات جو کرنے گئے تھے میں خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔ اب ہم روز سکول میں بات چیت کر لیتے دس دن گزر گئے ہماری پھر ملاقات نہ ہوئی رمزہ نے ایک خط بھیجا کہ مجھے چھٹی کے بعد ملو سکول سے چھٹی ہو گئی سارے بچے چلے گئے میں گرلز سیکشن میں گیا تو وہ کہنے لگی اتنی دیر کیوں کر دی میں نے کہا ہو گئی یار وہ میرے گلے لگ گئی ہم پھر پیار محبت کی باتیں کر رہے تھے میں نے اسے ایک موبائل دیا۔ اور ایک سم اسی دوران دو لڑکے ہمیں دیکھ رہے تھے پھر ہم کمرے میں چلے گئے آدھے گھنٹے بعد باہر آنے ہی والے تھے کہ دونوں لڑکوں نے شور کر دیا میں نے رمزہ کو کہا کہ تو نکل میں انہیں سنبھالتا ہوں وہ نکل گئی میں نے ان لوگوں کو ایک شاپ پر لے گیا بہت کھلایا پلایا اور سو سو روپے بھی ان کی مٹھی میں دیا انہوں نے کہا کہ تو بے فکر ہو جا میں گھر چلا گیا ادھر کھانا وغیرہ کھایا تو پھر اڈے پر چلا گیا جب اڈے پر گیا تو ان لوگوں نے سب کو بتا دیا سارے دوست میرے پاس اکٹھے ہو گئے۔ یار تو نے اتنی خوبصورت لڑکی کو کیسے پٹایا اندر سے کچھ اور اور باہر سے کچھ اور پتہ نہیں کیسی کیسی بیہودہ باتیں کر رہے تھے میں وہاں سے ایک شاپ پر چلا گیا۔ شاپ والے لوگوں نے بھی ایسی باتیں کی یہاں تک کہ اس کے بھائی کو بھی اس سارے قصے کا پتہ چل چکا تھا۔

میں شاپ سے کچھ چیزیں خریدنے کے لیے کھڑا تھا اس نے یعنی کے رمزہ کے بھائی نے میرے بازو سے پکڑا اور دوسری طرف لے گیا۔ اس نے ادھر مجھے مارنا شروع کر دیا لیکن میں نے اس پر ہاتھ نہ اٹھایا دوسری طرف میرے کزن کاشی مہر کو کسی نے بتایا کہ وکی کو ایک لڑکا مار رہا ہے تو کاشی تیزی سے بھاگا آیا اور اس نے ارسلان یعنی رمزہ کے بھائی کو مارنا شروع کر دیا کاشی کے ساتھ اس کے دوست بھی جھگڑے میں شامل ہو گئے لوگوں نے بہت مشکل سے کاشی اور اس کے دوستوں کو قابو کیا کاشی میرے ساتھ جھگڑنے لگا اور کہنے لگا یار تو ہم لوگوں کو غیر سمجھتا ہے تو نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا اور تو نے تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا وہ تجھے مار رہا تھا میں خاموشی سے اس کی تمام گفتگو سن رہا تھا میں گھر چلا گیا دو دن بعد ان لوگوں نے ابو کو بھی بتا دیا ابو اوکاڑہ میں تھے انہوں نے فون پر سارا قصہ بتا دیا ابو نے گھر میں فون کیا اور میرے ساتھ بات کی ابو نے غصے میں بہت برا بھلا کہا اور یہ سب کچھ سننے کے بعد میں تھر تھر کانپنے لگا کہ اب خیر نہیں ابو نے رات آنا تھا میں ایسا کیا کہ جواب عرض کے ایک دوست سے میری اچھی خاصی ہیلو ہائے تھی میں نے اسے فون کر کے سب کچھ بتایا اور کہا کہ میں آپ کے پاس لاہور آ رہا ہوں اس نے موسٹ ویلکم کہا میں نے اپنا سارا سامان اکٹھا کیا اور رات کو دس بجے گھر سے روانہ ہو گیا اور قریباً رات کے ایک بجے اس کے پاس پہنچ گیا اس نے اچھی خاطر تواضع کی صبح دس بجے میں

واہ تیری وفا

اٹھا اور نہا دھو کر فریش ہو گیا۔
قارئین میں اس کا نام بتانا بھول گیا اس کا نام عمران تھا۔ عمران نے کہا تم جتنی دیر چاہو رہ سکتے ہو میں کہا یار آپ کام کیا کرتے ہو کہنے لگا یار میں ماربل فیکٹری میں منشی ہوں میں نے کہا آپ کی تعلیم کتنی ہے وہ اس نے کہا ایف اے اور وہ کام پہ چلا گیا میں نے کمرہ بند کیا اور دوبارہ لیٹ گیا شام کو وہ آیا اور کہا نہا لو ہم گھومنے جائیں گے ہم ایک پارک میں چلے گئے اور گھر واپس آ گئے میں نے کہا یار مجھے کوئی کام دلا دے وہ کہنے لگا میرے ہوتے ہوئے تو کام نہیں کرے گا میں نے آخر اسے منا لیا اس نے اسی فیکٹری میں مجھے آفس بوائے رکھ لیا وہاں یہ سیٹ خالی تھی اس نے مجھے کام دلا دیا اب دن گزرنے لگے مجھے لاہور آئے ہو پچیس دن ہو گئے اور آج رات رمزہ نے مجھے کال کی یاسر آپ کہاں چلے گئے آپ کے بغیر دل نہیں لگتا یار تم کہاں ہو بتاؤ تو سہی اور رونے لگی بڑی کافی دیر روتی رہی پھر میں بھی رونے لگا آج رمزہ بہت یاد آ رہی تھی میں کہا۔ اب خاموش ہو جاؤ اور وہ گانا ایک مرتبہ سنا دو جو تو نے مجھے پہلی بار ہم ملے تھے تو تو نے سنایا تھا اب ہم روز بات کرتے وہ روزانہ خبر دیتی کہ یہ ہوا آج یہ ہوا جب مجھے 28 دن ہوئے تو ابو کی کال آئی میں ڈر ... کال اٹھا نہیں رہا تھا آخر کال اٹھائی تو دوسری طرف رونے کی آواز آئی میں نے پوچھا تو ابو تھے اور انہوں نے کہا تو کہاں ہے جہاں بھی ہے واپس آ جا تو جیسے کہے گا ویسا ہی ہوگا میں ایک ماہ دس دن بعد گھر واپس جانے کی تیاری شروع کی عمران نے تنخواہ دس ہزار دی رات کو پینٹ شرٹ اور جوتے خریدے اور صبح بارہ بجے گھر پہنچ گیا گھر میں سبھی لوگ بہت خوش ہوئے اب میں نے موٹر بائیک نکالی اور رمزہ کے گھر کا رخ کیا جب وہاں دیکھا تو رمزہ کسی لڑکے کے ساتھ باتیں کر رہی تھی وہ لڑکا چلا گیا میں رمزہ کے پاس پہنچا اور پوچھا یہ لڑکا کون تھا اس نے کہا تم سے مطلب میری آنکھوں میں آنسو آ گئے میں نے کہا رمزہ وہ تیرے وعدے وہ قسمیں کہاں گئی اس نے کہا میں تو کسی اور سے پیار کرتی ہوں میں واپس گھر آ گیا اور اس کی تصویر سینے سے لگا کر بہت رویا کچھ دن گزرے تو مجھے اس کی ایک دوست نے کہا یاسر بھائی میں اس کی ہمراز ہوں وہ کسی اور سے نہیں پیار کرتی اس نے آپ کو دیکھ کر ڈرامہ کیا تھا میں نے کہا کیوں اس نے کہا کہ اسی رات اس کے ابو نے اس کے پاؤں پکڑے منت کی کہ اسے بھول جا ہماری عزت کا خیال کرو وہ اس لڑکے کو اپنا بھائی سمجھتی ہے وہ یہ کہہ کر چلی گئی اس کے بعد میں نے جب بھی رمزہ سے بات کرنی چاہی اس نے موقع نہ دیا۔ ایک مرتبہ وہ مجھے اکیلی مل گئی۔ میں نے اس کے بازو سے پکڑا اور اپنی طرف کھینچا اس نے پھر کہا یاسر اب مجھے بھول جا میں جانتی ہوں تو مجھے پیار کرتا ہے لیکن پیار کا یہ مطلب نہیں کہ جس سے پیار کیا جائے اسی سے شادی کی جائے اسے پا لیا یاسر تیرے آگے تیری پوری لائف ہے تو ختم کر دے اپنے دل سے میری محبت تو بھول جا کہ رمزہ نام کی کوئی لڑکی کو تو جانتا ہے یا جانتا تھا او کے میں اس کے چہرے کی طرف ہی دیکھتا رہا اور وہ چلی گئی اس کے بعد میں نے کبھی اسے تنگ نہیں کیا اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے بے وفا کہوں یا باوفا کہوں۔

جی قارئین یہ تھی میری دکھ بھری داستان جو میں نے آپ لوگوں سے شیئر کی میں اب اس کو بھولنے کی کوشش کر رہا ہوں اور کوئی ایسا مخلص اور نیک دوست ڈھونڈ رہا ہوں جو میرا ہر دکھ درد بانٹے اور میرے دل کو بہلائے تاکہ میں اپنی تمام تر زندگی آسانی سے گزار سکوں آپ لوگ ضرور اپنی آراء سے آگاہ کیجئے گا۔

ماہ اگست 2013 کا جواب عرض میرے ہاتھ میں ہے اس میں تمام کہانیاں ہم کو بہت پسند آئی اور سب سے زیادہ بھائی ندیم احمد ڈھکو کی کہانی نشے کی لت بہت پیاری لگی میں یہ کہانی پڑھ کر بہت متاثر اور لطف اندوز ہوا ہوں بھائی ندیم اگر آپ جیسے لوگ دوسرے لوگوں کی اس طرح مدد کرتے رہے تو انشاء اللہ آپ لوگ بہت کامیاب ہوں گے کامیابی آپ کے قدم چومے گی بھائی آپ اسی طرح ہر ماہ اپنی کہانی بھیجا کریں آپ کی کہانی پڑھ کر میرے دل میں بھی لکھنے کا جذبہ پیدا ہوا اس ماہ میں بھی آپ کی طرح کہانی بھیج رہا ہوں امید ہے کہ شہزادہ صاحب مجھے مایوس نہیں کریں گے۔ اللہ جواب عرض کو دن دگنی اور رات چگنی ترقی عطاء فرمائے۔

❀❀❀

غزل

اچھا ہوتا تیری یاد سے دامن چھڑا دیتا
تو نے بھلایا تھا میں بھی تمہیں بھلا دیتا
یوں نہ ہوتا رسوا اپنے لوگوں کی نظروں میں
چھ تو اپنا چہرہ مٹی کی دھول سے بچا دیتا
آج یوں نہ جلتی۔ میری محبت میرے سامنے
کر کے واپس اپنی محبت تیری محبت تجھے لٹا دیتا
ہجر کی راتوں میں جلتا یوں نہ کبھی
اگر وہ پیار کی شمع ہیں بجھا دیتا
مانگی تھی موت وہ بھی مجھے نہیں ملی
کیسے پھر خود کو مرنے کی دعا دیتا
ہم کو نہیں ملی ہمارے مقدر کی خوشی
غم کے سوا بھلا میں کسی کو کیا دیتا
ایسا نہ ہوتا حال کبھی جو ہوا ہے راشد
پہلے ہی نام تیرا میں دل سے مٹا دیتا

(راشد لطیف، صبرے والا ملتان)

غزل

بھول جانا بھی اسے یاد بھی کرتے رہنا
اچھا لگتا ہے اسی دنیا میں بکھرتے رہنا
ہجر والوں سے بڑی دیر سے سیکھا ہم نے
زندہ رہنے کے لیے جان سے گزرتے رہنا
کیا کہوں کیوں میری نیندوں میں خلل ڈالتا ہے
چاند کے عکس کا پانی میں اترتے رہنا
تم اگر ٹوٹ بھی جاؤں تو پھر آئینہ ہوں
تم میرے بعد بھی ہر روز سنورتے رہنا
شام کو ڈوبتے سورج کی عادت ہے آمنہ
صبح ہوتے ہی میرے ساتھ ابھرتے رہنا

(آمنہ، راولپنڈی)

تیرا ساتھ

جب تھا تیرا ساتھ
جب تو تھا اس دل کے پاس
ہر طرف خوشیوں کا ڈیرہ تھا
ہر طرف بہاروں کا پہرہ تھا
جب تھا تیرا ساتھ تو آنکھوں میں خواہشوں کے جگنو چمکتے تھے
ہونٹوں پہ مسکراہٹوں کے سہرے تھے
ہر طرف تیرے پیار کی رونق تھی
دل کے گلی کوچوں میں بس تو ہی بستا تھا
جب تو اس دل میں رہتا تھا
تجھے پانے کی خواہش تھی
دل میں تیرے لیے بہت راحت تھی
جب تیرا ساتھ چھوٹا دل تیرے پیار میں بہت ٹوٹا
دل کی دنیا اجڑی ہر موسم ہر خواب سے ہم سے روٹھا
جب تھا تیرا ساتھ تو سب کچھ اچھا لگتا تھا ہر کوئی اپنا سا لگتا تھا
لیکن تیرے بعد جاناں سب کچھ ویران سا لگتا ہے
کچھ بھی تیرے بن اچھا نہیں لگتا

(عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

عورت کی پہچان

۔۔۔تحریر: شازیہ چوہدری۔ شیخوپورہ۔

محترم بھائی شہزادہ التمش۔

سلام عرض ہے۔ میں ایک بار پھر آپ کے جواب عرض میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ اس کو شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے اسے میں نے بہت محنت سے لکھا ہے اور اس میں ایک سبق ہے ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے لیے اگر کسی ایک نے بھی اس پر عمل کیا تو میں سمجھ جاؤں گی کہ میری کہانی کے لکھنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔

۔یہ کہانی پیار و محبت سے ہٹ کر ہے صرف عورتوں کے لیے ہے کہ ان کے ساتھ کیا کیا ہو رہا ہے اور جو ہو رہا ہے کیا وہ ٹھیک ہے کیا ایسا ہی ہونا چاہیے اگر نہیں تو پھر ان کے ساتھ انصاف کیوں نہیں جاتا۔

جواب عرض کی پالیسی کے مطابق اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا رائٹر نہ ہو گا۔ آخر میں سب کو خلوص بھرا سلام۔

زندگی کے سفر میں کچھ اس طرح سے الجھ گئے دنیا اتنی خود غرض بھی ہوتی ہے یہ جب واقف ہوئے تو جانا محبت کے نام پر سودے بازی اور دنیا کے رشتے بھی مطلب پرست۔ خدا نے اس مطلبی دنیا میں جذبات جیسی چیز بنائی کیوں۔ اگر بنائی تو ان جیسا دل بھی ہر کسی کو عطا کیا ہوتا کہ اس بے وفائی کا دکھ تو نہیں ہو۔ مانا یہ کہ جس سے محبت ہو وہی بہت دکھ دیتا ہے اتنا رولاتا ہے کہ آنسو ہی سوکھ جاتے ہیں کسی ایک کی بے وفائی کا ذکر کیا ۔۔ جہاں تل دھرتے ہی ہر وہ انسان گھات لگائے بیٹھا ہے کہ کب کوئی شکار بنے مگر اس ساری سماج کی بے قدری میں ہمیشہ نشانہ عورت ہی بنی۔ کبھی دوستی کے نام پر کبھی پیار کے نام پر کبھی رشتے کی پہچان بنا کر ہر اس نے فائدہ اٹھانا چاہا ہے۔

کیا عورت اتنی مجبور بے بس اور لاچار ہے یا اس لیے کہ وہ اپنے آپ کی برائی چھپا نہیں سکتی مرد ہزاروں غلطیاں کر کے بھی بے قصور ہیں اور عورت ایک غلطی پر بھی تمام عمر کی قصوروار ہے عورت کو مجبور کون کرتا ہے یہی مرد۔ آخر کیوں بھینٹ چڑھ جاتی ہے ہماری اسلامی تعلیم قرآن میں تو برابر کا حق ہے اسے پھر یہ سماج یہ معاشرہ کیوں اسے حق نہیں دیتا اآج کی مڈل کلاس عورت اور گریجویٹ عورت میں اتنا فرق کیوں ۔مرد کے لیے تو وہ ہر حال میں نشانہ ہی ہے محبت دوستی تعلق رشتہ کچھ نہیں صرف ایک فرضی فریب ہے جیسے الگ الگ سے نام بے دیئے ہیں۔

میں نے اس قدر بھروسے تو چور ۔۔ سے دیکھا ہے کہ یقین نام کی چیز ۔۔ نہیں ۔۔ لوگ ہمیشہ سے تلاش میں تھے ہیں اور ۔۔ ہیں کہ یہ طلب

[illegible] ختم نہیں ہوتی۔ مجھے نفرت ہے سماج
بے [illegible] رسموں [illegible] جس کی وجہ سے عورت اپنا حق
[illegible] ہے۔

[illegible] میرے ہمدم کبھی بولا نہیں کرتے
[illegible] دامان کو ہر کسی کے سامنے کھولا
نہیں کرتے

محبت تو محبت ہے بڑی انمول ہوتی ہے
محبت کو ترازو میں کبھی تولا نہیں کرتے
میرے خاموش رہنے پر کوئی الزام مت دینا
سمندر تو سمندر ہیں کبھی بولا نہیں کرتے

اور کیا سنائیں کیا کہیں کچھ نہیں شاید میری بات کو سمجھ پائیں اور شاید ہنسی میں بات اڑا دیں اسلام نے عورت کو ذاتی ملکیت کا حق دیا ہے اور اپنی ملکیت کا مالک بنایا ہے عورت کو شرم و حیا کے دائرے میں رہ کر شوہر کا انتخاب کا حق بھی ملا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے دور کو اگر سامنے رکھا جائے تو یہ بھی نظر آیا ہے کہ عورتوں کی سرگرمیوں کا اصل میدان ان کا گھر تصور کیا جاتا ہے یعنی ان کا سماجی کردار تو کیا میں یہ پوچھنے کی حقدار ہوں کہ سماج انہیں ان کا صحیح حق دیتا ہے انہیں یہ آزادی ہے کہ وہ شرم و حیاء اور اسلام کے دائرے میں رکھ کر انہیں ان کا حق دیا ہے۔ اس کے باوجود سیاسی میدان میں بھی عورت کے لیے کلیتہً ممنوع نہیں ہے اور خود اسلامی ریاست کو بھی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ عورتوں کے مسائل ضروریات اور تعلیم و ترقی کے بارے میں مناسب اقدامات کرے اس لیے کہ ساری نئی نسل کی وہی مربی معلم اور ماں ہوتی ہے غرض شرعی حدود کا احترام کرتے ہوئے اگر خواتین کے اجتماعی ادارے ہر ہر سطح پر قائم کیے جائیں تو قوم کی ترقی و بہبود میں خواتین بہترین کردار ادا کر سکتی ہیں یہی اس کی سیاست ہے کہ انہیں اپنے کام کی [illegible] ہو اور [illegible] میں وہ اپنا حصہ موثر طور پر [illegible] سکیں بقول اقبال۔

زندگانی ہے صدف قطرہ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

میں نے عورت کے بارے میں جو کچھ لکھا کیا کچھ غلط لکھا ہے کہ صحیح لکھا ہے مجھے بتایا کہ معاشرے میں عورت کا مقام کیا ہے۔ عورت ہر قربانی دیتی ہے اس کو اس کے جواب میں کیا ملتا ہے۔ عورت ہی ہر بار قربانی کا بکرا کیوں بنتی ہے۔ میں ایک عورت ہوں اور جو مقام عورت کا اسلام میں ہے وہ بھی جانتی ہوں لیکن اس کے باوجود بھی خاموش ہوں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ عورت کے ساتھ ایسا کب تک ہوتا رہے گا اس کو اس کا مقام کب ملے گا وہ کچھ کب ملے گا جو اسلام میں اسے دیا گیا ہے۔ عورت بے قصور ہو کر بھی قصوروار کیوں ٹھہرائی جاتی ہے۔ کیوں اس کو انصاف نہیں ملتا۔ کیوں اس کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

مجھے میرے سوالوں کا جواب چاہیے۔ کیا عورت اتنی مجبور بے بس اور لاچار ہے یا اس لیے کہ وہ اپنے آپ کی برائی چھپا نہیں سکتی۔

مرد ہزاروں غلطیاں کر کے بھی بے قصور کیوں ہیں اور عورت ایک غلطی پر بھی تمام عمر کی قصوروار ہے۔

عورت کو مجبور کون کرتا ہے۔

عورت کیوں بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔

ہماری اسلامی تعلیم قرآن میں تو برابر کا حق ہے اسے پھر یہ سماج یہ معاشرہ کیوں اسے حق نہیں دیتا۔

آج کی مڈل کلاس عورت اور ... ورکنگ عورت میں اتنا فرق کیوں ہے۔
مرد کے لیے تو وہ ہر حال میں نشانہ عورت ہی کیوں بنتی ہے
عورت کے بارے میں جتنا بھی لکھا جائے کم ہے ہر کوئی عورت کے مقام کو جانتا ہے لیکن اس کے باوجود عورت کو نشانہ بنایا جاتا ہے قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے۔۔

قطعہ

بس گیا یہیں تک تھا ساتھ ہمارا
انتظار ہی کرتے رہے ہم تمہارا
کب ہوگی اس کم بخت دل میں روشنی
اور کب ہوگا پیار کا اظہار تمہارا

نور محمد اسلم کاوش۔ سلانوالی

فردیات

اتنا بھی نہ رویا کرو کسی کی جدائی میں کاوش
یہاں تیرے اشکوں کا کوئی خریدار نہیں

نور محمد اسلم کاوش۔ سلانوالی

قطعات

پیار سے پیاری کوئی مجبوری نہیں ہوتی
کمی اپنوں کی کبھی پوری نہیں ہوتی
دلوں کا جدا ہونا اک الگ بات ہے
نظروں سے جدا ہونا کوئی دوری نہیں ہوتی

اک عادت سی ہو گئی ہے چوٹ کھانے کی
بھیگی بھیگی پلکوں کے سنگ مسکرانے کی
کاش انجام وفا ہم پہلے ہی سے جانتے
تو کوشش بھی نہ کرتے دل لگانے کی

خون کے آنسو

تحریر: آصف علی، کوئٹہ

محترم شہزادہ صاحب!

آداب امید کرتا ہوں مزاج گرامی ٹھیک ہوں گے۔ پہلی بار ایک کاوش لے کر آپ کی بزم میں حاضر خدمت ہوں۔ امید کرتا ہوں اسے ضرور شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے۔ شہزادہ بھائی میں ایک نیا رائٹر ہوں امید ہے آپ میرا حوصلہ افزائی کریں گے۔ تا کہ میں آئندہ بھی لکھتا رہوں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ میری اس کاوش کو جلد از جلد شائع کر دیں۔ شکریہ

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ھیں کسی قسم کی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

یہ کہانی میرے ایک قریبی دوست کی ہے۔ جس کا لفظ لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔ آئیں میرے دوست کی کہانی اس کی زبانی سنتے ہیں۔

میرا نام سلمان ہے۔ میں ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ہمارے گھر کے حالات کی وجہ سے میں آگے نہ پڑھ سکا۔ میں نے تعلیم کو خیر باد کہا۔ میرا ابو مچھلیاں پکڑ کر بازار میں بیچتا ہے۔ جس سے ہمارے گھر چولہا جلتا ہے۔ ہم تین بہن بھائی ہیں۔ میرے علاوہ میرے دو بھائی اور ایک بہن ہے۔ میں بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں

میں روزانہ ابو کے ساتھ مچھلیاں پکڑ کر اپنا کام میں مگن ہوتا تھا۔ وہاں اور بھی زیادہ مچھیرے ہیں جو مچھلیاں پکڑ کر اپنا روزگار کرتے ہیں۔ میں جس گاؤں میں رہتا ہوں۔ اس گاؤں کا زمین دار بہت ہی ظالم انسان ہے۔ اس کا نام رحیم خان ہے۔ لیکن رحم نام کا کوئی اس پہ فرق نہیں پڑتا۔ آئے روز وہ غریبوں پر ظلموں کی بارش کرتا ہے۔ جو چھوڑا کام نہ کرے یا کسی کام کو غلط کرے۔ اس کی شامت آتی ہے۔ وہ مکوں اور لاتوں سے اسے بہت مارتا ہے۔ میں روزانہ کی طرح آج بھی ابو کے ساتھ مچھلیاں پکڑنے دریا پہ چلا گیا۔ آج گرمی خوب تھی۔ جون کا مہینہ تھا۔ گرمی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ ہم دریا پہنچ کر مچھلیاں پکڑنے لگے۔

اچانک ابو کا سر چکرنے لگا وہ دھڑام سے دریا میں گر گیا۔ میں نے کشتی سے چھلانگ لگایا۔ تب تک ابو ڈوب گئے تھے۔ مین بہت کوشش کی لیکن دریا کی ظالم لہروں نے میرے ابو کو اس دنیا میں نہیں چھوڑا۔ وہ اس دار فانی کو چھوڑ کر چلا گیا۔ گھر کے چاروں طرف چیخ و پکار کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہر کوئی ہماری بے بسی پر رو رہا تھا۔ ہر آنکھ خون کے آنسو رو رہا تھا۔ ابو کو دفن کرنے کے بعد گھر میں ایک بے چینی تھی۔ ایک ایسی بے چینی جس پر صبر کرنا ناممکن تھا۔

تقدیر نے اس دل پہ اتنے زخم لگائے

جب بھی مسکرانے کو جی چاہا آنسو نکل آئے
ابو کی وفات کے بعد گھر کا ساری ذمہ داری مجھ پہ آ گیا۔ میں ابو کے بغیر مچھلیاں نہیں پکڑ سکتا تھا۔ میں جب بھی دریا کے پاس جاتا ہوں ابو کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے میں نے مچھلی والا کام چھوڑ دیا۔ میں اسی زمین دار کے پاس چلا گیا۔ حالانکہ مجھے اس کا اچھی طرح سے علم تھا۔ کہ وہ کتنا بڑا ظالم ہے۔ مجھے اس نے پورا کام سمجھایا اور یہ بھی کہا اگر کام میں تھوڑی سے بھی غلطی یا کوتاہی کی پھر میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ میں کہا نہیں صاحب مجھ سے کوئی کوتاہی نہیں ہو گی۔ اور سچ میں نے وہ سب کر دکھایا جیسا وہ کام چاہتا تھا۔ وقت یوں ہی گزر رہا تھا۔

میں روزانہ زمین دار رحیم خان کے ہاں کام کرتا۔ صبح سے شام تک میں بہت محنت کرتا۔ میرے آمدنی سے گھر کا چولہا جل رہا تھا۔ اور میرے چھوٹے بہن بھائی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

روزانہ کی طرح میں آج بھی کام پہ چلا گیا۔ ابھی میں نے کام شروع ہی کیا تھا۔ دور سے ایک لڑکی میری طرف آتی دکھائی دی۔ وہ میری طرف آ رہی تھی۔ وہ بہت ہی زیادہ خوبصورت تھی۔ نیلے رنگ کے کپڑے پہنے وہ اور بھی زیادہ خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ میرے قریب آ کر وہ مسکرائی اور کاغذ کا ایک ٹکڑا پھینک کر واپس چلی گئی۔ میں نے جلدی جلدی کاغذ کا وہ ٹکڑا کھولا۔ جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

سلام محبت!

پیارے سلمان میں نے جب سے تمہیں دیکھا ہے۔ اسی وقت سے تمہاری ہو کہ رہ گئی ہوں۔ جب تم کام کرتے ہو میں تمہیں چھپکے چھپکے دیکھتی ہوں۔ پلیز سلمان میری محبت کا جواب محبت سے دینا نہیں تو میں ٹوٹ کے بکھر جاؤں گی۔ میں ویران ہو جاؤں گی۔ آپ کے جواب کا شدت سے انتظار ہے۔ والسلام

فقط تمہاری نازیہ

خط پڑھ کر میں ہواؤں میں اڑنے لگا۔ اتنی خوبصورت وحسین لڑکی مجھ سے پیار کرتی ہے۔ میرے پاؤں مجھے زمین سے اوپر لگ رہے تھے۔ میں نے ایک چھوٹا سا خط لکھا۔ جس میں میں نے اسے رات کے دس بجے گاؤں کے اسکول کے پیچھے ملنے کہ کہا۔ خط میں نے اپنی چھوٹی بہن کو دے دیا۔

آج کا دن میرے لئے اتنا لمبا ثابت ہوا۔ گزر ہی نہیں رہا تھا۔ اللہ اللہ کر کے دن گزر گیا۔ میں اسکول کی طرف چل پڑا۔ میرے آنے سے پہلے ہی وہ میرا منتظر تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور مسکرایا۔ میں نے بھی اس سے پیار کا اظہار کیا۔ وہ بہت ہی خوش ہوئی۔ وہ بھی میری طرح زمین دار رحیم خان کا کام کرنے والی تھیں۔ وہ رحیم خان کے گھر میں کام کرتی تھی۔ ہم نے وہی پر قسمیں کھائی ایک ساتھ جینے مرنے کی۔ محبت کے عہد و پیماں کیئے۔ ساتھ میں ہمیشہ وفاداری کی قسمیں کھائیں۔ ہم نے کافی وقت وہاں پہ گزارا۔ وقت کا پتہ ہی نہ چلا صبح ہو گئی۔ گاؤں کے مسجد سے اذان کی آواز سنائی دی۔

تب ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ ہم ایک دوسرے سے سچا پیار کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے بغیر ایک پل بھی گزارنا دشوار تھا۔ لیکن ظالم سماج سے ڈرتے تھے۔ اسی لئے ہم برداشت کرتے تھے۔ ہم روزانہ رات کو ملتے تھے۔ ہماری محبت پاک بھی۔ جس پہ کوئی داغ لگانا ہم بالکل برداشت نہیں کرتے تھے۔
ایک رات میرا سب کچھ لٹ گیا۔ میں برباد ہو گیا۔ ہوا کچھ یوں ہم اسکول کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے ہمیں دیکھ لیا۔ اس نے زمین دار رحیم خان کو سب کچھ بتا دیا۔ رحیم خان نے نازیہ پہ سیاہ کاری کا داغ لگا کر اسے مار دیا۔ وہ مجھے مارنے کے لئے میرے گھر پہنچ گیا۔ گھر میں سب گھر والوں کو پتہ تھا۔ امی نے رحیم خان کہ ہمارے گھر کی طرف آتے دیکھا۔ وہ اس کے پاؤں پڑ گئی۔

صاحب جی صاحب! آپ مجھے ماریں لیکن میرے بچے کو نہ مارو۔ امی رو رو کے رحیم خان سے میری زندگی کی بھیک مانگ رہی تھی۔ رحیم خان کے دل میں کچھ بھی رحم نہیں آیا۔ اس نے امی کو گولی مار دی۔ اور ہمارے گھر کو جلا دیا۔ میں گھر سے باہر تھا۔ گھر سے باہر تھا۔ گھر آیا تو کیا دیکھتا ہوں۔ امی مری پڑی ہے۔ گھر جل کر راکھ بن گیا ہے۔ میرے چھوٹے بہن بھائی مجھے دیکھ کر رونے لگے۔ میرے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کیا کروں کہاں جاؤں؟ میری ماں میری جنت میرے سامنے پڑی تھی۔ لیکن میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ مجبور بے بس لاچار تھا۔ میں تباہ ویران ہو گیا۔ میں تو صحرا میں اس پھول کی مانند تھا۔ جس کو کئی سالوں سے پانی نہ ملا ہو۔ ہمارے عزیز قریبیوں نے امی کو کفن دفن دی۔ امی کے کفن دفن کے بعد ہم نے اس گاؤں کو چھوڑ دیا۔ اور دوسرے گاؤں میں رہنے لگے۔ ادھر میں نے اپنا دکان کھولا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا کاروبار دن بدن ترقی کرتا گیا۔ ہمارے گھر کے حالات پہلے سے بہتر ہونے لگے۔ میں نے اپنے بہن بھائیوں کی شادی خود اپنے ہاتھ سے کی۔ تاکہ امی اور ابو کی روح کو سکون ملے۔ لوگ مجھے کہتے ہیں۔ سلمان تم بھی شادی کر لو۔ کیوں اپنے زندگی کو برباد کر رہے ہو۔ ان کی یہ باتیں سن کر میں بس یہی کہتا۔ میرا پہلا اور آخری پیار ناز یہ ہے۔ میں شادی اس لئے نہیں کر رہا ہوں۔ کیونکہ ہمارا پیار سچا تھا۔ اور سچا پیار کرنے والے اگلے جہاں میں ضرور ملیں گے۔ مجھے آج بھی وہ واقعات یاد آتے ہیں۔ تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔

قارئین کرام یہ تھی میرے دوست سلمان کی کہانی اب آپ مشورہ دیں کہ وہ شادی کرے یا نا کرے۔ اور ساتھ میں اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیے گا۔

غزل

میں یہ سوچ کر اس کے در سے اٹھا تھا
کہ وہ روک لے گی منا لے گی مجھ کو
ہواؤں میں لہراتا آتا تھا دامن
کہ دامن پکڑ کر بیٹھا لے گی مجھ کو
قدم ایسے انداز سے اٹھ رہے تھے
کہ آواز دے کر بلا لے گی مجھ کو
مگر اس نے روکا نہ منایا مجھ کو
نہ دامن ہی پکڑا نہ پاس بٹھایا مجھ کو
نہ آواز دی نہ پاس بلایا یوں آہستہ آہستہ بڑھتا ہی آیا
یہاں تک اس سے جدا ہو گیا ہوں میں

(عثمان غنی، قبولہ شریف)

غزل

میں نے کب درد کے زخموں سے شکایت کی ہے
ہاں میرا جرم ہے کہ میں نے محبت کی ہے
آج پھر دیکھا ہے اسے محفل میں پتھر بن کر
میں نے آنکھوں سے نہیں دل سے بغاوت کی ہے
اس کو بھول جانے کی غلطی بھی نہیں کر سکتا
نوٹ کر کی ہے تو صرف اس سے محبت کی ہے

غزل

وہ دے رہا ہے دلاسے تو عمر بھر کے مجھے
بچھڑ نہ جائے پھر نہیں اداس کر کے مجھے
جہاں نہ توں، نہ تیری یاد سے قدم ہوں سے
ذرا رہے ہیں وہی مراحل سفر سے مجھے
ہوا دشت مجھے اب تو ابھی نہ سمجھ
کہ اب تو بھول گئے راستے بھی گھر کے مجھے
دل تباہ تیرے غم کو ہے کے لیے
سنا رہا ہے فسانے ادھر ادھر کے مجھے
کہ اس لیے بھی میں اس سے بچھڑ گیا محسن
وہ دور دور سے دیکھے ٹھہر ٹھہر کے مجھے

(عثمان غنی، قبولہ شریف)

سچ کی تلاش

تحریر: رانا وسیم اکرم، شمس آباد

محترم شہزادہ صاحب!

السلام علیکم! سب سے پہلے میرا جواب عرض کی پوری ٹیم کو مودبانہ سلام ہو۔ اس مرتبہ پھر ایک کاوش لے کر آپ کی بزم میں حاضر ہوا ہوں جس کا نام "سچ کی تلاش" رکھا ہے امید کرتا ہوں کہ میری اس کاوش کو قارئین ضرور پسند کریں گے۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

اسلام وعلیکم پیارے قارئین وکرام میں آج پہلی بار اپنی سٹوری تحریر کر رہا ہوں میں جواب عرض کو پڑھتا تھا اور دل ہی دل میں آپ تمام دوستوں کی لیسٹ میں شامل ہونا چاہتا تھا۔ مگر آج ہمت کر کے لکھ ہی دی تمام صورتیں۔ آیئے تو میں آپ لوگوں کو اپنی زبانی سٹوری آپ نظر کروں۔ میرا نام رانا وسیم اکرم ہے اور ہم چار بہن بھائی ہیں ایک میری بڑی بہن اور باقی دو مجھ سے چھوٹے ہیں اور ہم 144,145 شمالی میں رہائش پذیر ہیں جس کی تحصیل سلانوالی اور ضلع سرگودھا ہے۔ میں آپ لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ لوگ کسی سے سچا پیار کریں تو وہ بھی آپ سے سچا پیار کرے۔ میرے خیال میں آج کل کا بھی پیار سب ڈرامہ ہے کیونکہ آج کوئی کسی کے جذبات کو سمجھتا ہی نہیں رہا۔ آج کل کا پیار صرف دولت اور حسن کا پیار ہے۔ اور جو لڑکا کسی اچھی صورت والی لڑکی کو دیکھے تو وہ اس کے پیچھے دن رات ایک کر دیتا ہے۔ اس سے پیار کرنے کا ڈرامہ کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ بیچاری بھی اس کے جال میں بڑی آسانی سے پھنس جاتی ہے۔ لیکن کیوں ایسا کیوں ہو رہا ہے ہمارے ملک میں یہ لوگ ہمارے گزرے ہوئے سچے عاشقوں کو بھول گئے ہیں ان کی ہر سچائی کیا دنیا کی نظر میں نہیں ہے نہیں ایسا کچھ نہیں ہے یہ سب تو ہر کوئی جانتا ہے۔

بلکہ ان کا تو کتابوں میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے سسی پنوں لیلیٰ مجنوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب لوگ اپنی اپنی محبت کو پانے کی خاطر ہر مشکل گھڑی سے گزرے ہیں اور ہر امتحان سے انہوں نے اپنی اپنی محبت کو پاکیزہ رکھا۔ لیکن آج کی محبت تو بالکل جسم کی ہوتی ہے پھر کسی اور کو پھانس لیا اس طرح یہ لوگ اپنی زندگی میں لڑکیوں کی عزت کے ساتھ گلی ڈنڈا کھیلتے رہتے ہیں۔ لیکن میں یہ بھی نہیں کہتا کہ سب ایک جیسے ہیں۔ کچھ لوگ ہیں جو آج کے دور میں فرق ہیں ایسا ہی ہم سب میں بھی فرق لیکن جب کھانے کا وقت ہو تو یہ پانچوں انگلیاں برابر بھی تو ہو جاتی ہے۔ خیر چھوڑیئے

یہ باتیں اگر میں کرتا رہوں تو ساری کتاب بھی کم پڑ جائے گی۔ میں کوئی اتنا پڑھا لکھا تو نہیں ہوں بلکہ آپ لوگوں کو برا بھی لگا ہوگا تو آپ کی نوازش ہوگی آپ برا مت ماننا اور مجھ کو معاف کر دینا۔

بات دراصل یہ ہے کہ اگر پیار کسی سے ہو جائے تو ہر چیز آنکھوں کو بھا جاتی ہے اور ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے بظاہر سچا عقیدہ ہو تو پھر۔ اور جب وہ سچا پیار کسی وجہ سے دور ہو جائے تو زندگی برباد ہو جاتی ہے آدمی ہر وقت سوچ میں گم سم رہتا ہے۔ اور میں اپنا تمام قصہ اپنے دوستوں سے شعر کرنا چاہتا تھا۔ پیارے دوستوں میں نے بھی کسی سے پیار کیا تھا لیکن ناسمجھی میں وہ مجھ سے دور ہو گیا۔ مگر جب بھی وہ میرے سامنے آ جائے تو وہ کچھ کہے نہ کہے لیکن مسکرا ضرور دیتا ہوں۔

میں پہلے ان چکروں میں پڑنے سے ڈرتا تھا اور جب سمجھا تو وہ بھی دیکھا تو بہت لیٹ ہو گئی تھی لیکن میں نے آج بھی اس کی یاد کے بنا ایک پل بھی نہیں گزارا لیکن میں اب اس کو بے وفا بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ اس کی مجبوری تھی یا پھر واقع ہی میں وہ مجھ سے دور ہو گئی۔ اور اس وقت میں پڑھتا تھا اور میرے امتحان نہم کے ہو رہے تھے۔ اور میں زیادہ محنت بھی نہ کر سکا جب رزلٹ آیا تو باقی مضامین میں میرے نمبر پھر بھی اچھے آ گئے لیکن ایک میں میں رہ گیا جو تھی انگلش لیکن پھر میں نے اگلے سال خوب تیاری کی اور میرے تمام مضامین کلیئر ہو گئے نہم کی ایک سپلی اور دہم کے سب مضامین پھر میرے فسٹ ڈویژن کے نمبر آ گئے میں نے کالج میں داخلہ لے لیا کامرس کالج میں پھر تین ماہ کے بعد مجھ کو کچھ پتہ بھی نہ چلا کہ میں نے کالج کو کب سلام دے دیا تھا میرا دل پڑھائی سے ڈار گیا ہی اور میں گم سم رہتا تھا اور نہ ہی کبھی کتابوں کو ہاتھ لگایا اور نہ ہی کبھی پڑھائی کے بارے میں سوچا۔ پھر میں نوکری کے لیے تمام محکموں میں ٹرائی کی مگر کچھ نہ ہوا اور اب میری عمر 18 سال 7 ماہ ہے دعا کریں مجھے اللہ پاک کوئی ملازمت دیں اور میں یہاں سے سب پریشانیوں سے دور چلا جاؤ اور اپنے ملک کی حفاظت کروں اپنے پیارے دیس کی رکھوالی کروں۔ اور اس تعلیم کے ساتھ ساتھ میں قرآن پاک کی بھی تعلیم حاصل کی ہے جو مسلمانوں کے ضروری ہے۔

اور میں نے قرآن پاک کی تعلیم اپنے بچپن میں ہی مکمل کر لی تھی۔ اور اب مجھے ڈرامہ فلم۔ شاعری وغیرہ میں شوق ہیں اور اگر اللہ پاک کی مدد سے مجھے میری خواہش پوری کرنے میں کوئی نہ کوئی مدد ضرور کرے گا اس کے بعد میری دعا ہے کہ اللہ پاک مجھے کوئی اچھی سی دوست دے جو میری تمام باتوں کو سمجھ جائے اور مجھے اچھے راستے پر لے کر چلے۔ اور زندگی میں ہر کوئی کسی نہ کسی اچھے کے لیے کام آ جاتا ہے۔ بہت کچھ مانگا تھا اپنے رب سے دوستوں کے لیے پر وہ ہیں کہ مجھے کبھی سمجھ بھی نہیں پائے۔

اور مجھے اب سچے پیار کی بھی تلاش ہیں اگر مجھے اللہ پاک کوئی سچے دل سے چاہنے والا عطا فرمائیں تو میں اپنی ساری زندگی اس سے سچی محبت کروں گا۔

اگر کوئی مجھے مل جائے تو ساری زندگی اس کی باتیں مانوں گا اور وہ میری مانے گی ایک چھوٹا سا گھر ہو جس میں ہماری چھوٹی سی فیملی ہو اور میں باہر جاؤ تو وہ بے چین ہو جائے اگر وہ کہیں جائے تو میں بے چین ہوں ہر طرف خوشی ہی خوشی ہو اور ساری عمر پیار محبت میں گزر جائے جب آنکھ کھلے تو وہ ہو جب بند ہو تو اس کے خیال ہی خیال ہو وہ میری بات مانے اور میں اس کی بات مانو وہ مجھ پر حکم چلائیں اور میں مانتا چلا جاؤں اگر آج کی اس دور میں سچ محبت ہیں تو وہ میرے سامنے آئے اور میں اس کے اظہار محبت کروں اس کے بعد تمام دوستوں سے اجازت چاہتا ہوں اور ایک شعر آپ سب کی نظر میں کرتا جاؤں۔

❁❁❁

عشق بے وفا

☑ تحریر: محمد رضوان آکاش، سرگودھا | 0303-0164150

محترم شہزادہ التمش صاحب

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ امید کرتا ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جواب عرض ٹیم اور ہم سب کو پریشانی مصیبتوں سے محفوظ رکھے آمین۔

تو قارئین کرام جو کہانی لے کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اس کو پڑھ کر آپ خود پریشان ہو جائیں گے آپ لوگوں نے سنا تو ہوگا مگر بھی کسی عشق کے قیدی کو تڑپ تڑپ کے مرتے نہیں دیکھا ہوگا۔ میں نے دیکھا ہے اپنی آنکھوں سے تو آئیں کہانی کی طرف

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

اور کچھ نہیں چاہتا میں اس اپنی دنیا فانی زندگی سے یارب دعا ہے کہ بھی کسی کے دکھ کی وجہ میری ذات نہ ہو

تو قارئین کرام میرا نام رضوان ہے اور پیار سے لوگ مجھے آر۔ آکاش کہتے ہیں۔ میں سرگودھا کی تحصیل سلانوالی کا رہنے والا ہوں امید ہے کہ آپ میری کاوش کو پڑھ کر اس لڑکی کے لیے دعا کریں گے جو کسی کے عشق میں پاگل ہو گئی ہے۔ یہ کاوش میرے دوست کی کزن کی دوست کی کہانی ہے کزن نے میرے دوست کو ساری کہانی سنائی تو میرے دوست نے مجھے بتایا تو میرے دل میں آئی کہ یہ تو سب کتابی باتیں ہیں فلموں میں یہ کام ہوتا ہے میرے اور میرے دوست کے دل میں آئی کہ چلو یار چل کر دیکھتے ہیں شاید سچ ہو ہم نے پروگرام بنایا اور فیصل آباد چلے گئے اور وہاں سے اس کی کزن کے گھر جب ہم وہاں پہنچے تو

اس کی کزن نے بتایا کہ وہ عصر کے ٹائم چھت پر چڑھتی ہے اور نیچے سے جو بھی کوئی نوجوان گزرے۔

وہ اس کو گالی گلوچ دیتی ہے اس وقت ابھی بارہ بجے تھے ہم انتظار کرنے لگے کھانا کھایا اور سو گئے تقریباً ساڑھے چار بجے اس کی کزن نے دروازہ کھڑکا کھڑکا کر ہمیں جگایا۔ میں اٹھا اور نہانے لگ گیا اس کے بعد میرا دوست بھی نہایا ہم نے چائے پی اور اس کے محلے کا پوچھ کر وہاں چلے گئے ابھی بازار میں داخل ہوئے ہی تھے کہ گھر کی چھت پر بہت خوبصورت لڑکی کھڑی تھی اس کے بال کھلے ہوئے تھے۔ میں اور میرا دوست دیکھتے رہ گئے تھوڑی دیر بعد اس کی ماں آئی اور اس کو نیچے لے گئی میں نے اپنے دوست سے کہا یار کتنا حسین ہوگا اس گاؤں میں ابھی پہلی لڑکی دیکھی ہے اور اتنی خوبصورت اور پتا نہیں کتنی

کتنی خوبصورت ہوں گی اور ہم وہاں سے چل پڑے گھر ابھی تک ہمیں وہ لڑکی نظر نہیں آئی تھی جس کو ہم تلاش کر رہے تھے مغرب ہو گئی مگر ہمیں وہ لڑکی نظر نہیں آئی۔ ہم واپس آ گئے میرے دوست جس کا نام صدیق ذکی تھا اس نے اپنی کزن سے کہا کہ ہمیں تو وہ لڑکی کہیں نظر نہیں آئی ہم تو اتنی دور اس کو دیکھنے آئے تھے تو اس نے کہا کہ آپ لوگ اس کو کیوں دیکھنا چاہتے ہو تو اس نے کہا کہ میرا دوست کہانیاں لکھتا ہے جو اس دور میں ہو رہا ہے تو اس نے کزن نے کہا کہ پلیز اس کی کہانی لازمی لکھوانا اور لوگوں سے کہنا کہ میری دوست کے لیے دعا کرنا اس نے کہا ٹھیک ہے اور دوسرے دن وہ اس کو لے کر اپنے گھر آ گئی۔ میں سو کر اٹھا اور جب باتھ روم جانے لگا تو میری نظر اس لڑکی پر پڑی تو میں حیران ہو گیا یہ تو وہی لڑکی تھی جس کو میں نے چھت پر دیکھا تھا میں نہا کر واپس آ گیا اور صدیق ذکی کو اٹھایا اور اس سے کہا کہ یار جو لڑکی ہم نے کل وہاں دیکھی تھی وہ اب تیرے گھر میں ہے وہ جلدی سے اٹھا اور گھر چلا گیا اور دروازہ تھوڑا سا کھلا رہ گیا میں اس لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔ بچے گڑیا پٹولے کھیل رہے تھے وہ ان کی طرف ٹکی لگا کر دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں لاتعداد آنسو آ گئے اچانک وہ اٹھی اور ان سے وہ کھلونے چھین لیے اور جو دولہا تھا اس کو اٹھا کر آگ میں پھینک دیا اور زور زور سے ہنسنے لگی بچے ڈر کے مارے بھاگ گئے میرے دوست کی کزن جلدی سے آئی اور اس کو پکڑ لیا تو وہ ہنس ہنس کر کہنے لگی میری دوست کی زندگی برباد ہونے سے بچ گئی میری دوست کی زندگی برباد ہونے سے بچ گئی اسی وقت اس کو دورہ پڑ گیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ میں حیران پریشان کھڑا دیکھ رہا تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کزن نے اس کے گھر ایک بچے کو بھگا دیا تو اس کے گھر والے آئے اور اس کو لے گئے اس کے بھائی بہن رو رہے تھے اس کی ماں نے اس کی کزن سے کہا بیٹا میں نے آپ سے کہا تھا نہ کہ اس کو ہم کسی کے گھر نہیں جانے دیتے مگر تجھے انکار نہیں کر سکتے تھے اور اس کی ماں نے کہا بیٹا اس کے لیے دعا کرو کہ یہ ٹھیک ہو جائے ورنہ ہمیں تو عرصہ ہو گیا کہ گھر میں بھی کسی کو ہنستے مسکراتے نہیں دیکھا بس اللہ سے دعا کرو۔

کہ یہ جلد ٹھیک ہو جائے تو کزن نے کہا ہاں آنٹی میں ضرور دعا کروں گی اور اپنی سب دوستوں سے بھی کہوں گی۔ جب اس کی ماں چلی گئی تو اس نے اپنے کزن کو ساری بات بتا دی اب میں پریشان تھا اور اکیلا کمرے میں بیٹھا صدیق ذکی کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ آئے اور پتہ چلے کہ یہ کیا ماجرا ہے اس لڑکی کو کیا مسئلہ ہے پر وہ آ نہیں رہا تھا آخر تھک ہار کر میں نے بیٹھک کا دروازہ کھڑکا دیا تو وہ آ گیا تو میں نے آتے ہی اس سے پوچھا بتا کیا بات تھی کیوں رو رہے ہیں اس کے گھر والے وہ لڑکی بے ہوش کیوں ہوئی اس کے ساتھ کیا مسئلہ درپیش آیا ہے تو اس نے بتایا کہ یہی ہے وہ لڑکی جس کو ہم اتنی دور سے دیکھنے آئے ہیں یہ وہی بے چاری پاگل ہے بس اتنا سنا تھا کہ میری ٹانگیں کانپنے لگی اور میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔

میں نے کہا کہ اپنی کزن سے ساری کہانی پوچھ کر آؤ تو اس نے کہا کہ ابھی پوچھ ہی رہا تھا کہ تم نے دروازہ بجانا شروع کر دیا تو میں نے اس کو واپس بھگا دیا اور پتہ کر کے مجھے بتاؤ اور وہ چلا گیا تھوڑی دیر بعد آیا اور مجھے ناشتہ دے کر چلا گیا کہ میں اب ساری کہانی سن کر آؤں گا تم بیٹھ کر ناشتہ کرو میں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں نے ناشتہ کرنا شروع کر دیا اور ناشتہ کر کے برتن سائیڈ پر رکھ دیئے اور خود کارٹون دیکھنے لگا کافی دیر گزر گئی مگر وہ نہ آیا میں اکیلا کمرے میں بور ہو رہا تھا تو میں نے اس سے ایس۔ ایم۔ ایس۔ پر کہا کہ آ جاؤ یار اس کا جواب آیا کہ آنٹی واپس آ گئی ہے ان سے مل کر آتا ہوں جب وہ واپس آیا اور اس کے

ساتھ ایک اور عورت بھی تھی اس نے میرے سر پر پیار دیا اور کہا کہ بیٹا اپنے گھر والوں کو میرا اسلام دینا تو میں نے کہا کہ یہ میری پھوپھی ہے آپ کے گھر والوں کو جانتی ہے تو میں نے مذاق میں کہا تو اچھا یہ ہے آپ کی ساس ماں تو وہ ہنسنے لگا جب میں نے دوبارہ اس لڑکی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا ابھی چلنے کی تیاری کرو اپنے گھر جا کر بتاؤں گا۔ اور اس طرح ہم نے واپسی کا راستہ پکڑا مگر میرے دل و ماغ میں وہی لڑکی آ رہی تھی میں سارا راستہ خاموش رہا گھر پہنچ کر جب میں رات کو اس کے پاس گیا تو اس نے کچھ اس طرح بتایا اس لڑکی کی کہانی اپنی دوست کی زبانی سنیں۔

میری دوست کا نام صباحت ہے اور میری اس کے ساتھ دوستی کلاس چہارم میں ہوئی تھی دوستی کیا ہم تو دونوں بہنیں بن گئی تھی۔ ماشاء اللہ پڑھائی میں کافی تیز تھی ہم دونوں کے درمیان اور کرئی نہیں تھا بلکہ ہم کسی اور کو دوست بناتی ہی نہ تھی سب لڑکیاں ہمیں مغرور کہتی تھیں۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے کے گھر آنے جانے میں کوئی پابندی نہ تھی۔ اسی طرح ہم آگے بڑھ رہی تھیں کہ کلاس نہم میں داخل ہو گئی گرمی کی چھٹیوں کے بعد جب ہم نے دوبارہ سکول جانا شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکا روزانہ ہمارا پیچھا کرتا ہے ایک دن صباحت نے مجھ سے کہا کہ وہ لڑکا دیکھو جو ہمارے پیچھے آ رہا ہے تو میں نے کہا کہ مجھے کیا ضرورت ہے دیکھنے کی اور تم بھی مت دیکھو ایسے ہی آتے جاتے ونٹس دیکھتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ تمہاری تو بچپن میں ہی منگنی ہو گئی تھی تم بھائی صدیق کے علاوہ اب کسی کی طرف نہیں دیکھ سکتی مگر میں تو دیکھ سکتی ہوں۔ دو پھر اس نے پیچھے دیکھا میں نے صباحت کو بہت سمجھایا مگر اس نے یہ کہہ کر مجھے خاموش کروا دیا کہ میں اس کو جانتی ہوں اس کا نام کامران ہے اور یہ ہمارا ہمسایہ ہے ابھی نیا ہی آیا ہے تو میں نے کہا کہ اتنا کچھ جانتی ہو اس کے بارے میں تو صباحت نے کہا کہ ہاں تو میرے ذہن میں سوال آیا کہ اس کے ہمسایہ میں تو کوئی بھی نہیں رہتا ایک خالی گھر ہے بس تو اس نے جواب دیا کہ اسی گھر میں تو کامران کی فیملی رہتی ہے اب یہ اس میں کرائے پر رہتے ہیں جلد ہی اپنا گھر لے لینا ہے انہوں نے تو میں حیران ہو گئی تو اس نے بتایا کہ یہ سب مجھے کامران کی سسٹر نے بتایا ہے۔ اتنی دیر میں ہم سکول پہنچ گئے۔ ابھی یہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہی تھے کسی نے بھی پیار کا اظہار نہیں کیا تھا اور اب تو میں محسوس کرتی کہ صباحت ہر وقت اس کی ہی باتیں کرتی تو کبھی کبھی میں بور ہو جاتی اور اس سے کہہ دیتی کہ خاموش ہو جاؤ مگر وہ الٹا ناراض ہو جاتی۔ ایک دن اچانک مجھے صباحت نے بتایا کہ کامران نے مجھے خط دیا ہے تو میں نے اس سے کہا کہ دیکھاؤ ذرا تو اس نے مجھے پکڑا دیا جب میں نے پڑا تو اس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

ڈیئر ایس!

اسلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ امید کرتا ہوں کہ آپ ٹھیک ہوں گی مگر میرا بہت برا حال ہے میں تم سے پیار کرتا ہوں جب تک آپ کو دیکھ نہ لوں میرا دل نہیں لگتا پلیز ایک بار دیدار کروا دیا کرو بندہ کے دل کا معاملہ ہے۔

ہر شخص کہہ رہا تھا تجھے دیکھنے کے بعد
دعوہ میرا بجا ہے. تجھے دیکھنے کے بعد
آ کر تیرے شہر سے واپس نہ جائیں گے کبھی
یہ فیصلہ کیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
سجدہ کروں تجھے تو کافر کہیں گے لوگ
یہ کون سوچتا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
سجدہ کروں تو کافر نہ کروں تو کفر
ایسا مقام آ گیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
لوگ کہتے ہیں تجھ کو مسیحا مگر یہاں
ایک شخص مر گیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
اب تو کھویا کھویا سا رہتا ہوں تیری یاد میں S

یہ حال ہو گیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
والسلام آپ کا چاہنے والا k s
اس کا جواب جلدی دینا میرا دل آپ کے انتظار میں پاگل ہو رہا ہے۔
میں نے اس خط کو پڑھ کر بند کر دیا اور اس کو واپس کر دیا مگر اور کوئی بھی بات نہیں کی تو تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ صباحت بھی خط لکھ رہی ہے ٹیچر نے آ کر پڑھنا شروع کر دیا مگر صباحت اپنے خط میں ہی مگن رہی اس نے اس کا جواب کچھ یوں دیا۔
ڈیئر جان k!
والسلام جی میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت معلوم کرنا چاہتی ہوں جان سے عزیز k میں بھی تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور آپ کے اظہار کا انتظار کر رہی تھی شکر ہے آپ کو میرے دل کا خیال آیا اور آپ نے اظہار کر دیا i love you k اس نے وہ خط فولڈ کیا اور ایک کتاب میں رکھ لیا اور مجھے نہیں پتا کہ وہ خط اس نے کب اس کو دیا اس طرح ان دونوں کی محبت پروان چڑھنے لگی کامران کا تو پتا نہیں مگر مجھے اتنا پتہ تھا کہ صباحت اب ہر وقت خوش خوش رہتی تھی وہ اس سے سچا پیار کرتی تھی کامران تھا بھی بہت خوبصورت مگر میری سہیلی بھی لاکھوں میں ایک تھی ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ یار آپ کو ایک خاص بات بتاؤں تو میں نے کہا کہ بتاؤ تو اس نے کہا کہ کل شام کو میرے گھر کوئی نہیں تھا تو کامران نے دیوار پر سے کہا صباحت پلیز مجھے ماچس کی ضرورت ہے وہ تو دینا تو جب اس کو میں نے ماچس پکڑائی تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کاش یہ ہاتھ میرے ہاتھوں میں ہمیشہ کے لیے آ جائے تو میں نے کہا یہ ہاتھ تو کیا میں خود تیری ہوں یہ زندگی تیری ہے یہ جان تیری ہے تو اس نے کہا کہ ہاں بس اس کو بھی اپنا کروانا ہے چار گواہوں ایک مولوی اور لمبی بارات کے سامنے اور اتنی دیر میں اس کی امی (کامران کی امی) آ گئی اور بولی تم دیوار کے ساتھ کیا کر رہے ہو اور کامران نے ڈبی نیچے پھینک دی اور بولا کچھ بھی نہیں امی اور نیچے اتر گیا بعد میں پتہ نہیں وہ کون سا بہانہ بنا کر چھوٹا ہو گا تو میں نے کہا اور کیا میں تو کل سے انتظار کر رہی تھی کہ کب تم ملو اور میں آپ کو بتاؤں تو میں نے کہا کہ اچھا اگر ایسا ہی تھا تو مجھے کال کر کے بتا دیتی تو صباحت نے کہا کہ نہیں ایسی باتیں فون پر اچھی نہیں لگتی۔
اب وہ دونوں اک دوسرے کے پیار میں بہت آگے نکل چکے تھے صباحت کے لیے تو واپسی مشکل تھی کامران کا پتہ نہیں ان دونوں کو جب بھی موقع ملتا دونوں دیوار کے پاس جا کر باتیں کر لیتے وقت گزرتا گیا اور ہمارے نہم کے پیپر ہو گے جس میں صباحت اور میں اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی اب وہ صباحت سے ضد کرنے لگا کہ مجھ سے ملو اور مجھے اپنے پاس ہونے کی ٹریٹ دو۔ صباحت کو کوئی جگہ نہ مل رہی تھی تو کامران نے کہا تم رات کو اپنی چھت پر آ جانا جس پر صباحت نے کہا کہ ہاں یار یہ تو میرے ذہن میں بھی نہ تھا اور جس رات وہ دونوں ملے اس کے اگلے دن مجھے جب صباحت نے بتایا تو میں نے صاف کہہ دیا کہ دیکھو صباحت ٹھیک ہے تم اس سے پیار کرتی ہو مگر میں پہلے تو آپ کو ویسے ہی روکتی تھی کہ ہٹ جاؤ مگر اب تو تم نے اس سے ملنا بھی شروع کر دیا ہے اگر ایسا ہی ہے تو پلیز آپ کہ ہم دونوں میں سے کسی ایک کو رکھنا ہو گا یا تو تم اس کو چھوڑ دو یا پھر مجھے تو صباحت نے کہا کہ اگر یہی میں تم سے کہوں تو کہ تم صدیق بھائی کو چھوڑ دو یا مجھے تو تم کیا کروں گی تو میں نے اسی وقت کہہ دیا کہ ایک تو وہ میرا کزن ہے دوسرا میری منگنی بھی اسی سے ہوئی ہے مگر پھر بھی اگر تم میری بات مان لو تو میں آج ہی صدیق صاحب سے کہہ دوں گی کہ آئندہ میرے ساتھ رابطہ مت کرنا جب تک کہ ہماری شادی نہ ہو جائے تو صباحت کہنے لگی پھر تم اس سے پیار ہی نہیں کرتی ہو مجبوری کے تحت ہی بات کرتی ہو تم

صدیق بھائی سے پر میں کامران سے پیار کرتی ہوں دل وجان سے پیار کرتی ہوں میں اس کو کبھی بھی کھونا نہیں چاہتی میں مر جاؤں گی اس سے الگ ہو کر وہ زور زور سے رونے لگی اور مجھ سے بولی پلیز آئندہ ایسی بات مت کرنا اگر ایک طرف میری دوستی ہے تو دوسری طرف میرا عشق ہے میرا پیار ہے۔ تو میں اس کے پاس سے اٹھی اور اس کو روتے ہوئے چھوڑ کر چلی گئی میں اب سکول میں اس سے کبھی کوئی بات نہ کرتی اگر وہ کوئی بات کرتی بھی تو میں خاموش رہتی میں تو چاہتی تھی کہ وہ اس کو چھوڑ دے مگر صباحت کسی بھی صورت اس کو چھوڑنے پر تیار نہ تھی مگر ضدی میں بھی بہت تھی۔ ایک دن جب میں اس کے مجبور کرنے کے باوجود بھی اس نے بات نہیں کر رہی تھی تو اس نے ایک اور ترکیب سوچی ایک دن وہ مجھ سے بولی ایم سوری میں اب آئندہ میں آئندہ کامران سے کبھی نہیں ملوں گی اور نہ اس سے بات کروں گی پلیز مان جاؤ میرا اس کے بغیر تو گزارہ ہو سکتا ہے مگر تیرے بغیر نہیں تو میں نے دل میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا تو وہ مجھے کہنے لگی کہ کل اتوار ہے ہم دونوں مل کر شہر جائیں گی تو میں نے کہا ٹھیک ہے مجھے بھی کچھ شاپنگ کرنی ہے میں نے گھر سے پیسے لیے اور امی ابو کو بتا کر چلی گئی تو وہ مجھے راستے میں ہی مل گئی اور بولی شکر ہے تم میرے گھر نہیں آ گئی میں تو گھر والوں کو تیرا بتا کر آئی ہوں کہ اس کے گھر جا رہی ہوں تو میں نے اس کہا کہ نہیں یار گھر تو بتا دیتی تو وہ بولی کوئی مسئلہ نہیں ہم نے جلدی ہی واپس آ جانا ہے۔ اسی طرح ہم دونوں شہر پہنچ گئی ابھی شاپنگ شروع ہی کی تھی کہ صباحت بولی یار مجھے تو بھوک لگی ہے چلو پہلے کوئی چیز کھا لیں ہم ایک پارک میں بیٹھ گئے کہ اچانک کامران بھی ادھر ہی آ گیا اس نے آتے ہی پہلے مجھے سلام کیا اور بولا باجی میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے جو آپ مجھے اتنی بڑی سزا دے رہی ہو تو میں نے کہا دیکھو کامران میرے ساتھ تمیز سے بات کرو اور تم ہمارے پاس کیوں آتے ہو دفعہ ہو جاؤ یہاں سے تو صباحت بولی پلیز اس کی بات تو سن لو میں نے اس کو یہاں بھلایا ہے صرف ایک بار اس کی بات سن لو تو کامران کہنے لگا صباحت تم ذرا اس بنچ پر بیٹھو میں اس سے بات کر لوں جب وہ چلی گئی تو وہ بولا دیکھو باجی میں صباحت سے بہت پیار کرتا ہوں اس کے لیے اپنی جان تک دے سکتا ہوں میں تو مر جاؤں گا مگر زندہ وہ بھی نہیں رہے گی اور ہم دونوں کی موت کی ذمے دار آپ ہوں گی تو میں نے کون سا روکا ہے اس کو میں نے ملنے سے روکا ہے تو وہ بولا اگر میں ایسا ہوتا تو کب کا اس کو چھوڑ دیتا مگر میں اس سے پیار کرتا ہوں دل سے مجھے اس سے کوئی لالچ نہیں ہے میں صباحت کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور مجھے اس کی عزت بھی جان سے زیادہ پیاری ہے اگر آپ کے دل میں ایسی کوئی بات ہے تو میں خدا کو حاضر جان کر قسم کھاتا ہوں کہ ہم دونوں پاک ہیں اور آئندہ بھی پاک رہیں گے بس آپ اس کو نہ روکو وہ میرے لیے سب کو چھوڑ سکتی ہے مگر تجھے نہیں اگر آپ نے اس کو روکنا ہے تو روکو مگر یاد رکھنا کہ اس کی جدائی میری موت ہے موت۔ تو میں نے کہا ٹھیک ہے کامران بھائی میں اس کو آئندہ نہیں روکوں گی مگر اپنی قسم پر پکے رہنا کہ اس کو چھوڑو گے بھی نہیں اور اس کی عزت کا بھی خیال رکھنا تو اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا اور صباحت کو پاس بھلا کر اس کو ایک گفٹ دیا جو اس کے جانے کے فوراً بعد ہی ہم نے کھول لیا اس میں سے ایک خوبصورت موبائل فون نکلا۔

وہ بہت خوش ہوئی اس نے موبائل آن کیا جس پر کامران کے ڈھیر سارے میسج آنے شروع ہو گئے ہم نے جلدی سے شاپنگ کی اور گھر کی طرف واپسی کرنے لگے مگر وہاں ایک مسئلہ اور بھی پیدا ہو گیا موبائل کو چھپانا مگر کس طرح اگر گھر والوں کو پتہ چل گیا تو پھر کیا ہوگا۔ تو ہم جب بس میں سوار ہوئی تو

ایک عورت کو موبائل دکھایا اور کہا کہ ایسا کچھ کرو کے اس کی آواز نہ آئے تو اس نے دو تین بٹن دبائے اور ہمیں پکڑا دیا ہم پھر بھی پریشان تھے اور اس سے بار بار پوچھ رہے تھے کہ اب تو آواز نہیں آئے گی۔ جس پر وہ عورت بولی ہاں اب نہیں آئے گی اس طرح صباحت نے کہا کہ یہ موبائل ایک دن کے لیے تم رکھ لو کل صبح میں لے لوں گی مجبوراً وہ موبائل مجھے رکھنا پڑا پر شکر ہے اس پر اب کوئی آواز نہیں آرہی تھی صبح جب ہم سکول گئی تو سب سے پہلے ایک لڑکی کو ملیں جس کے پاس پہلے موبائل تھا اس نے ہمیں وہ موبائل چلانا سکھایا جو ہم تین چار دن میں سیکھ گئی مگر صباحت تو اب sms ہی کرتی رہتی ہمارے داخلے چلے گئے تھے تو پیپروں کی تیاری چل رہی تھی آہستہ آہستہ دن گزرتے گئے اور ایک دن جب ہمارا تیسرا پیپر تھا تو صباحت رو رہی تھی میں نے جب پوچھا تو وہ بولی کے کامران کے ابو نے کہیں اور جگہ لے لی ہے اب وہ ہمیشہ کے لیے یہاں سے جا رہا ہے اور ایک دن کامران واپس چلا گیا ہمارے پیپر بھی ہو گئے تھے کہ صباحت ہمارے گھر آتی اور کامران کو میسج کر دیتی اور کامران کال کر لیتا اور صباحت روتی رہتی کہ واپس آ جاؤ پلیز ایک دن تھک ہار کے کامران نے کہا کہ پلیز صباحت مجھے بھول جاؤ میں تیرے لیے بنا ہی نہیں ہوں میں آپ کو روز روز کال نہیں کر سکتا۔ بس اتنا کہنا تھا کہ صباحت یک دم زمین پر گر پڑی میں نے جلدی جلدی اس کو اٹھا کر چارپائی پر لیٹا دیا اور موبائل چھپا دیا اور اپنی امی کو نیچے آ کر بتایا کہ امی صباحت کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے امی اوپر آئی اور اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔ رونے لگی امی کہنے لگی کہ بیٹا اتنی گرمی میں اوپر کیا کر رہی ہو ابھی دوبارہ نہ گر جانا چلو نیچے اور پانی پیو مگر امی کو کیا پتہ کہ اس کو کس چیز کی پیاس ہے وہ کچھ نہیں بول رہی تھی بس خاموش تھی میں اور امی اس کو گھر چھوڑ آئے اور رات کو اس کی پھر وہی

حالت ہو گی جب بھی ہوش میں آتی رونا شروع کر دیتی میں نے گھر آ کر کامران کا نمبر ملایا مگر اس کا نمبر بند تھا میں تین چار دن تک اس کا تک اس کا نمبر روزانہ ٹرائی کرتی مگر بند صباحت کو ہسپتال داخل کروا دیا گیا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کو دماغی ٹینشن ہے جتنا ہو سکتا ہے اس کو آرام دو اور گھر والے اس کو گھر لے آئے وہ روزانہ چھت پر چڑھ جاتی اگر کوئی جوان لڑکا نیچے سے گزرتا تو اس کو گالیاں دیتی اس پر کوڑا پھینک دیتی مگر کوئی بھی اس کی بات کا برا نہیں مانتا بلکہ دعا کرتے کہ خدا اس کو تندرست کر دے اور لوگوں کی دعاؤں کا یہ اثر ہوا کہ اب اس کو کبھی کبھار دورہ پڑتا ہے نہ تو اب گالیاں دیتی ہے اور نہ کسی پر کوڑا پھینکتی ہے بس خاموش رہتی ہے میری آپ سب سے اپیل ہے کہ پلیز میری دوست کے لیے دعا کریں کہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے۔

اور کامران سے کہتی ہوں کہ پلیز واپس آ جاؤ اور ایک بار آ کر اس کی حالت دیکھ لو پھر فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہو گا ہو سکتا ہے وہ آپ کو پا کر پھر سے پہلے والی صباحت بن جائے پلیز آ جاؤ ورنہ اس کی اس حالت کے ذمہ دار آپ ہیں اور خدا آپ کو کبھی معاف نہیں کرے گا اگر آپ اس کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے تو اس کو اتنے سپنے کیوں دیکھائے تھے خدا کو مانتے بھی ہو اور اسی جھوٹی قسمیں کھاتے رہے اللہ آپ کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ آپ نے ایک دل توڑا ہے اور ایک دن آپ کا بھی ٹوٹے گا کتنے بدقسمت ہو تم اتنا پیار کرنے والی لڑکی ملی اور تم اس کی پرواہ نہ کر سکے۔

میری اللہ سے دعا ہے کہ خدایا کسی کو کسی سے اتنا پیار نہ ہو کہ کوئی اس کی جدائی برداشت نہ کر سکے۔

تو قارئین کیسی لگی پلیز میرے دوست کی کزن کی دوست کے لیے دعا کرو کہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے ورنہ اس کی وجہ سے سارا گھر پریشانی میں گرا ہوا ہے۔

❀❀❀

ابھرتے ہوئے شاعر راشد لطیف آف صبرا کی اپنی شاعری

غزل

لکھ کر غزل منا دیتا ہوں
میں تیری یاد کو روز ہوا دیتا ہوں
وہ کم بخت حسین لمحے یاد بہت آتے ہیں
کر کے یاد ان کو پھر بھلا دیتا ہوں
ہر پل ہر دن اور ہر رات میں
تیری یادوں میں آنسو گرا دیتا ہوں
رات کو اٹھ کر خوابوں میں تجھ س مل کر
یہ حقیقت نہیں دل کو بتا دیتا ہوں
پاگلوں سی ہے میری حالت ہنستی ہے مجھ پہ دنیا
سن کر ان کی باتیں پھر بھی مسکرا دیتا ہوں
کیسے کہوں تجھ کو تم بے وفا ہو صنم
یہ سب میں اپنا نصیب بنا دیتا ہوں
مجھے مارنے والے اور میرے راشد
پھر بھی تجھے میں جینے کی دعا دیتا ہوں

غزل

چھوڑ کر وہ مجھ کو روانہ ہوا
ایک پل میں وہ مجھ سے بیگانہ ہوا
جو آج صورت مجھ سے چھپانے لگا
دیکھ کر کبھی اسے میں دیوانہ ہوا
بناتے ہوئے جسے لگے کئی برس
مٹایا جب اس نے تو ایک نشانہ ہوا
دل ٹوٹا ہے ہمارا تو اسے کیا
اس کا تو صرف ایک بہانہ ہوا
جو بنایا تھا کبھی پیار میں ہم نے ایک گھر
آج اس گھر کو ہاتھوں سے جلانا ہوا
تیری بے وفی و لے کے ہم جانے کہاں
نم ن دہلیز ہمارا ٹھکانہ ہوا
آخری رات اس نے یہ کی راشد
تیری محبت کو بھلائے ایک زمانہ ہوا

غزل

بھیگی بھیگی رتوں میں ایک ایسی شام ہو
وہ زندگی کے حسین لمحے تیرے میرے نام ہو
کرتے رہیں جی بھر کے پیار صرف پیار
تو ہو میرے ساتھ تیرے ہونٹوں کا جام ہو
چھوڑ کر اس پل دنیا کے سبھی کام محبت ہی کریں
ہم دونوں کو اس کے سوا نہ کوئی اور کام ہو
دنیا سے ہو کے بے خبر محبت میں مست ہو جائیں
دنیا کی نظر میں بیشک ہمارا پیار بدنام ہو
تیری باتیں سنوں میں تو سنے میری باتیں
تو بولے یا میں بولوں ہمارا ایک ہی کام ہو
دعا ہے میری سوہنڑے رب سے
ہم دونوں کی محبت کا اچھا انجام ہو

غزل

میری چاہتوں کی قیمت ادا کر
میرے صنم مجھ سے وفا کر
دی ہے محبت اور دوں گا محبت
محبت کا حق محبت سے ادا کر
رہے قائم صدا ہماری یہ محبت
میں بھی کرتا ہوں تو بھی دعا کر
حسین ہم بنائیں پیار کی منزل
مجھ سے نہ ہو گی تو کبھی نہ خطا کر
آؤ جان میری، میری جان میں ایسے
میرے خون کے ہر ایک قطرے میں سما کر
میرے گلشن میں جب بھی آؤ راشد
صبر ہی صبر ہو جلدی نہ کیا کر

اُداس ہے زندگی

☑ تحریر: مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں 0334-0321464

محترم شہزادہ بھائی سدا خوش رہو!

السلام علیکم! میں یہ امید کرتا ہوں کہ آپ بالکل خیر خیریت سے ہوں گے۔ پہلے کی طرح جواب عرض کی دکھی نگری میں، ایکداستان لے کر حاضر ہوں اور میں یہ امید کرتا ہوں۔ کہ میری اس سٹوری کو کسی قریبی اشاعت میں جگہ دے کر مجھے شکریہ کا موقع دیں گے۔ اس سٹوری کا نام میں نے (اداس ہے زندگی) رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی لڑکی کی سٹوری ہے جس کو ساری زندگی دھوکہ ہی دھوکہ ملا۔ اور وہ نادان ہر کسی کی باتوں میں آ کر دھوکہ کھاتی رہی۔ اسے جو بھی ملا ایک سے بڑھ کر ملا۔ میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں جن بہنوں بھائیوں نے میری سٹوری کو لائق کیا اور مجھے کال کر کے میری حوصلہ افزائی کی ہے۔ میں چند دوستوں کے نام لکھنا چاہتا ہوں۔ اگر کسی کا نام مس ہو جائے تو پلیز ناراض مت ہونا۔ احمد بلال، اختر صبا، محمد حفیظ، شاہ تاج، خدا بخش بلوچ، ایمان، عابد، سیف علی، ماہ نور، نمر عباس، ارشاد ورک، عامر روشن جٹ، ثنا، محمد وقاص ساحر، طارق نور، ہما، ندیم احمد، ثانیہ کراچی سے، سرگودھا سے [illegible] [illegible] پورے [illegible]، لاہور سے رانا حبیب الرحمان، کھاریاں سے [illegible] [illegible] سعد [illegible] میرے صدیق، اموں، نداء، وسیم اداس، سعدیہ، [illegible] میں ان سب بہن بھائیوں کا شکر گزار ہوں بہت بہت شکریہ آپ کا! آخر پر دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ جواب عرض کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ادارے کی پالیسی کے مطابق نام اور مقامات سب فرضی ہیں کسی قسم کی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

تو میری قسمت میں نہیں شاید
کیوں میں تیرا انتظار کرتی ہوں
میں تجھے کل بھی پیار کرتی تھی
میں تجھے اب بھی پیار کرتی ہوں

جب کسی کی دکھی داستان سنتا ہوں۔ تو دل کو بہت زیادہ دکھ ہوتا ہے سوچتا ہوں کہ اس دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک انسان ہے۔ میں خود اپنے آپ کو بڑا دکھی سمجھتا تھا۔ لیکن جب دوسرے لوگوں کے دکھ سنتا ہوں تو اپنے سارے دکھ بھول جاتا ہوں۔ جواب عرض میں نومبر کے شمارے میں میری

ایک سٹوری ۔ پیار کی بھول ۔ شائع ہوئی تھی ۔ اور اس کے ساتھ میرا موبائل نمبر بھی شائع ہوا تھا۔ میر اس کہانی کو بہت سارے بہنوں بھائیوں نے پسند کیا۔ اور مجھے کال کر کے میری حوصلہ افزائی کی۔ پورے پاکستان سے مجھے لوگوں نے کالز وغیرہ کیں ۔تو اس وقت مجھے احساس ہوا کہ جواب عرض کتنی اہمیت کا حامل ہے واب عرض ایک راحد رسالہ ہے۔ جس کو لوگ بہت زیادہ پسند کرتے ہیں ۔ تو میرے کہنے کا مطلب ہے۔ جن بہنوں بھائیوں نے میری حوصلہ افزائی کے لئے مجھے کالز وغیرہ کیں ہیں ۔ میں تہہ دل سے اُن کا شکر گذار ہوں ۔ انہی دوران مجھے ایک کال کراچی سے وصول ہوئی ۔ جب میں نے او۔ کے کیا تو لڑکی بول رہی تھی ۔ میں میں نے پوچھا جی کون اور کہاں سے تو اس لڑکی نے بتایا میرا نام شگفتہ ہے اور میں کراچی سے بات کر رہی ہوں میں نے پوچھا جی بولیں ۔ شگفتہ نے مجھے کہا کہ کیا آپ مقصود احمد بلوچ بات کر رہے ہو ۔ میں نے کہا جی ہاں میں مقصود ہی بات کر رہا ہوں ۔ جی آپ کی سٹوری پیار کی بھول مجھے بہت پسند آئی اس لیے میں نے آپ کو کال کی ہے۔

میں نے کہا بہت شکریہ آپ کا اس کے بعد کال ڈراپ ہوگئی ۔ میں کافی دیر تک کسی سوچ میں ڈوبا رہا۔ کیونکہ اس لڑکی کی آواز میں بہت درد تھا مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے وہ لڑکی روتی رہی ہو۔ اور میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ اس لڑکی کو ٹھوکر لگی ہے اور وہ بھی بہت زیادہ یہ تو میں اپنے دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ آخر کار میں نے اپنے دل میں یہ تہہ کر لیا ۔ کہ جب شام کے ٹائم فری ہو جاؤں گا تو ایک دفعہ ازمی اس لڑکی کو کال کروں گا۔

[illegible] سے پوچھوں گا۔ اس کی زندگی کے بارے میں اگر اس نے مجھے بتانا پسند کیا تو ۔ مغرب [illegible] میں نے اس کو کال کی اس نے میری کال کو ریسیو کیا۔ حال احوال معلوم کرنے کے بعد میں نے اس سے ایک سوال کیا۔ شگفتہ جی میں آپ کی ذاتی زندگی کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں ۔ شگفتہ نے مجھے کہا میری زندگی کے بارے میں آپ جان کر کیا کرو گے ۔ بہر کیف میں نے اس کافی ریکوسٹ کی اس کے بعد شگفتہ مجھے کہا مقصود صاحب میں آپ کو دس بجے کال کروں گی اور اپنی داستان غم آپ کو سناؤں گی میں نے کہا ٹھیک ہے بہت بہت شکریہ آپ کا کال ڈراپ ہوگئی اب مجھے رات کے دس بجے کا بڑا بے چینی سے انتظار تھا۔ وقت کیا رکتا ہے۔

آخر کار راقت کے دس ہو گئے میں اس لڑکی کی کال سننے کے لئے چھت پر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد شگفتہ کی کال آ گئی ۔ سلام دعا کرنے کے بعد شگفتہ نے اپنی داستان سنانا شروع کی آیئے قارئین آپ کو شگفتہ کی داستان شگفتہ کے زبانی سناتے ہیں ۔

میں ایک غریب گھرانے روشنیوں کے شہر کراچی میں جنم لیا۔ کب میں پانچ سال کی تھی تو والدین نے مجھے سکول میں داخل کروایا۔ مجھے پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ لیکن غربت کے مارے میں نے میٹرک تک ہی اپنی تعلیم حاصل کی ۔ میں آگے پڑھنا چاہتی تھی ۔ لیکن حالات نے ساتھ نہیں دیا بڑی ہی مشکل سے گھر کی گذر بسر ہوتی تھی ۔ پھر مجھے آگے پڑھنے کے لئے ہر ایک چیز کی ضرورت تھی ۔ جو کہ مجھے نہ مل پاتی ۔ اسی لیے میں نے اپنی تعلیم کو خیر آباد کیا اور اس کے بعد میں اپنے گھر میں بیٹھ گئی ۔ اور کپڑے وغیرہ سلائی کرنے لگی تا کہ کچھ نہ کچھ مل جائے اور گھر کی گاڑی چلے ۔ معمول کے مطابق میں اپنے گھر میں تھی کہ اچانک میرے موبائل پر ایک نئے نمبر سے کال آئی میں نے او کے کیا ۔ تو ایک لڑکا بات کر رہا تھا۔ میں پوچھا جی بھائی

آپ کون ہو۔ اور کس سے بات کرنا چاہتے ہو۔
اس لڑکے نے کہا میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا
ہوں۔ میں نے اس لڑکے سے کہا دیکھو بھائی میں
نے آپ سے کوئی دوستی وغیرہ نہیں کرنی ہے۔ آج
کے بعد پلیز مجھے کال مت کرنا آپ کی بہت مہربانی
ہوگی۔ اور ساتھ ہی میں نے کال ڈراپ کر دی۔
کچھ دیر تک تو میں سوچتی رہی کہ یہ کون ہو سکتا ہے اور
مجھ سے کیوں دوستی کرنا چاہتا ہے۔ خیر اسی سوچ میں
گم تھی کہ امی نے مجھے آواز دی شگفتہ بیٹی کھانا بناؤں
آپ کے ابو کام سے آنے والے ہیں۔ میں نے کہا
ٹھیک ہے امی جان میں ابھی کھانا بناتی ہوں۔
اسی طرح وقت گذرتا رہا۔ اور اس لڑکے کی ہر
روز کال آتی۔ اور ایم ایس جی وغیرہ بھی کرتا رہتا۔
آخر کار میں اس کے جال میں پھنس گئی۔ نادان تھی
مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ میرے ساتھ کیا کیا گل کھلائے گا
میں اس کی محبت میں اس قدر ڈوب گئی۔ کہ جت
تک میں اس سے بات نہ کر لیتی مجھے چین نہیں آتا
تھا۔

اب تجھے روز یاد نہ کروں تو جسم ٹوٹ سا جاتا ہے۔
اک مدت ہوئی ہے تیری یاد کا نشہ کرتے کرتے۔

اب تو کسی چیز میں بھی دل نہیں لگتا تھا۔ ہر پل
ہر گھڑی بس اسی کی کال کا انتظار رہتا تھا۔ اس نے
مجھے اپنا نام محبوب بتایا تھا۔ بہت لمبی لمبی کالیں
ہوتی۔ بات کرنے کا سلسلہ ابھی جاری ہی تھا۔ کہ
ملاقاتیں بھی شروع ہو گئیں۔ میں محبوب سے کبھی کبھی
ملاقات بھی کر لیتی تھی۔ اسی طرح ہماری محبت
پروان چڑھتی گئی۔ لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ محبوب
صاحب میرے ساتھ کیا ڈرامہ کرے گا۔ اسی طرح
وقت گذرتا رہا۔ اور گھر والوں کو میری شادی کی فکر
ہوئی۔ لیکن میں نے اپنے گھر والوں کو صاف
صاف بتا دیا کہ میں اس لڑکے سے محبت کرتی ہوں
اور اسی سے شادی کرنا چاہتی ہوں گھر والوں نے کہا
ٹھیک ہے ہمیں منظور ہے۔ لیکن پہلے وہ لڑکا ہمیں
ملے پھر اس کے بعد شادی کی بات کریں گے۔ میں
کہا ٹھیک ہے میں کل ہی اس لڑکے کو گھر بلا لوں گی۔
میں نے محبوب کو خوش خبری سنائی کہ آج میرے گھر
والے مان گئے ہیں شادی کے لئے پلیز محبوب میں
آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ میں کہا ٹھیک ہے۔ میں
تھوڑی دیر تک سفاری پارک آ رہا ہوں۔ آپ وہاں
پر میرا انتظار کرو میں نے کہا ٹھیک ہے دیئے ہوئے
ٹائم کے مطابق محبوب وہاں سفاری پارک آ گیا۔
میں نے سب سے پہلے اس کو شادی کی خوش خبری
سنائی۔ لیکن محبوب بہت سریس تھا۔ اور خاموش رہا۔
مجھے بڑی حیرانگی ہوئی۔ کہ کیا بات ہو سکتی ہے۔ کہ
آپ آج اتنے پریشان ہیں۔ کیا آپ کو خوشی نہیں
ہوئی تو اس وقت محبوب کی آنکھوں میں آنسو آنا
شروع ہو گئے۔ جب میں نے اپنے محبوب کی
آنکھوں میں آنسوں دیکھے تو میں اور بھی زیادہ
پریشان ہو گئی کہ آخر کار کیا بات ہو سکتی ہے۔ میں
نے محبوب سے پوچھا محبوب مجھے سچ سچ بتا دو آخر کار
بات کیا ہے۔ تو اس وقت محبوب اپنی آنکھیں صاف
کرتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوا۔ شگفتہ میری
جان۔ جو بھی ہوا ہے بہت غلط ہوا ہے۔ لیکن مجھے کیا
پتہ تھا کہ آپ سے محبت ہو جائے گی۔ میں تو صرف
آپ سے وقت گذاری کر رہا تھا۔ لیکن پتہ ہی نہ چلا
کہ آپ سے محبت کر بیٹھا شگفتہ حقیقت تو یہ ہے کہ
میں ایک شادی شدہ ہوں اور میرے ۰۰ بچے بھی
ہیں۔ جب میں نے محبوب کے منہ سے یہ بات سنی تو
اس وقت مجھ پر ایک سکتہ طاری ہو گیا۔ کہ اتنا بڑا
دھوکہ میں نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا
محبوب کے بچے تم دھوکے باز ہو۔ تم نے یہ بات مجھ
سے کیوں چھپائی آخر تجھے کیا ملا مجھے دھوکہ دے کر۔
میرے منہ میں جو الفاظ آئے میں بولتی گئی۔
محبوب مجھے سنبھالنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

اتنے میں کافی لوگ جمع ہو گئے کہ یہ کیا ماجرہ ہے۔ لیکن وہاں پر محبوب نے سب کو روک دیا کہ یہ میری بیوی ہے اور ہماری ذاتی معاملہ ہے۔ کوئی بندہ اس میں مداخلت نہ کرے۔ محبوب کی یہ بات سن کر سب لوگ واپس چلے گئے۔ جب میرا غصہ تھوڑا ٹھنڈا ہوا تو محبوب نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا شگفتہ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں آپ کے پاؤں پڑھتا ہوں میری ایک بات مان لو۔ اس طرح ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔ میں نے کہا جی بولو اب کون سا نیا دھوکہ مجھے دینا چاہتے ہو۔ محبوب نے کہا شگفتہ پیار جو ہوتا ہے وہ قربانی مانگتا ہے اگر آپ نے مجھ سے سچی محبت کی ہے تو آپ کو قربانی دینا ہوگی۔ آپ کو کرنا یہ ہوگا کہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے شادی کر لو۔ ایک تو ہم اکٹھے ہی ایک گھر میں رہیں گے۔ اس صورت میں ہم ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ آپ میری محبت کا واسطہ ہے۔ آپ میرے بھائی سے شادی کر لو۔ پلیز پلیز شگفتہ میں بالکل نادان تھی ایک دفعہ پھر اس دھوکے باز محبوب کی باتوں میں گئی اور اس سے ہاں کر لی کہ ٹھیک ہے میں تمہارے بھائی سے شادی کروں گی۔ لیکن میرے والدین کو ملنے کے لئے آپ آؤ گے آپ کا بھائی نہیں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔ دوسرے دن میں نے اس کو اپنے گھر کا ایڈریس بتایا اور وہ ہمارے گھر آیا۔ میرے والدین نے اسے بہت پسند کیا۔ کیونکہ محبوب تھا ہی خوب صورت شادی شدہ ہو کہ بھی محسوس بھی نہیں ہوتا ہے تھا کہ یہ شادی شدہ ہے یا نہیں جب میرے گھر والوں نے محبوب کو پسند کیا اور ہمارا رشتہ طے ہو گیا۔ اور محبوب اپنے گھر واپس چلا گیا۔ اس دن میں اپنے نصیب پر بہت روئی کہ کاش یہ حقیقت ہوتی۔ کاش میری شادی محبوب سے ہوتی۔ میں حقیقت میں محبوب سے بہت زیادہ محبت

کرتی تھی۔ اور اس کی ہی محبت کی خاطر میں یہ قربانی دے رہی تھی۔ اور اس کے بھائی سے شادی کرنے کے لئے رضا مند ہوئی تھی۔ چلو اسی بہانے کم از کم میرا محبوب تو مجھے نظر آتا رہے گا۔ لیکن میں بھی کتنی پاگل تھی جو ایک بھائی سے دھوکہ کھا کر اس کے دوسرے بھائی سے شادی کر رہی تھی۔ دراصل حقیقت بات یہ تھی۔ کہ مجھے اس قدر اس سے محبت ہو گئی تھی۔ کہ میرے اختیار میں کچھ نہیں تھا میں اس کی محبت میں بے بس ہو گئی تھی۔ اس کے پیار نے مجھے اپنا قیدی بنا لیا تھا۔ خیر یہ تو میرے اپنے دل کے جذبات تھے۔ محبوب کا بھائی جس کو میں نے ابھی دیکھا تک نہیں تھا۔ اس کے ساتھ میری شادی کی تاریخ پکی ہو گئی۔ میں محبوب کی محبت کی خاطر اپنے گھر والوں کو بھی دھوکہ دے رہی تھی۔ کیونکہ میرے گھر والوں کی نظر میں تو محبوب ہی میرا ہونے والا شوہر تھا۔ ایک ماہ کے بعد میری محبوب کے بھائی اسد سے شادی ہو گئی۔ اور میں اس کی دلہن بن کر اس کے ساتھ چلی گئی۔ میرے گھر والوں کو اس بات کا کوئی پتہ نہیں چلا کہ یہ اسد کوئی اور لڑکا ہے۔ انہوں نے اسے محبوب ہی تصور کیا اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان دونوں بھائیوں کی شکل ایک دوسرے سے بالکل ملتی جلتی تھی عام آدمی ان کی پہچان نہیں کر سکتا تھا کہ اسد کون اور محبوب کون ہے۔ شادی کی پہلی رات ہی زندگی نے میرے ساتھ پھر ایک اور مذاق کیا۔

کیونکہ جس انسان کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی اور میں نے اپنے پیار کی خاطر قربانی دی تھی۔ وہ شخص یعنی کہ میرا شوہر اسد بول نہیں سکتا تھا۔ وہ گونگہ بہرہ تھا۔ اور اس بات کا علم مجھے اس وقت ہوا جب اس نے مجھے اشارہ کر کے بتایا کہ میں بول نہیں سکتا ہوں پہلی بار محبوب نے خود دھوکہ دیا۔ اور میں پاگل پھر اس کی باتوں میں آ کر اس کے بھائی سے شادی کی۔ جو کہ گونگہ بہرہ نکلا۔ خیر میں نے اسی کو ہی اپنا

نصیب سمجھا اور اس کے ساتھ ہی وقت گذارنے لگی۔ کیونکہ میں اب اپنے والدین کو بھی نہیں بتا سکتی تھی۔ کیونکہ یہ سب کچھ میرا اپنا ہی کیا ہوا تھا۔ پھر میں کیسے گھر والوں سے شکوہ کرتی۔ اسی طرح وقت گذارتا رہا۔ میری شادی کہ ہوئے ایک سال کا عرصہ بہت تھا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹی عطاء کی۔ جو کہ بہت ہی خوب صورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹی کے روپ میں مجھے ایک کھلونا عطاء کیا میرا اس کے ساتھ دل لگا رہتا تھا۔ کیونکہ میں اپنا زیادہ تر وقت اپنی بیٹی کے ساتھ گذارتی۔ لیکن میں اپنے شوہر اسد سے بہت تنگ آ گئی تھی۔ کیونکہ نہ اس سے کوئی بات وغیرہ ہوتی نہ اس کو کوئی اپنے دل کا حال بتا سکتی تھی۔ اور وہ بھی ہر وقت مجھے اپنے ہاتھوں کے اشاروں کے ساتھ لڑائی کرتا رہتا تھا۔ ہر وقت مجھ سے غصے غصے رہتا تھا۔ اور بہت شکی مزاج انسان تھا۔ اسی دوران میری زندگی میں ایک تیسرا فرد آ گیا۔ وہ اس طرح کہ میں بہت زیادہ بیمار تھی۔ اور اسی بیماری کے دوران میں ہسپتال میں ایڈمٹ ہو گئی۔ وہاں پر ہسپتال میں ایک مشتاق نامی لڑکا تھا۔ وہ وہاں پر ہر وارڈ میں کھانا تقسیم کرتا تھا۔ یہ اس کی ڈیوٹی تھی۔ وہ ہر روز میرے وارڈ میں بھی آتا تھا۔ اور مجھے بڑے غور سے دیکھتا اور کھانا بھی مجھے باقی مریضوں کی نسبت زیادہ دیتا تھا۔ میں وہاں پر ہسپتال میں ایک ہفتہ ایڈمٹ رہی جب میں صحت یاب ہوئی تو ہسپتال سے میری چھٹی ہوئی۔ اور میں اپنا سامان وغیرہ اٹھا کر وارڈ سے باہر نکلی ہی کہ مشتاق نے مجھے دیکھ لیا۔ اور میرے قریب آ کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ہیلو جی کیا آپ جا رہی ہو۔ میں کہا ہاں جی میری چھٹی ہو گئی ہے۔ اور اب میں واپس جا رہی ہوں اپنے گھر مشتاق نے ایک کاغذ پر مجھے اپنا نمبر لکھ کر دیا کہ اگر کبھی میری ضرورت محسوس ہو تو یا میرے لائق کوئی کام ہو تو مجھے لازمی فون کرنا آپ ویسے رہتی کہاں ہو۔ میں نے کہا میرا گھر تو کراچی ہے۔ اور یہاں خیر آباد میں میری شادی ہوئی ہے۔ مشتاق نے کہا ٹھیک ہے اب آپ جا سکتی ہو۔ میں نے ہسپتال سے باہر نکل کر رکشہ لیا۔ اور اپنے گھر چلی گئی۔ میں تقریباً سات دن ہسپتال میں رہی تھی۔ اسی دوران میرے گھر کا کوئی شخص بھی مجھے وہاں ملنے کے لئے نہیں آیا نہ ہی میرا شوہر اسد صاحب نہ ہی میری ساس اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص مجھے اس بات کا بہت زیادہ دکھ ہوا کہ اس گھر میں جب کسی کو میرا احساس بھی نہیں ہے تو اس گھر میں رہنے کا کیا فائدہ میں نے اپنی بیٹی کو لیا اور کراچی روانہ ہو گئی۔ اپنے والدین کے گھر ابھی مجھے اپنے والدین کے گھر آئے ہوئے پانچ دن ہی ہوئے تھے۔ کہ اسد یعنی کہ میرا شوہر اس نے مجھے طلاق دے دی۔ جب طلاق نامہ میرے گھر آیا۔ اور مجھے پتہ چلا تو میرا سر گھومنے لگا۔ اور میں بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک ہسپتال میں پایا۔ آنکھیں کھولی تو میرے سامنے مشتاق تھا۔ اور اس نے مجھ سے پوچھا شگفتہ اب طبیعت کیسی ہے۔ لیکن میں نے اس کی کسی بات کا کوئی بھی جواب نہ دیا۔ اور اپنے ابو کو کہا مجھے جلدی سے گھر لے چلو۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد گھر پہنچ گئی۔ اپنی قسمت پر ہر وقت ہی روتی رہتی۔ ہر ٹائم پریشان رہتی۔ کہ زندگی بھی میرے ساتھ نہ جانے کیا کیا کھیل کھیل رہی ہے۔ ایک دن بڑی اداس بیٹھی رو رہی تھی۔ کہ میرے موبائل کی بیل بجی۔ جب میں نے اوکے کیا تو لڑکا بول رہا تھا۔ اس نے کہا جی کون۔ میں مشتاق بات کر رہا ہوں۔ شگفتہ اب کیسی ہو۔ مجھے ساری بات کا پتہ چل گیا ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوا کہ آپ کے ساتھ ان لوگوں نے اچھا نہیں کیا۔ پلیز آپ اب ان لوگوں کو بھول جاؤں اور اپنی زندگی سے ان کو نکال دو۔ وہ باتیں کیے جا رہا تھا۔ اور میں نے اس کی کسی بات کا بھی کوئی

جواب نہیں دیا۔ جب اس کی باتیں ختم ہوئیں تو وہ ہیلو ہیلو کرتا رہا۔ لیکن میں کال ڈراپ کر دی۔ اسی طرح وقت کی سوئیاں اپنی تیز رفتار سے چلتی رہی۔ اور میں بھی آہستہ آہستہ وہ سب کچھ بھلانے لگی۔ جو کچھ میرے ساتھ ہوا تھا لیکن اسی دوران مشتاق کی کالیں ضرورت سے بھی زیادہ آنا شروع ہو گئی۔ کبھی میں اس کی کال سن لیتی اور کبھی کبھی اس کی کال ڈراپ کر دیتی کیونکہ اب مجھے یہ محبت۔ یہ دوستی۔ پیار۔ سب کچھ ایک رنگین دھوکہ نظر آتا تھا۔ اور اس قدر پتھر دل ہو گئی تھی۔ کہ مرد نام سے مجھے سخت نفرت ہو گئی تھی۔ ایک دن رات کے دس بجے کا ٹائم تھا کہ مشتاق کا ایم ایس جی آیا۔ پلیز شگفتہ میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا آپ نے کیا ضروری بات کرنی ہے مجھ سے اس کا پھر دوبارہ ایم ایس جی آیا پلیز شگفتہ آپ میری کال اٹینڈ کرو۔ میں سب کچھ آپ کو بتا دیتا ہوں۔ لیکن میں نے اس کے ایم ایس جی کا کوئی ری پلے نہیں کیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر اس نے مجھے کال کی میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی کال اٹینڈ کی۔ سلام دعا کے بعد مشتاق نے مجھ سے پوچھا کیا شگفتہ آپ مجھ سے ناراض ہو۔ میں نے کہا ناراض تو اپنوں سے ہوتے ہیں۔ تم نہ میرے اپنے ہو۔ اور نہ ہی میرے کوئی رشتے دار ہو۔ میں نے کس لیے آپ سے ناراض ہونا ہے۔ مشتاق نے کہا شگفتہ میں تمہارا اپنا بھی بن جاؤں گا۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو۔۔ میں نے کہا کس طرح کا ساتھ میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھی ہوں۔ مشتاق نے کہا شگفتہ میں آپ سے آج ایک سچی بات کر رہا ہوں۔ جب میں نے آپ و پہلی بار ہسپتال میں دیکھا تھا۔ تو آپ پہلی ہی نظر [illegible] ے دل [illegible] اتر گئی تھی۔ میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں [illegible] تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ [illegible] مجھے اب [illegible] سمجھنا۔ جب اس کی بات ختم

ہوئی تو میں نے اسے کہا مجھے تو اب محبت نام سے ہی نفرت ہے رہا شادی کا معاملہ تو شادی تو فقط ایک تماشہ ہے۔ جو لوگ کرتے ہیں۔ اور پھر ختم شادی ایک کھیل ہے۔ مجھے کوئی شادی وغیرہ نہیں کرنی ہے اور نہ ہی آج کے بعد مجھے آپ کال کرنا اور ساتھ ہی میں نے کال ڈراپ کر دی۔

امید بن کر لوگ زندگی میں آتے ہیں
خواب بن کر آنکھوں میں سما جاتے ہیں
پہلے یقین دلاتے ہیں کہ ہم تمہارے ہیں
پھر نہ جانے کیوں تنہا چھوڑ جاتے ہیں

تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر مشتاق کی کال آ گئی لیکن میں نے اٹینڈ نہیں کی بہت سارے ایم ایس جی بھی کیے لیکن میں نے کسی کا بھی کوئی ری پلے نہیں کیا۔ ویسے مشتاق بہت اچھا اور خوب صورت نوجوان تھا۔ لیکن میرا یقین میرا اعتبار محبوب نے ختم کر دیا تھا۔ اور جو کمی رہ گئی تھی وہ اس کے بھائی اسد جو کبھی میرا شوہر تھا۔ اس نے اب کسی لڑکے پر یقین کرنا بہت مشکل تھا وقت اپنی محور رفتار سے چلتا رہا۔ لیکن مشتاق نے میرا دامن نہیں چھوڑا۔ بس ایک ہی بات کرتا تھا پلیز شگفتہ میرے ساتھ شادی کر۔ میں آپ کو بہت خوش رکھوں گا۔ اس کے ساتھ رابطہ کیے ہوئے مجھے تقریباً دو سال ہو گئے تھے میرا مطلب ہے کہ مشتاق دو سال سے مجھے کال اور ایم ایس جی وغیرہ کر رہا تھا۔ اور ہر بار اس کا ایک ہی سوال ہوتا۔ کہ کیا آپ میرے ساتھ شادی کرو گی۔ لیکن میرا انکار ہی میں جواب ہوتا۔ ایک دن دوپہر کا ٹائم تھا کہ مشتاق کی کال آئی جب میں نے اٹینڈ کی تو مشتاق رو رہا تھا۔ میں نے پوچھا آپ رو کیوں رہے ہو۔ اس کا وہی سوال کہ میں تمہاری محبت میں پاگل ہو گیا ہوں پلیز شگفتہ اب میں تھک گیا ہوں۔ اب آپ بس کرو اور میری بات مان لو۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں آپ کو سوچ کر کوئی جواب دوں گیا۔

ہاں میں نے اس لیے کر دی تھی۔ کہ میں کب تک اپنے والدین کے اوپر بوجھ بن کر بیٹھی رہتی۔ اور ویسے بھی میری عمر ہی کیا تھی۔ جب میری پہلی شادی ہوئی تھی تو اس ٹائم میری سولہ سال عمر تھی اور اب اس ٹائم میری عمر تقریباً کوئی بائیس سال ہے۔ اس لیے میں نے تمام باتیں سوچ سمجھ کر اپنے والدین سے بات کی کہ میں آگے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میرے ابو نے کہا بیٹی ہم آپ کہ منع تو نہیں کرتے لیکن کیس دھوکے باز انسان کے چکر میں نہ آنا۔ کیونکہ تم پہلے بھی دھوکہ کھا چکی ہو۔ اس لیے سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھانا میں نے کہا ٹھیک ہے ابو جی دوسرے دن پھر مشتاق کی کال آئی میں نے کہا آپ پہلے میرے والدین سے بات کروا گر وہ آپ کو پسند کرتے ہیں تو مجھے بھی آپ پسند ہوا گر نہیں کرتے تو پھر سوری۔ مشتاق نے ٹھیک ہے۔ کیا میں ابھی آ جاؤ میں نے کہا اتنا بھی جلدی نہیں آپ اتوار والے دن آ جانا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ مشتاق اتوار والے دن میرے گھر میں آیا میرے والدین نے اس لے بارے میں سب کچھ پوچھا وہ ایک ہسپتال میں نوکری کرتا تھا۔ تھوڑی دیر رکنے کے بعد وہ چلا گیا۔ میرے والدین نے کہا لڑکا تو ٹھیک ہے پھر اگر آپ کا دل مانتا ہے تو آپ شادی کر لو۔ اس طرح تمام معاملات طے ہو گئے۔

اور میری مشتاق نامی لڑکے سے شادی ہو گئی۔ لیکن مجھے اس بات کا کیا پتہ تھا کہ مشتاق ان دونوں بھائیوں سے بھی بڑھ کر نکلے گا۔ شروع شروع میں تو مشتاق نے مجھے بہت پیار دیا۔ اور ہر لمحہ اور ہر وقت میرا احساس کرتا۔ میری بیٹی کو اس نے اپنی بیٹی بنا لیا۔ مشتاق نے کہا آج کے بعد یہ آپ کی بیٹی نہیں بلکہ میری بیٹی ہے۔ بہر کیف مشتاق نے بہت محبت دی مجھے لیکن مجھے کیا پتہ تھا یہ خوشیاں تو صرف عارضی خوشیاں ثابت ہوں گی۔ اور پھر ساری زندگی رونا ہو گا۔ میں بھی کتنی پاگل تھی دھوکے پہ دھوکہ ملا مجھے لیکن پھر بھی میں سمجھ نہ سکی۔ شادی کے کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسری بیٹی عطا کی۔ پہلی بیٹی بھی میرے ساتھ جو اسد میں سے تھی۔ اور اب دوسری بیٹی مشتاق میں سے پیدا ہوئی۔ اب میری دو بیٹیاں تھی۔ وقت گذرتا رہا۔ مجھے یہ بات محسوس ہوئی کہ اب مشتاق مجھ میں دلچسپی نہیں لیتا۔ مطلب وہ مجھ سے دور دور رہنے لگا اور رات کو کبھی کبھی دو بجے گھر آتا اور کبھی آتا بھی نہیں۔ میری ساری رات انتظار میں ہی گذر جاتی۔ لیکن میں نے دل میں سوچا ہو سکتا ہے اس کو کوئی اپنی ہی ٹینشن ہو۔ ایک دن مشتاق رات کو دو بجے آیا۔ میں اس وقت میں جاگ رہی تھی۔ گھر آتے ہی مشتاق نے کہا کھانا لاؤ مجھے بڑی بھوک لگی ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے آپ ہاتھ منہ دھولو میں کھانا گرم کرلوں۔ وہ باتھ روم میں چلا گیا اس کے موبائل پر ایک ایم ایس جی آیا موبائل وہ میرے پاس ہی چھوڑ کر گیا تھا۔ جب میں نے وہ ایم ایس جی پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا۔ مشتاق میری جان میں کل رات بھی آپ کا انتظار کرتی رہی ہوں آپ کیوں نہیں آئے۔ اور ہاں کل لازمی آنا میں آپ کا انتظار کروں گی ایم ایس جی میں نے پڑھ کر موبائل رکھ دیا۔ مشتاق سے میں نے کوئی بات نہیں کی۔ اس نے کھانا وغیرہ کھایا اور سو گیا۔ لیکن مجھے پوری رات نیند نہیں آئی۔ اسی سوچ میں گم تھی کہ اب نہ جانے یہ مشتاق صاحب میرے ساتھ کیا ڈرامہ کرنے والا ہے۔ کوئی بھی بات ہوتی ہے نا وہ زیادہ دیر چھپ نہیں سکتی آخر کار اس بات کا پتہ چل ہی جاتا ہے۔ وہاں ہمارے ایک محلے کی لڑکی تھی مشتاق نے اس کے ساتھ اپنا چکر چلانا شروع کیا ہوا تھا۔ مجھے اس بات کی آج تک سمجھ نہیں آئی کہ لوگ اس طرح کیوں کرتے ہیں کیوں کسی کی زندگی برباد کرتے ہیں کہتے ہیں نا اس چیز کی تمنا اس وقت تک ہوتی

ہے۔ جب تک وہ آپ سے دور ہوتی ہے۔ جب آپ کے پاس آجاتی ہے۔ پھر اس کی آرزو ختم ہو جاتی ہے مشتاق نے بھی میرے ساتھ کچھ اس طرح ہی کیا۔ پہلے دو سال تو میرے پیچھے پڑا رہا کہ خدا تعالیٰ کے بعد سب کچھ تم ہی ہو۔ جب میں اس کی ہو گئی اس کی بیٹی کی ماں بن گئی۔ پھر اس کو کیا ہوا۔ کیوں مجھ سے دور بھاگنے لگا۔ خدارا میری تمام ان لوگوں سے ریکوسٹ ہے کہ اس طرح کے انسانوں سے بچ کر رہیں۔ وہ بظاہر تو انسان ہی نظر آتے ہیں۔ لیکن وہ انسان نہیں وہ تو جانوروں سے بھی بڑھ کر ہوتے ہیں۔ مشتاق نے سب کچھ اس طرح ہی کیا۔ ایک رات مشتاق اس لڑکی کو لے کر فرار ہو گیا۔ جب صبح اس کے والدین کو پتہ چلا کہ ہماری بیٹی کو مشتاق لے گیا ہے۔ تو وہ لوگ مجھے اٹھانے کے لئے میرے گھر آ گئے۔ اور انھوں نے کہا۔ آپ ہمارے ساتھ چلو میں نے کہا اس میں میرا کیا قصور ہے لڑکی وہ لے گیا اور آپ مجھے کس جرم میں اٹھانے آئے ہو۔ اگر مجھے ہاتھ لگایا تو چھری سے تمہاری گردن کاٹ دوں گی۔ اگر کسی نے بھی میرے نزدیک آنے کی کوشش کی تو۔ خیر وہ لوگ ڈر کر چلے گئے۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے بھی تیاری کی اور اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ کیونکہ وہاں رہنے سے وہ کچھ بھی کر سکتے تھے۔ مشتاق سے رابطہ کیا میں نے کہا پلیز مشتاق تم واپس آجاؤ اس نے کہا نہیں اب میں کبھی واپس نہیں آنے والا اس کے ساتھ ہی کچھ عرصے بعد اس نے بھی وہی کام کیا جو اسد نے کیا تھا۔ طلاق نامہ لکھ کر مجھے بھیج دیا۔ جب مجھے پتہ چلا کہ مجھے مشتاق نے طلاق دے دی ہے۔ تو اس دفعہ میں بالکل نہیں روئی۔ کیونکہ شاید میرے نصیب ہی اس طرح کے تھے۔ مجھے کسی سے بھی کوئی گلہ نہیں تھا۔ شاید میرے مقدر ہی کچھ اس طرح کے تھے۔ اب زندگی سے تنگ آ گئی ہوں کیونکہ اس زندگی نے مجھے بہت دکھ دیئے ہیں۔ ان ظالموں کی دو نشانیاں میرے پاس ہیں یعنی کہ میری دو بیٹیاں میری بڑی بیٹی چار سال کی ہے۔ جس کا نام آرزو فاطمہ ہے جو اسد میں سے ہوئی تھی۔ اور چھوٹی کا نام نور فاطمہ جس کی عمر دو سال ہے۔ اب زندگی کی گاڑی چلانے کے لئے میں ایک گارمنٹ فیکٹری میں کام کرتی ہوں۔ اور وہاں سے جو معقول تنخواہ ملتی ہے اس سے اپنی بچیوں کا پیٹ پالتی ہوں اور زندگی کے دن پورے کر رہی ہوں۔ قارئین کرام یہ تھی شگفتہ کی کہانی اور جب شگفتہ نے اپنی سٹوری ختم کی تو اس کے بعد وہ رو رہی تھی۔ جب میں نے اس کے رونے کی آواز سنی تو مجھے بہت دکھ ہوا تھا اور اس دکھ کو برداشت نہ کرتے ہوئے میرا دل بھی بھر آیا۔ اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ دوستوں میں اب انصاف آپ کے اوپر چھوڑتا ہوں کہ قصوروار کون ہے مجھے بڑی شدت سے آپ کی آراء کا انتظار رہے گا۔ آخر پر میں ایک غزل شگفتہ کے نام کروں گا۔

اسے کہنا یہ دنیا ہے۔
یہاں ہر شخص مطلب کی حدوں تک ساتھ چلتا ہے
جونہی موسم بدلتا ہے
محبت کے کبھی دعوے کبھی قسمیں کبھی وعدے
اچانک ٹوٹ جاتے ہیں
اسے کہنا یہ دنیا ہے
یہاں ہر موڑ پہ اپنی سدا آنکھیں کھلی رکھنا کوئی کتنا بھی اچھا ہو۔ کوئی کتنا بھی سچا ہو مگر اعتبار مت کرنا اسے کہنا یہ دنیا ہے
یہاں پیار مت کرنا

❁❁❁

غزل

ایک تازہ حکایت ہے سن لو تو عنایت ہے

ایک شخص کو دیکھا تھا تاروں کی طرح ہم نے
ایک شخص کو چاہا تھا اپنوں کی طرح
ایک شخص کو سمجھا تھا پھولوں کی طرح ہم نے
وہ شخص قیامت تھا کیا اس کی کریں باتیں
کم ملتا کسی سے تھا پر ہم سے تھیں ملاقاتیں
رنگ اس کا تنہا ہی تھا زلفوں میں تھیں مہکاریں
آنکھیں تھیں کہ جادو تھا پلکیں تھیں کہ تلواریں
دشمن بھی اگر دیکھے سو جان سے دل ہارے
کچھ تم سے وہ ملتا تھا شوخی میں شرارت میں
لگتا کبھی تمہی سا تھا دستور محبت میں
وہ شخص ہمیں ایک دن اپنوں کی طرح بھولا
تاروں کی طرح ڈوبا پھولوں کی طرح ٹوٹا
پھر ہاتھ نہ آیا وہ ہم نے تو بہت ڈھونڈا
تم کس لیے چونکے ہو؟ کب ذکر تمہارا ہے
کب تم سے تقاضا ہے؟ کب تم سے شکایت ہے؟
(اقصد علی فراز، منڈی بہاؤالدین)

غزل

منزلیں بھی اسی کی تھیں راستہ بھی اسی کا تھا
ایک میں اکیلا تھا قافلہ بھی اسی کا تھا
ساتھ ساتھ چلنے کی سوچ بھی اسی کی تھی
پھر راستہ بدلنے کا فیصلہ بھی اسی کا تھا
آج کیوں اکیلا ہوں میں یہ دل سوال کرتا ہے
لوگ تو اسی کے تھے کیا خدا بھی اسی کا تھا
(ملک محمد وسیم طاہر ڈھکو، ساہیوال)

غزل

تجھ سے دل کی بات کہوں تو کہوں کس طرح
تو میری جان ہے تجھے بتاؤں تو بتاؤں کس طرح
تو انجان ہے یا بن رہا ہے
یہ اندازہ لگاؤں تو لگاؤں کس طرح
مقدر سے مقدر ملانا تو دور کی بات ہے
تیرے دل سے دل ملاؤں تو ملاؤں کس طرح
تو ملے نہ ملے یہ قسمت کی بات ہے مگر
تجھے بھول جاؤں تو بھول جاؤں کس طرح
(مصباح کریم میواتی، پتوکی)

جواب عرض

زخم زخم ہے زندگی

---تحریر: شگفتہ ناز۔ چڑ ہوئی۔ آزاد کشمیر---

محترم بھائی شہزادہ التمش۔
سلام عرض ہے۔ میں پہلی بار آپ کے جواب عرض میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ اس کو شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے اسے میں نے بہت محنت سے لکھا ہے اور اس میں ایک سبق ہے ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے لیے اگر کسی ایک نے بھی اس پر عمل کیا تو میں سمجھ جاؤں گی کہ میری کہانی کے لکھنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔
یہ ایسی لڑکی کی کہانی ہے جس نے اپنے پیار کو پالیا لیکن اس کو مرنے سے بچا نہ سکی کوئی چاہتا ہی نہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ رہے اس کے دشمن اس کی تاک میں تھے اور پھر موقع دیکھ کر انہوں نے اسے جان سے مار دیا۔ اور وہ اس کی یاد میں ایسی بیمار ہوئی کہ اٹھ نہ سکی۔
جواب عرض کی پالیسی کے مطابق اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کے دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا رائٹر نہ ہو گا۔ آخر میں سب کو خلوص بھرا سلام۔

پچھلے دنوں مجھے ایک شادی پر دوسرے گاؤں جانا پڑا دو دن شادی کی مصروفیات میں گزر گئے پھر میری کزن مجھے اپنی ایک دوست کے گھر لے گئی کہنے لگی۔

میری دوست کی طبیعت خراب ہے اس کو دیکھنے کے لیے چلنا ہے۔

میں اس کے ساتھ چل پڑی چھوٹا سا تین کمروں پر مشتمل گھر تھا جس کے صحن میں چھوٹی چھوٹی کیاریاں بنی ہوئی تھیں اور رنگ برنگے پھول اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے تھے خیر میری کزن آبرو مجھے ایک کمرے میں لے گئی اور اپنی دوست آمنہ سے ملوایا آمنہ ایک چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی ہماری آواز سن کر فوری اٹھ بیٹھی آمنہ ایک خوبصورت لڑکی تھی مگر بیماری اور اپنوں کی ستم ظریفی نے اسے بہت کمزور کر دیا تھا تھوڑی دیر کے بعد کمرے میں ایک خاتون داخل ہوئی انہوں نے ایک بچہ اٹھایا ہوا تھا بچے کی عمر تقریبا تین سال تھی بہت ہی کیوٹ سا بچہ تھا وہ خاتون بھی آمنہ کی طرح مجھ سے اور میری کزن آبرو کے ساتھ بڑی گرمجوشی سے ملی آبرو نے مجھے کہا۔

یہ آمنہ کی امی ہیں اور یہ پیارا سا بچہ آمنہ کا ہے۔ آمنہ اور اس کی ماں سے آبرو نے میرا تعارف کروایا پھر آمنہ کی امی ہمارے لیے چائے بنانے لگی ہم تینوں باتیں کرنے لگیں باتوں ہی باتوں میں آبرو نے آمنہ کو میرے بارے میں بتایا۔

یہ رائٹر ہے۔ یعنی میرا تعارف رائٹر کے طور پر کرایا۔ آمنہ کہنے لگی۔

میں بھی جواب عرض شوق سے پڑھتی ہوں اور میری خواہش ہے کہ میری زندگی کی داستان جواب عرض میں شائع ہو آپ پلیز میری سٹوری ضرور جواب عرض میں لکھنا میں نے اس سے کہا۔

تم اپنی داستان مجھے سناؤ میں اس کو ضرور لکھوں گی آمنہ تھوڑی دیر خاموش رہی پھر رونے لگی بڑی مشکل سے میں اور آبرو نے اسے چپ کروایا۔

یہ کہانی آمنہ کی زبانی آپ قارئین بھی سنیں۔

میں نے ایک درمیانے درجے کے گھرانے میں آنکھ کھولی میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہوں بڑی منتوں اور مرادوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی ماں کی گود میں دیا میں اپنے والدین کی شادی کے دس برس بعد پیدا ہوئی تھی میرے ابو آرمی تھے مجھے کچھ کچھ یاد ہے کہ جب میرے ابو گھر آتے تھے تو میرے لیے بہت سے کھلونے لاتے تھے ابو مجھ سے بہت پیار کرتے تھے میرے دادا دادی میری پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے میرے ایک تایا بھی تھے یعنی میرے ابو اور تایا صرف دو بھائی تھے تایا کا گھر بھی ہمارے گھر کے قریب ہی تھا تایا کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی بیٹے مجھ سے بڑے تھے دو کی شادی ہو چکی تھی ایک بیٹا اور بیٹی کی ابھی شادی کرنی تھی۔

تایا کی بیٹی اور میں ایک ہی عمر کی تھیں ہم سکول اکٹھی ہی جاتی تھیں میرے ایک ماموں اور ایک خالہ بھی تھیں ماموں پڑھائی کے سلسلہ میں لندن چلے گئے تھے اور وہی پر اپنی شادی پسند سے کر لی اور ہم سب کو اپنے گاؤں کو ہمیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا جس گاؤں میں میری امی کی شادی ہوئی تھی اسی گاؤں میں میری خالہ کی بھی شادی ہوئی تھی۔ خالہ کا گھر تھوڑے فاصلہ پر تھا خالہ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں دو بیٹیوں کی شادی ہو چکی تھی اور ایک بیٹا بھی شادی شدہ تھا۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی ابھی شادی کے لیے رہتے تھے خالو کا اپنا کاروبار تھا غرض کہ ہر چیز موجود تھی جس کا انسان طلبگار ہوتا ہے ہم اکثر خالہ کے گھر آتے جاتے تھے تایا سے ہماری اتنی نہیں بنتی تھی میری تائی ایک جھگڑالو عورت تھی ہم کم ہی ان کے گھر جاتے تایا بھی تائی کی ہر بات مانتے تھے میرے ابو ایک شریف انسان تھے وہ جب بھی گھر آتے تایا کوئی نہ کوئی الٹی بات کہہ جاتے مگر میرے ابو ہمیشہ درگزر کر جاتے۔

گاؤں کے باقی لوگ بھی میرے ابو کی بہت عزت کرتے تھے میں سکول جاتی اور پھر گھر آ کر کھیلنے کے لیے خالہ کے گھر چلی جاتی میں اور میرے کزن نور اور امان سارا سارا دن کھیلتے نور مجھ سے تین سال چھوٹی تھی اور امان مجھ سے ایک سال بڑا تھا میں تیسری کلاس میں پڑھتی تھی جب میری زندگی میں منحوس دن آیا اچانک میرے ابو کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ ہمیں چھوڑ کر ابدی نیند سو گئے۔ میں ابو کو یاد کر کے بہت روتی اور میری امی نے رو رو کر اپنا برا حال کر دیا تھا خیر تقدیر کے آگے کس کا بس چلتا ہے وقت گزرنے لگا میری امی زیادہ تر خاموش رہنے لگی وہ اکثر مجھ سے چھپ کر روتی میں کئی بار پوچھتی۔

امی میرے ابو کب واپس آئیں گے۔

امی مجھے جھوٹی تسلی دیتی کہتی۔ تمہارے جلد آئینگے۔ خالہ اور خالو ہمارا بہت خیال رکھتے ہر روز ہمارے گھر آتے میرے لیے بہت کچھ لے کر آتے مگر ابو کی کمی پوری نہیں کر سکتے تھے تایا بھی کبھار آتے میرے ابو چونکہ آرمی میں تھے ہم کو کچھ پیسے بھی ملے تھے تایا بہانے بہانے سے پیسے بھی لیتے خیر وقت تو گزر ہی جاتا ہے ابو کی پنشن بھی امی کو ملنے لگی تھی تو صرف ابو کی باقی سب کچھ تھا۔

میں نے میٹرک کلیئر کر لیا اور کالج میں ایڈمشن لے لیا امان بھی کالج جانے لگا ہم اکٹھے کالج جاتے اور اکٹھے آتے امان ایک پل بھی میرے بغیر نہ رہتے اور میں بھی اس کے بغیر اداس ہو جاتی وہ جب بھی آتا تو مجھے ایسا لگتا کہ میری کوئی کھوئی ہوئی چیز مجھے مل گئی ہے شاید اسی کو محبت کہتے ہیں مگر میرے تایا اور تائی کو یہ بات سخت ناپسند تھی۔ کہ میری خالہ یا ان کے گھر سے کوئی اور آئے وہ کئی بار امی کو حکم بھی دے چکے تھے

، کہ ان لوگوں سے زیادہ میل ملاپ نہ رکھو اور لڑکی کو بھی پابند کرو کہ امان سے دور رہے اب وہ جوان ہو چکی ہے مگر میری امی کہتی۔

آمنہ نے اپنا بچپن وہی گزارا ہے وہ غیر نہیں میری بہن ہے میں اپنی امی کو اور کوئی دکھ نہیں دے سکتی تھی میری امی نے صرف میری وجہ سے دوسری شادی نہیں کی تھی اور اپنی زندگی ابو کی یادوں میں اور میرے لیے وقف کر دی۔

تایا مجھے بھی ڈانٹتے اور خالہ کے گھر جانے سے منع کرتے مگر میں امان کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی لیکن ابھی تک نہ میں نے اور نہ ہی امان نے ایک دوسرے سے اظہار محبت کیا تھا پھر ایک دن امان نے باتوں باتوں میں اظہار محبت کر دیا میرا ہر دن عید اور ہر رات شب برات کی طرح گزرنے لگی۔ رات کو ہم فون پر گھنٹوں باتیں کرتے۔

وقت گزرنے کا احساس نہ ہوا ہم نے بی اے کر لیا تایا کا جو سب سے چھوٹا بیٹا تھا اسے شروع ہی سے امان اچھا نہیں لگتا تھا وہ کبھی بھی نہیں چاہتا تھا کہ میری شادی امان سے ہو اس نے فوراً تایا اور تائی کو میرے رشتے کے لیے بھیج دیا بلکہ تایا نے تو آتے ہی میری امی کو کہہ دیا۔

اب آمنہ فارغ ہے اور میں جلد از جلد علی اور آمنہ کی شادی کرنا چاہتا ہوں امی نے کہا۔

اتنی بھی کیا جلدی ہے آمنہ کی رضامندی کے بغیر میں کوئی بھی فیصلہ نہیں کر سکتی تایا تو غصے سے پاگل ہو گئے بولے۔

تم کون ہوتی ہو فیصلہ کرنے والی آمنہ میرے بھائی کی اولاد ہے میں اگر چاہوں تو اسی وقت آمنہ کا نکاح کر سکتا ہوں اسی ہفتے آمنہ اور علی کی منگنی ہو رہی ہے جب میں نے یہ سنا تو میرے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ میں بہت روئی امی میرے پاس آئی مجھے بہت تسلی دی اور کہا۔

تمہاری مرضی کے بغیر میں کچھ نہیں ہونے دوں گی۔ شام کو امی نے خالہ کو کال کر کے بلایا اور رات کو خالہ اور خالو اور امان آ گئے میں اور امی بہت پریشان تھی خالہ کو دیکھتے ہی میں خالہ سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی خالہ نے مجھے چپ کروایا اور اپنے پاس بٹھا لیا وہ سب بھی بہت پریشان ہوئے کہ آخر ہمیں اچانک کیا ہو گیا ہے پھر امی سے اداسی کی وجہ پوچھنے لگیں امی نے ساری صورت حال سے انہیں آگاہ کیا خالو نے کہا۔

میں ان لوگوں سے بات کروں گا میں اپنے کمرے میں چلی آئی تھوڑی دیر بعد امان بھی آ گیا میں پھر رونے لگی۔ امان نے کہا۔

میں تمہارے لیے اپنی جان بھی دے دوں گا مگر تمہارا نام کسی اور کے نام کے ساتھ کبھی نہیں لگنے دوں گا میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا پلیز چپ ہو جاؤ پھر میں چپ ہو گئی پھر وہ لوگ گھر چلے گئے صبح خالو نے تایا سے بات کی اور کہا۔

آمنہ اور امان ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اب آپ اپنا فیصلہ بدل لیں اور بھائی کی آخری نشانی کی خوشی میں شریک ہو جائیں بلکہ اپنے ہاتھوں سے اسے رخصت کریں تایا غصے سے بھڑک اٹھے بولے۔

تم کون ہو جو ہمارے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرتے ہو بات کافی بگڑ گئی خالہ مایوس ہو کر گھر چلے گئے خالہ نے بھی اور میری امی نے بھی تایا کی بہت منتیں کیں مگر وہ اپنی بات پر قائم رہے میری امی بہت پریشان تھی مجھے امید کی کرن نظر نہیں آ رہی تھی صرف رو سکتی تھی باقی کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی امان بہت بے قابو ہو رہا تھا کہ علی کو نہیں چھوڑوں گا بڑی مشکل سے اسے گھر میں بند کر کے رکھا تھا وہ مجھے فون پر تسلیاں دیتا کہتا۔

ابھی صرف منگنی ہو رہی ہے میں تمہاری شادی کسی بھی صورت میں علی سے نہیں ہونے دوں گا

دوسری صبح میری منگنی تھی امی نے میرے آگے ہاتھ جوڑ دیئے کہ میں بہت بے بس ہوگئی ہوں اپنی ماں کو کوئی دکھ نہیں دینا چاہتی تھی امی بھی تو بہت مجبور تھیں سو میں نے خاموشی اختیار کرلی۔

میں نے پلکوں سے دریار پہ دستک دی ہے
میں وہ ساحل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں

مجھے کچھ ہوش نہیں تھا بت بنی بیٹھی تھی دل خون کے آنسو رو رہا تھا کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں اور امان جدا ہوجائیں گے قسمت بھی کیا کیا کھیل کھیلتی ہے خیر تائی نے مجھے منگنی کی انگوٹھی پہنادی علی بھی ساتھ آیا ہوا تھا وہ تو بہت خوش تھا میرے دل کی دنیا اجاڑ کر اسے تو خوش ہی ہونا تھا منگنی کے فنکشن میں تایا نے اعلان کیا کہ شادی چھ ماہ کے بعد ہوگی۔ اصل میں تایا نیا گھر بنا رہے تھے اس لیے شادی کی ڈیٹ تھوڑی لمبی رکھ دی تھی خالہ کو منگنی میں انوائیٹ نہیں کیا تھا تایا نے انہیں بلانے سے منع کردیا تھا خیر منگنی کا فنکشن ختم ہوا تو سب لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے میں نے انگوٹھی اتار کر امی کو دے دی اور میں امی کے گلے لگ کر بہت روئی۔ بڑی مشکل سے امی نے مجھے چپ کرایا کہا۔ ابھی تو صرف منگنی ہوئی ہے شادی تمہاری مرضی سے ہوگی شام کو امان کی کال آگئی بولا۔

میں رات کو تمہارے گھر آؤں گا۔

رات امان ہمارے گھر آیا امی سے شکوے کرنے لگا کافی دیر تک ہم باتیں کرتے رہے پھر وہ چلا گیا جاتے جاتے وہ مجھے کہہ گیا۔

تم کو ہر حال میں میرا ساتھ دینا ہوگا اگر تم نے میرا ساتھ نہ دیا تو میں اپنی زندگی ختم کرلوں گا میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا۔

امان ایسا نہ کہو میں تمہارے بغیر جی کر کیا کروں گی ہماری فون پر ہر روز بات ہوتی رات کو کبھی کبھار وہ ہمارے گھر آجاتا ہم نے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں علی بھی ہمارے گھر آتا وہ بہت کوشش کرتا کہ میں اس سے بات کروں مگر مجھے اس سے سخت نفرت تھی میں تو اس کی شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتی تھی۔

ایک دن تو میں نے اسے کہہ دیا کہ یہاں نہ آیا کرے آگے سے وہ الٹی سیدھی باتیں کرنے لگا۔ مجھے تو اس سے پہلے ہی نفرت تھی اور اب مزید بڑھ گئی تھی۔ جوں جوں شادی کے دن قریب آرہے تھے میری اداسیاں بڑھنے لگی تھیں میری صحت بھی خراب رہنے لگی تھی میں دن بدن کمزور ہونے لگی تھی امی میرا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھتی تھیں میری بہت حوصلہ افزائی کرتی تھی۔ خالہ بھی کبھی کبھار رات کو ہم سے ملنے کے لیے آجاتی۔

وقت تیزی سے گزرنے لگا اور میری شادی کو ایک ماہ رہ گیا تایا کے گھر والے شادی کی تیاری بھی کررہے تھے۔

انہی دنوں امان میرے گھر آیا اور کہنے لگا کہ اب ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے تم میرا ساتھ دو اور ہم کورٹ میرج کرلیتے ہیں۔

میں نے کہا۔ امان یہ ممکن نہیں میری ماں نے اپنی ساری زندگی میرے لیے وقف کردی اور آج میں انہیں یہ صلہ دوں ہمارا سفر یہیں تک تھا مگر امان یہ بھی سچ ہے کہ تمہارا پیار ہمیشہ میرے دل میں رہے گا تمہیں کبھی بھی بھلا نہ سکوں گی۔

امان نے کہا تو پھر ٹھیک ہے کہ جس دن تمہاری ڈولی اٹھے گی اس دن میرا جنازہ اٹھے گا۔ میری اس بات کو دھمکی نہ سمجھنا یہ حقیقت ہے۔

میں نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ اپنی بات پر قائم رہا میں بھی امان کے بغیر جینے کا تصور نہیں کرسکتی تھی مگر کیا کرتی میرے اختیار میں کچھ نہیں تھا دو تین دن نہ میں نے کال کی نہ امان نے کی۔ پھر ایک دن امان کی کال آگئی پھر پوچھنے لگا۔

آمنہ کیا فیصلہ کیا ہے۔

میں نے کہا رات کو اس پر غور کروں گی پھر بتاؤں گی امان نے کہا۔
میں زندگی کی آخری سانس تک تمہارا ساتھ دوں گا۔ میری طرف سے تمہیں کوئی ٹینشن نہیں ہوگی رات کو بار بار امان کی باتیں میرے کانوں میں گونجتی رہیں ایک طرف امان کی محبت تھی اور دوسری طرف امی میں سوچ سوچ کر پاگل ہونے لگی میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ میں کس کا ساتھ دوں اور کس کو چھوڑوں آخر کار میرے دل نے امان کے حق میں فیصلہ دے دیا صبح میں نے امان کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کیا تو وہ بہت خوش ہوا میں خوش بھی تھی اور اداس بھی ایک طرف منزل تھی اور دوسری طرف ایک عظیم ہستی کو کھونا تھا امان کا ایک دوست تھا جو اپنی فیملی کے ساتھ شہر میں رہتا تھا امان نے اسے ساری صورت حال بتادی اس نے کہا۔
تم تیاری کرو میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دوں گا۔تم دونوں کو اپنے پاس رکھوں گا۔
امان نے منصوبے کے تحت سارے کام مکمل کیے اور مجھے کال کی کہا کل رات ایک بجے تیار رہنا میں تمہیں لینے آؤں گا۔
میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ یہ رسوائی بھی میرا مقدر بنے گی امان نے کہا کہا اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لانا میں نے ایک بیگ میں چند جوڑے کپڑے کے رکھ لیے میں امی کو دیکھتی تو میرا اضطراب اور بڑھ جاتا۔کیا کرتی امان کو کھونا بھی نہیں چاہتی تھی پھر میں نے امی کے نام ایک لیٹر جانے سے پہلے لکھ کر رکھ دیا۔جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔
پیاری امی جان ہمیشہ خوش رہیں امی جان ہو سکے تو اپنی اس بدنصیب بیٹی کو معاف کر دینا امی جان میں آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہی ہوں پتہ نہیں کہ آگے میری منزل کیا ہوگی امی جی اگر میں ایسا نہ کرتی تو امان اپنی زندگی ختم کر دیتا اور وہ زندگی ختم کرتا تو میں بھی جی نہ پاتی میں آپ کی قربانی کا کوئی صلہ نہیں دے سکی اپنا خیال رکھنا۔
آپ کی بدنصیب بیٹی آمنہ۔
لیٹر لکھنے کے بعد میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور پھر وہ لمحہ بھی آ گیا کہ ایک رشتے کے لیے سارے رشتہ چھوڑنے پڑے کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے سو میں نے بھی اپنی محبت پر باقی سارے رشتوں کو قربان کر دیا۔

کسی کے دل میں بسنا گناہ تو نہیں
کسی کو دل میں بسانا خطا تو نہیں
گناہ ہوگا زمانے کی نظر میں تو کیا ہوا
زمانے والے کوئی خدا تو نہیں

آخری نگاہ امی کے چہرے پر ڈالی جو بہت ہی پرسکون نیند سوئی ہوئی تھی پھر میں باہر گلی میں آ گئی جہاں امان میرا منتظر تھا۔میرے قدم لڑکھڑانے لگے امان نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور چلتے چلتے روڈ تک آ گئے جہاں امان کا دوست گاڑی میں ہمارا انتظار کر رہا تھا۔میں خوف سے کانپ رہی تھی اور رو بھی رہی تھی۔
امان نے مجھے گاڑی میں بٹھایا اور کہنے لگا کہ اگر تمہیں کوئی پچھتاوا ہے تو واپس چلی جاؤ۔
میں نے کہا نہیں بس امی کی فکر ہے کہ تایا ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔
سارے راستے امان مجھے تسلیاں دیتا رہا سفر کافی لمبا تھا پریشانی کی وجہ سے مجھے سخت بخار ہو گیا پھر امان کا دوست ہمیں اپنے گھر لے گیا اس کے گھر والے تو سوئے ہوئے تھے ہمیں ایک کمرہ دیا مجھے تو بخار تھا جس کی وجہ سے ہوش بھی نہیں تھا امان ٹھنڈے پانی کی پٹیاں میرے سر پر رکھتا وہ ساری رات امان نے جاگ کر گزاری صبح ہم ساجد یعنی امان کے دوست کی فیملی سے ملے وہ سب بہت اچھے تھے ساجد بھائی کی امی نے میری بہت زیادہ حوصلہ افزائی کی۔

انہوں نے مجھے کہا کہ میں تمہاری ماں ہو کبھی پریشان مت ہونا صبح ناشتہ انہوں نے مجھے دیا ساجد بھائی صبح ہی باہر ہمارے نکاح کا بندوبست کرنے چلے گئے دوسرے دن میرا اور امان کا نہایت ہی سادگی سے نکاح ہوگیا میں بہت روئی۔

ساجد بھائی کا گھر دو حصوں پر مشتمل تھا ایک پورشن انہوں نے ہمیں دیا شام کو ساجد بھائی کی بیوی کوثر آپی مجھے اوپر والے پورشن پر لے گئیں جہاں اب میں نے اپنی زندگی امان کے ساتھ گزارنی تھی ضرورت کی ہر چیز وہاں موجود تھی۔

کوثر باجی نے کہا کہ کھانا ہمارے ساتھ ہوگا میں نے کہا۔

باجی کب تک ہم آپ پر بوجھ بنیں گے۔

وہ ناراض ہوتے ہوئے کہنے لگی۔

کبھی ایسا سوچنا بھی مت تم میری چھوٹی بہن ہو وہ بہت اچھی تھی پھر امان بھی اوپر آگیا اور آپی چلی گئیں مجھے اپنی قسمت پر رونا آرہا تھا امان نے مجھے اپنے گلے سے لگالیا اور میں بہت خوش ہوگئی کہ مجھے اپنی منزل مل گئی۔ ہم ہمیشہ کے لیے ایک ہوگئے ہیں وہ حسین رات پیار کرتے کرتے گزر گئی۔ صبح کوثر آپی ہمیں ناشتے پر بلانے آگئی ہم نے سب کے ساتھ ناشتہ کیا۔

پھر کچھ دنوں کے بعد امان نے اپنے گھر کال کی خالہ نے بتایا کہ آمنہ کے تایا اور علی تم دونوں کو تلاش کررہے ہیں تم جہاں کہیں بھی ہو احتیاط سے رہنا میری امی کے بارے میں بتایا کہ وہ بھی ٹھیک ہیں رات کو یہ ساری باتیں امان نے مجھے بتائیں میں نے امان سے کہا۔

ایک بار میری امی سے بات کرادیں پہلے تو امان نے انکار کیا کہ کچھ دن صبر کرو مگر میری ضد کے آگے اسے ہارنا پڑا اس نے میری امی کو کال کی دو تین منٹ خود بات کی پھر فون مجھے دیا مجھ سے بات نہیں ہورہی تھی کہ میں امی سے کیا بات کروں بمشکل میری زبان سے امی نکلا میرے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے خوب رونے کے بعد میں نے امی سے کہا امی پلیز مجھے معاف کردینا میں نے آپ کے ساتھ اچھا نہیں کیا خیر ماں تو ہوتی ہے۔

امی نے کہا جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا آمنہ میری دعائیں تمہارے ساتھ رہیں گی پھر امان سے کہا کہ میری آمنہ کا بہت خیال رکھنا کیونکہ میری زندگی کا کل اثاثہ صرف آمنہ ہی ہے۔ اسے کوئی بھی دکھ نہ دینا۔ امان نے وعدہ کیا کہ میں آمنہ کو کوئی بھی دکھ نہیں دوں گا بس آپ اپنا خیال رکھنا۔

ساجد بھائی اور ان کے گھر والوں نے ہمارا بہت ساتھ دیا بے شک ہمارا ان سے خون کا رشتہ نہیں تھا مگر انہوں نے اپنوں سے بڑھ کر ہماری قدر کی اور انہوں نے ثابت کردیا کہ خلوص کے رشتے خون کے رشتوں سے زیادہ اہم ہوتے ہیں میں ان کا احسان کبھی نہیں بھلاسکتی پھر ساجد بھائی کی مدد سے امان کو ایک جگہ جاب مل گئی اور ہم نے اپنا کھانا پینا ان سے الگ کرلیا وہ تو چاہتے تھے کہ اکھٹے رہیں مگر ہم ان پر مزید بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔

امان آفس چلے جاتے میں اپنا کام ختم کرکے نیچے آپی کوثر اور ماں جی کے پاس چلی جاتی سارا دن ہنسی خوشی میں گزر جاتا آہستہ آہستہ کرکے مجھے امی کی یاد کم آنے لگی کیونکہ وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے ایک سال گزر گیا وقت گزرنے کا ہمیں پتہ ہی نہ چلا امان مجھے بہت چاہتے اور میرا بہت خیال رکھتے آفس سے دن میں تین چار بار کال کرتے میں اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی سمجھتی تھی پھر اللہ نے ہمیں ایک چاند سا بیٹا دیا جس سے ہماری خوشیوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا۔ ہم نے یہ خوشخبری امی اور خالہ کو بھی سنائی وہ سب بھی بہت خوش ہوئے اب میرا سارا دن بچے کے ساتھ گزر جاتا۔ امان بھی مجھ سے گلہ کرتے

کہتے۔
تم اب مجھے کم ٹائم دیتی ہوں وہ ہنستے اور کہتے کہ میری محبت کو تقسیم کر دیا ہے میں کہتی۔
یہ بھی میری محبت کی نشانی ہے وہ بھی اپنے بیٹے حمار سے بہت پیار کرتے۔
حمار تین ماہ کا تھا جب مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی امان صبح آفس گئے آج ان کے آفس میں کوئی ضروری میٹنگ تھی سو دن دو بجے کال کی کہا۔
میں شام آٹھ بجے تک آؤں گا اور تم کھانا کھا لینا امان جب آفس سے آتے تھے تو ہم اکٹھے کھانا کھاتے تھے شام کو کوثر آپی اوپر میرے پاس آئیں اور مجھے کہنے لگیں۔
امان لیٹ آئے گا تو تم نیچے ہمارے ساتھ سو جاؤ مگر میں نے کہا۔
نہیں آپی میں ادھر ہی سو جاؤں گی۔
پھر وہ گھر چلی گئی میں نے کھانا کھایا اور حمار کو لے کر لیٹ گئی حمار تو سو گیا لیکن مجھے نیند نہیں آ رہی تھی نو کا ٹائم تھا لیکن امان ابھی تک گھر نہیں آئے تھے دسمبر کا مہینہ تھا سردی بھی بہت تھی میں نے دروازہ کھولا کہ گلی میں دیکھوں کہ امان آ رہے ہیں یا نہیں مگر گلی تو سنسان تھی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی میں کمرے میں چلی گئی فون اٹھایا تو امان کو کال کرنے لگی مگر ان کا نمبر بند جا رہا تھا پہلے تو کبھی بھی ان کا نمبر بند نہیں ہوتا تھا میری پریشانی اور بھی بڑھنے لگی ننھا حمار دنیا سے بے خبر سو رہا تھا میں نیچے ساجد بھائی یا کسی اور کو بھی نہیں جگانا چاہتی تھی بار بار امان کو کال کرتی مگر ہر بار نمبر بند ملتا۔
کئی بار باہر گلی میں بھی دیکھا مگر ہر بار مایوس ہو کر کمرے میں چلی جاتی صبح کے چار بج گئے مگر امان نہیں لوٹے تھے میں ایک پل بھی سو نہ سکی تھی اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا میں نیچے آئی اور ساجد بھائی اور کوثر آپی جہاں لیٹے تھے دستک دی تو فوراً بھائی نے دروازہ کھولا مجھے پریشان دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گئے پوچھنے لگے۔
آمنہ خیریت تو ہے کوثر آپی اور ماں جی بھی باہر آ گئے وہ سب بھی بہت پریشان ہو گئے میں رونے لگی وہ مجھے تسلیاں دینے لگے ساجد بھائی نے بھی کئی بار کال کی مگر نمبر بند تھا وہ بھی بہت پریشان ہوئے آپی اوپر جا کر میرے بچے کو بھی نیچے لے آئی ماں جی امان کی خیریت کے لیے دعائیں کرنے لگیں۔
بھائی نے کہا تم پریشان نہ ہو تھوڑی دیر تک صبح ہو جائے گی میں پتہ کر لوں گا۔
صبح ہو گئی آپی نے ناشتہ بنایا لیکن مجھے کرنا تھا ناشتہ کر کے میری تو بھوک ہی ختم ہو گئی تھی صرف چائے دو تین گھونٹ پی حمار بھی بھوک سے رو رہا تھا ماں جی نے اسے اٹھایا اور کوثر آپی نے اسے فیڈر بنا کر دیا ساجد بھائی کئی بار باہر چلے گئے صبح کے نو بجے ساجد بھائی گھر آئے وہ کافی پریشان تھے کوثر آپی کو علیحدہ بلا کر کچھ باتیں کرنے لگے کوثر آپی میرے پاس آئی اور کہا۔
آمنہ میری چادر رکھ لو ہم ہسپتال چلیں گے
ہسپتال کا نام سنتے ہی میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور میں نے کہا۔
پلیز مجھے بتائیں کہ امان کو کیا ہوا ہے میں زور زور سے رو رہی تھی بھائی نے کہا۔
اس کے ساتھ ایک حادثہ ہو گیا ہے۔
مگر میں نہیں مان رہی تھی ساجد بھائی کی منتیں کرنے لگی۔ پلیز مجھے بتائیں کہ کیا بات ہے۔
وہ سب بھی رو رہے تھے بھائی نے صرف اتنا کہہ کر رو دیئے کہ انہیں کسی نے گولی مار دی ہے۔
یہ سننا تھا کہ پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا جب ہوش آیا تو میں ہسپتال میں تھی بار بار یہی کہہ رہی تھی کہ مجھے امان کے پاس لے چلو وہ ایمرجنسی وارڈ میں تھا ساجد بھائی ڈاکٹروں کے پاس تھے میرا بچہ ماں جی کے پاس تھا اور کوثر آپی مجھے سنبھال رہی تھیں ڈاکٹر یہی کہہ

رہے تھے کہ جب تک مریض کو ہوش نہیں آجاتا کوئی بھی اس کے پاس نہیں جا سکتا۔ شام کو ایک ڈاکٹر ساجد بھائی کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

آپ کے مریض کو تھوڑا سا ہوش آیا ہے میں نے ساجد بھائی سے کہا۔

پلیز مجھے امان کے پاس لے چلیں۔

ماں جی نے بھی کہا آمنہ کو امان کے پاس لے جاؤ۔ بھائی مجھے لے کر امان کے پاس گئے ڈاکٹروں نے کہا مریض کے پاس شور نہ کرنا میں امان کے بیڈ کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے صرف اتنا کہہ سکی۔

امان یہ سب کیا ہو گیا ہے۔

امان نے تھوڑی سی آنکھیں کھولیں اور اپنا ہاتھ آگے کیا میں نے بھی اپنا ہاتھ امان کے ہاتھ میں دے دیا۔ کمزوری آواز میں امان نے صرف اتنا کہا۔

آمنہ اپنا اور میرے بیٹے کا خیال رکھنا۔

ساجد بھائی بھی میرے پاس کھڑے تھے آخری لفظ امان نے صرف ساجد کہا اور پھر اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ساجد بھائی ڈاکٹر کو بلانے کے لیے دوڑے ماں جی اور کوثر آپی بھی آگئے جب ڈاکٹر نے امان کی نبض پر ہاتھ رکھا تو صرف اتنا کہا سوری میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگی اور بھی بہت سے لوگ ہمارے پاس جمع ہو گئے میں امان کی لاش سے لپٹ گئی پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔

جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو امان کے گھر میں دیکھا ساجد بھائی امان کی ڈیتھ باڈی لے کر گاؤں آگئے پورا گاؤں امان کے گھر جمع تھا اور ہر آنکھ اشکبار تھی خالہ خالو۔ اور میری امی کا رو رو کر برا حال تھا مجھ پر سکتہ طاری تھا بت بنی کبھی ایک کو دیکھتی اور کبھی دوسرے کو آخر وہ وقت بھی آگیا جب امان کی تدفین کا وقت آگیا مجھے کچھ عورتیں پکڑ کر امان کی باڈی کے پاس لے گئیں امان گہری نیند سو رہا تھا اس کے چہرے پر سکون تھا وہ دنیا کے غموں سے چھٹکارہ پا چکا تھا اور مجھے تنہا بھٹکنے کے لیے بے درد زمانے میں چھوڑ دیا تھا میں کئی دن تک بول نہ سکی میری دنیا اجڑ گئی تنہائی میرا مقدر بن گئی کچھ دنوں تک ساجد بھائی اور ان کے گھر والے ہمارے پاس رہے پھر وہ بھی چلے گئے تایا اور ان کے گھر والے کبھی کبھار آجاتے وقت گزرنے لگا اور پھر ہمیں یہ خبر ملی کہ امان کا قاتل کوئی اور نہیں میرا کزن علی تھا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ علی میرا گھر اجاڑ دے گا اور میری زندگی تباہ کر دے گا خالو کو کئی لوگوں نے مشورہ دیا کہا۔

علی کے خلاف رپورٹ درج کرائیں۔

خالو نے مجھے بتایا مگر میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ ایسا کرنے سے میرا امان واپس نہیں آئے گا مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں کچہریوں کے چکر لگاؤں میں نے اپنا فیصلہ اللہ کی عدالت میں دے دیا وہی وہی میرا فیصلہ کرے گا میں ایک پل بھی امان کی یادوں سے غافل نہ ہوتی تھی میری صحت بہت خراب رہنے لگی امی اور خالہ نے کئی بار کہا۔

ڈاکٹر کے پاس چلو۔

مگر میں ڈاکٹر کے پاس کیوں جاتی میرا علاج ڈاکٹر کے پاس نہیں تھا میرا بچہ بھی زیادہ تر خالہ یا امی کے پاس ہوتا۔ میری امی میرا بہت حوصلہ بڑھاتی مگر میں ایک پل کو بھی امان کو نہ بھلا سکی میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میرا امان یوں مجھے تنہا چھوڑ کر چلا جائیگا۔

کبھی کبھی میں سوچتی کہ میرا بھی کیسا نصیب ہے نہ باپ نہ بھائی نہ کوئی بہن میں بہت ہی بدنصیب لڑکی ہوں زندگی نے مجھے کس جرم کی سزا دی ہے خوشی ملی بھی تو ایک پل کے لیے ساجد بھائی اور ان کے گھر والے آتے رہتے تھے انہوں نے مشکل وقت

میں میرا بہت ساتھ دیا میں ان کا احسان کبھی نہیں بھلا پاؤں گی۔
امان کی ڈیتھ کے ایک سال بعد خالو بھی اس دنیا سے چل بسے خالو اچھے انسان تھے انہوں نے مجھے باپ جیسا پیار دیا تھا میں ہر روز امان کی قبر پر جاتی اس سے باتیں کرتی اسے یہی کہتی۔
امان تم نے تو ساتھ جینے اور مرنے کی قسمیں کھائی تھیں پھر کیوں مجھے اکیلا چھوڑ دیا مجھے اپنے پاس بلالو میری امی بھی مجھ سے چھپ چھپ کر بہت روتی تھی اس کے علاوہ وہ بھی کیا کر سکتی تھی میرا نصیب بھی میری ماں جیسا تھا انہوں نے بھی تنہا زندگی بسر کی تھی اور میں بھی تنہا ہوگئی تھی پھر ایک دن میری طبیعت زیادہ خراب ہوگئی خالہ اور امی مجھے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئیں ڈاکٹر نے میرے کچھ ٹیسٹ کئے پھر ڈاکٹر نے بتایا۔
مجھے بلڈ کینسر ہے جو کافی حد تک پھیل چکا ہے یہ خبر سن کر خالہ اور امی بہت روئی مگر مجھے ذرا بھی دکھ نہ ہوا کیونکہ مجھے زندگی نے صرف زخم ہی دیئے تھے پھر میں کیوں اداس ہوتی حمار کی وجہ سے تھوڑی بہت پریشانی ہو جاتی مگر پھر سوچتی کہ اللہ مالک ہے وہ اس کے لیے کوئی سبب بنادے گا میری امی ہر وقت میری زندگی اور صحت کے لیے دعائیں مانگتی۔

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
نجانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

سٹوری سنانے کے بعد آمنہ کافی دیر تک روتی رہی میری پلکیں بھی بھیگ گئی تھیں آمنہ نے مجھے تاکید کی کہ جلد از جلد میری سٹوری لکھنا کیونکہ میری زندگی بہت کم رہ گئی ہے اور میں یہ چاہتی ہوں کہ میری داستان میری زندگی میں شائع ہو میں آمنہ سے سٹوری جلد از جلد شائع کروانے کا عہد کر کے واپس آگئی اور سارے راستے یہی سوچتی رہی کہ ایسے ہوتے ہیں خون کے رشتے علی کو کیا ملا آمنہ کو برباد کر کے تمام پڑھنے والوں سے میری گزارش ہے کہ کبھی بھی کسی کا دل مت دکھائیں کیونکہ دلوں میں خدا رہتا ہے ار جب دل دکھتا ہے تو پھر زبان سے نہیں دل سے بددعا نکلتی ہے اور ویسے بھی یہ دنیا مکافات عمل ہے۔
امان کی مغفرت کے لیے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

غزل

تیرا مل لینا ہی عذاب بنا ہے
تو رات کا جاگا ہوا خواب بنا ہے
میرے وجود کو مہکانے والے
میرے سرہانے رکھا ہوا گلاب بنا ہے
میری غزلوں کا حصہ بن گیا ہے
میرے لئے تو نایاب بنا ہے
بہکا دیتے ہو مجھ کو میرے ہی جذبات سے
مستی چڑھا دینے والی شراب بنا ہے
تو جائے تو نیکی کروں آئے تو گناہ
تو کیا میرے لئے ثواب بنا ہے
تیری یادوں نے میرا جینا حرام کردیا
یہ کیسا تو میرے چہرے کا نقاب بنا ہے
تو نے جو کہا وہ میری خواہش تو نہ تھی
میری آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب بہنا ہے
میری رگوں میں یہ کیسا لہو اتار دیا ہے
میرے لئے تو حسن کی مہتاب بنا ہے
مجھے نہیں پروا صبح یا شام کی تازگی سے
میرے لئے تو ہی صبا و سحاب بنا ہے

اجلا خان۔ حسین کوٹ

تڑپ

---تحریر: شازیہ جاوید شازی۔ ڈنگہ گجرات---

محترم بھیا۔ اسلام وعلیکم۔ آج پھر ایک کہانی تڑپ لے کر حاضر ہوئی ہوں امید ہے کہ دوسری کہانیوں کی طرح اس کو جلد جگہ دیں گے یہ ایک ایسی لڑکی کی کہانی ہے جس کے پاس سب کچھ ہوتا تھا لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ سب کچھ اس سے لوٹ لیا تھا وہ بے گھر ہو گئی لیکن ہمت نہ ہاری اور جس نے اس کا ساتھ دیا وہ اس کی ہمیشہ کے لیے ساتھی بن گئی اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام فرضی ہیں جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہ ہوگا مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی باقی سب کو سلام۔

تمہاری مسکراہٹ بھی عجیب ہے
کبھی اس میں خوشی
اور کبھی غم کے رنگ چھلکتے ہیں
مگر تمہاری مسکراہٹ میں جو چیز ہے
ہمیشہ پوشیدہ رہتی ہے
تمہاری شکست ہے
اور آنسو---

کسی کی یاد میں جلنا کتنا مشکل ہوتا ہے انسان ہر پل ہجر کی سولی پر لٹکتا رہتا ہے ہر وقت گزرے ماضی کو یاد کر کے آہیں بھرنا تڑپنا سسکنا رونا آنسو بہانا معمول بن جاتا ہے لیکن یادیں ہیں کہ انسان کو تڑپنے پر ہر وقت مجبور کرتی رہتی ہیں انسان کا وجود ماضی کی یادوں میں تڑپ تڑپ کر کھوکھلا ہو جاتا ہے یہ یادیں انسان کے جسم میں نس نس میں رچ بس جاتی ہیں اور اپنی جڑیں مضبوط کر لیتی ہیں یہ تڑپ کبھی جسم سے روح سے جدا نہیں ہوتی چاہے جسم سے روح جدا ہی کیوں نہ ہو جائے۔ ایسے حال میں جینا نہ جینے کے برابر ہوتا ہے اس تڑپ کا ذہن پر اتنا اثر ہوتا ہے کہ دماغ مفلوج ہو جاتا ہے جو اس بے ساختہ ہو جاتے ہیں لیکن کبھی ہم نے یہ سوچا نہ تھا کہ ان یادوں اور تڑپ پن کا ہماری زیست ہماری زندگی سے کیا کنکشن ہے کیا یہ خود ہماری زندگی میں آتی ہے یا ہم ہی نے انہیں خود میں آنے کی جگہ دی ہے وقت کے ساتھ ساتھ یہ یادیں اور تڑپ ہماری جان لیوا دشمن بن جاتی ہے اور ہمیں گور میں پہنچا دیتی ہے کسی کی یاد میں گھٹ گھٹ کر جینا اور زندہ رہنا بے حد مشکل ہے ایسے حال میں بندہ کچھ بھی نہیں کر پاتا نہ کچھ ذہن میں آتا ہے نہ کچھ دکھائی دیتا ہے نہ سجھائی دیتا ہے جب حالات سے بندہ تنگ آ کر کچھ نہیں کر پاتا تو میرے خیال میں ایسی کیفیت کو تڑپ کہتے ہیں

یاد ہے
کیا کرتی تھی میں اکثر
بھلانا مجھ کو مشکل ہے
مگر جینا آج جانا ہے
مجھے اک خوف سا کیوں ہے
مجھے تم بھول جاؤ گے

ماں آخر سنی میں کیا خامی ہے مجھے بھی تو پتہ

چلئے آپ اس کے ساتھ رشتہ جوڑنے سے کیوں انکار کر رہے ہیں وہ سمارٹ ہے خوبصورت ہے اپنا کاروبار ہے اس کا اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم دونوں ایکدوسرے کو پسند کرتے ہیں شادی کرنا چاہتے ہیں کوئی جرم تو نہیں کر رہے آخر ہم بھی نوجوان ہیں ہمیں بھی اپنی زندگی جینے کا پورا پورا حق ہے تو آپ یہ حق ہم سے کیوں چھین رہے ہیں کیا ہمیں اپنا یہ حق بھی نہیں کہ اپنی زندگی گزارنے کا فیصلہ بھی نہ کر سکیں نہیں ماں آپ لوگ ایسا نہیں کریں گے اگر میری شادی ہوئی تو سنی سے ہی ہوگی ورنہ کسی سے نہیں ہوگی یہ میرا آخری فیصلہ ہے رخسار بہت کچھ بولتی بولتی اپنے کمرے سے باہر نکل گئی اور اپنی ضد پر اڑی رہی رخسار کی امی کلثوم چہرے پر پریشانی کے تاثرات لیے کمرے سے نکلی اور گھر کے کام میں لگ گئی۔

سنی میں تو تھک گئی ہوں ماما کو سمجھا سمجھا کر پر وہ ہیں کہ مانتی ہی نہیں بس یہی کہتی ہیں کہ سنی اچھا لڑکا نہیں وہ اوباش لڑکوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے نشہ کرتا ہے فلاں فلاں۔ سنی کیا یہ سچ ہے کیا تم واقعی ایسے ہو۔

رخسار تم پاگل تو نہیں ہوگئی کبھی میرے پاس سے تمہیں کسی نشہ آور چیز کی سمیل آئی ہے کیا یا مجھے کبھی سگریٹ پیتے بھی دیکھا ہے نہیں ناں ارے پاگل تمہاری ماں ایسے ہی کہتی ہیں کہ میں اور تم ایک دوسرے سے دور ہوجائیں۔

ہاں سنی کہتے تم ٹھیک ہو۔ٹھیک ہے۔جو ہوگا سو ہوگا اچھا میں واپس چلتی ہوں پاپا آنے والے ہوں گے اور بائے اللہ حافظ۔اور رخسار گھر آگئی۔

رخسار کی ماں کلثوم نے اپنے شوہر سلمان سے بات کی کہ اگر ہم اپنی بیٹی رخسار کا رشتہ سنی کو دے دیں تو آپ کو کوئی اعتراض۔

انکا یہ کہنا تھا کہ سلمان غصہ سے لال پیلے ہوگئے اور زور زور سے گرجنے لگے۔

اس لوفر آوارہ اور نشئی کو ہم اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیں ایسا میری زندگی میں تو نہیں ہوسکتا۔

کلثوم نے کہا۔دیکھیں میں بھی نہیں چاہتی کہ ایسا ہو لیکن بیٹی رخسار کا اصرار بڑھتا جارہا ہے جس لہجے میں وہ مجھ سے بات کرتی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی غلط قدم اٹھالے۔ یہ سننا تھا کہ سلمان صاحب کا غصہ پریشانی میں بدل گیا اور وہ سوچ میں پڑ گئے۔

رخسار اپنے کالج سے واپس آئی تو اس کے والد سلمان نے اسے اپنے پاس بلالیا اور کہا۔

رخسار بیٹی بات سنو۔

جی پاپا۔

بیٹی تم سے ضروری بات کرنی ہے۔

جی پاپا بولیں۔

دیکھو بیٹی ماں باپ اپنی اولاد کے لیے جو کچھ بھی کرتے ہیں سوچ سمجھ کر اور انکی بھلائی کے لیے ہی کرتے ہیں کوئی بھی ماں باپ اپنی اولاد کا برا نہیں سوچ سکتا بیٹا سنی اچھا لڑکا نہیں وہ غلط معاشرے کے لوگوں میں رہتا ہے اور غلط کام بھی کرتا ہے۔

پاپا آپ سنی پر الزام پر الزام لگائے جا رہے ہیں مجھے اس کا پتہ ہے وہ جو کرتا ہے جہاں رہتا ہے مجھ سے زیادہ آپ نہیں جانتے ہیں اس کو اور اگر میں نے شادی کی تو سنی سے ہی کروں گی ورنہ اپنی جان دے دوں گی۔

یہ سنتے ہی سلمان نے رخسار کے منہ پر ایک تھپڑ دے مارا اور اس کا چہرہ لال سرخ ہوگیا اور وہ غصہ میں اپنے کمرے میں چلی گئی اور بہت روئی آخر اسنے ایک فیصلہ کرلیا اور پھر اس فیصلے کو پایا تکمیل تک پہنچایا۔

ایک رات رخسار نے سنی کو فون کیا۔

سنی تم مجھے رات کے پچھلے پہر آکر لے جانا۔

میں تمہارا ویٹ کروں گی۔

ٹھیک ہے رخسار میں آ جاؤں گی۔ اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر فون بند ہو گیا۔

شام سے رات ہوئی اور رات سے آدھی رات رخسار اپنا سارا سامان تیار کر کے بیٹھی سنی کا ویٹ کر رہی تھی آخر وہ گھڑی بھی آ گئی جب رخسار نے اپنے اور اپنے گھر والوں کو لات مار کر اپنے گھر کی عزت کو پامال کر کے شرم و حیا کی دیوار کو پھلانگ گئی اور اپنے سنی کے ساتھ۔ بھاگ گئی اپنے ماں باپ کی عزت کو ملیامیٹ کر گئی خاک میں ملا گئی۔

صبح سلمان کے گھر میں ایک کہرام برپا تھا اردگرد کے آس پاس کے پڑوسی سب جمع تھے سبھی افسوس کر رہے تھے کہ یہ سب غلط ہوا ہے ہر بندہ دکھ میں غم میں سلمان اور ان کی بیوی کلثوم کا برابر کا شریک تھا۔ یہ صدمہ ان دونوں کے لیے کافی دلبرداشتہ ہوا تھا لہذا وہ کافی دن تک ایک دوسرے کو دلاسہ دیتے رہے لیکن حالات سے تنگ آ کر رخسار کی امی کلثوم نے گلے میں پھندا ڈال کر خود کو ختم کر لیا سلمان پاگلوں جیسا ہو گیا ایک بیٹی کا غم دوسرا بیوی کا غم دونوں نے اچانک دبوچ لیا اور ان کے دماغ پر گہرا صدمہ پہنچا۔

رخسار نے سنی کے ساتھ شادی یعنی کورٹ میرج کر لی اور علیحدہ مکان لے کر رہنے لگے کچھ دن تو سکون سے گزرے لیکن جب سنی کے پاس پیسے ختم ہو گئے تو اس کا لہجہ اکھڑا اکھڑا رہنے لگا۔ رخسار اسے ہر روز ہی کہتی کہ تم کوئی کام کر لو پر سنی کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔ لیکن سنی رخسار سے کم لیکن رخسار اس کی پوجا کرتی تھی اسے اپنا دیوتا خدا سمجھتی تھی وہ تو سنی کی محبت میں اتنی پاگل تھی کہ اس کی پوجا کرتی تھی لیکن سنی نے رخسار جو کچھ حاصل کرنا تھا کر چکا تھا اسکی عزت سے اس کو جذبات احساسات سے کھیلتا رہا اور پھر بات لڑائی جھگڑے پر آ گئی۔ رخسار کا بھی اصرار بڑھ گیا کہ سنی کوئی کام کرو لیکن جب کام کی بات آتی تو سنی رخسار کے پاس کوئی چارا نہ تھا کہ وہ کیا کرے کہاں جائے۔

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

سنی ہر روز کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر رخسار کو مارتا اور وہ بے چاری خاموش ہو کر سہتی رہتی کیوں کہ اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا

ہر بار مجھے زخم جدائی نہ دیا کر
تو میرا نہیں ہے تو دکھائی نہ دیا کر
سچ جھوٹ تیری آنکھوں سے ہو جاتا ہے ظاہر
قسمیں نہ اٹھا اتنی صفائی نہ دیا کر

ایک دن سنی نے حد ہی کر دی سنی شراب کے نشے میں لت پت اپنی کسی گرل فرینڈ کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تو رخسار کے ہوش ہی اڑ گئے اس کے اوسان ہی خطا ہو گئے وہ ششدر رہ گئی کہ میرا سنی ایسا کیسے ہو سکتا ہے وہ میرا ہاتھ چھوڑ کر کسی اور کا دامن نہیں تھام سکتا۔ اس نے آنکھوں کو زور سے مسلا اور پھر دیکھا کہ شاید یہ حقیقت نہ ہو پر یہ حقیقت تھی رخسار نے سنی سے پوچھا کہ یہ کیا ہے یہ کس کو اپنے گھر لے آئے ہو تو سنی نے کہا کہ تمہاری سوتن ہی ہے آرام سے دوسرے کمرے میں سو جاؤ۔ لیکن رخسار سے یہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

کس پہ کریں یقین کس سے کریں گلہ
میرے نصیب نے میرا یہ حال کر دیا۔

رخسار کو بہت غصہ آیا اس نے سنی کے آگے ہو کر اس لڑکی کو دھکا دے مارا۔ اور سنی کے منہ پر زور سے تھپڑ مار دیا سنی کے کچھ ہوش و حواس ٹھیک ہوئے تو اس کو بہت غصہ آیا اور اس نے پاس ہی پڑی ہوئی ایک تیزاب کی بوتل زور سے رخسار کے منہ پر دے ماری رخسار اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر زور سے چیخنے لگی کبھی کہیں گرتی تو کبھی کہیں لیکن جب تک سنی وہاں سے اپنی گرل فرینڈ کو لے کر بھاگ چکا تھا۔ اتنے میں ساتھ والے پڑوسی انکل کو پتہ تو انہوں نے فوری

پولیس کو فون کر دیا اور خود بھی چلے آئے رخسار کو ہسپتال لے جایا گیا اور آنکھوں اور چہرے پر پٹی کی گئی اللہ کا شکر تھا کہ اس کی آنکھیں بچ گئیں رخسار بہت اذیت کی زندگی جی رہی تھی اس نے اپنے گھر واپس جانے کا فیصلہ کرلیا کہ وہ اپنے امی ابو سے معافی مانگ لے گی ان سے کہے گی کہ وہ غلط تھی اور وہ دونوں ٹھیک تھے واقعی سنی اچھا لڑکا نہ تھا وہ شرابی تھا آوارہ تھا یہ سوچ کر وہ وہاں سے واپس اپنے گھر گئی تو وہاں سب کچھ ختم ہو چکا تھا آس پاس کے لوگوں نے بتایا کہ تمہاری ماں نے گلے میں رسی ڈال کر خودکشی کرلی ہے اور باپ یہ گھر چھوڑ کر پتہ نہیں کہاں چلا گیا ہے تم یہاں کس منہ سے آئی ہو نکل جاؤ ہمارے محلے سے کہیں ہمارے محلے کو تمہاری منحوس کی نظر نہ لگ جائے تمہارا سایہ ہمارے بیوی بچوں پر پڑ گیا تو وہ بھی تیری طرح بن جائیں گے رخسار کا چہرہ بھی جلا ہوا تھا بچوں نے پاگل سمجھ کر اسے پتھر مارنے شروع کر دیئے اور اس کو زخمی کر کے اپنے علاقے سے نکال دیا۔ کسی کو بھی اس پر ترس نہ آیا وہ روتی ہوئی گڑگڑاتی ہوئی اپنے زخموں سے چور چور خون میں لت پت ایک طرف کو چل دی اس نے ایک جگہ منہ دھویا اور پاس کھڑی ہوئی گاڑی کے شیشے میں اپنا چہرہ دیکھا تو خود ہی ڈر گئی اپنے آپ کو کوسنے لگی ملامت کرنے لگی اس کو اپنے ماں باپ بہت یاد آرہے تھے وہ گلیوں میں سڑکوں پر آوارہ پھرتی رہتی لوگ اسے کے جلے ہوئے منہ کو دیکھ کر پاگل سمجھ کر پیسے دے دیتے پر وہ یہی کہتی کہ قسمت نے میرے نصیب میں ایسی تڑپ کیوں لکھ دی اسے مانگنے سے موت بھی نہیں مل رہی تھی ہر وقت وہ اپنے اعمال اپنے جرموں کو یاد کر کے روتی رہتی اور آنکھوں سے آنسو بہاتی تھی۔ وہ اپنے کیئے پر بہت ہی پچھتا رہی تھی کہ اس دن اگر میرے باپ نے مجھے غصہ میں میرے ہی بھلے کے لیے تھپڑ مارا تھا تو کیا ہوا کاش میں اپنے اس باپ کی بات کا غصہ نہ مناتی اور نہ اتنا بڑا فیصلہ کرتی اور آج اس نوبت تک نہ آتی ہے کاش میرے ایسے غلط قدم اٹھانے سے سب کچھ نہ بکھرتا سب کچھ نہ ختم ہوتا باپ نے مجھے تھپڑ مارا تو کیا ہوا اسی نے ہی تو میرے منہ پر تیزاب ڈال دیا اس کا میں نے کیا بگاڑ لیا کاش میں اس دن باپ کی بات کا غصہ نہ کرتی تو شاید کسی اچھے گھرانے کی بہو ہوتی یوں سڑکوں پر دربدر نہ پھرتی یا خدایا مجھے معاف کر دے میں دن بدن مشکلوں مصیبتوں میں پھنستی جا رہی ہوں خدایا مجھ پر رحم کر میری حالت کو بہتر بنا دے مجھ سے جو بھول ہو چکی ہے میں قصوروار ہوتے ہوئے بھی گناہ کیئے ہیں مجھے معاف کر دے پروردگار میں اپنے کیئے ہوئے جرموں پر بہت شرمندہ ہوں مولا مجھ کو ہمت دے طاقت دے پروردگار مجھے حوصلہ دے میں اپنی غلطیاں دور کر کے نئے سرے سے جینا چاہتی ہوں یارب میری مدد فرما۔ رخسار دعائیں مانگتی سڑک کنارے جا رہی تھی کہ راستے میں ایک بزرگ نظر آئے انہوں نے رخسار کو کہا۔

بیٹا کیا بات ہے۔ اتنی پریشان کیوں ہو۔

رخسار نے اپنے جلے ہوئے چہرے پر ہاتھ رکھ لئے اور کہا۔

بابا جی ابھی بھی پوچھ رہے ہیں کیا بات ہے۔ یہ دیکھیں میری حالت۔ اس نے اپنے ہاتھ اٹھا لیے اور اپنا جلا ہوا چہرہ ان کے سامنے کر دیا وہ پریشان ہو گئے اور پھر اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا تم فکر نہ کرو اللہ سبب بنانے والا ہے آؤ میرے ساتھ میرے گھر۔ اور پھر وہ اس کو اپنے گھر لے گئے۔ اور کہا۔ بیٹا میرا بھی اس دنیا میں کوئی اپنا نہیں ہے اگر تم چاہو تو میری بیٹی بنکر یہاں رہ سکتی ہو رخسار نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

بابا جی۔ میرا بھی کوئی نہیں ہے اس دنیا میں میں بھی تنہا ہوں اور پھر اس نے بابا جی کو تمام کہانی سنا دی جسے سنکر انہوں نے ایک گہری سانس لی اور کہا

غلطیوں کو خدا معاف کرنے والا ہے وہ معاف کر دے گا۔اور پھر بابا جی نے اسے دینی تعلیم دینی شروع کر دی رخسار نے بہت ہی جلد قرآن پاک حفظ کر لیا اور نماز بھی باقاعدگی سے پڑھنے لگی۔اور ساتھ رو رو کر خدا سے دعا کرتی کہ اے خدا مجھے معاف کر دے مجھ سے بہت بڑی بھول ہو گئی ہے پھر ایک دن خدا نے رخسار کی سن لی ایک رات خواب میں رخسار کے امی ابو آئے اور وہ دونوں بہت ہی خوش تھے کہ ہماری بیٹی نے دنیا کو بھلا دیا ہے دین کا کام شروع کر دیا ہے اور اتنا ہی کہا کہ رخسار بیٹا ہم نے تمہیں معاف کر دیا ہے رخسار... سے اتنا ہی نکلا کہ پاپا میں آپ لوگوں کے بنا... تڑپی ہوں اور اچانک آنکھ کھل گئی صبح رخسار نے یہ خواب بابا جی کو سنایا وہ بہت ہی خوش ہوئے کہ بیٹا تمہارے ماں باپ اور خدا نے تمہیں معاف کر دیا ہے اس طرح رخسار ہنسی خوشی رہنے لگی اور نماز قرآن پاک پابندی سے پڑھنے لگی کچھ عرصہ بعد بابا جی نے رخسار کی شادی کر دی اور اب اس کا ایک بیٹا چاند ہے اور وہ اپنے شوہر اپنے سسرال اور اپنے بیٹے کے ساتھ بہت خوش ہے۔قارئین کرام کو لگی میری کہانی امید کرتی ہوں کہ ضرور پسند آئی ہو گی۔ اس شعر کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں۔

کہنا ماں باپ کا جو اگر تو مان لے
اپنی جنت کو دنیا میں پہچان لے

اک خوشی ملی

اک خوشی ملی تیرے آنے سے
اک درد تھا تیرے جانے سے
ہر غم ، سیوا کرتے ہیں
کچھ درد ہیں ان میں پرانے سے
کیوں کرتے ہیں مجھ سے ذکر تیرا
تڑپ

شاید ہیں لوگ انجانے سے
تو اپنے شہر کو چھوڑ گیا
تیرے پاس ہیں لوگ بیگانے سے
تیرے بن یہ گلیاں سونی ہیں
اور گھر کے در ویرانے سے
تجھے بچھڑے صدیاں بیت گئیں
تو گیا تھا اک بہانے سے
جب باز نہ آئے یاد تیری
کیوں پئیں جا کر میخانے سے
کرن پہن لے کفن تو آؤ گے
روکیں گے لوگ ہاتھ لگانے سے
کشور کرن۔ پتوکی

کروں یہ کام

پکڑ کر تتلیوں کو کروں بس یہ ہی کام
اک پر پہ تیرا نام اک پہ میرا نام
دیکھ کر یہ لوگ کر دیں گے بدنام
پر تیری نظر میں میرا بن جائیگا مقام
کشور کرن۔ پتوکی

کس سے کہیں ہر لفظ کا طوفان کر دیتے ہیں لوگ
پڑھ کر چہرے کرچی کرچی ارمان کر دیتے ہیں لوگ
نہ نام لیا ہے نہ دیکھا کسی کو ہم نے
یوں بات کر کے ہم کو حیران کر دیتے ہیں لوگ
کرن ایک وقت کی روٹی جو کھلا دی کبھی کسی نے
عمر بھر کے لیے اس پر بڑا احسان کر دیتے ہیں لوگ
کشور کرن۔ پتوکی

اب جس کے جی میں آئے وہی روشنی پائے
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا۔
غلام رسول پریمی۔

بیت ساغر کی ڈائری سے

میری زندگی میں بہت سارے دوست ہیں لیکن ان میں سے ایک دوست بہت اچھی ہے جس کیلئے میں اپنی جان بھی دے سکتی ہوں ایسی دوست ہے کہ مجھے سمجھ میں نہیں آتی ایک پل دور ہو جاؤں تو اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتی ہوں ایک ایسی دوست ہے جو میری قدر کرتی ہے جب میں اسے دیکھتی ہوں تو سب کچھ بھول جاتی ہوں یہاں تک کہ خود کو بھی جب میں اس سے دور ہو جاتی ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں اپنے آپ سے جدا ہو گئی ہوں یعنی میں اس سے کبھی بھی ایک پل کیلئے بھی الگ نہیں ہو سکتی۔ میری دوستی صرف اسی کیلئے قربان ہے سارا دن صرف وہی میرے خیالات میں اور میرے دل میں رہتی ہے میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس کے دل میں رہوں اور وہ میرے دل میں رہے اس کے قریب آجاؤں اور وہ میرے اتنے قریب رہے کہ کہیں بھی جانہ سکے صرف میرے پاس رہے لیکن میری کچھ دوست یعنی سہیلیاں اس سے بہت جلتی ہیں کہ اس سے دوستی توڑ دو کیونکہ وہ میرے دوست ہیں میں اس کے ساتھ جیسی بھی دوستی کروں کسی کو کیا تکلیف ہوتی ہے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ وہ میری بہت اچھی دوست اور سہیلی اور میری روح کی طرح ہے کوئی جلتا ہے تو جلے مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ باقی بھی میری بہت اچھی سہیلیاں ہیں یہ

میرے بچے میری زندگی کا ایک حصہ ہے کبھی ہم نے اپنے دل کو خود سے الگ کیا نہیں تو وہ میرے لئے بالکل ویسی ہے جیسا کروں الگ نہیں ہو سکتا ویسے بھی وہ الگ نہیں ہو سکتی کبھی بھی نہیں میری پیاری بہنو اور بھائیو میرے لئے یہ دعا ہمیشہ کرنا کہ وہ مجھ سے کبھی بھی جدا نہ ہو کیونکہ میں اس سے بالکل دور ہوں میں تو دعا کروں کہ ہم مل سکتے ہیں آپ ہر دعا میں ہمیں یاد کریں۔

دنیا تو غم دیتی ہے مگر شریک غم نہیں ہوتی
کسی کے دور رہنے سے کبھی محبت کم نہیں ہوتی

ایچ اینڈ ایچ ۔ کیچ مکران

اکرام کی ڈائری سے

میری زندگی میں ایک لڑکی آئی جسے میں نے جان سے بھی بڑھ کر پیار کیا جس کیلئے میں اپنے قیمتی دوستوں سے ہاتھ دھو بیٹھا جس کے لئے میں نے اپنی زندگی بدل ڈالی مگر حسین لوگوں سے دل لگانا دھوکہ ہے فریب ہے دل لگانا تو اپنی موت کو بلانا ہے مجھے دکھ اس کا نہیں کہ چھوڑ دیا اس نے دکھ تو اس کا ہے کہ دوست میرے مجھ سے ناراض ہیں اور مجھ سے کیا کہتے ہیں کہ ایک لڑکی وہ بھی بے وفا لڑکی کیلئے تم نے ہمیں چھوڑا اب اس کی سزا تمہیں مل رہی ہے

اور ملتی رہے گی میں تمام قارئین سے گزارش کرتا ہوں کہ اپنے دوستوں کو ناراض نہ ہونے دینا نہیں تو جیتے جی مر جاؤ گے زندگی کی ڈائری کے ذریعے دوستوں سے گزارش کرتا ہوں کہ مجھے معاف کر دیں انہیں میں نے دل میں رکھا انہیں میں نے دل سے چاہا۔

اکرام شہزاد ضیا اٹک

ثناء آکاش کی ڈائری سے

میری ڈائری کچھ ایسی ہے کہ میں ایک لڑکی سے محبت کی لیکن اس کو میری محبت پر پورا یقین نہ ہو سکا اس کو بہت پیار کیا لیکن اس بے وفا نے میرے پیار کی قدر نہ کی میں اس بے وفا کا نام لکھنا نہیں چاہتا کیونکہ جس کو پیار کی قدر نہیں بے وفائی کرنا انکا ذاتی کام ہوتا ہے پیار چیز ہی ایسی ہوتی ہے اس میں خوشیاں بھی بہت ملتی ہیں زیادہ دکھ کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے دراصل بات یہ ہے اس لڑکی نے میرے ساتھ بے وفائی کیوں کی میں نے بہت سوچا ہے کہ کیا کہوں پھر بھی اپنی زندگی کو بڑے اچھے طریقے سے بسر کر رہا ہوں۔ میں اس بے وفا کی کہانی ضرور لکھوں گا وہ بھی کچھ دنوں کے بعد لیکن میری زندگی ڈائری تھی ہی ایسی اور کیا لکھوں کچھ سمجھ میں آتا ہی نہیں۔

ملک ثناء اللہ آکاش، سکھیکی

شمائلہ کی ڈائری

تیری جدائی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی جہاں بھی ہو اور جس حال میں بھی ہو خدا کے لئے جلدی سے لوٹ آؤ میں آپ کے بغیر بالکل ادھوری ہوں اب میں آپ کا انتظار کرتے کرتے تھک چکی ہوں اب مجھ سے اور انتظار مت کراؤ اور جلدی سے آ کر مجھے اپنے گلے سے لگا لو میں بہت بے قرار ہوں آپ سے ملنے کے لئے اب میں چاہتی ہوں بس آپ میرے سامنے رہیں میں آپ کو دیکھتی رہوں بس اسی طرح میری زندگی کی شام ہو جائے میں اب آ کر آپ کے خیالوں میں کھوئی رہتی ہوں لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ کو کونسی ایسی خوشی مل گئی ہے جو آپ اتنی خوش ہیں میں کہتی ہوں جس کو اتنا چاہنے والا ساتھی ملے تو اس کو خوش نہیں ہونا چاہیے میں آپ آپ کو خوش قسمت سمجھتی ہوں اور جس دن آپ مجھے نظر نہ آئیں تو لگتا ہے میرا دم گھٹنا شروع ہو جاتا ہے جب آپ مجھے نظر آئیں تو لگتا ہے مجھے سارے جہاں کی خوشی مل گئی ہے جان کبھی مجھ سے جدا نہ ہونا میں آپ کی جدائی ایک دن بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اب آپ میری زندگی میں ایک سانس کی طرح شامل ہیں اب ہمیں کوئی بھی جدا نہیں کر سکتا اگر کسی نے ہمیں جدا کرنے کی کوشش کی تو میں اپنی جان دے دوں گی لیکن جان تمہیں نہیں چھوڑوں گی یہ میرا آپ سے وعدہ ہے جب تک میری زندگی ہے میں صرف تمہاری بن کر رہوں گی۔

شمائلہ۔

اقبال بھٹی کی ڈائری سے

مجھے یقین ہے کہ رقیب کی، لگائی بجھائی سے میں نہیں ڈرتا، مجھے تو اس بات پر رشک آتا ہے کہ وہ تم سے ہم کلام ہوتا ہے محبت کی دنیا میں کوئی محبوب بھی اپنے رقیب کا وجود برداشت نہیں کرتا۔ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اسکا محبوب کسی اور سے گفتگو تک نہ کرے اس کا تبسم کسی اور کو نہ ملے ...... اور اگر ایسا ہو جائے تو محبوب دل ہی دل میں کڑھنے لگتا ہے دانشور لوگ جلد بازی کے فیصلے نہیں کرتے۔ کم عقل اور احمق لوگ سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے اپنی بدنصیبی سے کسی اچھے دوست سے محروم ہو جاتے ہیں تب شیطان قہقہے لگاتا ہے کہ دیکھو کس ہوشیاری سے دو پیارے دوستوں کو ایک دوسرے کی جان کا دشمن بنا دیا ہے کیوں ٹھیک کہا ہے ناں میں نے۔

اقبال بھٹی۔ لاہور

زیب کی ڈائری سے

وقت بہت ظالم ہے کسی کی آنکھوں میں سجے سپنے بکھر جائیں کسی کے ارمانوں کی نگری لٹ جائے یا کوئی اس کی وادی میں بھٹکتے ہوئے دم توڑ دے مگر وقت

کی گردش جاری رہتی ہے اور یہ وقت ہی ہے جو کبھی زندگی میں حسرتوں کے پھول کھلا دیتا ہے تو کبھی روح پر ایسے گہرے گھاؤ ڈالتا ہے جو زندگی بھر مندمل نہیں ہو پاتے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کل ہی کی بات ہو تم میرے پاس ہوتے ہوئے بھی کتنا دور ہو جبکہ دور ہونے کے باوجود کتنا قریب رہتے ہو اگر دل کی نظر سے دیکھتا ہوں تو دھڑکنوں سے بھی زیادہ قریب ہو اور آنکھوں کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اپنے درمیان میلوں کا فاصلہ ہے پھر بھی جب آنکھوں کو ذرا بند کرتا ہوں تو تمہارا ہی ہنستا مسکراتا چہرہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے تو تمہاری یادیں مجھے آغوش میں لیے رہتی ہیں ہر وقت مجھے وہ بیتے دن وہ لمحے یاد آتے ہیں جب میں اور تم ایک ساتھ تھے وہ اعتبار جو میرے اور تمہارے درمیان تھا اور وہ خوشیاں جو تمہاری طبیعت میں شامل تھیں ہر وقت مجھے تمہاری یاد دلاتی رہتی ہیں بس پھر کیا چند آنسو بہتے ہیں اور دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اب تو بھی دعا ہے آنے والے کل میرے اور تمہارے درمیان جو یہ عارضی فاصلہ ہے اس کو ختم کردے اور وہی دن وہی لمحے لوٹ آئیں جن کی میں نے تمنا کی ہے۔

زیب اقبال شاھد. خانیوال

وسیم کی ڈائری سے

میری زندگی میں بہت سے لوگ آئے ہیں لیکن دھوکے دے کر چلے جاتے ہیں لیکن میں جس کو اپنا سمجھتا ہوں حقیقت میں وہ بیگانہ ہوتا ہے میں سب کچھ برداشت کرتا رہا سب کو دعائیں دیتا ہے آخر کیوں اسکے دل میں میرے لیے جگہ ہے تب ہی دیتا ہے نا۔ لیکن آج تک میں نے اس کو اپنا بنانے کا سوچا تک نہیں کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ منزل قسمت والوں کو ملتی ہے حتیٰ کہ اس نے خون سے بھی خط لکھے۔ اس نے یقین بھی دلایا کہ کہ تم سے پیار کرتی ہوں لیکن پھر بھی وہ بیگانے ہیں خدا ایسے لوگوں کو منزل تک کیوں نہیں پہنچاتا خدا ایس اور میری بہن این کو سلامت رکھے ایس تو جہاں بھی رہے خوشیاں تیرے قدم چومیں تمہارے لئے دعا گو ہوں گا۔

کیوں اتر جاتے ہیں وہ لوگ دل میں وسیم
جن لوگوں کے قسمت سے ستارے نہیں ملتے

وسیم ، راولپنڈی

حاصل حسرت کی ڈائری

سچ کہتے ہیں کہ محبت جب ملتی ہے تو انسان ہر تصور سے بھول جاتا ہے اور خوشیوں کا ایک پر رونق دکان چمکاتی ہے جب بھی محبت بچھڑ جاتی ہے تو پورے کائنات کا غم سر پر جھولے جھولتے ہیں پہلے مجھے پیار اور محبت کے متعلق اتنی زیادہ معلومات نہیں تھی جب میری زندگی میں یہ داستان کسی کے ساتھ سفر کرنے لگیں تو واقعی مجھے بھی محسوس ہوا کہ بچھڑ جائے محبت انسان کو ایک بے جان شے بنا دیتی ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں بھی غلطی ایک بار کی ہے تو آج تک مجھے اس کی درد سانپ کی طرح ڈستا رہا ہے میرے دوستوں سے صرف یہی پیغام ہے جب بھی محبت کے سفر کا آغاز کرنا چاہتے ہو تو پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ کر یہ سفر کی شروعات کیجئے گا ورنہ بعد پچھتانا بے معنی ہوتی ہے جب درد لگے گی پھر مت کہنا کہ حاصل حسرت نے سچ کہا تھا۔

فیروز خان کی ڈائری سے

ویسے تو میری زندگی دکھوں سے بھری پڑی سب سے بڑا دکھ جو مجھ کو ملا ہے وہ مجھ کو ماہا نے دیا ہے جو زندگی بھر نہیں بھولوں گا محبت سے میں ناآشنا تھا اس نے محبت سے مجھ کو واقف کیا مجھے محبت میں پھنسا کر لوٹ لیا اتنے بڑے زخم دیئے جو زندگی بھر نہیں بھریں گے اب ماہا ارمانی میرے خط کو واپس نہیں کر رہی مجھ سے اپنے خط لے

آپ کو نہ ملا ہو یا آپ نے جواب دینا مناسب نہ جانا ہو لیکن آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اگر آپ دوستی نہیں کرسکتیں تھیں تو آپ کو اپنا تعارف نہیں دینا چاہیے تھا اگر آپ نے یہ پڑھ لیا ہو تو ضرور ضرور رابطہ کریں۔

محمد عرفان، رحیم یار خان

اللہ دتہ نوناری کی ڈائری

میری زندگی کی ڈائری میں سکھ اور دکھ دونوں ہیں۔ ہم پڑھائی میں مگن ہیں اور دنیا سے بے خبر لیکن پھر بھی دکھ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ دکھ کیا ہے دکھ صرف تنہائی ہے تنہائی کیا ہے اس کو شاید کوئی نہیں جانتا تنہائی ایک ایسا غم ہے جو انسان کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے میں والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں اس لئے گھر میں بہت تنہائی محسوس کرتا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ میں تنہائی کو کس کے ساتھ شیئر کرتا ہوں آپ بتائیں نہیں آپ بتائیں آپ ہی بتائیں آپ بتائیں اچھا بابا تو سنو کہ میں تنہائی کس کے ساتھ شیئر کرتا ہوں اچھا جناب تو وہ ہے جلدی بتاؤ جواب عرض ہاہاہا...... میں تو سمجھا کہ آپ کسی لڑکی کا نام لیں گے لیکن یہ تو ہمارا دوست نکلا۔

اللہ دتہ۔ نوناری

راجہ عابد کی ڈائری سے

یوں تو زندگی میں بہت دکھ ہوتے ہیں لیکن زندگی میں سب سے بڑا دکھ محبت کا ہوتا ہے اگر کوئی دھوکہ دے کہ محبت میں کبھی کبھی ایسے اوقات آتے ہیں کہ جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے اور اسکا دل کسی بھی کام میں نہیں لگتا کیوں کہ اب وہ ہمیشہ محبت کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور جب محبت قائم ہو جاتی ہے تو آدمی بہت خوشی محسوس کرتا ہو محبت بہت کم خوش نصیبوں کو راس آتی ہے جو کہ اپنی زندگی کے دن خوشی سے گزارتے ہیں کیونکہ محبت ہی زندگی ہے۔ کبھی کبھی کمبخت لوگ جو کہ دھوکہ کر کے دوسروں کے دل کو زخمی کر دیتے ہیں تو انہیں پہلے اپنے دل میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ اس طرح دھوکہ ہمیں کوئی دے تو ہمارے دل کا کیا حال ہو۔ اگر کسی کو خوشی نہیں دے سکتے تو غم بھی مت دو۔ کیونکہ وہ غم اس کی زندگی کی بربادی کا باعث بنتے ہیں اور بعد اوقات وہ اپنے آپ کو سپرد خاک میں ملا دیتا ہے جس سے اس کی دنیا اور آخرت لٹ جاتی ہے ہاں محبت میں دھوکہ نہ دینے والوں محبت ہی تو زندگی ہے محبت تو ہر آدمی کے دل میں ہوتی ہے خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وفا سیکھنی ہو تو مچھلی سے سیکھیں جو کہ جانور ہے اور جو پانی سے جدا ہوتے ہی دم توڑ دیتی ہے آخر میں میں اپنی ڈائری سے کچھ شعر عرض کر دیتا ہوں۔

محبت کرنے والوں کا انجام کس نے دیکھا ہے
رونا ان کی قسمت میں صبح وشام ہوتا ہے

سب دعاؤں میں بس اک لفظ پیارا لگے
عمر بھر چاہوں میں تجھے تو عمر بھر مجھے پیاری لگے

محبت ہم نے مانگی ہے مہربانی ہوگی
تڑپنے کو ترسنے کو زندگانی نہیں مانگی

کبھی دیکھتے دیکھتے سورج کبھی گنتے گنتے تارے
میرے دن گزر رہے ہیں تیرے ہی سہارے

راجہ عابد انجم۔ میانی کٹھیکر

غمشاد کی ڈائری سے

آج تک میں نے کسی سے محبت بھی نہیں کی ہیں کہ شاید وہ لوٹ آئیں چاہے میری عمر بھی بیت جائے پھر بھی ناز آپ کا انتظار کروں گی شاید آپ بھول کر لوٹ آئیں آپ جہاں بھی خوش رہیں میں تو آنسوؤں اور آہوں سسکیوں سے اپنے گھائل من کو تسلی دوں گی مجھے ابھی تک یاد ہے وہ آپ کی قسمیں اور وعدے جو آپ نے ساتھ دینے کے لئے کھائے تیری تصویر سے باتیں کرتے

کرتے کئی اندھیری راتیں گزر جاتی ہیں ناز کوئی دشمن بھی اپنے دشمن کو اتنی بڑی سزا نہیں دے گی جو آپ نے اپنے اس عاشق کو دیئے ہیں مجھے بہاروں کی زندگی سے نکالنے والے آپ ہیں اور آپ نے سب کچھ کرنے پر مجبور کیا اے سنگدل صنم تیرے آنے سے میری زندگی بربادیوں سے بچ نکلے گی اور مجھے اپنی کھوئی ہوئی زندگی مل جاتی ہے تو پھر کیوں دیر کرتی ہو لوٹ آ میری اس ویران زندگی میں یا کر دعا کرو میں بے موت مر جاؤں اس تڑپنے سے تو بہتر ہے یہ زندگی نہیں ہے مجھے اس دنیا میں خوشی کبھی بھی نہیں ملی حتی کہ اپنوں نے بھی مجھ پر ستم ڈھائے اپنوں کو بھی مجھ پر ذرا بھی ترس نہ آیا اور ظالموں نے مجھے غریبی کا طعنہ دے کر جدا ہو گئے اور ناز میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو سلامت رکھے مجھے سوا رونے سے اور کیا ملا ہے ناز آپ نے بہت خوب تحفہ مجھے دیا ہے محبت کے بدلے میں خوشیاں تو ہم فقیروں کے لئے نہیں ہیں ہم فقیر ہیں ہم کسی کو دعا بد نہیں دیتے یہ ہم فقیروں کا شیوہ نہیں ہے اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے مجھے بھی کبھی یاد ضرور کرنا میری جان۔

الٰہی بخش فمشاد، مکران

شمشیر اسلام کی ڈائری

انسان بھی کتنا عجیب ہے ہمیشہ اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کی پہنچ میں ہی نہیں ہوتی اور جو چیز اس کی دسترس میں ہوتی ہے اسے قناعت سمجھتا ہے محبت بڑی عجیب شے ہے پیارے سے پیارے لوگوں کو بھی دشمن بنا دیتی ہے پیار ایک ایسی انمول چیز ہے جو حقیقتوں اور فریب کو الگ کر دیتی ہے اگر کوئی تمہیں پیار کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اسے تم سے پیار ہے اگر ایسا سوچو گے تو دھوکہ کھاؤ گے کیونکہ شکاری بھی اپنے شکار کو بہت پیار سے دیکھتا ہے اس لئے پیار بھری نظروں سے دیکھنے والوں کو ضرور آزماؤ کہ وہ پیار کرنے والا ہے یا شکاری، ویسے محبت کے روگ بھی نرالے ہوتے ہیں کہ انسان جو چاہتا ہے اسے مل نہیں سکتا۔ سوائے درد کی زنجیر کے لوگ کتنی بے دردی سے کسی دوسرے کے جذبات و احساسات کی پرواہ کیے بغیر اسکے ارمانوں کو کچل دیتے ہیں حسن والے کتنی بے دردی سے دوسروں کے جذبات سے کھیلتے ہیں کتنی آسانی سے کسی پیار کرنے والے کا سب کچھ لوٹ لیتے ہیں پل بھر میں کسی کی دنیا اجاڑ دیتے ہیں یہ سوچے بغیر کہ وہ کیسے جی پائے گا۔

جب سے تم گئے ہو
یہ دنیا ویران سی ہو گئی ہے
اور میں یادوں کے قفس میں
قید ہو گیا ہوں
یہ یادیں میرے لیے
تحفہ ہیں سب بے وفا ہو گئے
تیری طرح
مگر
تیری یادوں
تیری باتوں نے
میرا ساتھ نہ چھوڑا
کیا یہ تیری طرح
بے وفا تو نہ ہو جائیں گی

شمشیر اسلم، گجرات

بوٹا راہی کی ڈائری سے

جسے میں نے تمام عمر چاہا اس نے ہی مجھے دھوکا دیا مگر میں اس دل کے ہاتھوں مجبور ہوں جو مجھے اس سے پیار کرنے پر مجبور کرتا ہے وہ بے وفا ہے مگر میں اسے بے وفا بھی نہیں کہہ سکتا کاش وہ مجھے کہیں اکیلی ملے تو میں اس سے پوچھوں کہ تم نے وہ پیار بھرے دن کیسے بھلا دیئے میں تو پھر بھی یہی دعا کرتا ہوں کہ جہاں رہو خوش و خرم رہو۔

محمد بوٹا راھی، واں بھچراں

معلومات

برصغیر ہند و پاک میں انگلینڈ سے بارہ گورنر اور آٹھ وائسرائے آئے تھے۔
ہندوستان کے حکمران علاؤالدین خلجی کو فاتح دکن کا خطاب ملا تھا۔
شاہجہاں شہنشاہ ہندوستان کے بیٹے اورنگزیب کو فاتح جنوبی ہند کا خطاب ملا تھا۔
قطب الدین ایبک نے 1606ء میں برصغیر میں خاندانِ غلاماں کی حکومت قائم کی تھی۔
اورنگزیب عالمگیر کی بیگم راجہ دران کا مقبرہ جنوبی ہند کے مشہور شہر اورنگ آباد میں ہے۔
خاندان غلاماں نے ہندوستان میں 84 برس حکومت کی تھی۔
شہنشاہ بابر کے حملے کے وقت ہندوستان میں ابراہیم لودھی کی حکومت تھی۔
26 دسمبر 1530ء کو محمد ظہیر الدین بابر وفات پاگئے۔
1576ء کو محمد جلال الدین اکبر شہنشاہ ہندوستان نے ہلدی گھاٹی کے مقام پر رانا پرتاپ سنگھ کو ہرایا تھا۔
بہلول لودھی اپنے خاندان کا پہلا بادشاہ تھا۔
نواب محمد خاں جوگیزئی نے بلوچستان کا الحاق پاکستان کیا تھا۔
(پروفیسر ڈاکٹر واجد، کراچی)

شادی سے پہلے

تمہارے چاند جیسے چہرے سے نظریں نہیں ہٹائی جاتیں۔
آپ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھا کر مزہ ہی آگیا۔
تیار ہو کر آئینہ مت دیکھا کرو حسن سے جل کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔
تمہارے سیاہ بالوں کی پناہ میں رات کتنا حسین لگتی ہے۔
ایسا لگتا ہے کہ قوس وقزح کے رنگ سمٹ کر آنچل میں آگئے ہیں۔
تمہاری جھیل جیسی آنکھوں میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے۔
تمہاری رسیلی آواز کوئل کی کوک سے بھی زیادہ بہتر ہے۔
جب تم ہنستی ہو تو جلترنگ بج اٹھتے ہیں۔
جاناں ہماری ملاقات کی گھڑیاں کتنی مختصر ہوتی ہیں۔
(خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

شادی کے بعد

ہونہہ، بھاڑ میں گیا چاند اب تو صرف گرہن ہی رہ گیا ہے
پہلی بار کھانا کھانے کے بعد تمہارے ہاتھ ہی کٹوا دیتا۔
اتنا آئینہ مت دیکھو وہ بھی پناہ مانگتا ہو گا کہ چڑیل سے پالا پڑا ہے۔
یہ زلفیں ہیں یا ناگن کا زہریلا ڈنگ۔
یہ شامیانہ اوڑھ کر باہر مت جاؤ تیری بے عزتی ہو گی۔
اس سے بہتر ہے کہ چلو بھر پانی میں ڈوب مروں
جب بولتی ہو تو لگتا ہے پھٹا ہوا ڈھول پیٹا جا رہا ہے۔
ایسے ہنستی ہو جیسے شیر دھاڑیں مار رہا ہو۔
اُف اب تو اس عذاب کو ساری عمر جھیلنا ہے۔
(خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

سچا پیار

عامر آج میرے دل کا اپریشن ہے، رانی پتہ ہے آپ ڈر کیوں رہے ہو عامر میں تو سے بہت پیار کرتا ہوں، رانی میں بھی بہت پیار کرتی ہوں تم سے، دوستو جب عامر کا آپریشن ہو گیا تو اس کو ہوش آئی تو اس کے پاس اس کے امی ابو کھڑے تھے۔ عامر اونچی آواز سے بولا وہ کہاں ہے۔ تو عامر کا باپ بولا تمہیں نہیں پتا کہ تم کو دل کس نے دیا ہے۔

عامر کیا کہا آپ نے اور زور زور سے رونے لگا۔ آخر اس کے دل سے آواز آئی رومت یار، رانی تیرے سینے میں ہمیشہ زندہ رہے گی۔ میرے دوستو یہ بات آپ بھی ان دوست احباب کو بتائیں جن کو آپ کبھی کھونا نہیں چاہتے۔

(ملک علی رضا، فیصل آباد)

رشتہ

جن سے ہم محبت کا رشتہ رکھتے ہیں ان کو ہم ایک لمحے کے لیے فراموش نہیں کر سکتے یہ انتہا مصروفیات کے باوجود ان کی تصویر میں جھانکیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ مصروفیت کے وقت بھی ہمارے وجود میں چھپے ہوتے ہیں۔

(محمد آفتاب شاد، دوکوٹہ)

محبت

محبت خاموش نگاہوں کی زبان ہے جب انسان کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو یہ قدرتی عمل ہے کہ اس کا دکھ اپنا محسوس ہونے لگتا ہے محبت کا لفظی مطلب کشش ہے اور یہ دنیا اسی کشش کی وجہ سے قائم ہے کیونکہ اگر زمین آسمان میں کشش نہ ہوتی تو یہ کبھی کے ختم ہو جاتے اس لیے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ محبت کی وجہ سے یہ دنیا قائم ہے۔

(محمد آفتاب شاہ، دوکوٹہ)

مسکراہٹ

ایک چور چوری کا مال لے کر فرار ہوا راستے میں پولیس والے سے آٹکرا دونوں زمین پر گرے اور سنبھل کے اٹھے کون ہو تم۔ پولیس والا بارعب آواز میں پوچھنے لگا۔

میں چور ہوں یہ کہہ کر چور بھاگ گیا۔

☆☆

موسیقی کے استاد نے اپنے اس طالب علم سے کہا کہ کس تال کے بارے میں تم زیادہ جانتے ہو؟

وہ بولا جی مجھے تو صرف ہڑتال کا زیادہ پتا ہے۔

☆☆

ثمینہ: بتاؤ ایل بی ڈبلیو کا کیا مطلب ہے۔

طوبیٰ: لالہ بوٹ والا۔

(آسٹر، کراچی)

ہری مرچیں

بیٹی: ممی مجھے کس قسم کا شوہر تلاش کرنا چاہیے؟

ماں: بیٹی تم شوہروں کا پیچھا چھوڑو اور اپنے لیے کوئی کنوارا تلاش کرو۔

☆☆

ایک آدمی دوسرے آدمی سے کیا آپ کی گھڑی وقت بتاتی ہے؟

نہیں جناب! خود دیکھنا پڑتا ہے۔

☆☆

میاں بیوی میں کسی بات پر تکرار ہو گیا۔

بیوی نے غصے سے کہا ”اگر زیادتی تمہاری ہو تو تم مر جاؤ اور اگر میری زیادتی ہو تو کاش میں بیوہ ہو جاؤں۔“

(ثوبیہ حسین، کھوٹہ)

فلم میکر ڈاکٹر ہوتا تو

اگر ڈاکٹر حضرات فلم میکر بن جائیں تو فلموں کے نام کچھ یوں ہوں گے۔

زخم تو ہونا ہی تھا۔

کبھی چوٹ، کبھی مرہم

ہمارا فرسٹ ایڈ بکس آپ کے پاس ہے۔

مجھے ڈرپ سے عشق ہوا۔

کاش آپ ہمارے پیشنٹ ہوتے۔

آج میرے یار کا آپریشن ہے۔

ہم بلڈ دے چکے صنم۔

کھونا! ملیریا بخار ہے۔

ایکسرے ہونہ ہو۔

جگر کے سارے زخم، آپ کے نام

ڈاکٹر نہ پوچھے ذات۔

کیپسول بم۔

نبض کی تلاش۔

(ثوبیہ حسین، کھوٹہ)

دیانت کا معیار

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ اپنے غلام کے ساتھ مدینہ منورہ میں رات کو گشت کر رہے تھے ایک مکان سے کچھ آوازیں سنیں ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دے بیٹی نے کہا۔ امیر المومنین نے کہا کہ دودھ میں پانی ملا کر مت فروخت کرو عورت بولی یہاں کوئی نہیں ہے لڑکی بولی اماں

جان یہ بات دیانت کے خلاف ہے کہ روبرو تو اطاعت کی جائے اور غائبانہ خیانت یہ گفتگو سن کر حضرت عمر فاروقؓ بہت متاثر ہوئے لڑکی کی دیانت اور اس کی حق گوئی پر خوش ہو کر بعد میں اپنے بیٹے عاصم کی اس سے شادی کر دی۔

کردار

انسان کا کردار گلاب کے پھول کی مانند ہوتا ہے اگر ایک بار شاخ سے ٹوٹ جائے تو دوبارہ نہیں جڑ سکتا جب تک پھول شاخ سے جڑا رہتا ہے تب تک اس میں رنگ اور خوشبو موجود رہتی ہے جو اس کے حسن اور سحر میں اضافہ کرتی ہے مگر جب وہ شاخ سے جدا ہوتا ہے تو رنگ اور خوشبو کھو دیتا ہے اس طرح انسانی کردار جب تک پاکیزہ اور سچا رہتا ہے دنیا کی ہر چیز سے قیمتی ہوتا ہے لیکن جب وہ اپنی سچائی کھو دیتا ہے تو دنیا کی کم تر چیزوں سے ارزاں ہو جاتا ہے۔

(محمد صفدر دکھی، کراچی)

عورت کی پہچان

جس عورت کی آنکھیں بلی جیسی ہوں وہ خود غرض مطلب پرست اور بے وفا ہوتی ہے۔ جس عورت کی آنکھیں تھوڑی سیاہ اور چھوٹی ہوں وہ وفادار اور سلیقہ شعار ہوتی ہے۔
جس عورت کی آنکھیں موٹی اور رنگ گورا ہو وہ صرف وقت گزار ہوتی ہے۔
جس عورت کا رنگ سانولا ہو وہ دل کی صاف اور حد سے زیادہ وفادار ہوتی ہے۔
جس عورت کا قد چھوٹا ہو وہ بہت ہونہار چالاک اور شاطر ہوتی ہے۔
بھورے بالوں اور بلی آنکھوں عورت اپنے شوہر کو دل کا راز نہیں بتاتی۔
سیاہ نشیلی آنکھوں والی عورت صرف ایک بار پیار کرتی ہے اگر اس کا ایک بار دل ٹوٹ جائے تو پھر وہ بہت سارے دل توڑ دیتی ہے۔
جو چاہو کرتے پھرو لیکن کبھی عورت کو دل کا راز مت بتاؤ۔

(آصف سانول، بہاولنگر)

اقوال زریں

انکار کرنا ہے تو سود اور رشوت خوری سے کرو۔
توبہ کرنی ہے تو گناہ اور بداعمالیوں سے کرو۔
طلب کرنی ہے تو جنت کی کرو۔
کام آنا چاہتے ہو تو کسی مجبور اور بے کس کے آؤ۔
بھلا کرنا چاہتے ہو تو کسی بیوہ اور یتیموں کا کرو۔
محبت کرنا چاہتے ہو تو خدا اور اس کے رسول سے کرو۔
علم چاہتے ہو تو انگریزی کے ساتھ اسلامی بھی پڑھو۔
کام نفع چاہتے ہو تو ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔
چین سے جینا چاہتے ہو تو کسی بڑی بات کی حسرت نہ کرو۔
ہر ماہ اچھی باتیں پڑھنا چاہتے ہو تو ماہنامہ جواب عرض کا مطالعہ کرو۔

عجیب معلومات

"رومی شہنشاہ نیرو کی ملکہ نے 500 گدھیاں پال رکھی تھیں جن کے دودھ سے وہ غسل کرتی تھی۔
پانامہ کے ملک میں جشن آزادی دو مرتبہ منائی جاتی ہے۔
چین واحد ملک ہے جہاں پر پولیس نہیں ہے۔
اسپین کے ایک گاؤں میں ہر شخص کی سات سات انگلیاں ہیں۔
انڈونیشیا کے بہت سارے جزیروں میں چاول کی فصل کی کاشت پر شادیاں کی جاتی ہیں اور کٹائی پر طلاق دی جاتی ہے۔
ہندوستان کی ریاست جے پور کے مہاراجہ بان سنگھ نے 1500 شادیاں کی تھیں۔
افریقہ کے شہر میگازا میں مکان نمک سے بنے ہوئے ہیں۔
بلجیم دنیا کا واحد ملک ہے جہاں ننگے پاؤں چلنا جرم ہے۔
آسٹریلیا کے جنگلات میں بکرے مچھلیاں کھاتے ہیں۔
اسفنج ایسا جانور ہے جس کے جسم نہ ہڈی نہ ہاتھ پاؤں ناک کان بھی نہیں پھر بھی زندہ رہتا ہے۔
جاپان کے بادشاہ شوگر مچی نے اپنے

خود سے کتاب لکھی تھی۔
ابلیس چالیس سال تک جنت کا خزانچی رہا تھا۔
چمگادڑ واحد جانور ہے جو اڑتا ہے اور بچوں کو دودھ پلاتا ہے۔
کل روئے زمین کا رقبہ تیرا کروڑ مربع میل ہے۔
جو کفار کو عذاب دیں گے ان فرشتوں کو زبانیہ کہا جاتا ہے
قیامت کے دن سب سے پہلے حساب حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوگا۔
اس وقت عرش کو اٹھانے والے چار فرشتے ہیں۔
جس طرح زمین والوں کا قبلہ کعبہ ہے اس طرح زمین والوں کا قبلہ عرش ہے۔
آسمان پر آذان سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پڑھی تھی۔
(آصف سانول، بہاولنگر)

اسلامی معلومات

قرآن مجید میں لفظ اللہ 2697 بار آیا ہے۔
قرآن مجید میں حضور نبی کریمؐ کا اسم گرامی ''محمدؐ'' 4 بار آیا ہے۔
قرآن مجید میں حروف کی تعداد 323760 ہے۔
خانہ کعبہ میں سب سے پہلی اذان فتح مکہ پر دی گئی۔
خانہ کعبہ کا نقشہ حضرت جبرائیل نے تیار کیا۔
حضرت نوح علیہ السلام کا مزار کوفہ میں ہے۔
مسلمانوں کا پہلا موذن حضرت بلالؓ تھا۔
حضرت عمیرؓ جنگ بدر کے سب سے کم سن شہید تھے۔
مسجد حرام دنیا کی پہلی مسجد ہے۔
حضرت سمیہؓ اسلام کی راہ میں شہید ہونے والی پہلی خاتون ہے۔
اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو نماز جنازہ ادا نہیں کی جاتی۔
نماز جنازہ میں کوئی سجدہ نہیں ہوتا۔
مسلمانوں پر پانچ وقت کی نمازیں شب معراج کو فرض کی گئیں۔
اسلامی سال 354 دن 8 گھنٹے کا ہوتا ہے۔
(رائے اطہر مسعود آکاش، R-214/9)

رزق

ایک مسافر تھکا ہارا رات کو کسی گاؤں کی مسجد میں پہنچا۔ امام صاحب موجود تھے مسافر نے ان سے کھانا طلب کیا تو امام مسجد نے پوچھا۔ ''کیا تو نے نماز پڑھی؟''
مسافر بولا ''بخدا! میری عمر اسی برس ہے، میرے خدا نے آج تک رزق دینے سے پہلے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے نماز پڑھی یا نہیں''۔

زعفران

ایک آدمی سیر کو جا رہا تھا۔ اس نے راستے میں فقیر کو کچھ گنتے ہوئے دیکھا۔ اس سے پوچھا اے فقیر کیا شہر کے فقیروں کو گنتا ہے۔
فقیر نے جواب دیا فقیر تو بہت ہیں میں امیروں کو گنتا ہوں جو تعداد میں کم ہیں۔
ایک دفعہ لوگوں نے بچھو سے پوچھا تو سردیوں میں کیوں نہیں نکلتا۔ بچھو نے کہا گرمیوں میں میری کیا عزت ہوتی ہے کہ سردیوں میں بھی باہر آؤں۔
ایک چور رات کے وقت ایک فقیر کے گھر گیا بہت تلاش کیا کچھ نہ پایا۔ فقیر جاگ رہا تھا اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا میں روشن دن میں یہاں کچھ نہیں پاتا ہوں تو اندھیری رات میں کیا پائے گا۔

اقوال زریں

کامیابی کانٹوں کی سیج ہے۔ قیمت چکائے بغیر اسے حاصل کرنے کی امید مت رکھو۔
سمجھدار مشکل کاموں کو آسان بنانے کا نام ہے۔
زندگی میں اگر کامیابی چاہتے ہو تو لگن کو اپنا دوست، مہارت کو اپنا مشیر، اختیار کو اپنا بھائی اور امید کو ہموا بنا لو۔
جو خطرات سے کھیلنے کی ہمت نہیں رکھتا وہ زندگی بھر کچھ نہیں کر سکتا۔
جو گرتا نہیں وہ بھی کامیاب نہیں ہوتا
(ثوبیہ حسین، کھوڑہ)

اقوال زریں

سب سے زیادہ پیار کرنے والی ہستی ماں ہے۔
سب سے بڑی دولت اولاد ہے۔
سب سے بڑی نعمت تندرستی ہے۔
سب سے زیادہ احترام ماں باپ اور استاد کا کرو۔
سب سے بڑی نیکی ماں باپ کی خدمت کرو۔
سب سے آرام دہ جگہ ماں کی آغوش ہے۔
سب سے زیادہ نرم ماں کا دل ہے۔
سب سے زیادہ غریب انسان جس کا کوئی دوست نہیں۔
سب سے شفیق ہستی ماں ہے۔

لطیفہ

ایک دفعہ ایک بچہ گھر سے مار کھا کر غصے میں سکول جا رہا تھا۔ راستے میں کسی نے پوچھا بیٹا۔
طالب علم ہوں پڑھنے جا رہا ہوں۔
بچہ نہیں کنجر ہوں، یونیفارم میں مجرا کرتا ہوں۔
دل سے یہ آواز آتی ہے ہر پل ہم کو تیری یاد آتی ہے۔
دل پوچھتا ہے یہ بات بار بار ہم سے۔
جن کو تم یاد کرتے ہو کیا ان کو تیری یاد آتی ہے
(غزالہ جبرائیل، لاہور)

موت

میں نے کئی بار اس موضوع پر غور کیا کہ موت کیا ہے؟ اس سے زندگی کا کیا رشتہ ہے؟
ایک دفعہ میں نے ایک سمندری جہاز دیکھا جب وہ ساحل سے دور ہوا، نظروں سے اوجھل ہو گیا۔
تب وہاں موجود لوگ کہنے لگے۔ چلا گیا میں نے سوچا دور ایک بندرگاہ ہو گی وہاں پر جہاز دیکھ کر لوگ کہیں گے آ گیا۔ اور شاید اسی کا نام موت ہے ایک پرانی زندگی کا خاتمہ اور نئی زندگی کی ابتداء۔

اچھی بات

اچھا انسان وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا دکھ تو بھلا دے پر کسی کی دی ہوئی محبت کبھی نہ بھلائے۔

بدلہ

رشید نے زاہد سے پوچھا۔ یہ تم نے اندر کی جیب میں کیا ڈالا ہوا ہے جو اس قدر ابھرا ہوا ہے۔
زاہد نے سرگوشی میں جواب دیا۔
ڈائنا مائٹ ہے۔ اور میں اس موٹے امجد کا انتظار کر رہا ہوں وہ جب بھی مجھے ملتا ہے سیدھا میرے سینے پر گھونسا مارتا ہے۔ اس بار اس نے یہ حرکت کی تو اس کے ہاتھ کی دھجیاں بکھر جائیں گی۔

ثواب

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ مومن کے دل میں خوشی داخل کرنا سب سے افضل کام ہے خواہ تو اس کی ستر پوشی کرنے کے لیے کپڑے پہنائے۔ اس کی بھوک دور کرنے کے لیے اسے شکم سیر کر دے یا اس کی کوئی حاجت پوری کر دے۔
(ایس انمول، بھابڑہ شریف)

تبلیغ

اس وقت ساری دنیا بیمار ہے، لاعلاج مریضوں کیلئے مرکز قبرستان آخری ہسپتال ہے تین دن کی گولیاں دس دن کا کیپسول چالیس دن کا انجکشن چار ماہ کا گلوکوز دستیاب ہے پھر بھی طبیعت ٹھیک نہ ہو تو ایک سال اندرون و بیرون ملک لگا کر آپریشن کروائیے۔ متجاب روحانی شفا خانہ 5 وقت کی نماز۔
(ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

ہنسیں مسکرائیں

☆......جن لوگوں کی یہ تھیوری ہے کہ بھینس میں عقل نہیں ہوتی وہ خود بے وقوف ہیں ہماری بھینس کو آ کر دیکھیں جو اتنی عقل مند ہے کہ سارے گھر کو بے وقوف بنا رکھا ہے گھر کے ہر فرد کو اس نے نوکر بنا رکھا ہے ہمیں تو وہ سرونٹ کی بجائے کسی صوبہ کی گورنر معلوم ہوتی ہے خود تنکا تک نہیں توڑتی سارا کام گھر کے کینٹ سے کرواتی ہے اور خود صرف دستخط کر دیتی ہے کہ جاؤ آج کے بجٹ میں تمہارا پانچ کلو دودھ منظور۔
☆......ایک ہسپتال میں ٹیلی فون کی

گھنٹی بجی تو نرس نے ریسیور اٹھایا کوئی کہہ رہا تھا کیا آپ کمرہ نمبر 52 کے مریض کا حال بتا سکتی ہیں۔ اس کا آپریشن پچھلے ہفتے ہوا تھا۔ نرس نے فون کرنے والے کو دو منٹ رکنے کا کہا اور پھر بتایا میں نے ریکارڈ میں مریض کا چارٹ دیکھا ہے ان کی حالت ٹھیک ہے اور وہ تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہے آپریشن کامیاب رہا ہے وہ تو اس وقت سو رہے ہوں گے صبح میں انہیں آپ کا نام بتاؤں گی۔

فون کرنے والے نے جواب دیا میں کمرہ نمبر 52 کا مریض ہی بول رہا ہوں آپ کو اس لیے زحمت دی ہے کہ میرے ڈاکٹر تو مجھے کچھ بتاتے نہیں تو آپ ہی بتا دیں۔

انمول موتی

حق پر چلنے والے کا پاؤں شیطان کے سینے پر ہوتا ہے۔

دوستی پیاز کی طرح ہوتی ہے جس کا ہر پرت دوسرے کے ساتھ محبت سے جڑا ہوتا ہے۔ اس کو کاٹو گے تو صرف آنسو ملیں گے۔

وقت، خوشبو، ہوا کبھی قید نہیں ہو سکتے مگر کیش ہو سکتے ہیں۔

غلطی کرنا انسان کی فطرت اور معاف کر دینا خدا کا اختیار ہے۔

غم کتنا ہی سنگین ہو نیند سے پہلے تک ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا خوف ہی سب سے بڑی دانائی ہے۔

☆

رانا صاحب کو ان کے ایک شناسا قیصر صاحب نے اداس، غمزدہ اور منہ لٹکائے بیٹھے دیکھا تو ہمدردانہ انداز میں اس کا سبب پوچھا۔ رانا صاحب بولے دو ماہ پہلے میرے ایک خالو کا انتقال ہو گیا ان کی کوئی اولاد نہ تھی انہوں نے ترکے میں میرے لیے پانچ لاکھ روپے چھوڑے۔

قیصر صاحب نے کہا اس میں اداس ہونے کی کیا ضرورت تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔

رانا صاحب نے ان سنی کر کے فرمایا پچھلے مہینے میرے ایک چچا مر گئے انہوں نے میرے لیے دس لاکھ روپے چھوڑے۔

قیصر صاحب نے کہا: تمہیں تو پھولے نہیں سمانا چاہیے تو پھر آخر منہ لٹکائے کیوں بیٹھے ہو۔

رانا صاحب نے ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا بھئی یہ مہینہ ختم ہونے کو آ رہا ہے اور ابھی تک کہیں سے مزید کوئی خبر نہیں آئی۔

(پرنس افضل شاہین، بہاولنگر)

انسانی نسلیں

اریائی نسل: یہ نسل یورپ، ترکی ایران اور برصغیر میں پھیلی ہوئی ہے ان کی رنگت سفید ناک پتلا اور آنکھیں کشادہ ہوتی ہیں آریائی زبانوں میں انگریزی، فارسی، ترکی سنسکرت اور لاطینی قابل ذکر ہیں۔

سامی نسل: تمام عرب اور یہودی سامی نسل سے تعلق رکھتے ہیں یہ عرب ممالک اور مشرقی افریقہ میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی ناک اور رنگت اریائی نسل سے قریب ہے اور رنگت گندم گوں ہوتی ہے یہ سامی زبانیں بولتے ہیں۔ جن کی گرائمر کا ڈھانچہ اریائی زبانوں سے مختلف ہے ان کی زبانیں عربی، عبرانی، آرمی، اسوری، فنیقی اور ایتھوپیا وغیرہ ہیں۔

یافث کی نسل: یہ نسل زیادہ تر مشرق بعید میں پھیلی ہوئی ہے مثلاً چین، منگولیا، جاپان، ویت نام، تھائی لینڈ، کوریا، انڈونیشیا، فلپائین وغیرہ ان کی آنکھیں چھوٹی ناک چپٹی، رنگت پیلی اور قد کوتاہ ہوتا ہے۔

حبشی نسل: یہ نسل افریقہ میں کثرت سے بستی ہے اس کی رنگت سیاہ، بال گھنگھریالے، ناک چپٹی آنکھیں کشادہ اور قد کاٹھ اچھا خاصا ہوتا ہے۔

(ایم مظہر نظیر، کیوائی بالاکوٹ)

اقوال زریں

مت کہو ایسی بات جس سے کسی کو صدمہ پہنچے۔

دوستی ایک ایسا پھول ہے جو ہمیشہ اعتماد و خلوص کی شاخ پر کھلتا ہے۔

اگر آپ انصاف کی سیٹ پر بیٹھے ہیں تو اپنے بیگانے کا فرق ذہن سے نکال دیں۔
انہیں لفظوں کے آنسو بنتے ہیں جو زبان سے ادا نہ ہوسکیں۔
اتنے اجلے نہ ہو کہ دوسرے میلے نظر آئیں۔
جتایا ہوا احسان ضائع ہو جاتا ہے۔
(پرنس افضل شاہین، بہاولنگر)

سنہرے موتی

کسی بھی چیز کی قدر دو وقتوں میں ہوتی ہے ایک ملنے سے پہلے اور دوسرا کھونے کے بعد
ہر رشتہ رشتہ نہیں بناتا پر کچھ بنا رشتوں کے ہی رشتے نبھاتے ہیں شاید وہی لوگ دوست کہلاتے ہیں۔
گفتگو چاندی ہے تو خاموشی سونا۔
خوشی بانٹنے سے اس طرح بڑھتی ہے جیسے زمین میں بوئے ہوئے بیج کی فصل۔
جب کوئی کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو جائے تو شکر ادا کرو کہ خداوند تعالیٰ نے تمہاری مرضی کو اتنی اہمیت دی اور اگر تمہاری مرضی سے بہتر اور بہت افضل ہوگا۔
لہریں متاثر کن ہوتی ہیں اس لیے نہیں کہ وہ اٹھتی اور گرتی ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ جب بھی گرتی ہیں اگلی بار اٹھنے میں ناکام نہیں ہوتی۔
تجربہ انسان کو غلط فیصلے سے بچاتا ہے مگر تجربہ غلط فیصلے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔
چار چیزیں کبھی نہ توڑو اعتماد، وعدہ، رشتہ، دل کیونکہ وہ جب ٹوٹتے ہیں تو شور نہیں ہوتا۔
خوشی انسان کو اتنا نہیں سکھاتی جتنا غم سکھاتا ہے۔
زبان کو شکوے سے دور روک لو خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔
نیک بننے کی کوشش ایسے کرو جیسے حسین بننے کی کرتے ہو۔
اپنی زبان کی تیزی اپنی ماں پر مت آزماؤ جس نے تمہیں جنا اور پالا پوسا، اور بولنا سکھایا کیونکہ اگر کوئی شخص اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے والد اور والدہ دونوں راضی ہوں تو اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک راضی ہو تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اس طرح اگر کوئی انسان یا شخص اس حالت میں صبح کرے کہ اس کے والدین اس سے ناراض ہوں تو اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اگر ان میں سے ایک ناراض ہو تو ایک جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔
(محمد صفدر دکھی، کراچی)

اختصاریئے

تم اتنے ہی برے ہو جتنا تمہارے دست نگر تم سے ڈرتے ہیں اور اتنے ہی اچھے ہو جتنا تم پر مرتے ہیں۔
کینہ پرور کتنا بھی کج کلاہ ہو کسی بھی کروٹ بیٹھے بالآخر اسے پہاڑ کے نیچے آنا ہوتا ہے۔
وقت کی جھیل میں پھینکی گئی عمل کی ہر کنکری کی لہریں زندگی کے کناروں کو بھگو کر رکھ دیتی ہیں۔
بچے کل اتنے ہی اچھے ہیں کہ فیصلہ مشکل ہو جاتا ہے کہ زیادہ برا کون ہے۔
بعض لوگوں کے بارے میں یہ بآسانی کہا جا سکتا ہے کہ وہ منہ میں سونے کا نوالہ لے کر پیدا ہوتے ہیں۔
نصیحت کرنے والی زبان اور سننے والے کان کم ہی اکٹھے ہوتے ہیں۔
آمدنی سے بڑھ کر وہی خرچ کرتا ہے جس کے پاس قرض حسنہ کی سہولت موجود ہو۔
بندہ جب خدا بن جائے تو خدائی حرکت میں آہی جاتی ہے۔
(محمد صفدر دکھی، کراچی)

اقوال زریں

دوست نما دشمن سب سے خطرناک ہے۔ (حضرت محمد ﷺ)
عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔ (حضرت علیؓ)
کلام میں نرمی اختیار کر، کیونکہ الفاظ کی نسبت لہجے کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ (امام غزالیؒ)
مصیبت میں آرام کی تلاش مصیبت کو ترقی دیتی ہے۔ (حضرت امام جعفر صادقؒ)
حسن اخلاق سے زندگی راحت و آرام سے بسر ہوتی ہے۔ (بقراط)
(محمد انصر ملک، سرگودھا)

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

نسیم انجم، قصور کے نام
دیئے جلانے کی رسمیں بہت پرانی ہیں
ان کے شہر میں انسان جلائے جاتے ہیں
(اک دل کا روگی، کنگن پور)

حبیب اللہ، ارزانی پور
میں تجھے یاد بھی کرتا ہوں تو جل اٹھتا ہوں
تو نے کسی درد کی صحرا میں گنوا دیا ہے مجھے
(عبدالمجید، ارزانی پور)

مہوش اور کنزا، حجرہ شاہ مقیم
پلٹ کر بھی نہ دیکھیں گے یہ بے رخی تمہاری مہوش
بھلا دیں گے تجھے ایسے کہ تو بھی یاد رکھے گی
(غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

سلمیٰ ناز، بورے والا
میرے دل کی ہے یہ آرزو مجھے تو ہی ملا کرے
مجھے چاہے یونہی عمر بھر نہ شکایتیں نہ کرے

میر- زندگی تیرے لئے
میری رب سے دعا ہے کبھی جدا نہ ہو
(فیض اللہ، دربار سخی سرور)

دوست امین کے نام، عارف والا
غموں کے سائے میں چلتا رہا میں
زمانے میں رسوا کیا عاشقی نے
یادوں میں ڈوب کر شعر برستا رہا

بنایا ہے شاعر مجھے آپ ہی نے
(رانا بابر علی ناز، لاہور)

فیصل امیر، عامر شہزاد، جھنگ
جب کسی سے نصیبوں کے ستارے روٹھ جاتے ہیں
چھوڑ دیتی ہے دنیا جب سہارے ٹوٹ جاتے ہیں
وہ کشتی حسن کے مقدر میں ہو ڈوب جانا
اگر قانوں سے بچ نکلے تو کنارے روٹھ جاتے ہیں
(منظور اکبر تبسم، جھنگ)

عامر سلطان، چنیوٹ
دل سے لبوں تک اک دعا رہتی ہے
ہر دم آپ کی پرواہ رہتی ہے
خدا ہر سکھ دے زندگی میں آپ کو
ہر دعا میں رب سے یہی التجا رہتی ہے
(منظور اکبر تبسم، جھنگ)

محمد عثمان، لاہور
قربانیوں کی عید ہے ایک قربانی ہمیں بھی دے دینا
لگا کر گلے سے ہمیں لبوں کے جام پی لینا
(محمد عثمان، لاہور)

فائزہ کے نام، کہوٹہ
تیری نگاہ سے کوئی گلہ نہیں اے دوست
تیری نگاہ کے قابل ہمارا حال نہ تھا
(ثوبیہ حسین، کہوٹہ)

محمد فیاض غوری، بہاولپور
زندگی عبادت سے معمور کر لو
بغیر عبادت یہ زندگی جانوروں جیسی ہے
(بشیر احمد بھٹی، بہاولپور)

مسکان کے نام، کنگن پور
اختلاف رائے ممکن ہے پر اتنا سوچ لے
زندگی بھر کے لئے رستے جدا ہو جائیں گے
(اک بے وفا، کنگن پور)

کسی اپنے کے نام
چوما ہے اپنی آنکھوں کو رکھ کر آئینہ
جب بھی ہوتی ہے خواب میں زیارت جناب کی
(محمد اسحاق انجم، کنگن پور)

نسیم کے نام
لوگ کھلتے ہوئے پھولوں کو مسل دیتے ہیں
ہم نے کانٹوں کو بھی پہلو میں سجا رکھا ہے
(محمد اسحاق انجم، کنگن پور)

امجد کے نام، گوجرانوالہ
نہ جانے کیوں وہ لوگ دل کو اچھے لگتے ہیں
جو کبھی ملے تھے بچھڑ جانے کے لئے
(صائمہ امجد، گوجرانوالہ)

ایس سحر، وریام
محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص

ہوتے
ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا
(یونس عبدالرحمٰن، نین رانجھا)

کسی اپنے کے نام، کنگن پور

میں تو مفلس ہوں یقین کرو
تو کہاں اب تیرا انجام کہا
(عثمان دکھی، کنگن پور)

افسانہ جی، خانیوال

روز ڈھلتا ہوا سورج مجھ سے کہتا ہے
شاہد آج اس کو بے وفا ہوئے ایک
اور دن گزر گیا
(شاہد رفیق، خانیوال)

ماموں ولی محمد اعوان، لاہور

کانپ رہا ہے میرا دل اے قلم پہلے
باوضو ہو جاؤ
ہو رہی ہے رحمتوں کی برسات پہلے
باوضو ہو جاؤ
(آپکا بھانجا حافظ عبیداللہ)

پرنس مظفر شاہ، پشاور

میں نے تجھے دل دیا دلدار سمجھ کر
تو نے مجھے پھینک دیا پٹھان کا نسوار
سمجھ کر
(پرنس ظہیر، کرک)

منظور اکبر تبسم، جھنگ

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے
لگتے ہیں
کسی بہانے تجھے یاد کرنے لگتے ہیں
(پرنس مظفر شاہ، پشاور)

اے کے نام، راولپنڈی

اندیشہ بھی تھا اور احتیاط بھی بہت کی
مگر ہوتے ہوتے وہ شخص جدا ہو ہی گیا
(مزمل عارف، راولپنڈی)

عمران، دو کوٹہ

کبھی نہ چین سے سوئے ہم
تیرے پیار میں جب سے کھوئے ہم
یہ خواب وخیال یہ خواہش
کیا کیا حسین محل بنائیں ہم
(محمد آفتاب شاد، دوکوٹہ)

نیہا، نارووال

ہم تو ہر ایک کو اپنا کر رشتہ بنانے لگے
جہاں جہاں سے بھی گزرے اپنی
یاد سجانے لگے
پر مقدر کا لکھا بھی عجیب تھا میری
قسمت میں
گناہ گار کوئی اور تھا پر سزا ہم پاتے
گئے
(خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

زوہیب اختر، چشتیاں

ہمارے شہر آ جاؤ برستی رہتی ہے برسات
کبھی بادل برستے ہیں کبھی
آنکھیں برستی ہیں
(قربان علی، چشتیاں)

کنول شہزادی، شیخوپورہ

زخمی پاؤں کو تیرے گھر کا کانٹوں
بھرا رستہ جانے کیوں اچھا لگا
مجھے کہکشاں سے بھی زیادہ
تو ہی کم ظرف تھا بے وفا نکلا پہچان
نہ سکا
میں نے تو تجھے پیار دیا تھا تیری ماں
سے بھی زیادہ
(بشارت علی، شیخوپورہ)

الیس، روڈو سلطان

کیسے کرو گے تم میری چاہت کا
اندازہ
میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے
گہرا ہے
(اکمل زخمی، روڈو سلطان)

ماہ نور بلوچ، کراچی

جیسے جیسے وہ قابل غور ہوتے جا رہے ہیں
اور سے اور سے اور ہوتے جا رہے ہیں
(محمد وقاص احمد، سہگل آباد)

محمد ارشد وفا، گوجرانوالہ

کچھ باتیں مجھے یوں جیسی کچھ لمحہ تھا
خوشبو صبا
میں شہر چمن میں ٹہلا تو تو مجھے بہت یاد
آیا
(مولانا عبدالغفور، حافظ آباد)

عابدہ، دیپالپور

تمہاری نظروں میں ہم نے دیکھا
عجب سی چاہت جھلک رہی تھی
ہم تیرے شہر میں آئے مسافر کی طرح
صرف ایک بار ملاقات کا موقع دے دے
(ساجد علی، دیپالپور)

آمنہ کے نام، وادی لیپہ

خدا نہ کرے آپ کو کبھی غم ملے
خوشیاں اور ہنسی ہر دم ملے
جب بھی غم آپ کی طرف آئے
خدا کرے راستے میں اسے ہم ملے
(محمد عامر رحمان، لیپہ آزاد کشمیر)

کسی بچھڑ جانیوالے کے نام

تیری یاد کے چراغوں کو جلایا ہر شام
تیری تصویر کو سینے سے لگایا ہر شام
مانگی ہے خدا سے تیرے ملن کی دعا بادی

بیٹھ کے تنہا ہاتھوں کو اٹھایا ہر شام
(حماد ظفر بادی، منڈی بہاؤالدین)

وجیہہ ملک، کراچی

منصف ہو اگر تو کب انصاف کرو گے
مجرم ہیں اگر ہم تو سزا کیوں نہیں دیتے
(احسن شاہ ناز، راولپنڈی)

مائی ویلش کے نام

مقدر میں کیا لکھا ہے کوئی کیا جانے کیف
پر اچھا سا لگا ہے تجھے دل و جان لکھنا
(شہزادہ سلطان کیف، بھمبر AK)

نازجی فیصل آباد کے نام

کاش یہ دل ہوتا اختیار میں
دھڑکتا بھی نہ تیرے پیار میں
اس کے ساتھ آنکھیں بھی روتی ہیں
میرے صنم تیرے انتظار میں
(جبرائیل آفریدی)

ایک بے وفا کے نام

ملے تو ہزاروں لوگ زندگی میں اے ذوالفقار
وہ ان سب سے جدا تھا جو دل میں اتر گیا
(ذوالفقار پردیسی، کوٹلی)

کسی بے وفا کے نام

تیری شراب کا نشہ تو صرف
ایک رات تک ہے ساقی تو عمر بھر
مدہوش ہو جائے گا اگر
دیکھ لے میرے یار کی آنکھیں
(راشد لطیف، بصیرے والا)

مہر شیر محمد (شہر خموشاں)

جو ہمت و شجاعت کا پیکر تھے
آخر کیوں ٹوٹ گئے
ہم ان سے محبت کرتے تھے
کیوں ہم سے وہ روٹھ گئے

(ایس انمول، بھابڑہ شریف)

ایس کے نام

اک عمر بیت چلی ہے تجھے چاہتے ہوئے
تو آج بھی بے خبر ہے کل کی طرح
(مظہر نظیر، کیوائی، بالاکوٹ)

ثاقب راولپنڈی کے نام

ساون بھی میرے تم ہو میری پیاس بھی تم ہو
صحرا کے بگولوں میں چھپی آس بھی تم ہو
تم یوں بہت دور بہت دور ہو مجھ سے
محسوس یہ ہوتا ہے میرے پاس بھی تم ہو
(ایم مظہر نظیر، کیوائی بالاکوٹ)

SR کے نام

دور ہو کر رولا نہ دینا
چپ رہ کر سزا نہ دینا
نہ دے سکو خوشی تو غم ہی سہی
بس ایک وعدہ کرو کہ زندگی میں ہمیں بھلا نہ دینا
(محمد سلیم پردیسی، میرپور خاص)

وکیل عامر ساہیوال کے نام

فرصت ہو اگر آنے کی اے جان تمنا
آجا کہ تجھے دل نے بہت یاد کیا ہے
(پرنس مظفر شاہ، پشاور)

A بہاولنگر کے نام

ہمارا تعلق بھی مثل شمس قمر سا رہا
کہ رابطہ بھی مسلسل اور فاصلہ بھی مسلسل رہا
(عبدالسلام چوہدری، بہاولنگر)

سحر کے نام، وریام

تو ہے ہرجائی تو اپنا بھی یہی طور سہی
تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

(یونس عبدالرحمن گجر، نین رانجھا)

مس مانو جی گوجرانوالہ کے نام

جب خیال آیا تو تیرا آیا
آنکھیں بند کیں تو خواب تیرا آیا
سوچا یاد کر لوں خدا کو پل پل
دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا تو نام تیرا آیا
(ایم جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

فیصل رحمان لاہور کے نام

زندگی شاید اسی کا نام ہے
دوریاں، مجبوریاں اور تنہائیاں
(فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور شہر)

کنول کے نام

میری طرح شجر بھی باغیانہ مزاج ہیں کنول
جہاں سے کاٹیں گے وہاں سے ہی اگ آئے
(میاں عمر زمان شاہین چک نمبر 75/12-L)

A کے نام، پتوکی

میری تنہائی کو تمہاری ضرورت ہے NA
اگر اجازت ہو تو یادوں میں بسا لوں تم کو
(نوید ملک، گولارچی بدین)

S کے نام فورٹ عباس

میں بیمار محبت ہوں
مجھے کیا غرض حکیموں سے
اگر میری شفا چاہو تو اطہر
میرا محبوب لے آؤ
(رائے اطہر مسعود آکاش، 214/9-R)

جمیلہ یونس، سیالکوٹ

محبت کی دنیا میں آ کر تو دیکھو
ذرا پیام محبت سنا کر تو دیکھو
جدائی کا ساگر ہے شہر موج صحرا

میری طرح جان کی بازی لگا کر تو دیکھو
(ایم افضل کھرل، ننکانہ صاحب)
ناصر آباد کے ایک بے وفا کے نام
میں عجب زمانے کی وفا دیکھتا رہا
عمر بھر اپنا گھر تنہا دیکھتا رہا
جانے کیوں کتراتے ہیں لوگ مجھے ملنے سے
پانی مانگتے مانگتے میرے ہونٹ پتھر کے ہو گئے
کل شب دیر تک آئینہ دیکھتا رہا
اور وہ پکڑے مشکیزہ دیکھتا رہا
(عمر دراز آکاش، جڑانوالہ سٹی)
اک دل میں رہنے والے کے نام
سہانا موسم تھا ہوا میں نمی تھی
آنسوؤں کی بہتی ندی ابھی ابھی تھمی تھی
ملنا تو ہم بھی چاہتے تھے مگر آپ کے پاس
وقت اور ہمارے پاس سانسوں کی کمی تھی
(عمر دراز آکاش، جڑانوالہ فیصل آباد)
مجید احمد جائی اور منظور اکبر تبسم کے نام ملتان، جھنگ
لب پہ صدیوں کی پیاس رکھتا ہوں
آپ کے ملنے کی آس رکھتا ہوں
اپنی آنکھوں کے تپتے صحرا میں
سارے منظر اداس رکھتا ہوں
(عمر دراز آکاش، جڑانوالہ)
حماد ظفر ہادی، گوجرہ
ابھی تم طفل مکتب ہو سنبھالو اپنے جذبوں کو
یہ طوطے کچے پھلوں کا بہت نقصان کرتے ہیں
(رانا نذر عباس، منڈی بہاؤالدین)
A کے نام، پتوکی
نہیں چھوڑ سکتے ہم دوسروں کے ہاتھ میں تجھ کو
واپس لوٹ آؤ کہ ہم ابھی تک اکیلے ہیں
(نوید ملک، گولارچی)
مسز ایم کے نام، سرگودھا
تیری نظر کو ہی فرصت نہ تھی ورنہ
میرا مرج لاعلاج نہ تھا
ہم آئے تھے تیرے شہر میں محبت بانٹنے
پر تیرے شہر میں محبت کا رواج نہ تھا
(محمد رمضان چانڈیو، بستی کالیوالی)
وسیم تبسم، ضلع مانسہرہ
جسے طوفان سے الجھنے کی ہو عادت تبسم
اس کشتی کو سمندر بھی دعا دیتا ہے
(نوید جگنو، ہزارہ ضلع مانسہرہ)
مجاہد چاند، فیصل آباد
وہ مجھے بھول گیا ہو گا
اتنی مدت خفا نہیں رہتا
(ملک علی رضا، فیصل آباد)
محمد ریاض ساقی، جھنگ
ہم باوفا تھے اس لیے نظروں سے گر گئے
شاید تجھے تلاش کسی بے وفا کی تھی
(مقصود احمد، میاں چنوں)
کسی اپنے کے نام
وہ آئے ہمارے گھر کتنے انجان بن کر
دیکھے تو بیٹھے ہیں کتنے نادان بن کر
آنکھیں نیچے کیے سر جھکائے بیٹھے ہیں
یہی تو ہیں جو ہمارا دل چرائے بیٹھے ہیں
(مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)
G صدیقی، کراچی
اب خوش ہے نہ غم دلانے والا
ہم نے اپنا لیا ہر رنگ زمانے والا
اک مسافر کے سفر میں ہے سب کی دنیا
کوئی جلدی میں کوئی دیر سے جانیوالا
(خالد فاروق آسی، فیصل آباد)
اے آر راحیلہ، فیصل آباد
سدا خوش رکھنا میرے خدا اس کو
تیرے فرشتے بھی دیں دعا اس کو
دینا اس کو اس کی چاہت سے زیادہ
مانگے قطرہ تو ملے دریا اس کو
(خالد فاروق آسی، فیصل آباد)
کسی اپنے کے نام
ہم نے وقت سے بہت وفا کی
لیکن وقت ہم سے بے وفائی کر گیا
کچھ تو ہمارے نصیب برے تھے
کچھ لوگوں کا ہم سے جی بھر گیا
(ثناء کنول، چکوال)
N کراچی
سدا خوش رہو میرے دل کا خون پی کے
اب مدثر کیا کرے بن تمہارے جی کے
(مدثر احمد، ضلع نیلم)
مہران، کلر کہار
نہیں ہوتا کسی طبیب سے اس مرض کا علاج
عشق لا علاج ہے بس احتیاط کیجئے
(عشقیا، اٹک)
شازیہ وقاص، ڈنگہ گجرات
تاثیر ہی ایسی ہے اخلاص کے امرت کی
جس کو پلاتا ہوں وہی زہر اگلتا ہے

(خالد فاروق آسی، فیصل آباد)

S، پیر محل

اپنوں کی چاہت میں ملاوٹ تھی اس قدر
ہم تنگ آ کر غیروں کو منانے نکل پڑے
(عبدالسلام آرائیں، بہاولنگر)

کسی انجانے کے نام

سوچا آج کچھ تیرے سوا سوچوں
ابھی تک سوچ رہا ہوں اور کیا سوچوں
(حماد ظفر بادی، منڈی بہاؤالدین)

ارمان سنگم، فیصل آباد

نفی تم ہو نہیں سکتے جمع سے تم کو نفرت ہے
تمہیں تقسیم کرتا ہوں تو ضرب دل پر لگتی ہے
(پرنس مظفر شاہ، پشاور)

این کے نام، ساہیوال سے

نہ جانے کیوں ان راہوں پہ ہم بیٹھ جاتے ہیں
جن راہوں پہ اس نے آنا ہی نہیں
بھول جانا چاہیے ہمیں بھی اسے
جب اس سے ہم کو اپنانا بھی نہیں
(عثمان غنی، قبولہ شریف)

ثناء

رات ہماری نیند سے دوری تھی
جب سوچا سونے کا تو رات ہی پوری تھی
ہم تم سے ملنے تو آ سکتے تھے مگر
کچھ دوری تھی کچھ مجبوری تھی
(محمد قاسم لاشار بلوچ، گندا واہ)

R، خوشاب

میری ہر دھڑکن لیتی ہے نام تیرا
مجھے بھول جانے والے تجھے سلام میرا

میری آنکھیں تیرے ہجر میں چھم چھم برستی ہیں
کبھی تو پہنچے گا تم تک پیغام میرا
(عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

این کے نام، ساہیوال سے

نہ زمین ہے میری قرار گاہ
نہ فلک ہے منزلِ جستجو
بڑی دیر سے ہے سفر میرا
تیری یاد سے تیری یاد تک
(عثمان غنی، قبولہ شریف)

مائی دیس کے نام، اپنا دیس

ہونٹ تو ہونٹ نازک سا ہے بدن تیرا
اچھا سا لگتا ہے تجھے قدرت کا کمال لکھنا
(شہزادہ سلطان کیف، بھمبر AK)

R کے نام، عبدالحکیم

ایک بات کہوں اگر سنتے ہو
اک بات کہوں اگر سنتے ہو تم مجھ کو اچھے لگتے ہو
(محمد عبداللہ، عبدالحکیم)

مظہر اقبال، ہیلتھ آفسر کے نام

تڑپ کے دیکھو کسی کی چاہت میں
تو پیار چلے کہ انتظار کیا ہوتا ہے
یونہی دل بھائے اگر کوئی بنا تڑپ
تو کیسے پتہ چلے کہ پیار کیا ہوتا ہے
(مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)

اشفاق بٹ کے نام، لالہ موسیٰ

نہ ملے گا جب کوئی اسے ہماری طرح چاہنے والا
بہت روئے گا وہ اس دن ہمیں دوبارہ پانے کے لیے

(مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)

ملک ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال

جدائی میں تھا درد بہت
جو یہ ختم ہوئی بہت لگا
(ملک غنی رضا، فیصل آباد)

عمران فنا، عبدالوحید بلوچستان

دور ہو کر بھی بہت پیاس لگتے ہو
کیا وجہ ہے کہ بہت خاص لگتے ہو
ملتے ہو ہر اک سے بڑے ذوق کے ساتھ
ملتے ہو جب ہم سے تو بہت اداس لگتے ہو
(عمر دراز آکاش، جڑانوالہ)

لاہور میں اک بے وفا کے نام

اسے کہہ اداس ہے تیرے جانے سے
ہو سکے تو لوٹ آنا کسی بہانے سے
توں لاکھ خفا سہی ہم سے مگر ایک بار دیکھ
کوئی ٹوٹ گیا ہے تیرے دور جانے سے
(ایم عمر دراز آکاش، فیصل آباد)

یاسمین ملک کے نام، لاہور

بکھرتی زلف کی پرچھائیاں مجھے دے دو
تم اپنی شام کی تنہائیاں مجھے دے دو
میں تم کو یاد کروں اور تم چلی آؤ
اپنے پیار کی ساری سچائیاں مجھے دے دو
ڈوب جاؤں تمہاری اداس آنکھوں میں
تم اپنے درد کی تمام گہرائیاں مجھے دے دو
(خلیل احمد، شیدانی شریف)

پسندیدہ اشعار

آ

آج بازار میں پھول بکتے دیکھا تو قدم رک سے گئے دوست
کسی نے اک بار کہا تھا دوست پھولوں جیسے ہوتے ہیں
☆ ------- بہادر عار بانی بلوچ-گھوگی

آج کل کے تبسم میں وہ خاص بات کہاں
جاوید جس پہ کبھی مر مٹنے کو دل کرتا تھا
☆ ------- جاوید اقبال جاوید-اچکرہ

آج کی شام بھی قیامت کی طرح گزری
نہ جانے کیا بات تھی کہ ہر سانس پہ تم یاد آئے
☆ ------- غلام مصطفیٰ عرف موجو

آج جب موت آئی لینے ہمیں تو یہ کہہ کر واپس چلی گئی نذیر
کہ میں زندگی اُن کی لیتی ہوں جو زندہ ہوتے ہیں
☆ ------- محمد زبیر شاہد-ملتان

آج باغ میں کلی ہے کل گلاب ہو گا
مجھ سے شادی کر لو تم کو ثواب ہو گا
☆ ------- کاشف نعیم-فتح جنگ

آج یوں دل میں تری یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے
☆ - پرنس عبدالرحمٰن گجر-گاؤں نین لانجھا

ا

اس سے زیادہ اور محبت کیا ہو گی فراز
تیری یاد بھی آئے تو سنور جاتے ہیں
☆ ------- شعیب شیرازی-جوہر آباد

ایک یاد ہی تیری رہ گئی ہے تو اُس کو بھی چھین لے
لیتا ہوں غم میں جس کا سہارا کبھی کبھی
☆ ------- ایم یعقوب-چکوال

ان پھولوں سے دوستی مت کرو
جو اک بار کھلیں اور مرجھا جائیں
دوستی ہم جیسے کانٹوں سے کرو
جو اک بار لگیں اور بار بار یاد آئیں
☆ ------- قمر اعجاز گوندل-گوجرہ

اب فرصت نہیں انہیں مجھے یاد کرنے کی
کبھی وہ شخص میری سانسوں سے جیا کرتا تھا
☆ ------- نیلم شہزادی-فتہ بھنڈ

اسی کے نام سے وابستہ ہو کے جیتے تھے ساقی
اسی نے ہم کو مار ڈالا زندگی بن کر
☆ ------- نثار احمد حسرت-نور جہالی

افسانہ جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا ہوں
وہ تبسم، وہ تکلم، تیری عادت تو نہیں آزاد
☆ ------- افسانہ آزاد-اسلام آباد

اک دوست میری زندگی میں ایسا ہے
پھولوں میں گلاب جیسا ہے
میری دوستی کی ہر حد اُس پہ ختم ہوتی ہے
رہتا زمین پہ ہے مگر چاند جیسا ہے
☆ ------- سید اظہر حسین شاہ-سچیر

اس سے زیادہ اور کیا ہوتی صبر کی حد اے فراز
وہ مجھ سے لپٹ کر روتا رہا کسی اور کے لئے
☆ - عبدالصمد SK گبول-جلاب گوٹھ

اے جاناں تیرے شہر زیارت میں آیا ہوں چلا جاؤں گا
اک بار بزنجو کو جھانک کے دیکھ تیرا کیا جائے گا
☆ ------- عبدالرشید بزنجو

اس نے وعدہ کیا تھا محبت کو نبھانے کا
چند دنوں کا نہیں بلکہ پوری زندگی نبھانے کا
جب وقت آیا زندگی ساتھ نبھانے کا
یہ کہتے ہوئے وہ بدل گیا کہ یہ دستور تھا زمانے کا
☆ --- عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران

اس معصوم ظالم کی ظلمت کا یہ حال تھا صائم
وہ خود کو سزا دیتا تھا مجھ کو تڑپانے کے لئے
☆ ------- صائمہ-چکوال

اے میرے مالک کیا کمی ہے تیری خدائی میں
عطا کر دے مجھ کو فا کرتی
☆ ------- ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال

اے دوست تنہائی میں جب یاد تمہاری آتی ہے
نکل جاتے ہیں آنسو جب تمہارا نام آتا ہے
☆ ------- شاہد سلیم-کچہ موڑ

اس نازک سے دل میں کسی سے اتنی محبت ہے
کہ جب تک آنکھ بھیگ نہ جائے نیند نہیں آتی
☆ ------- عدنان حیدر-چونالہ

اپنی یادوں کے چراغ ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
☆ ------- امین مراد انصاری-کراچی

اتنی سی داستان ہے فقط حسن و عشق کی
تو شمع بن گئی تو میں پروانہ بن گیا
☆ -- آفتاب احمد چوہدری-اسلام آباد

اک یہی آس ہی کافی ہے مرے جینے میں
دل نہیں آپ دھڑکتے ہیں میرے سینے میں
☆ ------- محمد حسین ظفر-منڈی کنگن پور

اک دوسرے کے واسطے دونوں بنے فیاض
گلدان میرا دل ہے یاد تیری پھول ہے

اے ماں میری یہ عزتیں میری یہ شہرتیں
کچھ بھی نہیں بس تیرے قدموں کی دھول ہے
☆ --- حافظ فیاض احمد کنول-ساہیوال

اب ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
☆ ------- صادق سکندر بلوچ-مکران

ب

بس یہی سوچ کر قدم آگے بڑھایا میں نے واحد
کیوں میرا وجود بے نام و نشان رہے

☆ .... پروفیسر واجد نگینوی-کراچی

بے کیف ہے تم بن جیون کیف
اس دشت میں خیمہ زن ہیں یادیں تیری
☆ .... عبدالمالک کیف-ڈھرکی

بغیر کانٹوں کے پھول کب کھلا کرتے ہیں
بچھڑنے والے دوبارہ قسمت سے ملا کرتے ہیں
☆ ..... حافظ محمد شفیق عاجز سلطانی-کوٹلی

بچھڑ کے مجھ سے کبھی تو نے یہ بھی سوچا ہے
ادھورا چاند بھی کتنا اداس لگتا ہے
اسے گنوا کے میں زندہ ہوں اس طرح محسن
کہ جیسے تیز ہوا میں چراغ جلتا ہے
☆ .... غفور شہزاد پوی-پسرور

بہت ستایا ہے کسی کی بے بسی یادوں نے اے زندگی
اب تو ختم ہو جا کہ اور رویا نہیں جاتا
☆ .... نوید اقبال ثاقب

بس اتنا ہی میرے بعد میری ذات کو
اگر کبھی یاد آؤں تو خدا سے میری مغفرت کی دعا کرنا
☆ .... محمد عرفان (جاپانا)-اٹک

پ

پل بھر میں ہو جاتی ہیں رائیگاں عمر بھر کی محبتیں
تو کسی سے تاعمر ساتھ کی امید نہ رکھ راحیلہ
☆ ..... اے آر راحیلہ منظر-جھمرہ سٹی

پتھر بنا دیا مجھے رونے نہیں دیا
دامن بھی تیرے غم نے بھگونے نہیں دیا
تنہائیاں تمہارا پتہ پوچھتی رہیں
شب بھر تمہاری یاد نے سونے نہیں دیا
آنکھوں میں آ کے بیٹھ گئی اشکوں کی لہر
پلکوں پر کوئی خواب پرونے نہیں دیا
☆ امداد علی عرف ندیم عباس تنہا-کنری

پھر پلٹ آئی ہیں سردیوں کی لمبی راتیں
پھر تیری یاد میں جلنے کے زمانے آئے
☆ .... محمد عمیر منظر سنی

پیار حد سے بڑھ جائے تو غم ملتے ہیں
یہی سوچ کے ہم ہر شخص سے کم ملتے ہیں
☆ ..... شہزادہ سلطان کیف-الکویت

پیاسے تھے محبت کے یوں ہاتھ پھیلائے ہم نے
ورنہ عادت تو نہ تھی ہم کو بھیک مانگنے کی
☆ ... ایم افضل کھرل-گاؤں عظیم والہ

ت

تم اگر یاد رکھو گے تو عنایت ہو گی
ورنہ ہم کو کہاں تم سے شکایت ہو گی
یہ تو بے وفا لوگوں کی دنیا ہے
تم اگر بھول بھی گئے تو
☆ .... ظفر اقبال

تجھے حق دیا ہے میں نے میرے ساتھ دل لگی کا
میرے دل سے کھیل جب تک تیرا دل بہل نہ جائے
☆ .... شاہ کنول-چکوال

تاعمر تیری دید کو ترسیں گی میری آنکھیں
دل کو تو وہم و گمان نہ تھا تیری جدائی کا
☆ .... کھوکھر ندیم شوکت-راولپنڈی

تو اس شہر کے لوگوں کے حسن سلوک سے
واقف نہیں اے فراز
یہ تو اپنے محسن کو بھی سر عام سزا دیتے ہیں
☆ .... ذیشان عالی-فیصل آباد

تجھ کو دن رات یاد کرتے ہیں میری آنکھوں کے آنسو
اگر ہو سکے تو ان آنکھوں کی پیاس بجھا جاؤ
☆ .... ملک عرفان

تیرے پیار نے میرا سب کچھ رکھ دیا جلا کر
میں پھر بھی جی رہی ہوں تیری یاد سینے سے لگا کر
☆ .... رخسانہ آفتاب-ملتان

تمہارے سرد لہجے نے ہمیں چونکا دیا ورنہ
محبت میں محبت سے دھوکے کھا رہے تھے ہم
☆ .... میاں شکیل کشور-خان پور

تم مجھ سے دور تو تمہیں یاد بار بار کرتے ہیں
نجانے تم کس حال میں ہو ہم فریاد یہاں کرتے ہیں
☆ سردار اقبال خان مستوئی-سردار گڑھ

تمام عمر کسی کی یاد میں تڑپنا ہے گا دل
کاش! اسے اس بات کا احساس ہو جائے
☆۔ عاشق حسین طاہر-منڈی نوانوالی

تحریر میں کب سمٹتے ہیں درد لوگوں کے
خود کو بہلاتا ہوں ذرا ان کاغذوں کے
☆ .... مدد حسین بلوچ-عارف والہ

ٹ

ٹوٹ کر نہ چاہو کسی کو آغاز سفر میں
بچھڑے گا تو ایک ایک ادا تنگ کرے گی
☆ .... وسیم سلطان صابر خٹک-کرک

ٹوٹ جائے گا تیری انا کا محل اس وقت
جب ملے گی خبر تجھ کو کہ ہم یہ جہاں چھوڑ گئے
☆ .... جاوید شیخ جنیدی-ببروالہ

ج

جب تم سے جدا ہوئے تو کسی کو خبر نہ تھی
تیرا مڑ مڑ کر دیکھنا وفا کو بدنام کر گیا
☆ ..... مسٹر ایم ارشد وفا-گوجرانوالہ

جتنی بھی محبت ملی سب بانٹ دی
دنیا والوں میں تبسم
جب ہم نے جھولی پھیلائی تو
درد کے سوا کسی نے کچھ نہ دیا
☆ .... مدثر سعید تبسم-اٹک

جو خواب ازل سے دیکھا تھا اس خواب کی یہ تعبیر ملی
اک صبر شکن احساس ملا اک درد بھری تصویر ملی
☆ .... شبیر حیدر واصف-خوشاب

جذبہ عشق سلامت ہے تو ان شاء اللہ
کچے دھاگے سے چلے آئیں گے سرکار بندھے
☆ .... رب نواز بھٹی-کنڈان

چ

چنا تھا اک پھول ہم نے بھی محبت کے باغ سے
سکھ بھری زندگی کو عذاب کر لیا فیاض

☆ .... فیاض احمد چانڈیہ

چمن میں پھول کھلتے ہیں خوشبو کچھ ایسی ہوتی ہے
میرا دل ٹوٹ جاتا ہے جب یاد تمہاری آتی ہے

☆ .... نورین شاہد - کچہ موڑ

ح

حیرت سے جو یوں میری طرف دیکھ رہے ہو
لگتا ہے کبھی تم نے سمندر نہیں دیکھا

☆ .... مریز بشیر گوندل - گوجرہ

خ

خوشبو کیوں نہ ہو گی میری گفتگو میں شاہین
میں نے ایک عمر گذاری ہے ایک پھول کے ساتھ

☆ .... محمد سلیم بروہی - میر پور خاص

خوشبو گئی نہ دل سے نہ یادوں سے بے رخی
ظالم کے سارے نقش بڑے پائیدار تھے

☆ .... آسیہ کنول آسی - لاہور

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

☆ .... عبدالستار نیازی - کھڈن

د

دنیا کا ستم تقدیر کا غم ہر حال میں سہنا پڑتا ہے
شکوے بھی زباں پہ آتے ہیں خاموش بھی رہنا پڑتا ہے

☆ .... منان سحر آڑھتی - لیہ

دل والے محبت سے کنارہ نہیں کرتے
سہ جاتے ہیں غم مگر لب سے پکارا نہیں کرتے
خود سر پر اٹھا لیتے ہیں غم مگر
محبوب کی رسوائی گوارا نہیں کرتے

☆ .... محمد شہباز گل - گوجرانوالہ

دل تو میرا ٹوٹ گیا مگر بجھ نہ سکی پیاس
تیرے بعد ہم نے نہ دیکھی شہزادہ عالمگیر کسی کی آس

☆ .... مناس سحر آڑھتی - سبزی منڈی

دل کا کیا ہے یہ تو جی لے گا تمہاری یادوں کے سہارے
تصور تو ان آنکھوں کا ہے جو ترس رہی ہیں تیرے دیدار کیلئے

☆ .... شاہد رفیق تبسم - کھاریاں

ذ

ذکر اک روز پلٹنے کا کیا تھا تم نے
اک دیا دل کے اندھیرے میں جلا رکھا ہے

☆ .... قاضی عبدالمنان - صادق آباد

ر

رانجھے نے تو ہیر کے لئے چھوڑا تھا تخت ہزارہ
پر ہمیں تو تیرے پیار میں بھول گیا ہائے جگ سارا

☆ .... تنویر خالد - سیلسی

ز

زندگی میں تیرے کچھ نشان چھوڑ جائیں گے
آنکھوں میں تیرے کچھ ارمان چھوڑ جائیں گے
لے جائیں گے تیری دنیا سے اک کفن ہمراز
تیرے لئے سارا جہاں چھوڑ جائیں گے

☆ .... سید ہمراز زرائن - مظفر آباد

زہر بھی دیتے ہیں کہتے ہیں پینا پڑے گا
ہم پی بھی لیتے ہیں کہتے جینا پڑے گا

☆ .... ذوالفقار تبسم - میاں چنوں

زندگی جب بھی کسی چیز کی طلب کرتی ہے
میرے ہونٹوں پہ تیرا نام مچل جاتا ہے

☆ سید اشفاق حسین نقوی - موڑ ایمن آباد

س

ستاروں کی بہاروں میں بھی
اے قمر تو اکثر اداس رہتا ہے
پھولوں کو تو دیکھو جو کانٹوں میں بھی
ہنس ہنس کے گزارا کرتے ہیں

☆ .... حماد ظفر بادی - گوجرہ

ستارے چاند کے بہت قریب ہوتے ہیں
دل توڑتے ہیں وہی جو دل کو عزیز ہوتے ہیں

☆ .... غزالہ جبرائیل - لاہور

سر جھکاؤ گے تو پتھر دیوتا ہو جائے گا
اتنا مت چاہو اسے وہ بے وفا ہو جائے گا

☆ .... واصف علی آرائیں - نوشہرو فیروز

سوچا تھا تیری سادگی پہ لکھیں گے اک غزل
افسوس کہ تیرے معیار کے الفاظ نہ مل سکے

☆ .... اویس امجد - کھنڈیاں خاص

ش

شاید اسی کا نام ہے مجبوری حیات
لمحات جو گزر گئے واپس نہ آ سکے

☆ .... مجید احمد جائی - ملتان

شکوہ کروں تو کس سے کروں
خود سے کروں یا تم سے کروں
میں جانتا ہوں نادان ہو تم
مگر بے وفا کہوں تو کس کو کہوں

☆ .... دین محمد بگٹی - کراچی

شاید ابھی پہنچی نہ ہو باب قبولیت تک دعا غالب
ساقی اک اور جام پلا دے کہ تو یہ ابھی سفر میں ہے

☆ .... حبیب الرحمان طارق

شب فرقت جدائی کے نہ جانے اور کتنے لمحے باقی ہیں
میں روز حشر تک درد جدائی سہہ نہیں سکتا

☆ .... مدثر عمران ساحل

ع

عمر بھر لکھتے رہے پر بھی ورق سادہ رہا
کون سے وہ لفظ تھے جو ہم سے تحریر نہ ہو سکے

☆ .... توقیر اسلم رحمانی - منگو وٹھ شرقی

عدالت حُسن کی ہو گی
مقدمہ تیرے عشق کا ہو گا
گواہی میرے دل کی ہو گی
اور مجرم تیرا پیار ہو گا

☆ .... نبیل احمد گبول - جلاب گوٹھ

عدالت حُسن کی ہو گی مقدمہ عشق کا ہو گا
گواہی میرا دل دے گا مجرم تیرا پیار ہو گا

☆ .... محمد امین مزاری - گھوٹکی

ف

فاصلے دل سے ہوا کرتے ہیں جدائی سے نہیں
یارو! چاہنے والے تو تصور میں ملا کرتے ہیں
☆ -------- صدا حسین صدا-کیلاسکے

فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان ہونا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ
☆--- ثمر اعجاز مریز بشیر گوندل-گوجرہ

ک

کسی کی خاطر محبت کی انتہا کر دو
پر اتنی بھی نہیں کہ اس کو خدا کر دو
مت چاہو کسی کو ٹوٹ کر اتنا بھی
کہ اپنی ہی وفاؤں سے اسے بے وفا کر دو
☆-رانا وارث اشرف عطاری-وزیر آباد

کبھی وہ دن بھی تھے کہ
میں ترستا تھا تیرے دیدار کو
آج یہ دن بھی ہیں کہ میں اٹھتا ہوں
تو تیرا دیدار کر کے سوتا ہوں
☆--- تصور علی حسرت کھوکھر-اگوچک

کتنا درد ہوتا ہے جب بچھڑتا ہے کوئی
جسم تو جسم روح بھی کانپ جاتی ہے
☆------------ ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ

کبھی زندگی سے وفا کر کے روئے
کبھی موت کی دعا کر کے روئے
عجب سلسلے ہیں نماز محبت کے
کبھی ادا کر کے روئے کبھی قضا کر کے روئے
☆-- محمد آفتاب شاد-کوٹ ملک دوکوہ

کر دینا معاف مجھ کو بہت گنہگار ہوں میں
وکی کی زندگی کیسے گزری بے نام ہی لکھتا ہوں میں
☆-------- محمد لقمان اعوان-سریا نوالہ

کیا خوشامد ہو رہی تھی دل کے لینے کے لئے
کیسے نظریں پھیر لیں مطلب نکل جانے کے بعد
☆---------- جنید اقبال-حضرو

کس طرح الوداع کریں، کس طرح جدا کریں
آنے کا وعدہ تم کرو، ملنے کی دعا ہم کریں
☆------------ محمد محسن ساغر

کفن کا گھیرا کھول کر میرا دیدار تو کر لو
بند ہو گئی ہیں وہ آنکھیں جن سے تم شرمایا کرتی تھی
☆----------- حسنین عباس-اوکاڑہ

کاش میں بادشاہ ہوتا محبت کا قانون بنا دیتا
دو دل جدا کرنے والوں کو موت کی سزا سنا دیتا
کیوں ہوتا ہے یہ اعتبار کی دہلیز پہ اکثر
جو بہت اپنے ہوں وہ اپنے نہیں رہتے
☆------------- محمد شوکت-مانسہرہ

کچھ طبیعت میں بے چینی تھی
کچھ عشق کا روگ تھا
کچھ شہر کے لوگ تھے قاتل
کچھ مرنے کا شوق تھا
☆----------- شہناز ساگر-نواب شاہ

کسی کے ایک آنسو سے ہزاروں دل تڑپتے ہیں
کسی کا عمر بھر رونا یونہی بیکار ہوتا ہے
☆---------- سلمان خان-آمان کوٹ

کوئی موسم ہو دل میں ہے تیری یاد کا موسم
کہ بدلا ہی اب تک تیرے بعد موسم
نہیں تو آزما کہ دیکھ لو کیسے دلا ہے
تمہارے مسکرانے سے دل نہ شاد کا موسم
☆- محمد ارسلان احمد شانی-ڈھوک مراد

کتنا نازک بدن ہے میرے محبوب کا جگر
کہ ہاتھ میں جگنو پکڑ کر ہاتھ ہی جلا بیٹھا
☆------ عامر کمیل جگر بھٹی-سمندری

ل

لگا کے سینے میں چلی ہو تم کہاں
ابھی تو راکھ اڑنے میں تماشا اور بھی ہو گا
☆----------- اختر بیوس

لگتا نہیں ہے کہ ساتھ نبھائے گا [illegible]
لیکن وہ مجھ کو بھول نہ پایا [illegible] دیر تک
☆------ خالد فاروق آسی-فیصل آباد

لوگوں نے ٹھکرا دیا حال غریبی دیکھ کر اداس
ہم آج بھی انمول ہیں دوستی کے بازاروں میں
☆------ سفیر اداس موہری-پنج کوٹ

م

محبت کی راہ میں صرف رسوائی ملی
کبھی ملن تو کبھی جدائی ملی
آزاد بن کر دیکھا آزاد نے دنیا میں
میری قسمت میں صرف تنہائی ملی
☆---------- محمد اسماعیل آزاد-کھرکوہ

مٹ جاتے ہیں وہ لوگ ریت کی دیوار کی طرح شاہد
اپنی جان سے بھی زیادہ جو کسی سے پیار کرتے ہیں
☆-------------- ضیافت علی-کوٹلی

میرے اندر اک دوڑ لگی ہے ایسے
تیری یادیں آگے ہیں دل کی دھڑکن پیچھے
☆----------- محمد افضل اعوان-گوجرہ

مت کھولنا میرے ماضی کی کتابوں کو اے ساقی
ہر اس شخص نے بے وفائی کی جس پہ ہمیں ناز بہت تھا
☆----------- یاسر ساقی-لساں نواب

مقدر آزمانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
مرادیں دل کی پانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
محبت زندگی میں جو مشکل سے ملتی ہے
مگر اس کے نبھانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
☆---- خلیل احمد ملک-شیدانی شریف

میں کیوں خود سے اسے پکاروں کہ لوٹ آؤ سحر
کیا اسے خبر نہیں کہ میرا دل نہیں لگتا اس کے بغیر
☆- رائے اطہر مسعود سحر-فورٹ عباس

محبت کے بعد محبت ممکن ہے
لیکن ٹوٹ کر چاہنا صرف ایک بار ہوتا ہے
☆---------- عبدالمجید احمد-فیصل آباد

فنکار شیر زمان پشاوری

عمر: 33 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، سدابہار پاکستانی فلمیں دیکھنا
پتہ: توحید کالونی نمبر 1، گلی نمبر 4 شاہین مسلم ٹاؤن نزد پھندو روڈ، پشاور شہر

عبدالرشید بزنجو

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: سچی دوستی کرنا
پتہ: معرفت بزنجو گولڈ ڈرنک اینڈ جنرل سٹور، گڈانی سٹی، ڈاک خانہ شیخ آباد، کوڈ نمبر 90300، تحصیل گڈانی ضلع لسبیلہ

شوکت علی وفا

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، فلمیں دیکھنا
پتہ: بستی قادر بخش کورائی، ڈاک خانہ ماہی چوک، تحصیل صادق آباد، ضلع رحیم یار خان

عبدالصمد SK گبول

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قارئین سے دوستی کرنا
پتہ: شہر کراچی، ضلع ملیر جلاب گوٹھ

یاسر ساقی

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: ہمدردی کرنا، دل جیتنا، قلمی دوستی کرنا، مطالعہ کرنا
پتہ: سنگھور، پوسٹ آفس لساں نواب، تحصیل و ضلع مانسہرہ

عبدالغفار تبسم

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: ہمسفر کی تلاش ہے
پتہ: فلیٹ نمبر 229 سی این بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور

امجد وکی کوروٹانہ

عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: خوشی کی خاطر کچھ بھی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: بمقام لکڑیانوالہ، ڈاک خانہ سکھیکی منڈی

ارمان سنگم

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا، مطالعہ کرنا
پتہ: چک نمبر 239 ر-ب ہرلاں، ڈاک خانہ خانوآنہ خاص، تحصیل و ضلع فیصل آباد

مرزا محمد بلال

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: گاؤں نور پور، براستہ خلاص پور، ڈاک خانہ ننکہ پور، تحصیل و ضلع جہلم

شہزاد سلطان کیف

عمر: 28 سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری کرنا، موسیقی سننا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: حال وقت کویت، تحصیل برنالہ، ضلع بھمبر، آزاد کشمیر

عبدالمجید احمد

عمر: 20 سال
تعلیم: میٹرک
مشغلے: شاعری کرنا، کرکٹ کھیلنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: سیل بلاک P1 ج نیو سینٹرل جیل، فیصل آباد

منیر رضا

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 110/9L، ڈاک خانہ 97/9L، ساہیوال

امین مراد انصاری

عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض، پڑھنا
پتہ: F/5-33 لال مارکیٹ، سنگل سٹوری، نیو کراچی

عبدالجبار جان

عمر: سال
تعلیم: میٹرک
مشغلے: وفا کی تلاش، قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: مرادیال، ڈاک خانہ میلات، تحصیل گوجر خان، ضلع راولپنڈی

بوٹا دکھی

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض کے قارئین سے دوستی اور ملاقات
پتہ: چاک نمبر پندرہ DNB، تحصیل یزمان، ضلع بہاولپور

امین حزاری

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکیوں سے فون، قلمی دوستی کرنا
پتہ: تحصیل و ضلع گھوٹکی

محمد صلاح مریطہ

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے دوست بنانا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: امروٹی میڈیکل سٹور، نزد پدانہ شاہی دار، کشمور

ابراہیم خان بلوچ

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، خبریں سننا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: الحنیف سویٹ ہاؤس، اڈا ذخیرہ، تحصیل دنیاپور، ضلع لودھراں

شاہد ندیم

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا اور مطالعہ کرنا جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 172 مراد، ڈاک خانہ خاص، تحصیل چشتیاں، ضلع بہاولنگر

محمد اختر خان

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: کوئی خاص نہیں
پتہ: بمقام دری خیل، ڈاک خانہ اٹھوگ، تحصیل پہاڑپور، ضلع ڈیرہ اسماعیل

وسیم سلطان صابر خٹک

عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں کی مدد کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں ڈب دوز خیل، ڈاک خانہ ڈب، تحصیل و ضلع کرک

[illegible]
عمر: 36 سال
تعلیم: ایف ا[illegible]
مشغلے: [illegible] عرض میں [illegible] پڑھنا، قلمی دوستی کرنا،
پتہ: باغبانپورہ، تحصیل و ضلع لاہور

نبیل احمد گبول
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: باوفا لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: جلاب گوٹھ، سید حادے، شہر کراچی، ضلع ملیر

سپاہی محمد اسماعیل آزاد
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: غزلیں لکھنا، جواب عرض سے دوستی
پتہ: پوسٹ آفس گھرکو، ضلع ٹھٹھے

سیف الرحمٰن زخمی
عمر: 31 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں کی مدد کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: گاؤں مقابر شریف، ڈاک خانہ ٹھکر سیال، تحصیل و ضلع سیالکوٹ

محمد محسن ساغر
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: شاہنواز کالونی، پاک پتن روڈ، عارف والا

خالد محمود سانول
عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض کی خدمت کرنا، سٹوریاں لکھنا
پتہ: جنگلات کالونی مروٹ، تحصیل فورٹ عباس، ضلع بہاولنگر

عمر دراز آکاش
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: فٹ بال کھیلنا، سنڈی کرنا۔
پتہ: چک نمبر 377 گ-ب، ڈاک خانہ 376 گ-ب، براستہ منڈی روڑالہ، تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

ارمان سنگم ہاشمی
عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی و فونک دوستی اور جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 239 ر-ب ہرلاں، ڈاک خانہ خاص خانوآنہ، فیصل آباد

عالم شیر زاہد
عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستوں میں بیٹھ کر گپ شپ لگانا
پتہ: موضع باہی وال، ڈاک خانہ کالووال، تحصیل لالیاں، ضلع چنیوٹ

بےوفا ایم زیڈ اے گبول
عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا اور اس کے لئے لکھنا
پتہ: جلاب گوٹھ سید حادے، گبول آباد، نزد عثمانیہ ہوٹل، شہر کراچی، ضلع ملیر

آصف معروف صدیقی
عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری، مصوری اور خطاطی
پتہ: ڈی ایس ٹاؤن، ملکوال، تحصیل بھلوال، ضلع سرگودھا

عمران عباس پرنس
عمر: 15 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 71/10R، ڈاک خانہ 70/10R، تحصیل و ضلع خانیوال

افضال احمد عباسی

عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا اور دیکھنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: مکان نمبر 190، بلاک ڈی، رحمت آباد، راولپنڈی

شفیق احمد بھٹی

عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: سردار گڑھ، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع رحیم یار خان

مظہر علی کچھی

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: ہر دوست سے پیار کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 48 میڈی، نور شاہ آبادی شکورہ، تحصیل و ضلع ساہیوال

غلام مصطفیٰ عرف موجو

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری کرنا، قلمی دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: کورنگی روڈ، قیوم آباد، بی ایریا، 161/6 کراچی

عنصر ڈکھی دیدار

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: پنجابی شاعری کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 7/3، نزد ٹوپیاں والی جھال، ڈاک خانہ و تحصیل احمد پور سیال، ضلع جھنگ

سہیل آصف

عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکوں اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 129/RB، رنجیوال، تحصیل چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد

خلیل احمد ملک

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: ڈاک ٹکٹ جمع کرنا، دوست کی تلاش
پتہ: گورنمنٹ H/3 شیدانی شریف، ڈاک خانہ خاص، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

محمد کاشف تبسم زرگر

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستوں کو ایس ایم ایس کرنا اور قلمی دوستی کرنا
پتہ: 283 گ ب، منڈی روز الہ روڈ، تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

ساجد اعوان ساجد

عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: تنہائی پسند، اچھے دوست کی تلاش
پتہ: سرینا انڈسٹری، 22 کلومیٹر شیخوپورہ روڈ، قلعہ ستار شاہ، شیخوپورہ

افضال حسین

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: اپنے محبوب کو یاد کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: گاؤں کروٹا، ڈاک خانہ خاص، تحصیل کہوٹہ، ضلع راولپنڈی

محمد خاں انجم

عمر: 30 سال
تعلیم: F.A.
مشغلے: کہانیاں لکھنا، شاعری کرنا، اچھے دوستوں کی تلاش
پتہ: معرفت احمد نواز بزمی آف لدھے وال، پوسٹ آفس و تحصیل دیپالپور، ضلع اوکاڑہ

مدثر علی مدثر

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے دوستوں سے بے پناہ محبت کرنا
پتہ: معرفت حاجی خادم الیکٹریشن ورکس، اڈا گوچک، حافظ آباد روڈ، گوجرانوالہ

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے خالد پپو ڈجکوٹ والے سے جو میرے ساتھ سیدھی بات نہیں کرتا پلیز خالد ایسا کرنا چھوڑ دو مہربانی ہوگی۔ (جاوید اقبال جاوید، فیصل آباد)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے محبت تو کرتے ہیں مگر نبھانے سے کتراتے ہیں۔ پلیز ایسا نہ کیا کریں آپ کا شکریہ۔ (محمد رمضان شاہد، کبیر والہ)

مجھے شکوہ ہے کسی سے بھی نہیں اگر کروں تو کیا ہو جائے گا جس سے شکوہ ہے وہ خود مجھے نہیں خاص کر مجید احمد جائی ملتان سے کہ اتنی فضول کہانیاں ارسال نہ کریں۔ (سراج خان، کرک)

مجھے شکوہ ہے نورین سے کہ اس نے میرے ساتھ بہت بڑا دھوکہ کیا نورین جی کیا اپ کی اتنی سی دوست ہے۔ سدا خوش رہو۔ (محمد سلیم عاصی، حاصل پور)

مجھے شکوہ ہے پہلے تو کہا تھا ایڈیٹر سے نہیں کرسکتا لیکن اب ضرور کروں گا ہم پرانے قارئین پر نئے کو ترجیح دی جارہی ہے ایسا کیوں۔ (سراج خان کرک)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو دوستی مطلب کیلئے کرتے ہیں جب مطلب پورا ہو جائے تو کہتے ہیں آپ کون میں آپ کو جانتا نہیں۔ (عبدالرحمٰن گجر، نین رانجھا)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو ماں باپ کی قدر نہیں کرتے اور اپنے استاد کی عزت نہیں کرتے خدا کیلئے ایسا نہ کریں۔ (غفور شہزاد پومی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنے نصیب سے میرے نصیب میں شاید کسی کا بھی پیار نہیں جو بھی ملا مطلبی ہی ملا اس دنیا میں کسی پر اعتبار نہ کریں۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا، میر پور خاص)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جن کو کوئی کام نہیں صرف مس کالیں کر کے تنگ کرتے ہیں اور خواہ مخواہ پیار جتاتے ہیں۔ (ایم وائی سچا، جدہ)

مجھے شکوہ ہے کمپوزنگ کرنیوالوں سے کہ وہ کسی کی تصویر لگانے سے پہلے وہ تصویر بھیجنے والے کا نام پڑھ کر تصویر لگایا کریں اک دفعہ کمپوزنگ والوں نے اک تصویر کے نیچے میرا نام غلطی سے لکھ دیا تھا جو کہ وہ تصویر میری نہیں تھی احتیاط کریں۔ (رانا وارث اشرف عطاری، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر صاحب سے کہ نہ وہ میرے کوپن شائع کرتے ہیں اور نہ ہی کہانیاں خدا را ایسا مت کرو کسی کا دل نہ دکھاؤ خدا راہ میری کہانی ضرور شائع کرنا۔ (حافظ شفیق عاجز، کوٹلی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو سچی محبت کرنیوالوں کا تماشا بنا دیتے ہیں اور ان کی محبت کو ایک جھوٹی محبت سمجھتے ہیں۔ (رئیس ساجد کاوش خان، لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دل توڑ رکھتے ہیں مگر پھر بھی دکھی دلوں کے ساتھ مذاق کرتے رہتے ہیں۔ (محمد گل اعوان، بنوں)

مجھے شکوہ ہے ان تمام لوگوں سے جو دوستی جیسے پاک رشتے کو بدنام کرتے ہیں اور صرف اپنا مطلب نکالتے ہیں۔ (حبیب الرحمٰن طارق، جعفر آباد)

مجھے شکوہ ہے اپنی وائف مس شازو سے کہ وہ مجھ سے اتنا ناراض کیوں ہوتی ہے اس کو تو میری ہر مجبوری کا پتہ ہے لیکن سنو کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری یہ ناراضگی ہم دونوں کو دریا کے دو کنارے کر دے۔ (حافظ فیاض احمد کنول، دیپالپور)

مجھے شکوہ ہے قانون والوں سے

مجھے شکوہ ہے جنہوں نے قانون تو بنا دیا لیکن انصاف کی نصیب والے ہی کی قسمت میں آتا ہے۔ (حبیب الرحمن، لاہور)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو وعدہ خلافی کرتے ہیں۔ (ولید، کھڈیاں خاص)

مجھے شکوہ ہے بے وفا لوگوں سے وفاداروں سے نہیں۔ (محمد اسحاق انجم، کنگن پور)

مجھے شکوہ ہے اچھے وقت ان دوستوں سے جو ہمیں بھول گئے ہیں۔ (محمد حسین ظفر، کنگن پور)

مجھے شکوہ ہے اپنے بھی رشتہ داروں سے اور اپنے دادا ابو سے اور دادی اماں سے کہ کیا اس جہان میں میری یہ خطا خدا کے نام پر معاف نہیں ہو سکتی اگر میں بھی آپ کا خون ہوں تو مہربانی کریں۔ (حافظ فیاض احمد کنول، سنٹرل جیل ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے ڈیرہ غازیخان کے قارئین سے جو کہ رابطہ نہیں رکھتے اور بڑے سنگدل لوگ ہیں۔ (فیض اللہ مجاور، سخی سرور)

مجھے شکوہ ہے دوستو آپ لوگوں پر مجھے کوئی شکوہ نہیں شاید میں ہی آپ لوگوں کی دوستی کے قابل نہ تھا کیا ہوا جو آج تنہائی میری ساتھی ہے کوئی تو آئے۔ (ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

مجھے شکوہ ہے خرم میثم سے جو میری بات پر یقین نہیں کرتا حالانکہ میں اسے بھائی تسلیم کرتا ہوں، خرم بھائی ذرا میری بات مان لیا کریں۔ (سید مبارک علی شمسی، قائم پور)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کو نصیحت کرتے ہیں اور خود اس بات پر عمل نہیں کرتے۔ (نیلم شہزادی، فتہ بھنڈ)

مجھے شکوہ ہے کہ شہزاد صاحب سے کہ وہ میری غزل اور تحریروں کو شائع نہیں کرتے پلیز ان سے گزارش ہے کہ میری غزل اور تحریروں کو شائع کریں۔ (محمد محسن ساغر، عارفوالا)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ مجھے دوسروں کی طرح بدلنا نہیں آتا نہ ہی کسی کو بھلا سکتی ہوں۔ (صائمہ، مرید)

مجھے شکوہ ہے اپنے دل سے اور اپنے نصیب سے کہ یہ دنیا میں وفا کی امید کیوں نہیں چھوڑ دیتا جبکہ کئی بار دل ٹوٹا ہے۔ (یاسر ساقی، لسان نواب)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوسروں کی وفائی امید رکھتے ہیں اور خود بیوفائی کرتے ہیں یہ بھی نہیں سوچتے کہ وہ بھی دل رکھتے ہیں۔ (عمیر احمد میر، سوئی)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوستوں سے وہ ہر وقت مس کالیں دیتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں پلیز ایسا مت کریں۔ (بابو جان بروہی، لسبیلہ)

مجھے شکوہ ہے S سے جس نے مجھ کو چھوڑ کر کسی اور سے شادی کر لی اگر نہ کرتی تو آج میں برباد نہ ہوتا بلکہ آباد ہوتا آباد۔ (مسٹر ایم ارشد وفا، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے ان سے جو دوستی کر کے بھول جاتے ہیں پلیز ایسا نہ کریں۔ (نوید اختر سحر، کبیر والا)

مجھے شکوہ ہے میں ان لوگوں سے شکوہ کرتا ہوں جو لوگ دوسروں کو تنگ کرتے ہیں خدا کیلئے اس طرح نہ کرو۔ (سیف الرحمن زخمی، سیالکوٹ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے کہ اب تک میری کوئی چیز جواب عرض میں شائع کیوں نہیں ہوتی کاش میری بھی شائع ہو جائے۔ (غزالہ جبرائیل، لاہور)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض والوں سے کہ وہ میری تحریریں کسی اور کے نام سے شائع کر رہے ہیں میں بڑی محنت سے تحریر لکھتا ہوں۔ (ایم اشفاق بٹ، لالہ موسیٰ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو دوستی تو بہت آسانی سے کر لیتے ہیں لیکن ایسے نبھانا نہیں جانتے ہیں۔ (واصف علی، نوشہرہ فیروز)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو جھوٹ بولتے ہیں۔ (مجاہد ناز عباسی، ہنجر پور)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو محبت کو مذاق ہی سمجھتے ہیں کیا اس کو محبت یا پیار کہتے ہیں۔ (سردار اقبال، سردار گڑھ)

مجھے شکوہ ہے نہیں یہ التجا ہے میری محبت کرنا مگر دھوکہ نہیں ہسانا ہے تو رلانا نہیں رلانا ہے تو وعدے وفا کرنا ہیں۔ (دین محمد، کراچی)

مجھے شکوہ ہے اپنوں سے جو مجھے

مختصر اشتہارات

بھائی میاں منظور روپالی کے نام

خدا کا واسطہ مجھے معاف کر دو تمہارے بن میری زندگی ادھوری ہے میں نے باپ جیسی آپ کی عزت کی ہے۔ (رفاقت علی جان، گاؤں بمب کی ملیاں)

رانی کے نام

رانی پلیز لوٹ آؤ میری زندگی میں بس ایسا نہ کہو کہ تیرا عامر روتے روتے اپنی جان دے دے۔ (ایم وکیل عامر جٹ، تحصیل و ضلع ساہیوال)

قارئین کے نام

میری سٹوری بے رونق سی زندگی پر جن لوگوں نے مجھے مبارکباد دی ان کا شکریہ خاص کر ندیم ڈھکو، جبرائیل آفریدی، ارمان عمر اکبر توقیر، عامر جٹ، خیر بد ضا مدیحہ انمول فیصل آباد، ویری تھینکس ٹو آل فرینڈز۔ (آصف سانول، کھر کالونی بہاؤلنگر)

قارئین کے نام

پلیز سب لوگ ایک دوسرے کے جذبات کی قدر کیا کرو کسی کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچایا کرو۔ (خالد فاروق آسی، علی پورہ فیصل آباد)

انتظار حسین ساقی کے نام

انتظار حسین ساقی جی مجھے آپ کی کہانیاں شاعری، اور آپ کی مسکراہٹ بہت پسند ہے آپ کا لہجہ اور بات کرنے کا انداز تو سب سے الگ ہے۔ (عشقیا، اٹک)

اپنے نام

زندگی ملی تو کیا ملی بن کے بے وفا ملی اتنے میرے گناہ نہ تھے جتنی مجھے سزا ملی۔ (اشفاق دکھی، ڈوکوٹہ)

A کراچی کے نام

کوئی بدلنا تم سے سیکھے کوئی محبت کرنا تم سے سیکھے محبت کر کے کسی کی زندگی برباد کرنا تم سے سیکھے یہ ہنر کہاں سے سیکھا ہے کبھی کسی کو کبھی کسی کو اپنے جال پر پھنسا لینا رحم کرو۔ (رائے اطہر مسعود آکاش، فورٹ عباس)

تمام بہن بھائیوں کے نام

تمام بہن بھائیوں سے ریکویسٹ ہے کہ اخلاق کے دائرے میں لکھیں۔ (ڈاکٹر سجاد، ورکس روڈ پشاور)

تمام دوستوں کے نام

مجید احمد جائی، بڑے بھائی انتظار حسین ساقی، دوست محمد خان، عاشق حسین ساجد، پیارے احمد نجمی، نائلہ طارق جی اور راحت وفا اچھے رائٹر ہیں ان کی ہر ماہ سٹوریاں آنی چاہیے۔ (عمر دراز آکاش خیالی، فیصل آباد)

خدارا لڑکیوں کو تنگ نہ کرو

میں گزارش کرتا ہوں ان لوگوں سے جو لڑکیوں کو تنگ کرتے ہیں اور ان کی پڑھائی میں پریشانی کا باعث بنتے ہیں پلیز ان کا مستقبل تاریک مت کیجئے۔ (عمر دراز آکاش، فیصل آباد)

پیارے عدیل کے نام

میں آپ کو بہت زیادہ مس کرتا ہوں لیکن شاید میں آپ کو یاد تک بھی نہیں آتا تمہارے پاپا بے وفا ہیں انہوں نے مجھے بھلا دیا ہوا ہے۔ (عمر دراز آکاش، فیصل آباد)

جان کے نام

میرا تمہارے خواب میں آنا کیا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مجھے تمہاری کتنی تڑپ ہے تمہارے ساتھ اتنی محبت ہے کہ میری بیقراری سے مجھے محبت کے مطلب کا پتہ چل گیا

ہے۔ (محمد افضل اعوان، محلہ طارق آباد ٹوبہ ٹیک سنگھ)

ریاض احمد لاہور کے نام

پیارے بھیا آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی پر زندگی کا یادگار دن رہے گا آپ نے جواب عرض اور خوفناک گفٹ کیا یقین سے بہت خوشی ہوئی۔ (ایم جبرائیل آفریدی، کمر مشانی ناصر آباد)

دوستوں کے نام

سدرہ تم بہت جذباتی ہو اور کہیں جذبات میں آ کر کوئی غلط فیصلہ نہ کر لینا۔ اقرا مریم بھی تو آ جایا کرو ملنے کو بہت یاد کرتی ہوں آپ دونوں کو۔ (انعم نذیر چاند، وہاڑی)

سب کے نام

اگر کسی کو چاہو تو اس طرح چاہو کہ وہ زندہ تو رہے مگر صرف تمہارے لیے۔ (ایس انمول، بھابڑہ شریف)

آپی تسلیم وہاڑی کے نام

آپی میری مدد کرو آپ نے پہلے کہا تھا لیکن تب وقت نہیں تھا لیکن اب آپ کی مدد کی ضرورت ہے آپی تسلیم جلدی کریں مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ (انعم نذیر چاند، وہاڑی)

اپنے دوستوں، شہزاد، طاہر، ماجد شہزاد، طاہر، ماجد، حماد، مظہر بوستان، عبدالمجید، بدر الدین اور ثاقب کو محبتوں بھرا سلام۔ (مظہر نظیر مانسہرہ)

ناز صاحبہ کے نام

نام جی کہاں گم ہو گئی ہو آپ نے تو بھلا دیا اتنی جلدی کمال ہے ہو سکے تو رابطہ کرو انتظار رہے گا۔ (جبرائیل آفریدی، کمر مشانی ناصر آباد)

شادی کا خواہش مند

میں ایک زمیندار ہوں بیرون ملک شادی کا خواہشمند ہوں مجھے یقین ہے کہ آپ ضرور رابطہ کریں گے۔ (ملک محمد ہاشم، ایران، پاکستان)

اداکار غلام محی الدین کے نام

غلام محی الدین صاحب آپ میرے پسندیدہ اداکار ہیں میں نے آپ کی فلمیں موم کی گڑیا آج اور کل نقش قدم وغیرہ وغیرہ بہت شوق سے دیکھی ہیں اور اللہ آپ کو اور کامیابیاں دے۔ (فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور)

جنید جانی کے نام

اگر آپ نے میٹرک پاس کیا ہے تو میں تیرے لیے نوکری کی کوشش کرتا ہوں امید ہے آپ کو نوکری مل جائے گی۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

محبت کے پجاریوں کے نام

جب تک دنیا زندہ قائم ہے محبت رہے گی محبت کل بھی زندہ تھی آج بھی ہے اور زندہ رہے گی۔ (ڈاکٹر سجاد، پشاور)

دوستوں کے نام

جن دوستوں نے اپنے خطوط میں مجھے سلام لکھا اور جنہوں نے اپنے دست مبارک سے میرا ذکر بھی کیا میں ان کا بہت بہت شکر گزار ہوں۔ (حماد ظفر ہادی، گوجرہ منڈی بہاؤالدین)

قارئین کے نام

تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ کبھی کسی کا دل مت دکھاؤ کسی کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچاؤ۔ (خالد فاروق آسی، علی پورہ ملت کالونی فیصل آباد)

تمام قارئین کے نام

دنیا کی زندگی بہت مختصر ہے آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے جو لوگ آخری کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں وہی عقل مند ہیں وہ بے وقوف ہیں جو اس فانی دنیا میں دل لگائے بیٹھے ہیں۔ (بشیر احمد بھٹی، بہاولپور)

وکیل عامر آف ساہیوال کے نام

یار آپ سے ملنا چاہتا ہوں ملنے کا کوئی طریقہ نکالو آپ پشاور آ جائیں یا مجھے ساہیوال آنا پڑے گا۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

نکیں ریساں میرے شہر دیاں

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

میری رائے میں جب انسان کو یکدم خوشی ملتی ہے تو وہ کائنات کے سارے غم بھول جاتا ہے لیکن یہ خوشیاں عارضی ہوتی ہیں۔ (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

میری رائے میں خوشی خوشی ہی ہوتی ہے جب بھی ملے غم سے پہلے یا غم کے بعد۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو اچھا لگتا ہے خوشی ملے چاہے غم کے بعد ہی کیوں نہ ملے خوشی خوشی ہوتی ہے۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

میری رائے میں اسے خوشیاں ملی ہی کب تھیں ان غموں کے سوا عثمان اب تو وہ درد کی تجارت کرتا ہے اکثر تنہائیوں میں بیٹھ کر۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

میری رائے میں پاکستان گیا جا کر F ناراض ہو گئی F کے ساتھ شادی ہوئی تھی تو ایسا لگا تھا سب کچھ مل گیا ہے کیا مزے دار زندگی تھی۔ (محمد طفیل طوفی حکیم، کویت سٹی)

میری رائے میں غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اچھی دوست دی ہے اور میرا بہت خیال رکھتی ہے آئی مس یو آئی بی۔ آئی بی خوش رہو۔ (ریاض احمد، صادق آباد رحیم یار خان)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو تھوڑی دیر غم بھول جاتے ہیں مگر خوشی تو ایمرجنسی ہوتی ہے غم زندگی کے ساتھی ہوتے ہیں میری جان۔ (تمریز اعوان ارمانی، ماڑی ہزارہ)

میری رائے میں خوشی تو ملی ہیں لیکن بہت جلد غموں نے آ لیا ابھی تو ساری خوشیوں غموں میں بدل گئی ہیں جب خوشی ملی تو سب سے پہلے میں جواب عرض میں لکھ کر بتا دوں گا انشاء اللہ۔ (ولی محمد اعوان گولڑوی، صدر کینٹ لاہور)

میری رائے میں جب اعتبار ہی اٹھ جائے کسی سے تو اس کی سچی باتیں بھی سچی نہیں لگتیں نڈھال ہی اتنا کر دیتے ہیں پھر خوشیاں بھی اچھی نہیں لگتیں۔ (نامعلوم)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے زندگی میں پھر سے بہار آ جاتی ہے اور پچھلے سارے غم بھول جاتے ہیں۔ (نوید ملک، گولارچی)

میری رائے میں ہر انسان کی زندگی میں غم اور خوشی اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ جیسے گردن اور دھڑ ہو مگر کسی کو جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے اس کے سارے غم ختم ہو جاتے ہیں۔ (محمد قاسم لاشار بلوچ، گنداواہ)

میری رائے میں غم اور خوشی میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہی غم اور خوشی دیتا ہے کاش کہیں یہ غم خوشی میں نہ بدل جائیں۔ (ممریز بشیر گوندل، گوجرہ)

میری رائے میں انسان غموں کی دنیا سے نکل کر ایک دفعہ خوشیوں کی دنیا میں آ تو جاتا ہے لیکن اسے حقیقی خوشی کی امید نہیں رکھی جاتی ہے۔ (ایم افضل کھرل، ننکانہ صاحب)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو خوشی کا رنگ اور بھی دوبالا ہو جاتا ہے۔ خوشی خوشی ہے چاہے جب ملے۔ (شہزاد سلطان کیف، بھمبر آزاد کشمیر)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو اچھا لگتا ہے بلکہ بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ (شہزاد سلطان کیف، بھمبر آزاد کشمیر)

میری رائے میں اگر خوشی ملتی ہے تو بھی اللہ تعالیٰ سے اپنی کردہ گناہوں کی معافی مانگنا چاہیے تاکہ بعد میں بھی غم نہ آئے۔ (ڈاکٹر سجاد، پشاور)

میری رائے میں جب غم ختم ہونے کے بعد خوشی ملتی ہے اس وقت روح پرسکون ہو جاتی ہے خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ خیال آتا ہے کہ یہ وقت بھی گزر جائے گا غم کا بھی گزر گیا۔ (رانا نذر عباس، منڈی بہاؤ الدین)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے بے جان جسم میں پھر سے روح پھونک دی ہو۔ (میاں عمر زمان، چک نمبر 75/12-L)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی کا ملنا ایسے ہی جیسے ڈوبتے ہوئے کو اچانک سمندر کا کنارہ نظر آ جاتا ہے خوشیاں انجوائے کرنا ہر انسان کا حق ہے اور باعث مسرت ہے۔ (عمر دراز آکاش، جڑانوالہ سٹی)

میری رائے میں احساس ہوتا ہے غم کا مطلب ہے درد دکھی قدرت کی طرف ہوتا ہے اور انسان کو اس کے اپنے دے جاتے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتا اگر ختم ہو جائے تو اپنی یادیں چھوڑ جاتا ہے غم چند دن کے مہمان ہوتے ہیں مگر جس کے پاس آتے ہیں احساس ہوتا ہے۔ (محمد سہیل جگر راجپوت بھٹی، سمندری)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی کا ملنا ایسا ہے جیسے طویل لوڈ شیڈنگ کے بعد لائٹ کا آ جانا ہے آج کل تو واپڈا والے بھی ہماری خوشیوں کا ذریعے بنے ہوئے ہیں اور روزانہ ڈھیروں تحفے وصول کرتے ہیں۔ (عمر دراز آکاش، 377 گ ب)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے اور اب میں اپنے حقیقی احساسات کو بیان کر رہا ہوں جب سے مجھے اس بے قرار کا پیار ملا ہے میری بے قراری کو زوال آ گیا ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ ہے۔ (محمد افضل اعوان، گوجرہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملنا ایسا ہے جیسے نئی زندگی ملنا ہر چیز سہانی لگتی ہے سب غم بھول جاتے ہیں۔ (ایم وکیل عامر جٹ، ساہیوال)

میری رائے میں تو ایسا لگتا ہے کہ کبھی غم دیکھا ہی نہیں اور بہت اچھا لگتا ہے۔ (اشفاق دکھی، 139/4B)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملنے سے غم کا احساس ختم ہو جاتا ہے انسان کی زندگی میں دوبارہ بہار آ جاتی ہے۔ (مولانا عبدالغفور نقشبندی، حافظ آباد)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے کیسا لگتا ہے مجھے ابھی تک غم ہی غم ملے ہیں دعا کرو مجھے کوئی خوشی ملے میں بھی بیان کر سکوں۔ (سعدیہ جبین، شور کوٹ کینٹ)

میری رائے میں اگر صرف زندگی میں خوشیاں ہی ہوں تو غم کا پتہ نہیں چلتا اصل خوشی کا تب ہی احساس ہوتا ہے جو غم کے بعد ملتی ہے غم اور خوشی دونوں زندگی کا حصہ ہیں۔ دونوں حال میں اللہ کا شکر ادا کریں۔ (اطہر مسعود آکاش، 214/9-R)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے انسان موت کے بعد پھر زندہ ہو جاتا ہے۔ (نوید [illegible] ہزارہ، مانسہرہ)

میری رائے میں کسی نے بھول کے مجھ سے پوچھا تم کیسے ہو؟ میں نے کہا زندگی میں غم ہیں غم میں درد ہے درد میں مزہ ہے اور مزے میں میں ہوں۔ (ثناء کنول، چکوال)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان پچھلے غم بھول جاتا ہے بہتی آنکھوں کو سکون مل جاتا ہے مرجھائے ہونٹوں پہ مسکراہٹ مچل جاتی ہے خوشی چیز ہی ایسی ہے جو سارے غموں کو بھلا دیتی ہے۔ (مدثر احمد ولد بشیر احمد، ضلع نیلم)

میری رائے میں خوشی کی مدت بہت قلیل ہوتی ہے جبکہ غم مستقل زندگی کے ساتھ رہتا ہے۔ (خالد فاروق آسی، فیصل آباد)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور وہ آنسو غم کے نہیں ہوتے بلکہ وہ تو آنسو خوشی کے ہوتے ہیں۔ (مقصود احمد، میاں چنوں)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

چاہیے کیونکہ وہ پھر بھی ہم پر غم مسلط کر سکتا ہے۔ (ڈاکٹر سجاد، پشاور)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو انسان بہت اچھا محسوس کرتا ہے جس کی شاندار مثال جواب عرض کا دو ماہ بعد اچانک ملنا ہے۔ (حماد ظفر ہادی، منڈی بہاؤالدین)

میری رائے میں غم کے بعد جو خوشی ملتی ہے وہ زبردست ہوتی ہے اللہ کرے کہ مجھے منظور اکبر مل جائیں یہ میرے لیے خوشی ہوگی۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو پہلے تمام غم بھول جاتے ہیں ہمارے اندر خوشیاں رقص کرتی ہیں یہ خوشی ہمارے زخموں پہ مرہم کی طرح ہوتی ہے۔ (عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

میری رائے میں کہاں سے لائے خوشی۔ (نعیم احمد ڈکھی، کروڑا شانگلہ)

میری رائے میں اس کوپن کے لیے تو میں بس اتنا ہی لکھوں گا کہ پلیز اس کوپن کو بند کر کے اس کی جگہ آپ میری پسندیدہ شخصیت کو شروع کر دیں۔ (نامعلوم)

میری رائے میں پلیز جناب جس اس کالم کو بند کر کے اس کی جگہ کالم میری پسندیدہ شخصیت شروع کر دیں یہ میری آپ سے چھوٹی سی گزارش ہے۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

میری رائے میں ہم غم کے ماروں کو کیا خوشی خاک نصیب ہوگی جس خوشی کی طرف ہم گئے وہ خوشی ہم سے دور بہت دور۔ (رانا محمد احمد، لنڈے والا)

میری رائے میں غم کے بعد غم ہی ملے ہیں آج دن تک خوشی کا نام سنا ہے دیکھی اب تک نہیں دعا کریں ہمیں بھی خوشی مل جائے۔ (محمد صفدر دُکھی، کراچی)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملے تو انسان کو ایک ہموار راہ مل جاتی ہے جس سے جینے کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔ (ذوالفقار علی سانول، ہلکوال)

میری رائے میں ایک خوشی کیا ملی سو غم مجھ سے روٹھ گئے یارو دعا کرو میں پھر سے اداس ہو جاؤں۔ دوستو غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو پھر غم کا انتظار ہو جاتا ہے۔ (محمد عبداللہ، عبدالحکیم)

میری رائے میں جب بھی خوشی ملے گی تو کوپن میں لکھ دیں گے۔ (ثوبیہ حسین، کہوٹہ)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان ایسا محسوس کرتا ہے کہ میرے پاس سب کچھ موجود ہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ (فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو اچھا لگتا ہے مگر غم آخر غم ہوتا ہے اگر اچھا وقت آ جائے تو بھی غم بھول جاتے ہیں۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

میری رائے میں تو بہت اچھا لگتا ہے مگر مجھ کو ابھی تک خوشی ملی ہی نہیں جب ملی تو بتائیں گے کہ کیسا لگتا ہے سنا ہے کہ بہت اچھا لگتا ہے (پرنس عبدالرحمٰن گجر، نین رانجھا)

میری رائے میں غم کے وقت صبر اور خوشی کے وقت انجوائے کرنا چاہیے اور رب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ (ثوبیہ حسین، کہوٹہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا محسوس ہوتا ہے ہمیں ہمیشہ خوش رہ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ کچھ لوگ ایسے ہی غمگین بن کے پھر رہے ہیں مایوسی کفر ہے خیال کرو۔ (عبدالرشید صارم، سعودی عرب)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے اور انسان کو ان خوشیوں کی قدر کرنی چاہیے کہ کتنے غموں کے بعد یہ خوشیوں کے لمحات ملے ہیں۔ (علی حسن بندیجہ، سی پنوں)

میری رائے میں مختصر یہ کہ غم کے بعد خوشی ملے تو دل خوش ہوتا ہے مگر صرف ہوا کے تازہ جھونکے کی طرح خوشی گزر جاتی ہے۔ (عبدالسلام آرائیں، بہاولنگر)

ماں سے پیار کا اظہار

❁ ...... ماں کی شان میں ساری دنیا کے ریت کے ذرے بھی گنوں تو بھی اس سے کہیں زیادہ ہے ماں کی شان اے ماں تجھے سلام۔ (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

❁ ...... ماں میرا جاں ماں میرا زماں ماں میری دعا، ماں میری صدا، ماں میری وفا۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

❁ ...... میرا قول ماں کی خدمت میں، ماں محبتوں کا وہ موسم ہے جس میں کبھی خزاں نہیں آتی۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

❁ ...... ماں ایک ایسا لفظ ایا ایسا رشتہ ہے جس کی تعریف میں جتنے الفاظ بھی لکھیں وہ کم ہیں اور ماں کی خدمت ہی ہماری بخشش کا ذریعہ ہے۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

❁ ...... دوستو ماں کی خدمت کرنے میں دیر مت کرو ایسا نہ ہو کہ ہم سوچتے رہیں اور ماں ہم سے منہ پھیر کے چلی جائے اسی لیے جتنی ہو سکتی ہے ماں کی خدمت کرو۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

❁ ...... ماں کے مرنے کے بعد معلوم ہوا ہے دکھ درد کیا ہوتا ہے

اللہ میری ماں کو جنت میں جگہ دے۔ (حکیم طفیل طوفی، کویت)

❁ ...... ماں تیرے قدموں کی خاک میں میں تم تو چلی گئی ہو اللہ تعالیٰ کے پاس میں ہر وقت آپ کو یاد کرتا ہوں۔ آئی لو یو ماں۔ (ریاض احمد، صادق آباد)

❁ ...... ماں باغ ہے اور ہم ان کے پھول ہیں جب باغ ویران ہو تو پھول بھی ویران مرجھائے ہوئے اس لیے ماں کے بغیر گھر ویران ہیں۔ (غزالہ جبرائیل، لاہور)

❁ ...... ماواں نوں تڑپادن والے آپ کہ وہ سکھ پاندے نے، ماں رے تے رب روے تایوں ٹھکرائے جاندے نے۔ آئی لو یو مام (ایم وائی سچا، جدہ)

❁ ...... دوستو اپنی ماں کا زیادہ سے زیادہ خیال کیا کرو یہ دنیا کی واحد ہستی ہے جس کے قریب خدا ہے جو خود بھوکی پیاسی رہتی ہے اولاد کو دے دیتی ہے دکھوں میں رو کر اولاد کو خوشی دیتی ہے۔ (سید عارف شاہ، جہلم شہر)

❁ ...... ماں وہ رشتہ ہے جس سے جڑی ہوئی نسبت ہی انسان کیلئے باعث جنت ہے ماں وہ ہستی ہے جو اولاد کی مسکراہٹ سے بھی پریشانی معلوم کر سکتی ہے۔ (حماد ظفر ہادی، گوجرہ)

❁ ...... ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (غلام مصطفیٰ)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت ہی پیار کرتا تھا اور اب میں بدنصیب انسان ہوں جو میری ماں اس دنیا میں نہیں۔ (سردار اقبال، سردار گڑھ)

❁ ...... ماں ایک ایسی ہستی ہے جو اپنے بچوں کے لیے بہت ہی قیمتی ہے۔ ماں جنت کی ہوا ہے ماں تجھ کو سلام اے خدا سب ماؤں کی حفاظت کرنا اور جن کی مائیں اس دنیا میں نہیں ہیں ان ماؤں کو جنت الفردوس عطا کرنا۔ (ولی محمد اعوان گولڑوی، صدر کینٹ لاہور)

❁ ...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا مگر میری ماں کی زندگی ہی اتنی تھی اے ماں تیری دعائیں آج بھی میرے ساتھ ہیں۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

آئینہ روبرو

میں جواب عرض کافی سے پڑھ رہا ہوں اور جب میں اس کو پڑھتا ہوں تو اس کی ہر کہانی میں کھو جاتا ہوں یوں لگتا ہے کہ جس نے بھی کہانی لکھی ہے سچی لکھی ہے۔ میں جواب عرض سے بہت متاثر ہوں اور چاہتا ہوں کہ میں اپنے ان رائٹروں کی حوصلہ افزائی کروں جو جواب عرض کے لیے محنت کر رہے ہیں اور قارئین کو اچھی اچھی تحریریں پڑھنے کو دے رہے ہیں۔ میں کچھ انعامات دینا چاہتا ہوں تاکہ لکھنے والے کے قلموں میں مزید لکھنے کی طاقت پیدا ہو سکے۔ میں نے جو تحریری سلیکٹ کی ہیں اور ان کے لیے جو انعامات رکھے ہیں وہ آپ کو فوری مل جائیں گے۔ سب سے پہلے ریاض احمد باغبانپورہ لاہور ۵۰۰ روپے۔ اے آر راحیلہ فیصل آباد ۵۰۰ روپے۔ کشور کرن پتوکی۔ ۵۰۰ روپے۔ حورین حسین کے لیے سالانہ جواب عرض ایک سال کے لیے مفت۔ ثریا دعا۔ کو ایک سال کے لیے جواب عرض بطور گفٹ۔ رینا محمود قریشی۔ کو تین ماہ تک جواب عرض گفٹ۔ منیر رضا کو پانچ ماہ تک جواب عرض بطور گفٹ۔ رانا بابر علی ناز کو تین ماہ تک جواب عرض بطور گفٹ۔ سائرہ ارم کو پانچ ماہ کے لیے جواب عرض بطور گفٹ۔ صدا حسین صدا کو چھ ماہ کے لیے جواب عرض بطور گفٹ۔ ارمان سنگم کو تین ماہ کے لیے جواب عرض بطور گفٹ۔ فرقان کو تین ماہ کے لیے جواب عرض بطور گفٹ۔ یہ تھے اس بار کے انعامات اس کے بعد جو بھی انعام کے حقدار ہوں گے ان کے نام بھی جواب عرض میں شائع کر دیئے جائیں گے میری طرف سے سب کو خلوص دل سے سلام۔

جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا۔۔۔۔ بس اس نے خرید کر مجھ کو انمول کر دیا۔
غم عاشقی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا۔۔۔۔ تیرے پیار نے بنا دی میری زندگی افسانہ

محمد شہزاد کنول چکوال۔ شارجہ۔

جن قارئین کرام کے نام انعامی سلسلے میں لکھے گئے ہیں وہ جلد از جلد آفس منیجر ریاض احمد سے رابطہ کریں۔

سب سے پہلے تمام قارئین کو محبت بھرا اسلام قبول ہو جنوری کا شمارہ اپنی مثال آپ تھا نیا سال کا شمارہ نئے سال سے پہلے ہی مل گیا ہے جسے پا کر بہت ہی خوشی ہوئی ہے کشور کرن کی سٹوری زندگی موت دیتی ہے بہت ہی اچھی تھی باقی حورین۔ شازیہ چوہدری۔ رینا محمد ثریا اٹک منیر رضا راشد لطیف۔ کامران احمد صدا حسین صدا ۔فرقان۔ شہزادہ سلطان کیف کی سٹوری بہت اچھی تھیں میری طرف سے اچھا لکھنے پر بہت مبارک باد قبول ہو۔ بھائی عامر وکیل جٹ کہاں غائب ہیں ریاض احمد۔ ریاض حسین شاہد عاشق حسین ساجد انتظار حسین ساقی ندیم عباس ڈھکوائے آر راحیلہ منظر کو میری طرف سے سلام قبول ہو۔

محمد افضل آزاد۔ ساہیوال۔

دسمبر کا شمارہ ملا اس میں اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی انکل جان میں نے کچھ غزلیں اشعار اور کوپن بھی ارسال کیے تھے وہ کہاں غائب ہو گئے یا پھر ردی کی ٹوکری ہضم کر گئی اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف خاموش محبتیں اے آر راحیلہ منظر کی زبردست سٹوری تھی بہت اچھا اختتام ہوا لیکن طویل بہت تھی پھر بھی بازی لے گئی پھر بازی ہار چلے۔ ریاض حسین شاہد کی بھی سٹوری اچھی تھی ساحل پہ آ کے ڈوبے اللہ دتہ چوہان۔ دیوانہ دل کشور کرن پتوکی۔ اصلی چہرہ۔ سونیا رحمت اور باقی سٹوریاں بھی اچھی تھیں ابھی کچھ تو پڑھنی باقی ہیں شاعری میں کشور کرن کی شاعری سب سے خوب لگی۔ اور ارمان سنگم کی بھی باقی غزلیں زبردست تھیں جن میں مزمل حسین منظور اکبر تبسم ثوبیہ حسین کھوتہ جبرائیل آفریدی ندیم عباس ڈھکو سب شامل ہیں آخر میں انکل شہزاد سے گزارش ہے کہ ہم پر بھی نظر شفقت فرما کر ہماری بھی غزلیں شائع کر دیں تمام قارئین کو اور اسٹاف کو سلام۔
محمد ندیم عباس میواتی آف پتوکی۔

جواب عرض کے لیے میرا یہ تیسرا خط ہے پہلا خط آپ نے شائع کیا اس کے لیے آپ کا بہت بہت شکریہ دسمبر کے شمارہ میں سب سے اچھی سٹوری جو تھی وہ ہے بازی ہار چلے جو کہ انکل ریاض حسین شاہد نے لکھی تھی ہمیں بہت پسند آئی اور ہم نے انکل سے رابطہ بھی کیا اللہ تعالیٰ انکو سلامت رکھے اور بھائی ظہور احمد کو حوصلہ اور انکی محبت نصیب فرمائے اس کے بعد بہت اچھا اینڈ کیا آپی اے آر راحیلہ نے خاموش محبتیں کا اللہ تعالیٰ انکو مزد لکھنے کی توفیق دے دسمبر ٹمیسٹ کی وجہ سے باقی سٹوریاں ابھی نہیں پڑھیں غزلوں میں آپی کشور کرن ارمان سنگم جناب مزمل حسین ندیم عباس ڈھکو امجد اقبال بھی نے خوب کمال دکھایا میں نے بھی کچھ غزلیں بھیجی تھیں وہ معلوم نہیں کہاں غائب ہیں میرے پہلا خط کی وجہ سے اگر کسی کی دل شکنی ہوئی ہو تو اس کے لیے سوری بھائی ندیم عباس میواتی صاحب سچ لکھا کرو تا کہ بعد میں شرمندہ نہ ہونا پڑے مجھ سے کوئی شکوہ نہیں آپی جان خود ہی پوچھ لیں گی۔
مصباح کریم میواتی۔ پتوکی۔

جواب عرض کے سارے لکھاریوں اور قاریوں کو جیا عباس کا خلوص دل سے سلام قبول ہو جواب عرض پہلی بار آج سے دس سال پہلے پڑھا مگر آج تک خاموش قاری رہے دسمبر کا شمارہ سامنے ہے بس آج دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر قلم اٹھا ہی لیا کہ چلیں دوستوں کو تعارف ہی کروا دیں نام تو پتہ چل ہی گیا ہے ایک صاحب کتاب شاعرہ ہوں تیرے بعد کتاب کا نام ہے جس میں زندگی کی ساری اذیتیں دکھ اور درد سمیٹ دیئے ہیں جواب عرض کے میری طرح اجڑے ہوئے دکھی قارئین یہ بک چاہیے وہ ادارہ جواب عرض کی معرفت مجھ سے اپنا ایڈریس دے کر منگوا سکتے ہیں میں ایک رائٹر بھی ہوں اور جواب عرض میں لکھنا چاہتی ہوں بس آپ لوگوں کے خلوص کا انتظار رہے گا کشور کرن جی آپ کی شاعری نے متاثر کیا ہے کتنی کٹھن ہے زندگی نے کافی متاثر کیا ہے شاعری تو ساری ہی لاجواب ہوتی ہے گلدستہ آئینہ روبرو اور باقی کالم بھی اچھے ہوتے ہیں جواب عرض میں کافی بہتری آئی ہے مزید اللہ اسے ترقی دے آمین۔ شہزادہ عالمگیر کی موت کا شدید دکھ ہوا تھا اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ مجھے امید ہے کہ تیرے بعد میری بک جو بھی ایک بار پڑھے گا اس کو میری شاعرانہ صلاحیتوں پر یقین ہو جائے گا۔ اور میں چاہتی ہوں کہ ہر کوئی میری اس بک کا مطالعہ کرے۔ آمین امید ہے کہ جواب عرض میں مجھے سب دوست ویلکم کہیں گے۔ سب کو سلام۔

سیدہ حیا عباس تلہ گنگ۔

جنوری کا شمارہ روگ محبت نمبر ملا دل کو بہت سکون ملا سب سے پہلے اپنی کہانی مجھے تم یاد آتے ہو دیکھی دلشاد شاد ہو گیا پھر شازیہ جاوید شازی کی کہانی پڑھی جس نے میرے دل کے تاروں کو چھو لیا واہ کیا کہنے ہیں آپ کے بہت خوب لکھتی ہیں آپ آپ کے قلم میں بہت طاقت ہے سٹوری میں حالات کے مطابق شاعری لکھی آپکا انداز بہت اچھا لگا پہلی بار لکھنے پر میری طرف سے مبارک باد کے ڈھیر آپکے نام۔ ملک علی رضا آپکی دسمبر سٹوری بھی ایسا بھی ہوتا ہے آپ سٹوری کاپی کرنے میں ماہر ہو پوری کی پوری سٹوری کاپی کر لی واہ کیا کہنے آپ کے۔ پلیز ایسا کرنے سے رائٹر کی شان میں اور معیار میں فرق پڑتا ہے اور جس کی تحریر کاپی کی جائے اس کا دل بھی دکھتا ہے لہذا آپ ایسا مت کریں برا لگے تو سوری منظور اکبر تبسم آپ ہر بار دوستی کے لیے کہتے ہیں کیا آپ کو ابھی تک اچھا دوست نہیں ملا ہے اگر نہیں ملا تو عمر دراز ندیم ڈھکو ریاض تبسم ارمان سنگم کو اپنے بہترین دوست کیوں کہتے ہو پہلے انکے ساتھ تو دوستی تو نبھالو بھائی عمر دراز آپ کافی مغرور ہو گئے ہیں یہ بات اچھی نہیں ہے ہمارا دل دکھتا ہے ریاض تبسم چوہان صاحب آپ نے میری کہانی مجھے تم یاد آتے ہو کی تعریف کی میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں میرے پاس الفاظ نہیں کہ آپ کا شکریہ ادا کر سکوں خالد فاروق آسی اور انتظار حسین ساقی آپ لوگ جیلس کیوں ہوتے ہو میری صحت پر کوئی فرق نہیں پڑیگا آپ کا کام ہے آپ جانے اس کے علاوہ سوینا رحمت کی تحریر اچھی تھی پلیز کسی سے رابطہ نہ کریں پچھتائیں گی خواہشوں کے ریلے میں حورین حسین دودل ایک شازیہ چوہدری اب پچھتاوا کیسا رینا محمود قریشی یاد ماضی عذاب ہے منیر رضا محبت کی ادھوری داستان صبا ملک بکھرتی شام اور میں سائرہ ارم تیری یاد ساتھ ہے پریا دعا۔ دوریوں کا صحرا شازیہ جاوید شازی زندگی ملی تو کیسی سمیرا ریاض سب کی تحریریں ویری گڈ تھیں سب کو سلام اور مبارک باد قبول ہو مجھے بھی اپنی نیک تمناؤں اور دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔ دعا ہے کہ جواب عرض کی یہ دکھی نگری ہمیشہ قائم رہے۔ آمین۔

سمیر ارمان سنگم۔ فیصل آباد۔

میری طرف سے آپ کو اور آپ کے تمام سٹاف کو مبارک باد قبول ہو پہلے کچھ جواب عرض میں بھیجتا رہا ہوں بیماری وجہ سے جواب عرض کا حصہ نہ بن سکا۔ اسکے لیے معذرت کرتا ہوں میری طرف سے کرن شارہ ماہ نور رکو دل سے سلام ہو اور تمام پڑھنے سننے والوں کو سلام ہو

کوئی ہار گیا کوئی جیت گیا ---------- یہ سال بھی آخر بیت گیا

پھر نیا سال نئی صبح اور نئی امیدیں ---------- اے خدا خیر کی خبروں کے اجالے رکھنا

جنوری کے شمارے میں اقرا ناز صادق اباد کا شعر پسند آیا دعا ہے کہ وہ اچھا لکھتی رہیں اس کے علاوہ ارمان سنگم کی شاعری اچھی ہے ثوبیہ حسین کھوبڑ کی شاعری اچھی تھی کہانیوں میں تیری یاد ساتھ ہے پریا دعا اٹک۔ بکھری شام اور میں سائرہ ارم جہلم بہت اچھی تھیں اللہ تعالیٰ انکو خوشیاں ہی خوشیاں دے۔ اور تمام لکھاری اچھا لکھ رہے ہیں سب کو دلی سلام۔

محمد ارشد محسن پوہلہ صائم علی پوہلہ۔

سال ۲۰۱۳ کا آخری شمارہ ادھوری محبت اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے بہت ہی پیارا شمارہ ہے تقریبا تمام کہانیاں بہت ہی اچھی ہیں سپیشلی میر دوست کی کہانی میرے مخلص مسیحا ملک عاشق حسین کاش یہ کوب ہوتا حاجی انور لانگ ۔زخم وفا ناصر سلیم ساحل یہ آ کے ڈوبے۔ اللہ دتہ چوہان ادھوری محبت عمر دراز آ کاش قصور کس کا ایم احمد مجمی۔ کتنی کٹھن ہے زندگی منظور اکبر تبسم کی اچھی کہانیاں تھیں ریاض حسین شاہد آپ کی کہانی باز ہارے چلے ٹاپ سٹوری تھی خاص کر آپ اور انور لانگ صاحب میرے استاد ہیں میں آپ دونوں کو دلسے قدر کرتا ہوں باقی اے آر راحیلہ صاحبہ کی کہانی خاموش محبتیں اپنی اختتام کو پہنچی اتنی لمبی چوڑی قیط وار کہانی سے ہمیں کیا سبق ملا پتہ نہیں عمر دراز آ کاش مزید محنت کی ضرورت کی ہے آپ کی کہانی میں کشش کم تھی اللہ دتہ بے درد پہلی دفعہ آپ کی کہانی نے متاثر نہیں کیا منظور اکبر تبسم گفٹ بھیجوں گا لیکن موسم بہار میں ابھی سردی ہے مس فوزیہ شاز یہ چوہدری کشور کرن اور سونیا رحمت آپ سب کو مزید محنت کی ضرورت ہے اپنی اپنی کہانیوں میں خوبصورت الفاظ کا اضافہ کریں باقی مجھے جواب عرض کی محفل میں شامل کرنے کا شکریہ۔

پرنس مظفر شاہ ۔ ناگمان چوک پشاور

ماہ جنوری کا شمارہ دسمبر میں ہی مل گیا تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا تو ایمان تازہ ہو گیا۔ اس کے بعد غزلوں کی چھان بین شروع کی اپنی کوئی بھی غزل نہ پا کر دکھ ہوا میں تقریبا ہزاروں کی تعداد میں غزلیں بھیج چکا ہوں لیکن ہر بار آپ میری غزلیں ردی کی ٹوکری کی نظر کر دیتے ہیں کیا ہماری غزلیں اتنی ہی بری ہوتی ہیں جناب اگر ہمارا لکھنا آپ کو اتنا ہی برا لگتا ہے تو اب ہم بھی نہیں لکھیں گے ہماری دعا ہے جواب عرض دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے آمین بحر حال چھوڑیں پھر بھی اس موضوع پر بات ہو گی ان دوستوں کا شکریہ جو میری شاعری کو پسند کرتے ہیں اور فون پر بار بار مجھے لکھنے کی تاکید کرتے ہیں ارشد دکھی ٹیلر ماسٹر ظفر گلری موبائلز جیا علی ڈاکٹر مدثر سعید انور بھٹی منڈی احمد آباد ملک جاوید تخی اختر بھٹی راجل بکڈ یو جنید اختر حجروی رانا فہم ۔لال علی حسنین سنی گروساجد گردماموں پندت اور باقی سب دوستوں کو سلام۔

بھول گیا ہے وہ پرانے سال کی طرح پرانے یار بھی۔ اسے نیا سال بھی مبارک اسے نئے یار بھی مبارک۔

غلام فرید جاوید حجرہ شاہ مقیم۔

جناب میں کافی عرصہ سے شاعری کر رہا ہوں کچھ عرصہ پہلے میرا رابطہ ایک عاصم بوٹا سے ہوا جو جواب عرض کے پرانے لکھاری ہیں انہوں نے مجھے جنوری کا جواب عرض دیا اور آپ کے ادارے کا مکمل تعارف کرایا جواب عرض پڑھنے کے بعد دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ شاعری سے ہٹ کر کچھ اور بھی لکھوں اس کے لیے آپ کے ڈائجسٹ کا انتخاب کیا ہے جواب عرض میں پہلی دفعہ ایک عدد غزل اور لیٹر کے ساتھ حاضر خدمت ہوں امید ہے کہ آپ میری ان تحریروں کو کسی قریبی شمارے میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ جواب عرض کے تمام رائٹروں کو اور عملہ کو سلام۔

ایم ناصر جوئیہ ۔ چوک متیلا۔

میں اتنا بڑا لکھاری نہیں ہوں بس تھوڑا بہت لکھنے پڑھنے کا شوق ہے میں چوک متیلا سٹی میں ہی رہتا ہوں

اور میرے شہر ہی کے رائٹر ایم عاصم بوٹا شاکر سے دوستی کافی پرانی ہے میں ان سے پانچ ماہ سے مسلسل جواب عرض لے رہا ہوں میں نے ان سے کہا ہے کہ مجھے جواب عرض میں لکھنا ہے تو انہوں نے کہا ہاں ضرور لکھو جواب عرض والے ضرور شائع کریں گے تو میں نے انکے کہنے پر ایک عدد غزل اور لیٹر کے ساتھ پہلی مرتبہ حاضری دے دی ہے امید ہے کہ آپ میری ان تحریروں کو قریبی شمارے میں شامل کر کے شکریہ کا موقع دیں گے۔ جواب عرض کے تمام رائٹروں اور قارئین کو سلام۔

ایم عمران آرائیں۔ چوک منیلا

ماہ جنوری کا جواب عرض میرے ہاتھ میں ہے مجھے پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی ہے سب سے پہلے محمد انور ساجد ریاض احمد مجید احمد جائی۔ نثار احمد مقصود بلوچ منظور اکبر تبسم ندیم عباس ڈھکو راشد بھائی ملتان اور تمام رائٹروں اور سٹاف کو اور قارئین کرام کو دل کی گہرائیوں سے سلام قبول ہو امید ہے کہ سب لوگ زندگی کے نشیب وفراز اور تمام تر رنگینیوں کے ساتھ زندگی کا بھر پور لطف اٹھا رہے ہوں گے کہانیوں میں کشور کرن آپی کی کہانی زندگی موت دیتی ہے بہت ہی دکھی اور پیاری کہانی تھی۔ راشد لطیف کی کہانی کیسا ہے یہ دیوانگی بہت ہی پیاری تھی باقی جن کہانیوں نے مزا دیا ان میں میں بے قصور ہوں روگ محبت یاد ماضی عذاب ہے اب پچھتاوا کیسا تم مجھے یاد آتے ہو اور باقی سب کہانیاں بہت ہی پیاریاں تھیں۔ مجھے دلی خوشی ہو رہی ہے کہ جواب عرض آج بھی بہت تیزی سے ترقی کر رہا ہے اور نہایت امیدگی سے اپنی منزل کی طرف جا رہا ہے اس میں جہاں اس کے سٹاف کی محنت ہے وہاں اس کے رائٹروں کی محنت کاوش اور دلچسپی سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جواب عرض کے رائٹر اپنی صلاحیتوں اور اپنے قلم کی خوبصورتی سے ان بزم کو خوبصورت بنانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں میں سب رائٹروں کو سلام پیش کرتا ہوں۔

محمد وقاص ساگر فیروزہ۔ خانپور۔

جنوری کا جواب عرض میرے ہاتھ میں ہے مجھے پڑھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے تمام نئے رائٹروں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں زندگی موت دیتی ہے۔ کشور کرن چتو کی خواہشوں کے ریلے میں حورین حسین دیوانہ پن شہزادہ سلطان کیف بے قصور ہوں میں شاید کامران احمد دو دل ایک جان شازیہ چوہدری طلوع محبت غرقان برا انجام محمد دین رحمان اب پچھتاوا کیسا رینا محمود قریشی۔ روگ محبت صدا حسین صدا۔ یاد ماضی عذاب ہے منیر رضا۔ محبت کی ادھوری داستان صا ملک بکھری شام اور میں تلاش رانا بابر ناز تیری یاد ساتھ ہے پریا دعا۔ دوریوں کا صحرا۔ شازیہ جاوید شازی۔ زندگی ملی تو کیسی سمیرا ریاض۔ تم مجھے یاد آتے ہو سمیرا رمان سنگم مل کے بھی ہم نہ ملے نثار احمد حسرت بہت ہی پیاری کہانیاں تھیں غزلوں میں انتظار حسین ساقی کی غزلیں بہت پیاری تھیں۔ جواب عرض کی ترقی کے لیے دعا گو ہوں۔

راشد لطیف۔ صبرے والا۔ ملتان

جنوری کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے امید کرتا ہوں کہ جواب عرض کی پوری زندہ دل ٹیم خیریت سے ہوں گے مری طرف سے پوری ٹیم کو نیا سال مبارک ہو اب تبصرے کی طرف آتے ہیں میں نے جواب عرض

پشاور سے خریدا خوبصورت شاندار رنگوں سے سجے سرورق کی سرخی ہے خوبصورت انڈین حسین بھی سرورق کا حصہ ہے سرورق معیاری اور شاندار ہے تمام سلسلے اور تحریریں دلچسپ ہیں دیگر تحریری مواد بھی قابل تعریف ہیں ملاقات کے سلسلے کا جواب نہیں ہے باقی میری طرف سے سب کو سلام۔

شیر زمان پشاوری۔ پشاور۔

جواب عرض سے میرا تعلق تو کئی عرصہ سے ہے مگر جب تعلق گہرا ہو جائے پھر اظہار تو بنتا ہے شہزادہ عالمگیر کی کمی بہت شدت سے محسوس ہوتی ہے اور شہزادہ فیصل شہزادہ التمش اور ریاض احمد کی عظمت کو سلام پیش کرتی ہوں جواب عرض کی ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک ہے کشور کرن کی شاعری بہت ہی پسند ہے شازیہ چوہدری کی کہانی ایسی بھی کیا خطا ہے انتظار حسین ساقی کی کہانی محبت کب ساتھ چلتی ہے. بہت ہی پسند آئیں۔ اور سر ریاض احمد سے گزارش ہے کہ مجھے بھی جواب عرض میں جگہ دیں سب کو نیا سال مبارک ہو۔

راشدہ سید۔ جھمرہ۔

جنوری کا شمارہ کوٹلی شہر سے لیا آج پانچ سال کے بعد جواب عرض لیا کچھ دوستوں کی فرمائش اور چاہت تھی کہ میں واپس جواب عرض میں آ جاؤں ان میں ہے انکل شاہد ریاض قبولہ شریف اور پیارے سے سویٹ دوست ملک علی رضا اعوان فیصل آباد اللہ دتہ مخلص اشرف زخمی دل عامر وکیل جٹ اور بہت سے دوستوں نے کہا کہ آپ جواب عرض پڑھیں بھی اس میں لکھیں بھی شہزادہ عالمگیر صاحب تو ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن انکی یادیں جب تک زندگی کا ایک سانس باقی ہے اس وقت تک ہمارے ساتھ رہیں گے جواب عرض جب کھولا تو سب سے پہلا اسلامی صفحہ پڑھا بہت خوشی ہوئی اور دلی سکون ملا اس کے بعد غزلوں پر نظر دوڑائی سب کی غزلیں بہت اچھی تھیں مگر شازیہ جاوید گجرات مس صبا کلر سیداں منیر رضا ساہیوال چوہدری الطاف حسین دکھی آزاد کشمیر کی غزلیں بہت ہی پسند آئیں اس کے بعد کہانیوں کا مطالعہ کیا سب سے پہلی کہانی محبت موت دیتی ہے کشور کرن پتوی پڑھی آنکھوں میں آنسو آ گئے کشور کرن آپ ایک عظیم رائٹر ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی زندگی دے۔ اس کے بعد دوریوں کا صحرا شازیہ جاوید بھی بہت اچھی تھیں اس کے بعد خواہشوں کے ریلے میں حورین حسین بھی اچھی تھیں اسکے بعد دو دل ایک جان تحریر شازیہ چوہدری بہت اچھی تھیں تیری یاد ساتھ ہے. بہت ہی پسند آئی تحریر پر یاد عا یاد ماضی عذاب ہے بھی بہت پسند آئی آخر میں سب کو سلام

حافظ شفیق عاجز کوٹلی آزاد کشمیر

ماہ نومبر کا جواب عرض مجھے بہت لیٹ ملا چلو خیر مل تو گیا اس بار جواب عرض کے تمام ٹائٹل بہت ہی اچھے تھے اس کے بعد اس بار نومبر کے تمام رائٹر کی کہانیاں بہت ہی اچھی تھیں مبارک باد آئندہ بھی لکھتے رہنا آج کل حنات حماد ہادی کی سٹوری نہیں آ رہی ہے اور نہ ہی صدا حسین صدا خالد محمود سانول کی بھی نہیں آتی ہیں برائے مہربانی انکی سٹوری لازمی شائع کریں بہت مہربانی ہوگی۔ میری طرف سے سب کو سلام

راجہ کامران حمید کمانڈ ولسووال۔

جواب عرض دسمبر کا شمارہ مجھے جلدی مل گیا سب سے پہلے تمام دوستوں کو نیا سال مبارک ہو اس بار بھی جواب عرض بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا سٹوریوں میں شازیہ چوہدری عمر دراز منظور اکبر۔ کشور کرن احمد نجی اللہ دتہ بے درد مس فوزیہ حاجی انور لانگ ریاض شاہد اور باقی کی بھی پسند آئیں ویری گڈ ایسے ہی لکھتے رہا کریں ان سب کی سٹوریاں بہت پڑھنے کو ملی اس کے بعد دوسرے کالم بھی بہت اچھے لگے۔ سب کو سلام۔
راجہ کامران حیدر راجگان۔

نومبر کا جواب عرض مکمل پڑھ چکا ہوں سب سے پہلے اسلام صفحہ پڑھا اور دین کے متعلق باتیں حاصل ہوئی اس کے بعد غزلوں کی باری آئی اس دفعہ غزلیں کوئی خاص اچھی نہیں تھیں کہانیوں میں غموں کی اداس وادی حکیم ایم جاوید نسیم چوہدری فیصل آباد کی کہانی اچھی تھی اس کے بعد آگ کا دریا مس صبا کلر سیداں برسات میں جلتی آنکھیں انتظار حسین ساقی لالچ کا نام ہے محبت ایم وکیل عامر جٹ ساہیوال دیا جلائے رکھنا مس افشاں ملتان روڈ لاہور۔ ان سب کی کہانیاں بہت اچھی تھیں ان سب کو میری طرف سے مبارک باد قبول ہو باقی خاموش محبتیں کی ایک قسط آپ کھا گئے ہیں پانچویں قسط کے بعد نومبر میں ساتویں قسط آ گئی ایک قسط کدھر گئی شام غم جناب ندیم عباس ڈھکو ساہیوال کی کہانی زبردست تھی باقی کالموں میں سب ہی کالم اچھے تھے سب کو سلام۔
محمد آفتاب شاد کوٹ ملک دوکوٹہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ شہزادہ سر ہر انسان کی زندگی میں بہت کچھ ہوتا ہے چھپانے کی اور بہت کچھ زمانے کو دکھانے کے لیے اور اگر میں یہ کہوں کہ میرے پاس بھی ایسا بہت کچھ ہے جو میں چاہ کر بھی نہ کسی کو بتا سکتی ہوں اور نہ ہی سنا سکتی ہوں آپ خود سمجھدار ہیں حساس مند انسان ہیں لوگوں کے دکھ بانٹنے والے ہیں اور ان میں خوشی بانٹنے کی کوشش کرتے ہیں سر پلیز میرے تھوڑے کو بہت جان کر اگر آپ میرے ساتھ ہمدردی والا معاملہ کریں تو اس کی جزا آپ کو اللہ پاک ضرور دیں گے پڑھنا لکھنا میرا شروع ہی شوق رہا ہے جنون کی حد تک مگر اب یہ شوق مجبوری بن چکا ہے وجہ حالات کی تبدیلی۔ میں نے ہاناں سر جی کہ میں چاہ کر بھی اپنے فگار دل کی داستان کسی کو نہیں سنا سکتی ہاں مگر میرے اردگرد ایسے بے شمار کردار ہیں جنکی دکھی دلوں کی آواز میں جواب عرض کے پلیٹ فارم سے اٹھانا چاہتی ہوں سر میرے نزدیک ہر فرد ایک کردار ہے اور ہر کردار کے ساتھ بے شمار داستانیں جڑی ہوئی ہیں یوں تو مختلف جرائد میں لکھنے کا اتفاق بھی اللہ رب العزت کے خاص کرم اور فضل سے ہوا ہے مجھے مگر آج تک جواب عرض کے لیے نہیں لکھ سکی تھی وجہ نہیں بھی کوئی وجہ نہیں بس تھوڑی جھجک محسوس ہوتی تھی اور کافی عرصہ سے تذبذب کا شکار تھا کہ لکھوں یا نہ لکھوں پتہ نہیں آپ کے معیار پر پورا اترے یا نہیں شاید آپ جگہ دیں یا ہو سکتا ہے ہری جھنڈی ہی دکھا دیں مگر پھر میری بہت پیاری دوست اور کزن صائمہ عارف نے مجھے بہت اصرار سے کہا کہ جواب عرض میں ضرور لکھوں اور سب سے پہلے میرے ماموں کی کہانی لکھو سو میں نے اس کی فرمائش پر اس کے ماموں کی کہانی لے کر حاضر ہوئی ہوں پسند آئے تو قریبی شمارے میں جگہ دے دیں۔ شہزادہ سر میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں اگر آپ کو برا نہ لگے تو پلیز میرا نمبر کہانی کے ساتھ شائع مت کرنا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں کس وجہ سے منع کر رہی ہوں یہ میری مجبوری ہے امید ہے کہ میری کہانی کو جلد جگہ دیں گے۔

ثمینہ طاہر بٹ بھگت پورہ لاہور

جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام قبول ہو ماہ دسمبر کا شمارہ کافی لیٹ ملا مگر جب ملا تو دل کو سکون مل گیا اور بہت ہی خوشی ہوئی مگر جب ورق گردانی شروع کی تو اپنی کوئی بھی تحریر نہ پا کر بہت مایوسی ہوئی اور دکھ ہوا مگر کر بھی کیا سکتے تھے آگے پڑھنا شروع کر دیا کہ کبھی تو ہمارا بھی خیال آئے گا غزلوں میں کشور کرن پتوکی ارمان سنگم ماریہ سرگودھا منظور اکبر تبسم جھنگ ملک علی رضا فیصل آباد تو یہ حسین کھوٹہ گڑیا باغ علی سیالکوٹ عمر دراز آکاش جڑانوالہ ندیم عباس ڈھکو ساہیوال بلکہ سب کی غزلیں اچھی تھیں پلیز اور بہتر ادبی غزلیں لکھا کریں جن سے کوئی نتیجہ نکلتا ہو کہانیوں میں سب سے پیاری کہانی مس فوزیہ کنول قصور آپ پہلی بار ہی رسالے پر چھا گئیں اچھا لکھتی ہو پلیز آئندہ بھی لکھتے رہنا۔ باقی ایم احمد نجمی کالا باغ۔ شازیہ چوہدری شیخوپورہ کشور کرن پتوکی سونیا رحمت فیصل آباد ملک علی رضا فیصل آباد راشد لطیف صبرے والا عمر دراز آکاش فیصل آباد ریاض حسین شاہد قبولہ شریف ملک عاشق حسین ساجد حاجی انور لانگ اللہ دتہ مخلص مری کینٹ منظور اکبر تبسم جھنگ ناصر سلیم خانیوال آپ سب کو مبارک ہو آپ سب نے بہت ہی اچھا لکھا ہے اللہ کرے اور زیادہ اچھا لکھتے رہیں آمین آخر میں اے آر راحیلہ جو کسی تعارف کی محتاج نہیں انکی آخری قسط خاموش محبتیں جب پڑھی تو میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں کہ اتنی پیاری سٹوری ختم ہونے جا رہی ہے مگر امید ہے کہ آپ پھر جلد کوئی اچھی سٹوری کے ساتھ حاضر ہو کر اپنی کمی کو پورا کریں گے باقی سب کو سلام۔

بشارت علی پھول باجوہ تھوتھیاں خورد۔

یہ میرا جواب عرض میں پہلا خط ہے میں نے پہلے بہت بار شاعری بھی بھیجی ہے اور ایک کہانی بھی لیکن شاید آپ میری تحریروں کے لیے جواب عرض میں جگہ نہیں ہے میں جواب عرض آٹھویں جماعت سے پڑھ رہی ہوں اور اب بارہویں میں ہوں جواب عرض میں سب کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں میں شہزادہ التمش بھائی سے گزارش کرتی ہوں کہ پلیز میری شاعری کو بھی جواب عرض میں جگہ دیں اور کہانی کو بھی۔

رانی اسلم راولپنڈی۔

جواب عرض بہت اچھا رسالہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو چار چاند لگائے یہ میرا پہلا لیٹر ہے امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے بازی ہار چلے ریاض حسین شاہد کی زبردست سٹوری تھی ساحل پہ آ کے ڈوبے بھی اچھی لگی اللہ دتہ چوہان صاحب کو مبارک باد باقی سٹوریاں بھی قدرے اچھی تھیں غزلیں بہت اچھی تھیں ندیم عباس ڈھکو مزمل حسین ارمان سنگم کشور کرن نائیلہ طارق سب نے بہت ہی اچھا لکھا مائی کلاس کے دوستوں کو سلام

محمد حمزہ شہزاد۔ بوریوالہ

ماہ جنوری کا شمارہ جلد مل گیا اسلامی صفحہ پڑھا بہت ہی سکون ملا اسکے بعد غزلوں کی محفل میں نظر دوڑائی پسندیدہ اشعار کی محفل میں اس ماہ کچھ خاص نہ رہی کہانیوں میں زندگی موت دیتی ہے خواہشوں کے ریلے میں۔ بے قصور ہوں میں دو دل ایک جان۔ برا انجام اب پچھتاوا کیسا۔ بکھرتی شام اور میں۔ محبت کی ادھوری داستان

یاد ماضی عذاب ہے۔ روگ محبت۔ دیوانہ پن اس ماہ کی بہترین کہانیاں تھیں سب کو سلام
ایم عمیر مظہر سنی۔ تبکیاں

دسمبر کا جواب عرض نئے خوبصورت انداز میں مین مارکیٹ لاہور سے ملا کہانیوں کا عنوان نہایت ہی خوبصورت تھا ارمان سنگم کی شاعری اچھی لگی بھائی منظور اکبر تبسم کی تحریر بہت پسند آئی ملک علی رضا کی تحریر اچھی تھی مگر جناب آپ کی تحریر کا مطلع کدھر جا رہا ہے مقطع کدھر ہے خیر لکھو رائٹر جی ریاض احمد لاہور سیف الرحمن زخمی کو بہت یاد کیا ایک گزارش ہے کچھ تحریریں کافی عرصہ سے جگہ نہیں مل رہیں جن میں لوگ چھوڑ دیتے ہیں تڑپتا دل مہربانی فرما کر قریبی اشاعت میں جگہ دیں سب کو سلام

منیر رضا۔ ساہیوال۔

نومبر کا شمارہ ملا غموں کی اداس وادی نے دل پر گہرا اثر کیا باقی تمام دوستوں نے بھی اچھا لکھا پھر دسمبر اپنا نقش دھو جا۔ مس فوزیہ کنول قصور کس کا احمد جمی۔ کی تحریر زبردست تھی میرے مخلص مسیحا ملک عاشق حسین آپ کی تحریر پڑھتے پڑھتے آنسو آنکھوں سے بغاوت کر کے دسمبر میں دیوانہ دل اور نومبر میں ہاں مجھے نفرت ہے کشور کرن کی دونوں تحریریں زبردست تھیں۔ میری دلی دعا ہے ہمیشہ ادبی دنیا میں مل کر رہو دیا جلائے رکھنا مس افشاں آپ کی تحریر زبردست تھی پہلی بار آپ کی تحریر جب شائع ہوئی تھی نہ کسی لڑکی نے آپ کا بنام لکھ کر فیصل آباد کے رائٹر سے اپنا نمبر شو کروایا تھا منظور اکبر تبسم ناصر سلیم شازیہ چوہدری حاجی انور لانگ عمر دراز آکاش راشد لطیف اللہ دتہ مخلص اللہ دتہ چوہان ملک علی رضا کی تحریر زبردست تھی اصلی چہرے سونیا رحمت کی تحریر اچھی لگی تھی محترمہ نئی تحریر کے ساتھ پھر سے شامل ہوں اے آر راحیلہ آپی کہانی مکمل کرنے پر اس بھائی کی طرف بہت بہت مبارک آپ کی مٹھائی بنتی ہے چلو آپ کے حصے کی میں خود ہی کھا لیتا ہوں اب اور کون سی تحریر شروع کی ہوئی ہے ضرور بتانا ایک فرمائش میں نے کی تھی ہو سکے تو جلدی پوری کر دینا باقی کچھ لوگ ریاض احمد کو میسج کر کے مجھے عامر وکیل انتظار حسین ساقی صدا حسین صدا حکیم جاوید نسیم خالد فاروق آسی چاند مجاہد اے آر راحیلہ اور نبیلہ کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جواب عرض ہم سب کا رسالہ ہے اور ہم سب ہی اس کے ساتھی ہیں ہم سب کو ہی جواب عرض سے پیار ہے کسی کو بدنام کرنے کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہے اور ہم ریاض احمد کے شکر گزار ہیں کہ وہ ان لوگوں کی ان باتوں کا کوئی نوٹس نہیں لیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہم لوگ جواب عرض سے بہت پیار کرتے ہیں باقی سب کو سلام۔

ایم عاصم شاکر چوک متیلا۔

بک سٹال پر پی اے کی بک لینے گیا تو وہاں پھولوں کی طرح سجا ہوا جنوری کا شمارہ پا کر خوشی سے جھوم گیا نئے سال کا شمارہ خرید کر گھر لایا آتے ہی ورق گردانی کی اپنی کوئی تحریر نہ پا کر دل اداس ہو گیا لیکن اس امید پر دلکو ڈھارس بندھائی کہ اگلے ماہ کچھ نہ کچھ ضرور آئے گا پلیز شہزادہ بھائی مجھے ضرور موقع دینا جنوری کی شمارے میں محبت موت دیتی ہے یاد ماضی عذاب ہے اور خواہشوں کے ریلے میں مجھے بہت پسند آئیں اس کے علاوہ باقی سٹوریاں بھی اچھی تھیں سب سلسلے بھی بہت اچھے چل رہے ہیں خاص کر تمام شاعری بہت اچھے لکھ رہے ہیں

سب کو میری طرف سے سلام۔

مہر آصف جاوید زاہد۔ساہیوال۔

ماہ جنوری کا جواب عرض دسمبر کو مل گیا تھا میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ یہ مجھے ٹائم سے پہلے ہی مل گیا تھا اللہ تعالیٰ جواب عرض کی پوری ٹیم کو اس طرح ہی کام کرنے کی توفیق دے باقی ماہ کی طرح اس ماہ بھی سب رائٹروں نے اچھا لکھا ہوا تھا سب سے پہلے کہانیوں میں دوریوں کا صحرا شازیہ جاوید شازی گجرات دو دل ایک جان شازیہ چوہدری شیخوپورہ برانجام محمد دین رحمانی اینڈ ساحل رحمانی خانیوال اب پچھتاوا کیسا رینا محمود قریشی میرپور خاص یاد ماضی عذاب ہے منیر رضا ساہیوال محبت کی ادھوری داستان صبا ملک دیپالپور بکھرتی شام اور میں سائرہ ارم جہلم زندگی ملی تو کیسی کمیرا ریاض گاؤں رتوال مجھے تم یاد آتے ہو ارمان سنگم فیصل آباد اور سب سے بہتر کہانی روگ محبت صدا حسین صدا کیلا سکے کی تھی صائم امجد گوجرانولہ ذوالفقار یو کے ثوبیہ حسین کھوٹہ شاہد احمد ڈیرہ آوڑ وانوالہ آصف سانول بہاولنگر محمد آفتاب شاد دوکوٹ ایم وکیل عامر ساہیوال اقرا ناز صادق آباد ملک عبدالمجید فیصل آباد حکیم طفیل کویت اور شہزاد سلطان کیف الکویت سب ہی نے بہت اچھا لکھا تھا سب کو سلام اور سب رائٹروں کو دلی مبارک باد۔

محمد عظیم۔ننکانہ۔

ماہ دسمبر کا تازہ شمارہ ملا جسے پڑھ کر بہت خوشی ہوئی سب سے پہلے مس راحیلہ صاحبہ کو خاموش محبتیں لکھنے پر مبارک باد دیتا ہوں یہ کہانی اپنی مثال آپ تھی جو میرے دل کو بہت پیاری لگی میری دعا ہے کہ خدا آپ کو ہر خوشی دے آمین میرے پیارے دوست اللہ دتہ صاحب آپ نے تو کمال کر دیا ہے میری ہر دعا آپ کے ساتھ ہے خدا آپ کو ہر خوشی دے میرے دوست منیر رضا آپکی کہانی پیاری تھی میرے پیارے استاد محترم ریاض حسین شاہد میں آپ کے ساتھ ہوں ہر پل میری یہ دعا ہے کہ خدا آپکو سدا خوش رکھے سونیا رحمت آصف کی کہانی اصلی چہرے میری پیاری بہن آج کل اسی طرح ہی ہو رہا ہے ہمیں خود کو بچا کے رکھنا ہوگا ایسے برے لوگوں سے خدا ان کو ان کے کاموں کی سزا دے راشد لطیف صاحب محبت کی سزا لکھنے پر مبارک باد قبول ہو کبھی اپنے زخمی بھائی کو یاد کر لیا کرو آخر میں بھائی عاشق حسین کے والد کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین میں اس دکھ کی گھڑی میں ان کے ساتھ ہوں۔

سیف الرحمٰن زخمی۔سیالکوٹ

ماہ جنوری کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے جو کہ میں مکمل پڑھ چکا ہوں سب سے پہلے تو آپ نے اسلامی صفحہ شروع کر کے بہت اچھا کیا ہے اس کے بعد کہانیوں کی فہرست دیکھی جس میں تو جو ٹاپ پر تھیں خاص کر کشور کرن شازیہ چوہدری رینا محمود قریشی سارہ ارم پر یاد عا کمیرا ریاض کی کہانیاں بہت ہی اچھی تھیں حوری حسین صبا ملک کو ویلکم کہتے ہیں شازیہ جاوید شازی کی کہانی بہت پسند آئی شہزادہ سلطان کیف منیر رضا نثار احمد حسرت اپنے دوست کمیرا ارمان سنگم کی کہانیاں اچھی تھیں باقی شمارہ بھی بہت اچھا تھا جلدی شائع کرنے پر جواب عرض کے سٹاف کو بہت بہت مبارک باد قبول ہو۔

پرنس عبدالرحمٰن گجر گاؤں نین رانجھا۔

جنوری کا شمارہ پڑھا بہت ہی اچھا لگا کشور کرن کی کہانی پسند آئی شازیہ کی کہانی دوریوں کا صحرا میں صدف نے گولیاں کھالیں جوکہ منفی پہلو ہے یہ مسائل کا حل نہیں ہے رحمانی کی کہانی گزارے لائق تھی اسے شائستہ مل گئی چلو اچھا ہوا۔ محمد شفیق ٹنڈو اللہ یار کی کہانی معاشرے کا روزمرہ کا واقعہ ہے سارہ ارم جہلم کی کہانی بکھرتی شام اور میں ٹھیک تھی صدا حسین صدا کی روگ محبت ٹاپ آرڈر سٹوری تھی بہت اچھی لگی سمیرا ریاض اٹک نے کہانی سٹارٹ کی ٹھیک کیا۔ ارمان سنگم نے اپنی ثقافت کو نیچا کر کے دکھایا۔ ایمان نے خط سنایا اور والد کی ڈیتھ ہوگئی ناقابل یقین ہے راشد لطیف صبرے والا کے پیار کی ہمیں سمجھ نہیں آئی کہ کیا ہے رانا بابر لاہور نے تلاش کے موضوع پر اچھا فلسفہ لکھا آصف سانول غائب تھے کیوں نثار حسن حسرت نے اچھا لکھا باقی غزلیں وغیرہ پسند آئیں سب کو سلام۔

عبدالسلام چوہدری بہاولنگر۔

چند ماہ کی دوری کے بعد پھر حاضر خدمت ہوں اہل محفل سمجھے کہ عامر شہزاد بھاگ گیا کسی بھوت کے ڈر سے تو دوستوں بھاگنے والے تو ہم نہیں ہیں ہاں کبھی حوادث زمانہ ہمیں جواب عرض سے دور کر دیں تو اور بات ہے ملازمت کی وجہ سے اکثر جواب عرض میں غیر حاضری ہو جاتی ہے شگفتہ ناز آزاد کشمیر اگر خط لکھنے کا طریقہ نہیں آتا ہے تو شازیہ حبیب اوکاڑہ سے سیکھ لو یا پھر ہماری شاگردی اختیار کر لو جناب فیصلہ آپ کو کرنا ہے میرے گستاخانہ لفظوں کو معف کرنا شازیہ صاحبہ آپ کی نئی کہانی کب تک معرض وجود میں آئے گی باقی دوسرے رائٹروں میں کشور کرن صاحبہ نازیہ میر پور خاص اور منظور اکبر تبسم کو سلام

چوہدری عامر شہزاد چکسوئم۔ شورکوٹ

ماہ فروری کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے جس کا نام کسک نمبر ہے اس بار میگزین کا سرورق شاندار تھا رسالہ کا مطالعہ رات ساری دیوانوں کی طرح کیا تا کہ آندھی کیطرح آتے ہوئے اگلے شمارے کے نازل ہونے سے قبل تبصرہ تحریر کیا جا سکے اسلامی صفحہ پر جمشید حیات صاحب کی تحریر بہت اچھی تھی کہانیوں میں ایک اور لوسٹوری رونگ نمبر کبھی خوشی کبھی غم انتظار دو بول محبت کے کہانیاں بہت اچھی تھیں رگوں میں کانٹے ریاض حسین شاہد کی تحریر بھی زبردست تھی غزلیات میں انتظار حسین ساقی خالد فاروق عاصی محمد اسلم جاوید وکیل جٹ نثار حسرت ایم عاصم شاکر راحیلہ منظر منیر رضا محمد سعید انصاری اوکاڑہ کی غزلیں بہت اچھی تھیں جبکہ آئینہ روبرو میں میرے بہت ہی پیارے دوست جو کہ ملک پاکستان کی خدمت میں دن رات ایک کر رہے ہیں وہ ہیں امداد علی تنہا اس کے بعد محمد عقیل چکوال سے نرگس ناز صاحبہ سکھر سے صبا اعوان اوکاڑہ سے لاہور سے فاطمہ اور مس افشاں جھنگ سے انور لانگ اور حورین حسین کی تحریریں اچھی لگیں آج کل تو لوگ ادب کے نام پر لوگوں کو لوٹ رہے ہیں مگر جواب عرض ادارہ کی بے لوث محبت اور ریاض احمد کی خدمت قابل داد ہے۔ سب کو سلام۔

ملک علی رضا۔ فیصل آباد۔

ماہنامہ جوابِ عرض لاہور

یہ کوپن کاٹ کر اس پر شعر لکھ کر ہمیں ارسال کر دیں

نام ________ شہر ________ فون نمبر ________

میرا بہترین شعر

____

____

مکمل پتہ ________

____

جواب عرض میرا پرانا ساتھی ہے اور جواب عرض کے ذریعے ملنی والی محبتوں کو ہم کبھی بھی بھلا نہیں سکتے ان دوستوں کا بہت ہی زیادہ شکریہ جنہوں نے مجھے یاد رکھا ہوا ہے اور جواب عرض کی پوری ٹیم کو میری طرف خلوص بھرا اسلام۔ جو ہر کسی کی حوصلہ افزائی کرر ہے ہیں۔اس بار سب کہانیوں نے مزا دیا ہے سب ہی مبارک باد کے حقدار ہیں کسی کی تعریف نہ کرنا انکے ساتھ زیادتی ہوگی اور کالم بھی بہت اچھے تھے سب کو میری طرف سے خلوص د ل سے سلام قبول ہو۔

اظہر حسین دکھی سکھیکی منڈی۔

میں جواب عرض کئی سالوں سے پڑھ رہا ہوں لیکن کچھ رائٹروں کے نام منظر عام پر آئے ہیں جو دوسرے لوگوں کی عزت کے ساتھ کھلواڑ کرتے تھے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ سمجھ جائیں۔جنوری کا روگ محبت نمبرا چھا لگا اسلامی صفحہ پڑھ کر بہت سکون ملا غزل میں سے شہزادہ سلطان کیف الکویت۔رلجہ وسیم آزاد کشمیر عثمان غنی قبولہ شریف ثوبیہ حسین کھوٹہ مس فوزیہ کنگن پور کہانیوں میں سے کیسی ہے یہ دیوانگی۔راشد لطیف مبارک باد محبت کی ادھوری داستان صبا ملک صاحبہ بکھرتی شام اور میں سائرہ ارم صاحبہ کو ولی مبارک باد۔راشد ترین مجید احمد جائی غلام عباس ساغر محبوب عالم ڈھکو کہاں غائب ہیں آپ سب۔میری طرف سے سب رائٹروں اور شاعروں کو لکھاریوں کو اور جواب عرض کی پوری ٹیم کو اسلام وعلیکم جواب عرض دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

ساجد حسین ڈھکو جڑہ

جنوری کا جواب عرض اپنی مثال آپ تھا اپنی تحریر دیکھ کر دل خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔سب سے پہلے میں ادارہ جواب عرض کا دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہوں خاص کر بھائی ریاض احمد کا مشکور ہوں کہ جنہوں نے میرے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو جواب عرض کی زینت بنایا ریاض بھائی آپ نے ہی مجھے لکھنا سکھایا۔جن رائٹروں کی تحریریں اچھی لگیں ان میں کشور کرن آپی کی داستان بہت اچھی تھی اور حورین حسین کامران احمد شازیہ چوہدری محمد دیز جمانی ریتا محمود قریشی منیر رضیا صبا ملک سائرہ ارم سمیرا ریاض راشد لطیف۔سمیرا رمان سنگم۔صدا حسین صدا کی کہانی روگ محبت لاجواب کہانی تھی شازیہ جاوید شازی کی کہانی بہت اچھی ہے۔بہت اچھا لکھا ہے آپ نے اللہ پاک آپکو ہمت دے اور اسی طرح اچھا لکھتی رہیں نثار حسرت کی کہانی لو بہت ہی درد بھری داستان ہے پہلے کیطرح اس بار بھی بہت اچھی سٹوریاں تھیں اور آخر میں میری فیورٹ رائٹر پریا دعا جس نے دلکے تار ہلا دیئے واہ کیا کی داستاں لکھی ہے رولا دیا مجھ کو کتنا شدت درد تھا اس داستان میں آنکھیں نم ہوگئیں اور برسوں سے ویران دلکی بستی میں ساون بھر سا گیا بہت غم بھری کہانی تھی اللہ پاک آپ کو صحت دے آمین۔

رانا بابر علی ناز۔لاہور

جواب عرض سے مجھے محسن علی طاب نے متعارف کرایا میں نے جواب عرض پڑھا مجھے بے انتہا اچھا لگا اس میں لکھی ہوئی کہانیاں پڑھ کر دل خون کے آنسو رویا ایسا لگا کہ یہ سب میری دکھی ہیں مجھے جو کہانیاں اچھی لگیں انکے نام مندرجہ ذیل دو دل ایک جان شازیہ چوہدری روگ محبت صدا حسین صدا زندگی ملی تو کیسی۔سمیرا ریاض مل کے بھی ہم نہ ملے نثار احمد حسرت بہت اچھی کہانیاں تھیں غزلوں میں ثوبیہ حسین آمنہ فرمان ساقی سمیرا رمان

کوپن جواب عرض میں مختصر اشتہارات کیلئے استعمال کریں

آپکے دیئے گئے ان اشتہارات کا مضمون بے حد مختصر، واضح اور خوشخط انداز میں ہونا چاہئے

اگر اشتہار کمرشل ہے تو اس کی فیس ۸۰۰ روپے ارسال کریں۔ ورنہ اشتہار ضائع کر دیا جائے گا…… ایڈیٹر

....

....

....

نام .... مکمل پتہ ....

....

کوپن کالم ملاقات کیلئے

یہ کوپن ہمیں کالم "ملاقات" کیلئے کاٹ کر ارسال کریں

جواب عرض

اور اس میں اپنا تعارف تحریر کیجئے۔ کوپن کے ساتھ کسی قسم کی کوئی فیس یا ڈاک ٹکٹ ارسال نہ کریں۔ کوپن کے بغیر آپ کا تعارف شائع نہیں کیا جائے۔

نام .... عمر ....

مشغلے ....

مکمل پتہ ....

....

....

اس کوپن کے ہمراہ اپنی ایک عدد تصویر ارسال کریں، ہم شائع کریں گے۔ ایڈیٹر

شازیہ جاوید کی غزلیں بہت اچھی تھیں اور شاعری بھی اچھی تھی میں ایک غزل بھیج رہی ہوں اسے شامل کر کے شکریہ کا موقع دیں۔

قائرہ نذیر فرید ٹاؤن ساہیوال۔

جواب عرض کو اللہ پاک دن دگنی رات چوگنی ترقی دے۔ جنوری میں میرا لیٹر شائع کیا بہت شکریہ۔ پلیز میری باقی چیزیں بھی شائع کر دیں۔ کہانیاں تو سب پڑھی ہیں لیکن اتنے نام نہیں لکھ سکتی سب ہی اچھی ہیں اور دکھی ہیں ایسی لڑکیوں کی تعداد کہانیوں میں زیادہ تھیں چلیں ہم بھی ٹرائی کرتے ہیں کہانی لکھنے کی ایک کوشش کوئی روبرو ہوئی تو ضرور بھیجوں گی پھر آپ کی مرضی کہ آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں کہ نہیں غزلوں نے کافی متاثر کیا ہے ثوبیہ حسین تم نے پوچھا کہ تم مجھے مایوس کیوں لگی تو یہ بتا دوں کہ نہ تو میں نے تمہیں دیکھا ہے نہ ہی تمہیں جانتی ہوں لیکن تمہارے لکھے ہوئے لفظوں میں مجھے مایوس نظر آئی اس لیے میں آپ کو پوچھ بیٹھی کیونکہ ہماری خود ان لوگوں میں گنتی ہوتی ہے۔ بحر حال خدا تمہیں خوش رکھے۔ اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیئے گا۔ ایک دوست جو دل سے دعا دے اس کا شکریہ تو ادا کرنا پڑتا ہے۔

عابدہ رانی گوجرانوالہ۔

جواب عرض ہی نے دو ماہ سے شروع کیا ہے جواب عرض ایک بہت ہی اچھا رسالہ ہے اب میں ہر ماہ لیا کروں گا میں نے ایک لیٹر لکھا تھا جنوری کے شمارہ کے لیے لیکن وہ شائع نہیں ہوا اب میں اس امید کے ساتھ پھر لکھ رہا ہوں کہ اب کی بار ضرور شائع ہوگا۔ دسمبر کے شمارہ میں جناب ریاض حسین شاہد کی کہانی نے رسالے کو چار چاند لگا دیئے اللہ دتہ چوہان کی کہانی بھی اچھی تھی کشور کرن پتوکی کی کہانیاں تو ویسے ہی زبردست ہوتی ہیں میری طرف سے سب کو سلام۔

محمد حمزہ شہزاد۔ بوریوالا

جواب عرض روگ محبت نمبر ملا جس میں تقریبا ساری سٹوریاں بہت ہی اچھی تھیں جس میں آپی کشور کرن پتوکی رانا بابر علی ناز سمیر ارمان سنگم نثار احمد حسرت رینا محمود قریشی شازیہ چوہدری کی سٹوریاں لاجواب تھیں ثوبیہ حسین کھوسہ کی شاعری بھی بہت اچھی تھی شہزادہ بھائی مجھے آئینہ روبرو میں ضرور جگہ دیں جواب عرض کے سارے لکھاریوں کو سلام۔

محمد اصغر پشاور

جواب عرض میرا پسندیدہ رسالہ ہے اسکے بغیر تو میں خود کو ادھورا سمجھتا ہوں اس کی ہر کہانی رلا دیتی ہے اس کے تمام سلسلے جواب عرض کی جان ہوتے ہیں کی دوست اس رسالے نے مجھے دیئے۔ بہت اچھا لگتا ہے جب یہ رسالہ مجھے ملتا ہے صدف ڈسکہ کو میں بہت مس کرتا ہوں اور اس کے لیے دعائیں کرتا رہتا ہوں کہ خدا پاک اس کو میرے حصہ کی خوشیاں بھی لگا دے۔ باقی سب کو سلام۔

محمد اشرف زخمی دل۔ ننکانہ

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

''جواب عرض'' میں آپ اس کالم میں ''غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟'' سے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ آپ کی رائے ہم ''جواب عرض'' میں شائع کر دیں گے۔ آپ یہ کوپن کاٹ کر اپنی رائے کے ساتھ ہمیں ارسال کر دیں۔

میری رائے میں ______________________

____

____

نام: ______________ شہر: ______________

کوپن آپ کا بہترین دوست کون ہے؟

جواب عرض

آپ کا بہترین دوست کون ہے اور کیوں ہے، کیا وجہ ہے کہ وہ آپ کا سب سے اچھا اور بہترین دوست ہے؟

میرا بہترین دوست ______________________

____

____

____

نام ______________ شہر کا نام ______________